محمد
انوارِ ہدایت
مولانا مفتی شبیر احمد صاحب
مکتبہ امدادیہ
سہارنپور

انوار ہدایت

سیرت پاک کے مختلف موضوعات پر خطباء، علماء، طلبہ، عوام، خواص سب کے لئے احادیث رسول ﷺ کے حوالوں سے نہایت مفید و معتبر اور مؤثر ترین دینی، دعوتی، اصلاحی مضامین پر ۲۵ رسالوں کا مجموعہ

مؤلف

شبیر احمد قاسمی

خادم الافتاء والحدیث

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند

سببِ تالیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَمْسِ الْهِدَایَةِ وَالْیَقِیْنِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؞ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ۔

امام ابوعبداللہ الحمیدی الاندلسی المتوفی ۴۸۸ھ اپنی فرصت کے وقت یہ الفاظ کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے

؎ کِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلِیْ ؞ وَمَا صَحَّتْ بِهِ الْاٰثَارُ دِیْنِیْ

میرا قول، میرا کلام، میری گفت گو صرف اللہ کی کتاب ہے۔ اور میرا عمل، میرا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث اور حضرات صحابہؓ کے آثار ہیں۔

یہ خاکسار اپنی طالب علمی کے زمانہ میں مرکز نظام الدین جایا کرتا تھا۔ حضرت مولانا عُبید اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، وہ کبھی کبھی ان الفاظ سے گنگنایا کرتے تھے۔

؎ اِذَا قَالَ الرَّسُوْلُ فَصَدِّقُوْهُ ؞ فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ الرَّسُوْلُ

جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد تمہارے سامنے آجائے تو تم اس کی ضرور تصدیق کرو۔ کیونکہ وہی بات قول کہلانے کے لائق ہے جو آپؐ فرماتے ہیں۔ اور اسکے خلاف تمام اقوال محض خواب وخیال ہیں ــــــ ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا نصبُ العین یہی رہا ہے کہ جو بھی بات کرتے تھے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل، آپؐ کی زندگی اور خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ کے آثار کی روشنی میں کیا کرتے تھے، اس کے خلاف چیزوں کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

ہمارے اکابر و اسلاف خلوت میں، جلوت میں، مجامع میں، مجالس میں، جلسوں میں، اجتماعات میں، جو بھی بیان کرتے تھے قرآن اور حدیث کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ

ذاریات آیت ۵۵ میں آقائے نامدار علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ. مومنین کے سامنے رشد و ہدایت کی باتیں پیش کیا کرو، اس سے مومنین کو دینی فائدہ پہنچتا ہے۔ اور رشد و ہدایت کیلئے قرآن وحدیث کے اندر اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ واعظین اپنے اسٹیج پر، مدرسین اپنی درسگاہوں میں، مفتیانِ کرام اپنے مسندِ افتاء میں اور بزرگانِ دین اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں قیامت تک بیان کرتے رہیں گے تو اس ذخیرہ کے ہزارویں حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکتے۔ تو پھر قرآن وحدیث کی صحیح روایات کو چھوڑ کر غلط سلط، اناپ شناپ، ضعیف و موضوع روایات بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بارہا جلسوں اور اسٹیجوں میں بعض واعظین کو دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے غلط اور من گھڑت واقعات اور بے سند روایات بے دھڑک بیان کرتے ہیں کہ ذرا سی جھجک بھی نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ تو طبیعت یہ چاہتی ہے کہ دورانِ تقریر ٹوک دیا جائے، لیکن ایک مسلمان کی بے عزتی اور ہتکِ حرمت کا خطرہ ہوتا ہے اور دوسری طرف عامۃ المسلمین جو خالی الذہن ہیں وہ ان ہی غلط باتوں کو دین سمجھنے لگتے ہیں اسلئے ضرورت محسوس کی گئی کہ سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی ناصحانہ روایات کا ایک مجموعہ اس انداز سے آجانا چاہئے جو خطباء اور واعظین کو اپنے وعظوں اور تقریروں میں اور علماء و طلباء کو اپنے مشغلوں میں اور بزرگوں کو اپنی خانقاہوں میں اور تبلیغی پیشواؤں کو اپنی دعوت و تبلیغ میں اور عوام و خواص کو اپنی فرصت کے مواقع میں کام آتا رہے۔

آقائے نامدار سید الکونین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرِ پاک کس چیز کا نام ہے؟ آپؐ کی سیرت کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے اقوال، آپؐ کے افعال، آپؐ کے رہن سہن، آپؐ کی رشد و ہدایات، آپؐ کے اوامر و نواہی، غرضیکہ آپؐ کی زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشے کے مجموعہ کا نام ہے سیرت! اسلئے زیرِ نظر کتاب کو سیرتِ پاک کے موضوع پر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب مختلف عنوانات پر مسلمانوں کی زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشے سے متعلق پچیس ۲۵ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو

رشد و ہدایات کے انوارات حاصل ہوں گے۔ اسلئے اس کتاب کے مجموعہ کا نام "انوارِ ہدایت" رکھا گیا ہے۔ پروردگارِ عالم کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ سے امت کی زندگی میں اصلاح کا حیرت انگیز تغیر پیدا فرمادیگا ۔۔۔ اور اس کتاب کے اندر حسبِ ذیل پچیس ۲۵ رسائل ہیں۔ انمیں سے ہرایک رسالہ بسم اللہ شریف سے شروع ہورہا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان رسائل کو زیادہ افادیت کے پیشِ نظر الگ الگ شائع کرنا چاہے تو بندہ کی طرف سے اجازت ہے۔ اے اللہ اس کتاب کو اپنی رضا کا ذریعہ بنا۔

خاکسار شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۵ صفر ۱۴۳۱ھ

اجمالی فہرست

تقریظ حضرت مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ، اُستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد دینی خدمات کیلئے قابلِ رشک محنت کرنے والے انسان ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں ذہنِ ثاقب اور رسوخ فی العلم کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور ان کے اوقات میں برکت عطار فرمائی ہے۔

ماضی قریب میں انکا قلم متعدد وقیع علمی تصانیف، امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔ جنہیں عام مسلمانوں میں قبولِ عام حاصل ہوا ہے۔ اور علمار کرام نے ان کی تحریروں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

اس وقت ان کی ایک تازہ تالیف " انوارِ ھدایت " شائع ہونیکی منتظر ہے۔ یہ تالیف ۲۵ پچیس مختصر اصلاحی رسائل کا مجموعہ ہے۔ احقر نے بعض رسائل پر جستہ جستہ نظر بھی ڈالی ہے، وقت میں گنجائش ہوتی تو بالاستیعاب مطالعہ کی سعادت حاصل کرتا۔ اجمالی نظر سے اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ نہایت اہم اور ضروری عنوانات پر، پُر مغز اصلاحی اور اخلاقی مضامین ہیں۔ مطالعہ کرنے والوں کو انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

تالیف کی اصل قدر وقیمت کا اندازہ تو اہلِ نظر ہی کریں گے، بندہ کی دانست میں یہ تالیف خوبصورت اخلاقی پھولوں سے تیار کیا ہوا گلدستہ، یا اصلاحی موتیوں سے گوندھا ہوا قیمتی ہار ہے۔ جس کی دینی ذوق رکھنے والوں کی مجلسوں میں قدردانی کی جائے گی۔

بندہ دُعا گو ہے کہ پروردگار عالم اپنے فضل وکرم سے مؤلف محترم کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا کرے۔ اور عام مسلمانوں کے درمیان قبولِ عام کی دولت سے نوازے۔ آمین

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول
اے کہ در ساختہ ای، قطرۂ بارانی را

والحمد للہ اوّلاً و آخراً

(مولانا) ریاست علی بجنوری غفرلہ
خادمِ تدریس دارالعلوم دیوبند ۳ صفر ۱۴۲۲ھ

تأثرات حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ امّا بعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ (الذاریات ۵۵)
اس حکم کی تعمیل میں علماء امت ہر زمانہ میں زبانی اور تحریری تذکیر میں مشغول رہے ہیں۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ اس تذکیر کے مفید اور مؤثر ثمرات سے امت برابر مستفید ہوتی رہی ہے۔ دوسری طرف یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ وعظ و تقریر کے شعبہ میں ہر دور میں ایسے افراد بھی بکثرت موجود رہے ہیں جو محض سامعین کی خوشنودی، اپنی شہرت اور دنیوی مفادات کیلئے رطب و یابس مضامین اور ضعیف و موضوع روایات کا سہارا لیتے ہیں۔ اور امت میں کمزور اور غلط سلط بے اصل باتیں رائج کر دیتے ہیں۔ یہ صورت معتبر علماء کیلئے شدید کرب کا باعث بنتی ہے۔
حالانکہ قرآن و سنت میں صحیح اور ثابت تذکیری مضامین کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ بے اصل باتوں کو استعمال کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ قارئین کو زیر نظر کتاب "انوار ہدایت" کے مطالعہ سے بآسانی اندازہ ہو سکے گا۔ جسمیں فاضل مؤلف حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی زید مجدہم نے مختلف موضوعات پر قرآن و حدیث کے نہایت عمدہ اور مفید معتبر مواد جمع کرکے عوام و خواص کی تذکیر کا بہترین نظم فرمایا ہے۔ احقر نے اس مبارک تالیف کے جستہ جستہ مقامات کا مطالعہ کرکے استفادہ کیا۔ اس میں بالخصوص مقررین کے لئے ہر ضروری موضوع پر بہتر مواد نہایت خوبی سے جمع کر دیا گیا۔ جس سے بڑے دینی فائدے کی امید ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔
اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس گرانقدر محنت کو قبول فرمائے اور انکے فیض کو عام و تام فرمائے آمین

فقط والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری عفی عنہ

۲۱ / ۱ / ۲۱ھ

انتساب

خاکسار اپنی اس علمی، دینی، اصلاحی کاوش کے مجموعہ کو اُستاذ مُرشد عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور مرشد و مشفق محی السُّنّۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جن کی زیرِ تربیت اللہ پاک نے خدمتِ دین کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ اور والدہ ماجدہ جو اس وقت مکۃ المکرمہ میں مقیم ہیں تینوں کی طرف منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے ——— نیز یہ دینی اصلاحی تحفہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوشِ تربیت کا ثمرہ اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا مرہونِ منّت ہے اس لئے ان دونوں کی طرف منسوب کرنا بھی خوش قسمتی سمجھتا ہے۔

شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۴؍ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

فہرستِ مضامین انوارِ ہدایت

عنوانات	صفحہ نمبر

①

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام یہ دونوں مقدس اور پاکباز اور مقبول بارگاہِ ربُّ العزت جس وقت کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمارہے تھے، اللہ سے یہ دعاء مانگی کہ اے پروردگار عالم تو ہم کو اپنا حکم بردار بنا، اور ہماری اولاد میں بھی ایک جماعت فرماں بردار پیدا فرما۔ اور اس جماعت میں انہیں میں کا ایک رسول مبعوث فرمادے۔ جو ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں گے اور ان کے اخلاق کو سدھاریں گے۔ اور کفر و شرک کی گندگیوں سے ان کو پاک کریں گے۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذیل کی آیتِ کریمہ کے اندر ذکر فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (الآیۃ) [1]

اے ہمارے پروردگار تو ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمادے جو ان کو تیری قرآنی آیتیں پڑھکر سنائیں، اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائیں، اور ان کو کفر کی گندگیوں سے پاک کریں۔ بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس دُعا کا مظہر قرآن کریم میں تین مقامات کو بنایا ہے۔

مقام ۱ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تمہیں میں سے ایک ایسا رسُول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سُناتا ہے، اور تمہیں کفر و شرک اور گندے عقائد سے پاک کرتا ہے، اور تمہیں کتاب اور حکمت و اسرار کی باتیں سکھاتا ہے، اور ایسی باتیں سکھاتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ کے ذریعہ سے اس احسان کی یاد دہانی فرمائی ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے، کہ تم رشد و ہدایت سے محروم تھے، کفر و شرک کی گھٹا ٹوپ ظلمت میں اندھوں کی طرح پڑے ہوئے تھے، اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا قبول فرمائی اور تمہارے درمیان تمہیں میں کا ایک ایسا رسُول بھیجا جو تم کو احکامِ خداوندی سکھائے، تم کو اچھا [illegible] کو بُری باتوں اور گندے عقائد سے پاک کر دے، اور علم و عمل میں تمہیں کامل بنا دے۔

آج تم دُنیا کا جائزہ لیکر دیکھو کہ جنہوں نے تھوڑا بہت دین کا علم سیکھ رکھا ہے ان کے عقائد ان کا نظریہ ان کے خیالات کیسے ہیں۔ اور جو لوگ دین کے علوم سے روشناس نہیں ہیں، وہ چاہے کتنی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر لیے ہوں، آزمائش کے وقت میں ان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ انہوں نے کسی قسم کی کوئی تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ اگر اپنے گھر میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو ایسی جزع فزع کرنے لگتے ہیں کہ بعض دفعہ ایمان کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے کہ العیاذ باللہ کہہ دیتے ہیں کہ اے اللہ میاں تو نے یہ کیا کیا۔ ایسا کیسے ہوگیا۔ لیکن اگر قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تو ایسی باتیں کبھی نہیں کر سکتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔

مقام ۲ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الآیۃ) [1]

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جبکہ انہیں انہیں کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھکر سناتے ہیں، اور ظاہری و باطنی گندگیوں سے ان کی صفائی کرتے ہیں۔ اور ان کو کتابِ الٰہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔ اور بالیقین یہ لوگ آپؐ کی بعثت سے قبل صریح گمراہی یعنی کفر و شرک میں مبتلا تھے۔

اس آیتِ کریمہ کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتِ مسلمہ پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر عظیم ترین احسان فرمایا ہے۔ آپؐ کی بعثت سے پہلے یہ قوم سخت ترین گمراہی میں مبتلا تھی۔ آپؐ کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت میں حیرت انگیز بیداری پیدا فرما دی۔ آپؐ کے انوار و برکات اور آپؐ کے احوال و اخلاق، آپؐ کی سوانح زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی سے پوری قوم بخوبی واقف تھی یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء کا مظہر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹ میں فرمایا ہے۔

مقام ۳ سورۂ جمعہ آیت ۲ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الآیۃ)

اللہ کی ذات وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں کا ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا ہے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے۔ اور انکو کفر و شرک اور گندے عقائد سے پاک کرکے سنوارتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت و دانائی کی بات سکھاتا ہے۔ اور اس سے پہلے وہ سب لوگ صریح گمراہی اور جہالت میں مبتلا تھے۔

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۴

اس آیتِ کریمہ کے اندر اللہ تبارک نے ارشاد فرمایا کہ عرب قوم ایسی تھی کہ جن میں علم و ہنر کچھ بھی نہ تھا، نہ کوئی آسمانی کتاب تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم لوگ جانتے تھے۔ انکی جہالت ضربُ المثل تھی۔ بُت پرستی اور اَوہام پرستی اور فسق و فجور کا نام ملتِ ابراہیمی رکھ چھوڑا تھا، اسی گمراہی اور ظلمت کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آفتابِ عالم آقائے نامدار خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیِ امّی لقب دیکر مبعوث فرمایا —— لیکن باوجود امّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھکر سُناتا ہے، اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت کی باتیں سُنا کر ایسا شائستہ بناتا ہے کہ دُنیا کے بڑے سے بڑے حکیم اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاء کا مظہر ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹ میں فرمایا ہے۔

ان تمام آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسُول کو خصوصی طور پر تین مقاصد کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔

مقصد ۱ اللہ کی کتاب اور اس کی آیتوں کو پڑھ پڑھ کر قوم کو سُنانے کے لئے

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دُنیا کے اندر قرآن کریم کے علاوہ ہزاروں، لاکھوں ایسی کتابیں ہیں جو انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں مگر ان میں سے کسی بھی کتاب کے الفاظ اور عبارت پڑھنا مقصود نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، بلکہ فائدہ حاصل ہونے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ ان کتابوں کے الفاظ پڑھنے کے ساتھ معانی اور مقصود بھی سمجھے۔ لیکن قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کے صرف الفاظ اور عبارت کی تلاوت سے بھی ایک مستقل ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا پوری دُنیائے عالم میں کروڑہا مسلمان ایسے ہیں جو قرآن کریم کی تلاوت تو کرلیتے ہیں، مگر اس کے معانی اور مطالب بالکل نہیں سمجھتے ہیں، اور نہ ہی تلاوت میں معانی اور مطالب ان کے مطمحِ نظر ہوتے ہیں، لیکن اس کے

باوجود ان کو تلاوت کرنیکا مستقل طور پر ایک عظیم الشان اجر ملے گا ــــــــــ یہ خصوصیت کسی بھی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

مقصد ۲ رسُول کو مبعوث کرنیکا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی کتاب پڑھکر سُنانے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی اور اَسرار و رُموز اور مقاصد سے بھی روشناس فرمائیں تاکہ اللہ کے حکم کو سمجھ کر اس کے مُطابق اپنی زندگی سنوار سکیں۔

تو قرآنِ کریم کے پڑھنے میں تین قِسم کے ثواب الگ الگ ملتے ہیں۔

۱: صرف قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت کا ثواب۔

۲: قرآنِ کریم کے معانی اور اَسرار و رُموز کے سمجھنے اور سیکھنے کا ثواب۔

۳: قرآن کریم کے حکم کے مُطابق عمل کرنے کا ثواب۔

تو اللہ کی طرف سے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والوں کو تین قِسم کا ثواب دیا جاتا ہے اور بغیر سمجھے صرف تلاوت کرنے والوں کو صرف تلاوت کرنیکا ایک ثواب ملتا ہے۔

مقصد ۳ رسُول کو مبعوث کرنیکا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اُمّت کو ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے وَیُزَکِّیۡهِمۡ سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور ظاہری نجاست سے تو عام لوگ واقف ہیں۔ اور باطنی نجاست میں کفر و شرک اور گندے عقائد اور کبر و تکبّر اور حسد و بغض، حُبِّ دنیا وغیرہ سب داخل ہیں۔

اللہ کا رسُول اُمّت کو دونوں قِسم کی نجاست سے پاک کرتا ہے ــــــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دونوں قِسم کی نجاستوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسَّلام نے جن مقاصد کیلئے دُعاء فرمائی تھی وہ یہی تینوں مقاصد ہیں جنکی تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعُوث فرمایا ہے اور آپؐ کے عہدِ مبارک میں یہ تینوں مقاصد نمایاں طور پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کامیاب انداز سے داخل ہو چکے تھے۔ پھر آپؐ کے بعد صحابۂ کرامؓ

نے ان مقاصد کو مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک پوری دنیا میں عالم گیر انداز سے عام کر دیا۔

آفتابِ عالم کا طلوع

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (الآیۃ) [1]

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر کے بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ اور آفتاب بنا کر مبعوث کیا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ظلمت کے اندر روشنی قرار دیا ہے۔ اور پھر ان روشنیوں میں مختلف درجات ہیں۔ کوئی چراغ کی روشنی ہوتی ہے کوئی لیمپ اور بلب کی روشنی ہوتی ہے۔ کوئی چھوٹے ستارے کی روشنی ہوتی ہے اور کوئی بڑے ستارے کی روشنی ہوتی ہے۔ اور کوئی چاند کی روشنی ہوتی ہے۔ کوئی آفتاب کی روشنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ہی انبیاء علیہم السلام کو کسی نہ کسی درجہ میں چمکتی ہوئی روشنی بنا کر مبعوث فرمایا ہے ـــــ کسی کو چراغ کی روشنی، کسی کو لیمپ اور بلب کی روشنی، اور کسی کو چھوٹے ستارے کی روشنی اور کسی کو بڑے ستارے کی روشنی، اور کسی کو ماہتاب اور چاند کی روشنی دیکر بھیجا ہے۔ مثلاً کسی کو صرف ایک خاندان کی ھدایت کیلئے مبعوث فرمایا تو ان کی ہدایت کی روشنی اسی خاندان میں محدود ہے۔ اور کسی کو ایک قبیلہ کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا تو ان کی روشنی اسی قبیلہ کے دائرہ میں محدود ہے۔

اور کسی کو کسی خاص شہر یا صوبہ کی قوم کی ہدایت کیلئے اور کسی کو کسی خاص ملک کی قوم کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔ تو ان کی روشنی اسی شہر یا اسی صوبہ یا اسی ملک کے

---

[1] سورۂ احزاب آیت ۴۵-۴۶ -

دائرہ میں محدود ہوتی ہے ——— لیکن سرکارِ دوعالم خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے عالم کیلئے آفتاب اور ماہتاب بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ احزاب آیت ۴۶ پ ۲۲ وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً۔ کے الفاظ سے آپؐ کے لقب کا اعلان فرمایا ہے اور قرآنِ کریم کے اندر جگہ جگہ سراج کے معنی سورج کے بھی آئے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ نوح آیت ۱۶ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْھِنَّ نُوْراً وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجاً۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں چاند کی روشنی کو نور سے تعبیر کیا۔ اور سورج کی روشنی کو سراج سے تعبیر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ سورج کی روشنی کے مقابلہ میں چاند کی روشنی دھیمی پڑجاتی ہے۔

سورۂ احزاب آیت ۴۶ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سِرَاجاً مُّنِیْراً فرمایا ہے کہ نبوت اور ھدایت کا ایسا چمکتا ہوا آفتاب ہے جس کی روشنی سے پچھلی تمام روشنیاں دھیمی پڑگئی ہیں۔ اور اس کے بعد مزید کسی روشنی کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو رشد وہدایت کی روشنی لیکر دنیا میں مبعوث فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ان میں سے کسی کی روشنی کی مزید ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے لقب سے سنوارا ہے ——— اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب آیت ۴۰ میں مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ الآیۃ کے لفظ سے اعلان فرمایا ہے۔

جب سورج کے ذریعہ سے پورے عالم کو چمکتی ہوئی روشنی مل جائے جس روشنی کے مقابلے میں تمام روشنیاں پھیکی پڑجاتی ہیں تو اگر کوئی شخص دوپہر کی دھوپ کی روشنی میں چراغ لیکر یہ کہتا ہوا پھرتا ہے کہ میں چراغ کی روشنی سے راستہ دیکھنا

چاہتا ہوں تو پوری دُنیا اُسے مجنون اور پاگل کہے گی. یا گدھا کہے گی۔
لہٰذا آقائے نامدار تاجدارِ عالم خاتم النّبیین، آفتاب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا
میں تشریف آوری کے بعد قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کی روشنی چمکتی رہیگی
اسی حالت میں جو لوگ نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرتے ہیں۔ وہ سب پاگل اور گدھے ہیں اور
مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہیں ۔ اسلئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ
میرے بعد میری امت میں دجّال کی صفتوں کے ساتھ تقریبًا تیئیس جھوٹے پیدا ہوں گے
یہ سب کے سب نبوّت کا دعوٰی کریں گے. حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے آخری اور
خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ۔

سَیَکُوْنُ فِی اُمَّتِی ثَلٰثُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُم یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔ (الحدیث) [1]

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ایسے پیدا ہوں گے جو اپنے آپ کو نبی بتلائیں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا

پچھلے انبیاءؑ کا آپؐ کی تشریف آوری کی بشارت دینا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ صف آیت ۶ میں اس واقعہ کا اعلان فرمایا ہے
جو حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور بنی اسرائیل کے درمیان میں پیش آیا تھا۔
حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ
نے مجھے تمہارے پاس رسُول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ سے پہلے جو اللہ تعالےٰ کی
طرف سے نازل کردہ کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور
ایک ایسے رسُول کی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے. جو میرے بعد تشریف
لانے والا ہے اور ان کا نام احمدؐ ہوگا۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۵

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ ۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔ (الآیۃ) لہ

اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا رسُول ہوں اس پر یقین دلانے والا ہوں جو مجھ سے پہلے توراۃ نامی کتاب آئی ہے اور ایک رسُول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیگا اس کا نام احمد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل میں سے نہیں

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت نوحؑ کے بعد جتنے انبیاء تشریف لائے ہیں ان میں سے صرف دسؔ ایسے ہیں جو بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں یعنی حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ باقی سب حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہیں جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور جو بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں ان دسؔ انبیاءؑ کے نام یہ ہیں۔ ۱ حضرت نوح علیہ السّلام ۲ حضرت ہود علیہ السّلام ۳ حضرت لوط علیہ السّلام ۴ حضرت شعیب علیہ السّلام ۵ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ۶ حضرت اسماعیل علیہ السّلام ۷ حضرت اسحاق علیہ السّلام ۸ حضرت یعقوب علیہ السّلام ۹ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ۱۰ آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان میں سے دوؔ رسُول ایسے ہیں جنکے دوؔ دوؔ نام ہیں ۱ حضرت یعقوب علیہ السّلام انکا ایک نام اسرائیل ہے اور دوسرا نام یعقوب ہے ۲ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام انکا ایک نام مسیح ہے اور ایک نام عیسیٰ ہے۔ ان کے علاوہ باقی کسی نبی کے دوؔ نام نہیں ہیں۔ البتہ صفاتی نام ہیں جیسا کہ آپ کے بہت ہمارے نام ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل میں سے اسلئے نہیں کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی مرد ان کا باپ نہیں ہے۔

لہ سورۃ صف آیت ۶

عَن ابن عبّاسؓ قال کانَ الانبیاء من بنی اِسرائیل الاعشرۃ انبیاء، نوح وھود ولوط وشعیب وابراھیم واسماعیل واسحاق وعیسٰی ومحمّد صَلی اللہ عَلیہ وعَلَیہم اَجمعِین ولیسَ من بنی لہٗ اِسمَین الاعیسٰی ویعقوب عَلیہمَا السّلام۔ ؎

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تمام انبیا بنی اسرائیل میں سے ہیں مگر دس انبیاء ان میں سے نہیں ہیں۔ نوحؑ، ہودؑ، لوطؑ، شعیبؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، عیسٰیؑ اور محمدؐ۔

اور کسی نبی کے دو نام نہیں ہیں مگر عیسٰیؑ اور یعقوبؑ کے۔

امّت کے ساتھ نرمی اور بشارت کا مُعاملہ

حضور اکرم صَلے اللہ علیہ وسلم جب بھی کہیں کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس لشکر کے امیر کو تاکید سے یہ ہدایت فرماتے تھے کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اُن کو تنگی میں مُبتلا نہ کرنا۔ ان کو بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا۔ اسی طرح جب کسی کو کسی علاقہ یا قوم کا گورنر اور امیر بنا کر بھیجتے تو ان کو ہدایت فرمادیتے کہ قوم کے ساتھ عَدل وانصاف اور ہمدردی کا مُعاملہ کرنا اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، انہیں تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کرنا، ان کو دُنیا وآخرت میں کامیابی کی بشارت دینا، اور آخرت کی رغبت دلاتے رہنا۔ اور ان میں نفرت نہ پھیلانا۔ اور ان کے درمیان موافقت اور اتحاد پیدا کرنا اور اختلاف نہ پھیلانا۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی بُردۃؓ قال بَعَثَ رَسُولُ اللہِ صَلّے اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمَ مُعاذًا وابا موسٰی اِلَی الیمَنِ فَقَالَ یَسّرَا وَلَاتُعَسّرَا

حضرت ابو بُردہؒ ابن ابی موسٰی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسٰی اشعریؓ کو یمن روانہ فرمایا، اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ تم دونوں نرمی اور آسانی کا معاملہ کرتے رہنا اور لوگوں کیساتھ تنگی

؎ معجم کبیر ۱۱/۲۲۱ - حدیث ۱۱۶۲۳

بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔ (الحدیث) [1]

اور سختی کا معاملہ کرنا، اور لوگوں کو دُنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت کی باتیں پیش کرتے رہنا، اور لوگوں میں تنفر نہ پیدا کرنا کہ جس سے لوگ فرار کا راستہ اختیار کریں۔ اور آپس میں محبت اور شفقت کا معاملہ کرتے رہنا اور اختلاف و پھوٹ کی باتیں نہ کرنا۔

بَارگاہِ نبوّت میں دشمنوں کا منٹوں میں کایا پلٹ ہوجانا

اور خود آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مُبشّر کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ سورۂ احزاب آیت ۴۵ میں اللہ نے ارشاد فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر کے مبعوث کیا ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے آپ اس پر گواہ ہیں۔ اور میدانِ محشر میں امت کی گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا ہے۔ اور فرماں برداروں کو خوش خبری دینے والے اور نافرمانوں کو ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور نرمی کا عالم یہ تھا کہ آپ کی نرمی اور ہمدردی دیکھ کر اور بشارت سُن کر منٹوں میں کایا پلٹ ہوجاتی تھی۔ جو کل جان لینے والا تھا وہ آج آپ کے لئے جان دینے والا بن گیا۔ جو کل آپؐ کے خلاف اسکیمیں بنا رہا تھا وہ آج آپ کی مجلس میں ادب سے سر جھکائے بیٹھا ہے۔ جو کل آپؐ کے خلاف لشکر جمع کر رہا تھا وہ آج آپؐ کی طرف سے لڑنے کے لیے فوج جمع کر رہا ہے۔ جو کل آپؐ کے حق میں ایسا دشمن تھا کہ اُس کی نگاہ میں آپؐ سے بُرا دُنیا میں کوئی نہیں تھا وہ آج آپؐ کا ایسا عاشق بن گیا کہ اس کی نگاہ میں پوری کائنات میں آپؐ سے محبوب ترین کوئی نہیں ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۲۶ حدیث ۲۹۴۲، ۲/۶۲۲ حدیث ۴۱۷۰، ۴۱۷۲، ۲/۹۰۴، ۵۸۸۶، ۵۸۸۷، ۲/۱۰۶۳، ۶۸۸۷

آپؐ کی والدہ کا خواب

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم النبیین کا منصب اس وقت عطا فرمایا ہے کہ جب حضرت آدمؑ مٹی کے پتلے پڑے ہوئے تھے۔ اور میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعاء کا مظہر ہوں۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے جو میرے بارے میں بشارت دی ہے اس کی سچائی کا ثبوت ہوں۔ اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں۔

عن عرباض بن ساریةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی عبد اللہ لخاتم النبیین وان آدم علیہ السلام لمنجدل فی طینہ وسأنبئکم باول ذٰلک دعوۃ ابی ابراھیمؑ وبشارۃ عیسیٰؑ بی ورؤیا امی التی رأت وکذٰلک امھات النبیین ترین۔ (الحدیث) [1]

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں یقیناً مجھے خاتم النبیین کا منصب اس وقت عطاء کیا گیا ہے جب کہ حضرت آدمؑ اپنے مٹی کے پتلے میں پڑے ہوئے تھے، اور میں تمہیں اس کی ابتداء بتلاتا ہوں کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعاء اور عیسیٰؑ کی میری خاص بشارت دینے کا مظہر ہوں، اور میں اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جس کو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے دیکھا ہے، اور ایسا ہی انبیاءؑ کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ بات واضح طور پر منقول ہے کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جس وقت آپؐ کی پیدائش ہو رہی تھی اس وقت انہوں نے ایک ایسی روشنی دیکھی جو مشرق سے مغرب تک چمکتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ اور فرماتی ہیں کہ جس وقت آپؐ زمین پر تشریف لائے، آپؐ کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مٹھی کی طرح بند تھیں، اور انگشت سبابہ کے ذریعہ سے آسمان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

اور اس قسم کی متعدد روایات سیرت کی کتابوں کے اندر منقول ہیں۔ [2]

---

[1] مسند امام احمد بن حنبلؒ ۴/۲۸ نسخہ مرقم ۱۲۲۵۔ حدیث ۱۷۲۸۰، ۱۷۲۸۱۔
[2] شرح زرقانی ۱/۲۱۷ تا ۲۲۰۔

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپؐ کی تشریف آوری سے پہلے پوری دُنیا میں کفر و شرک کی ظلمت اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ آپؐ کی ولادتِ شریفہ کے وقت سے اس ظلمت اور تاریکی میں آفتاب و ماہتاب کی روشنی کی طرح ہدایت کی روشنی پھیلنی شروع ہوگئی۔ اور ہم نے ابھی ابھی سورۃ احزاب آیت ۴۵ کے تحت ذکر کیا ہے کہ آپؐ سورج کی روشنی کی طرح ہدایت کی تمام روشنیوں میں غالب ہیں۔

اور آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ عجیب و غریب تاثیر ہے کہ جس وقت آپؐ کی پیدائش ہوئی اس وقت پوری دُنیا کی سب سے بڑی سُپر طاقت حکومت کا بادشاہ کسریٰ کے ایوان میں ایسا زلزلہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کے محل کے کنگروں اور بُرجوں میں سے چودہ بُرج ٹوٹ کر گر گئے ـــــــ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ دُنیا میں اب تک باطل کا غلبہ تھا، اور اب حق کا غلبہ ہونے والا ہے۔ اور باطل کی کرسیوں اور تاج و تختوں پر آپؐ کی پیدائش کے وقت زوال کا یہ پہلا زلزلہ ہے۔

ومن عجائب ولادتہ ماروی من ارتجاس ایوان کسریٰ وسقوط اربع عشرۃ شرفۃ من شرفاتہ [۱]

آپؐ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ بات بھی مروی ہے کہ کسریٰ کے ایوان کے محل میں زبردست زلزلہ آیا، اور اس کے بُرجوں اور کنگروں میں سے چودہ بُرج ٹوٹ کر نیچے گر گئے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ جس دن سیّد الکونین صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس دن ہر طرف اور ہر شئی میں نور ہی نور اور روشنی ہی روشنی نظر آرہی تھی۔ جس دن آپؐ کی وفات ہوئی ہر طرف ظلمت ہی ظلمت نظر آرہی تھی۔ [۲]

---

[۱] شرح زرقانی ۱/۲۲۷۔ [۲] مبشرات بالجنۃ / ۱۱۱

(۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اُمّت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ الآیۃ ؎

اللہ کی ذات وہی ہے جس نے ان پڑھوں کے درمیان انہیں میں کا ایک ایسا رسُول بھیجا جو انکے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرکے سنوارتا ہے اور انکو اللہ کی کتاب اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

نبی اُمّی کے ذریعہ سے کُفر و شرک کی گندگی سے پاک

آپؐ کی بعثت سے پہلے کفارِ قریش میں علم و ہُنر کچھ بھی نہ تھا اور نہ ہی کوئی آسمانی کتاب تھی۔ اُن کی جہالت اور وحشت ضرب المثل تھی، بُت پرستی اوہام پرستی، اور فسق و فجور ہی کا نام ملتِ ابراہیمی دے رکھا تھا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسی قوم میں سے ایک رسُول مبعوث فرمایا جس کا امتیازی لقب نبی اُمّی ہے لیکن اُمّی ہونیکے باوجود اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سناتا اور حیرت انگیز انداز سے علوم معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم اور شائستہ بناتا کہ دنیا کے بڑے سے بڑے حکیم اور دانشور اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے پر مجبور ہیں۔

؎ سورۂ جمعہ آیت ۲۔

حضرت ابوہریرہؓ کو پانچ باتوں کی نصیحت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ میں یہ پانچ باتیں تم کو پیش کرتا ہوں تم میں سے کون ان باتوں کو حاصل کر کے ان پر عمل کریگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بول پڑا۔ یا رسول اللہ میں ہی اس کام کیلئے تیار ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر علی الترتیب پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی جو اس حدیث شریف میں مذکور ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَاخُذُ عَنِّي هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا وَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ۔ الحديث [۱]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کون ان باتوں کو مجھ سے لیگا؟ پھر ان باتوں پر خود عمل کرے یا ایسے لوگوں کو سکھاوے جو ان پر عمل کریں گے تو حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اس کام کیلئے میں تیار ہوں تو آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں گن کر بتلائیں (۱) حرام چیزوں سے بچو تو تم لوگوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے (۲) اور اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے مقدر فرمایا اس پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے (۳) اور پڑوسی کے ساتھ ہمدردی کرو تو تم مومن کامل بن جاؤ گے (۴) اور دوسروں کیلئے وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو تو تم کامل مسلمان بن جاؤ گے (۵) کثرت سے مت ہنسا کرو اسلئے کہ کثرت سے ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۶

سب سے بڑا عابد کون ہے؟

مذکورہ حدیث شریف میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حرام اور ناجائز امور سے اپنے آپ کی حفاظت کروگے تو تم دنیا میں سب سے بڑے عبادت گذار انسان شمار کئے جاؤ گے۔ حرام سے بچنے کا نام ہی تقویٰ ہے، اور جسمیں تقویٰ ہوگا وہ سب سے بڑا عابد ہوگا۔ جیسا کہ نماز نہ پڑھنا حرام ہے تو اس سے بچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز پابندی سے پڑھنا ہے۔ اور رمضان میں روزہ نہ رکھنا حرام ہے تو اس سے بچنے کیلئے روزہ رکھنا ہوگا۔ اور زکوٰۃ نہ دینا ناجائز اور حرام ہے، تو اس سے بچنے کیلئے زکوٰۃ دینا ہوگا! حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کرنا گناہ ہے اُس سے بچنے کیلئے حج کرنا ہوگا، جھوٹ بولنا حرام ہے، اس سے بچنے کے لئے سچ بولنا ہوگا۔ جو عبادت ہے۔ اور خیانت کرنا حرام ہے اس سے بچنے کے لئے دیانت اختیار کرنا ہوگا جو کہ عبادت ہے۔ نامحرم پر نگاہ جما کر دیکھنا حرام ہے اُس سے بچنے کے لئے فوراً نگاہ کو نیچی کرنا ہوگا۔ جو کہ عبادت ہے۔ شراب پینا حرام ہے۔ خدا کے خوف سے اس کو ترک کر دینا عبادت ہے، سینما، فلم اور فحش پروگرام دیکھنا حرام ہے۔ خدا کے خوف سے اس کو ترک کر دینا عبادت ہے۔ سودی کاروبار حرام ہے خدا کے خوف سے ترک کر دینا عبادت ہے!

غرضیکہ ہر حرام اور ناجائز چیزوں کو چھوڑ دینا عبادت بن جاتا ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ حرام چیزوں کو چھوڑ دوگے تو تم دنیا کے تمام انسانوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔ لہٰذا سب سے بڑا عابد وہی ہے جس نے حرام کو چھوڑ دیا ہے۔

۲ سب سے بڑا غنی اور مالدار کون ہے؟

اس دنیا میں سب سے بڑا غنی اور سب سے بڑا مالدار کون ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ سب سے بڑا غنی وہی شخص ہے کہ اللہ نے اس کیلئے جتنا مقدر فرمایا ہے اُس پر وہ خوش اور شاداں رہتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھے عنایت فرمایا ہے ہزاروں لاکھوں کو اتنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے تو سب سے بڑا غنی نہ ہوا تو اور کیا ہے؟

ایسا شخص کبھی دولت کیلئے غم ورنج اور بے چینی میں نہیں رہتا ہر وقت خوش وخرم اور بے فکری میں مست رہتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ابن آدم اے انسان تو میری عبادت کے لئے وقت نکال میں تیرے سینہ کو استغنار کی دولت سے بھر دونگا اور تجھ سے میں فقر و فاقہ کو دُور کر دونگا۔ [۱]

اور ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے مالداری دولت کی کثرت سے نہیں ہوتی بلکہ قلب میں استغنار کی دولت سے سب سے بڑی مالداری آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے۔

[۲] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔ الحدیث [۲]	حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ ساز و سامان اور دولت کی کثرت سے مالداری نہیں ہوتی بلکہ قلب کے استغنار کی دولت سے ہی مالداری ہوتی ہے۔

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر وقت دولت کی فکر میں رہتا ہے اور جو حاصل ہوا اس پر اسکو قناعت نہیں ہوتی ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ کوئی شخص مسلسل کھاتا رہتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا ... تو بھر گیا مگر صبر اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ [۳]

۳۔ مومن کامل کون ہے؟

مذکورہ حدیث شریف میں آپؐ نے تیسری نصیحت یہ فرمائی تھی کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

---

[۱] ترمذی ۲/۷۳، الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۵۵ [۲] بخاری شریف ۲/۹۵۲ حدیث ۶۱۹۷، مسلم شریف ۱/۳۳۶ ترمذی ۲/۶۲
[۳] مسلم شریف ۱/۳۳۶۔

اور رواداری کا معاملہ کرتے رہو تو تم مؤمن کامل کہلائے جاؤ گے۔ اسلئے جس کے دل میں اللہ اور رسُول کی محبت ہوتی ہے وہی حُسنِ سلوک کرتا ہے۔

اور ہم نے پڑوسی کے حقوق سے متعلق مفصّل مضمون (رسُول سے سچّی محبت) کے مضمون کے تحت حدیث عبدالرحمٰن بن ابی قراد میں ولیحسن جوار من جاورہٗ کے تحت ذکر کر دیا ہے۔ اسکو دیکھ لیا جائے:

۴ کامِل مسلمان کون ہے؟

مذکورہ حدیث شریف میں آپؐ نے چوتھی نصیحت یہ فرمائی تھی کہ کامل مُسلمان وہی ہے جو دُوسروں کیلئے اس چیز کو پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس مضمون پر باقاعدہ ایک باب باندھا ہے کہ کوئی شخص اسوقت تک مؤمنِ کامل نہیں ہو سکتا کہ جبتک دوسروں کیلئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اور امام نسائیؒ نے سنن کے نام سے حدیث کی دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

۱ سنن صغریٰ جو مدرسہ اسلامیہ کی آخری جماعت دورۂ حدیث میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔

۲ سنن کبریٰ یہ چھ جلدوں میں ہے اسمیں گیارہ ہزار ۱۱۷۷۰ سو ستر حدیثیں نقل فرمائی ہیں ان میں بالکل آخری حدیث یہی ہے اس حدیث شریف میں مُسلمانوں کے ساتھ ایثار کرنیکی ترغیب دی ہے۔ اور جس کے اندر ایثار کا مادّہ ہو گا وہ سب سے کامل مؤمن اور کامل ترین مسلمان ثابت ہو گا:

انقیادِ باطنی کو ایمان کہتے ہیں یعنی قلبی تابع داری سے مؤمن بنتا ہے۔ لہٰذا پڑوسی کیساتھ دِلی محبت اور ہمدردی سے مؤمن کامل بن جاتا ہے۔

اور انقیادِ ظاہری کو اسلام کہتے ہیں یعنی اعمال ظاہرہ میں خدا کی اطاعت سے اسلام کامل ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسروں کیلئے وہی چیز پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور دوسروں کیلئے قربان کر دینا ظاہر عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے آپؐ نے فرمایا کہ اس سے کامل مسلمان بن جاؤ گے۔ نیز دوسروں کیلئے ایثار کرنے والے میں ایمان و اسلام دونوں کامل ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف مُلاحظہ ہو۔

۳؎ عَنْ انسِ بْنِ مَالِکٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ الحدیث [۱]

حضرت انسؓ سے مروی ہے آپؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اسوقت تک مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۵ کس کا دل مُردہ ہوتا ہے ؟

مذکورہ حدیث شریف میں آپؐ نے پانچویں نصیحت یہ فرمائی تھی کہ تم کثرت کے ساتھ مت ہنسا کرو۔ اسلئے کہ کثرت سے ہنسنے کی وجہ سے انسان کا دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ اور دِل مُردہ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال میں دِل نہیں لگیگا۔ اور آہستہ آہستہ اعمالِ صالحہ سے دلچسپی ختم ہوتی جائے گی اور آخرت کی فکر ختم ہوتی جائیگی اور دل سیاہ ہوتا جائیگا۔ پھر عملِ صالح کی توفیق نہ ہوگی؛ اسلئے آپؐ نے نہایت اہتمام سے ارشاد فرمایا۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو باتیں میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو تم ہنسنا چھوڑ دیتے بلکہ روتے ہی رہتے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

۴؎ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا۔ [۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مجھے معلوم ہے وہ اگر تم کو بھی معلوم ہو جاتا تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے رہتے۔

نیز ایک حدیث میں فرمایا کہ ایسے لوگوں پر ہلاکت وبربادی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ سچ ملاکر باتیں سُنایا کرتے ہیں [۳]

---

[۱] بخاری شریف ۱/۶ حدیث ۱۳ سُننِ کبریٰ للنسائی ۶/۵۳۸ حدیث ۱۱۷۷۰ ترمذی ۲/۷۸ [۲] ترمذی ۲/۵۷ [۳] ترمذی ۲/۵۷

سب سے بڑا صابر و شاکر کون ہے ؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اندر دو باتیں موجود ہوں گی اللہ تعالیٰ اسکا نام صابرین اور شاکرین کی فہرست میں کروا دیتا ہے! اور جس میں وہ دونوں باتیں نہ ہوں اس کو کبھی صبر و شکر نصیب نہیں ہوتا!

۱۔ دینی معاملات میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھکر ان کی اقتدا کر کے دین کے کام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیتا ہے کہ فلاں رات بھر عبادت کرتا ہے اب ہم بھی کریں گے اور فلاں کتنا صدقہ کرتا ہے اب ہم بھی کریں گے: اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو نیک کام کی توفیق بھی زیادہ سے زیادہ عنایت فرماتا ہے۔

۲۔ دنیاوی معاملات میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھکر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں کو اتنا میسّر نہیں ہوا جو مجھے اللہ نے اپنے فضل و کرم سے دے رکھا ہے: بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کو گھر دو وقت پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ اسٹیشنوں اور سڑکوں میں پڑے ہوئے ہیں نہ سردی سے حفاظت اور نہ ہی دھوپ اور بارش سے بچاؤ ہے: اللہ تعالیٰ نے ہم کو جس حالت میں بھی رکھا ہے بہت آرام سے ہیں:۔

اور اسکے برخلاف جو دینی معاملات میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھتا ہے کہ بھائی ہم تو نماز پڑھ لیتے ہیں فلاں تو نماز بھی نہیں پڑھتا۔ فلاں تو شراب پیتا ہے سینما دیکھتا ہے ہم تو اس سے دُور ہیں۔ اگر یہ خیال رہا تو پھر نیکی میں کبھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ نیز دنیاوی معاملات میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھ کر افسوس کرتا ہے کہ فلاں کے پاس کیسی کیسی دولت ہے پھر خود بھی وہاں تک پہونچنے کی خواہش کریگا اور پہونچ نہیں پائیگا تو ہمیشہ غم و رنج اور بے چینی کی زندگی میں مبتلا رہیگا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو صبر و شکر نصیب نہ ہوگا۔ بلکہ بے صبروں اور ناشکروں میں انکا نام درج کر دیا جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا وَمَنْ لَمْ تَکُوْنَا فِیْہِ لَمْ یَکْتُبْہُ اللّٰہُ شَاکِرًا وَلَا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَہٗ فَاقْتَدٰی بِہٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا فَضَّلَہٗ بِہٖ عَلَیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنَہٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَہٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَا فَاتَہٗ مِنْہُ لَمْ یَکْتُبْہُ اللّٰہُ شَاکِرًا وَلَا صَابِرًا۔ الحدیث [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں کہ وہ جسکے اندر موجود ہونگی اللہ تعالیٰ اسکا نام صابروں اور شاکروں میں لکھ دیتا ہے اور جس میں یہ دونوں نہ ہوں اسکا نام صابروں اور شاکروں میں نہیں لکھتے ۱ جو شخص دین کے معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھکر انکی اقتدا کرتا ہے اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھکر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے بہت لوگوں سے نہیں زیادہ دیا ہے تو اس کا نام صابروں اور شاکروں میں لکھدیتا ہے۔ اور ۲ جو شخص دین کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھکر خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھکر افسوس کرتا ہے کہ فلاں کو کیسی کیسی دولت نصیب ہوئی تو خود بھی چاہتا ہے کہ وہاں تک پہونچ جائے اور جب پہونچ نہیں پاتا تو غم و رنج اور بے چینی میں رہتا ہے۔ ایسوں کو صبر و شکر نصیب نہیں ہوتا، بلکہ ان کا نام بے صبروں اور ناشکروں میں درج کر دیا جاتا ہے۔

مستحقِ جنّت کون ہے؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائینگی اسکے لئے جنت بہت آسان ہوجائیگی

۱ حلال کمائی حاصل کر کے حلال ہی کھاتا ہو اور حرام کے قریب بھی نہ جاتا ہو۔

۲ سنّتِ رسُول کا عاشق ہو۔ سنت کے مطابق زندگی بنائی ہو۔ اور اس کے قول و فعل چال چلن سب سے سُنت نظر آتی ہو۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۷۷

۳ تمام انسان اس سے مامون اور مطمئن ہوں، کسی کو کبھی یہ خطرہ نہ ہو کہ ہم کو کسی وقت یہ شخص شر اور فتنہ میں مبتلا کر دیگا، اور نہ ہی بدخواہی کا خطرہ ہے۔ اور نہ ہی یہ شخص اپنا کام سیدھا کرنے کیلئے دوسروں کے حقوق اور ضرورت کو صرف نظر کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے جنت آسان ہے۔ تو اس پر ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ایسے لوگ تو اس زمانہ میں بہت زیادہ ہیں تو آپؐ نے فرمایا آئندہ چلکر ایسے لوگ بہت مشکل سے ملیں گے،

۶ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَعَمِلَ فِیْ سُنَّتِہٖ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَہٗ دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ فِی النَّاسِ لَکَثِیْرٌ قَالَ فَسَیَکُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ۔ الحدیث [1]

حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حلال کھاتا ہے اور سنت پر عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی طرف سے ہلاکت اور فتنہ کی باتوں سے مامون ہوں تو وہ باآسانی سیدھا جنت میں داخل ہو جائیگا تو ایک صحابیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ آجکل ایسے تو لوگوں میں بہت ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کے زمانوں میں خال خال مشکل سے ایسے لوگ ملیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کو پانچ نصائح

۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ۔ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آپؐ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپؐ نے فرمایا اے لڑکے میں تم کو کچھ باتیں سکھا دیتا ہوں کہ ۱ تم اللہ کے حق کی حفاظت اور نگرانی کرو۔ اللہ تم کو دنیا و آخرت کی مشقتوں سے محفوظ فرمائیگا: تم اللہ کے حق کی حفاظت کرتے رہو گے تو تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے ۲ جب تم مانگو تو

[1] ترمذی شریف ۲/ ۷۸۔

وإذا استعنت فاستعن بالله واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك وإن اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك۔
الحدیث [1]

صرف اللہ ہی سے مانگا کرو ۔ جب مدد چاہو تو صرف اللہ ہی سے مدد چاہو ۔ اس بات کو یقین جانو کہ تمام انسان تمام امت اکٹھی ہو کر تم کو کسی بات کا نفع پہونچانا چاہے تو اس کے علاوہ ایک پیسہ کا نفع نہیں پہونچا سکتے جو اللہ نے تمہارے لئے مقدر کر رکھا ہے ۔ اور اگر تمام انسان تم کو کسی بات کا نقصان پہونچانا چاہیں تو اس کے علاوہ ایک ڈھیلے بھر بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے :

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کو مخاطب کر کے امت کیلئے پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی ہے ۔

۱ اللہ کے حق کی حفاظت

مذکورہ حدیث شریف میں پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ اللہ کے حق کی حفاظت کرو ۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں ۔

۱ تم اللہ کے حق کی حفاظت اور نگرانی کرو اللہ تمہاری حفاظت کریگا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے احکام کی تعمیل کرو شریعت اور سنت نبوی تمہاری زندگی سے ظاہر ہوتی ہو ۔ نماز میں روزہ میں ، زکوٰۃ و صدقہ خیرات میں ، اخلاق میں ، گفتگو میں ، معاشرہ میں ، اللہ کے احکام اور نبیؐ کی سنت کے تم پابند ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کی ہر مشقت اور ہر پریشانی سے تمہاری حفاظت اور تمہاری دستگیری کرتا رہیگا ۔

۲ تم اللہ کے حق کی حفاظت کروگے ، شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے ہی پاؤ گے ۔ جب اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے تو پھر تمکو کسی اور کا محتاج ہونیکی ضرورت نہیں ۔ اور جب اللہ کی طاقت تمہارے ساتھ ہے تو تمہارا کون کیا بگاڑ سکتا ہے

---

[1] ترمذی شریف ۲ / ۷۸

نہ مخلوق سے امید ہے اور نہ ہی مخلوق سے ڈر ہے۔

۲۔ صرف خدا سے مانگو

دوسری نصیحت آپؑ نے یہ فرمائی کہ جب تمہیں کچھ مانگنے کی ضرورت پیش آجائے تو صرف اللہ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ کی دولت کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ انسانی عقل حیران اور ششدر رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سب کو اس کی تمنا اور آرزوؤں کے مطابق دیدے تو اس کی دولت میں سے اتنا بھی نہیں جاتا ہے جتنا بحرِ سمندر میں سے سوئی کی نوک میں آسکتا ہے؟ اور وہ صاحبِ دولت بھی خوش نصیب ہے کہ ادھر تم اللہ سے مانگتے ہو۔ اور ادھر اللہ پاک اس کے دل میں ڈالدیتا ہے۔ اور بے چین ہو کر تمہارے پاس لیکر آتا ہے! اور اگر تم اسکو قبول کر لیتے ہو تو وہ اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہے: تم بھی مقبولِ بارگاہ ہوئے اور اُس کی دولت کو بھی عند اللہ شرفِ قبولیت حاصل ہوئی۔ تم نے تقویٰ اختیار کیا اور اسکا مال ایک متقی کو پہونچ گیا!

متقی ہی تمہارا مال کھائے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مؤمن کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا دوست ہرگز مت بناؤ۔ اور تمہارے یہاں کا کھانا متقی لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا کھانے نہ پائے: لہٰذا تمہارا دوست بھی کامل مؤمن ہونا چاہیئے اور تمہارے مہمان بھی متقی ہی لوگ ہونے چاہئیں

(حدیث شریف ملاحظہ ہو)

۳ عن ابی سَعِیْدٍ انہٗ سمعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّے اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلّم یقُوْلُ لا تُصَاحِبْ الّا مؤمِنًا ولا یاکُل طَعَامَکَ الّا تَقِیٌّ الحدیث لہ	حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم مؤمن کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا دوست مت بناؤ اور تمہارے یہاں کا کھانا متقی لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگ کھانے نہ پائیں۔

لہ ترمذی شریف ۲/۶۵۔

۳ صرف اللہ سے مدد مانگو

تیسری نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم کسی مصیبت، دشواری میں مبتلا ہو جاؤ۔ کسی پریشانی میں، بیماری میں، دشمنوں کے نرغہ میں آجاؤ اور ہر طرف سے تمہیں ستایا جا رہا ہے تو ایسے حالات میں تمہارا دستگیر صرف خدا کی ذات ہے اسلئے صرف اسی سے فریاد رسی کرو، اور اسی سے مدد مانگو۔ وہی تمہاری مشکلات حل کر سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

۴ مخلوق تمکو نفع نہیں پہنچا سکتی

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ اگر دُنیا کے تمام انسان اور تمام امت مل کر تم کو کسی بات کا نفع پہونچانا چاہیں تو اس سے زیادہ ایک پیسہ کا نفع بھی نہیں پہونچا سکتے، جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھدیا ہے۔ لہٰذا مخلوق سے زیادہ امیدیں مت باندھا کرو۔ یہ فضول خیالات ہیں۔ تمہیں اپنی محنت خود کرنی ہے جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم کو اس بہانے سے ملتا رہیگا۔ اور ہر وقت خدا کی یاد تمہارے اندر غالب رہے۔

۵ مخلوق تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی

پانچویں نصیحت جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اگر دُنیا کے تمام انسان اس بات پر متفق ہو کر جمع ہو جائیں کہ تم کو نقصان پہونچائیں تو اس سے زیادہ ایک ڈھیلے کے برابر بھی تم کو نقصان نہیں پہونچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھدیا ہے۔ کسی کی کوئی طاقت نہیں جو تمہیں نفع پہونچائے یا تمہیں کچھ نقصان پہونچائے۔ اسلئے سارا بھروسہ خدا پر کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے ہی نیازمند بن جاؤ۔

امت کو سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کی نصیحت

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو سات قسم کی بلاء، مصیبت سے حفاظت کیلئے نہایت آسان اور عمدہ نسخہ بتلایا اور وہ نسخہ نیک عمل ہے اسلئے کہ جب آدمی نیکی کا

عادی بن جاتا ہے تو نیک کام کرنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ اسلئے فرمایا کہ سات قسم کی مصیبتوں کے آنے سے پہلے تم نیک عمل کرلو دیر مت کرو اگر تم دیر کروگے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پر انمیں سے کوئی آفت آپہنچے گی اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤگے۔ اور نیک عمل میں دیر کرنیکا مطلب یہ ہوگا کہ تم ان چیزوں کا انتظار کرتے ہو۔ اور وہ سات مصیبت کی چیزیں یہ ہیں۔

۱ بھلا دینے والی اور مدہوش کردینے والی محتاجی اور فقیری، کہ جب انسان سخت فقر وفاقہ اور محتاجی میں مبتلاء ہوجاتا ہے تو اپنا مقام اپنی حیثیت، خدا کی اطاعت سب بھول جاتا ہے۔ یہ عبرتناک بلاء اور مصیبت ہے۔

۲ سرکش کردینے والی اور حد سے آگے بڑھا دینے والی امیری اور مالداری کہ جب آدمی کے پاس مال آجاتا ہے اور اس نے اپنے کو نیک عمل کا عادی نہیں بنایا ہے اور نیکوں کی صحبت میں نہیں بیٹھا ہے، اور اس نے خدا کے دین کے معاملہ میں شناسائی پہلے سے حاصل نہیں کی ہے تو وہ مال اُسے سرکشی اور گمراہیٔ طغیانی میں مُبتلاء کردیگا!

۳ خراب اور فاسد کردینے والی بیماری کہ سخت مرض کی وجہ سے اُس کے بدن میں فساد آجائے اور مرض کی وجہ سے ضعف اور کسل بڑھ جاتا ہے جس سے انسان کوئی عبادت صحیح طور پر کرنے کے لائق نہیں رہتا ہے۔

۴ سٹھیا دینے والا اور مخبوط الحواس اور بیوقوف مشہور کردینے والا بڑھاپا کہ جب آدمی بہت زیادہ بوڑھا ہوجاتا ہے اور ضعف وکمزوری بڑھ جاتی ہے تو کوئی عبادت صحیح طور پر ادا نہیں کرسکتا پھر افسوس کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا:۔

ے لڑکپن میں کھیلا گنوایا جوانی مفت میں کھویا: بڑھاپے میں لگا تکیہ ارے ناداں پردیسی

۵ جلد رخت سفر اور رخصت کردینے والی موت۔ کہ جب موت آجائے اور پھر چاہے کہ واپس زندہ ہو کر نیکی کروں تو یہ ہونے والی نہیں ہے جو کچھ بھی کرنا ہے موت سے پہلے کرلو۔ اور موت کے بعد عذاب خداوندی سامنے ہے۔

اسلئے نیک عمل کے بغیر مرنا بہت بڑی بلاء اور مصیبت ہے۔

۶ دجّال جو ایک بدترین چیز ہے جسکا لوگوں کو انتظار ہے : کہ جب دجّال لعین آئے گا تو ہر طرف سے لوگوں کے ایمان پر حملہ کرتا رہیگا اور ایسی عجیب عجیب باتیں لوگوں کے سامنے کرکے دکھلائیگا جس سے لوگ اس کی گمراہ کن باتوں پر ایمان لے آئیں گے : یہ لوگوں کیلئے سخت آزمائش اور سخت ترین بلاء ہے۔

۷ قیامت جو کہ بہت سخت ہولناک اور بہت کڑوی ہے. کہ قیامت آنے کے بعد تمام انسان ہلاک ہو جائیں گے اس کے بعد کچھ نہیں کرسکتا اسلئے قیامت کی مصیبت سے پہلے پہلے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔

امت کیلئے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عمدہ اور بے مثال نصیحتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان ہر مصیبت اور ہر موڑ پر اپنی حفاظت کرسکتا ہے :۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۰ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا ھَلْ تَنْظُرُوْنَ اِلَّا اِلٰی فَقْرٍ مُنْسٍ اَوْ غِنًی مُطْغٍ اَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ اَوْ ھَرَمٍ مُفَنِّدٍ اَوْ مَوْتٍ مُجْھِزٍ اَوِ الدَّجَّالِ فَشَرٌّ غَائِبٌ یُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَۃِ فَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ الحدیث[۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو، سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرجاؤ، تم نیک اعمال میں دیر کرکے صرف ان چیزوں کا انتظار کروگے ۱ بھلا دینے والی غریبی ۲ سرکش بنا دینے والی مالداری ۳ فاسد کر دینے والا مرض ۴ سٹھیا دینے والا اور بیوقوف مشہور کردینے والا بڑھاپا ۵ جلد رخصت کر دینے والی موت ۶ دجّال جو بدترین چیز ہے آنکھوں سے غائب ہے ۷ قیامت اور قیامت سخت ہولناک اور سخت کڑوی چیز ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۶ الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۱۲۵۔

آپؐ کا تین چیزوں کو قسم کھا کر بیان کرنا

ایک دفعہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے تین باتوں کو قسم کھا کر بیان کرتا ہوں تم ان کو یاد کرلینا اور ان کے مطابق عمل کرتے رہنا۔

صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی

۱۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ صدقہ خیرات سے نہ کبھی کسی کے مال میں کمی آئی اور نہ کبھی کمی آسکتی ہے۔ لہٰذا صدقہ خیرات میں کبھی پیچھے نہ رہنا۔

ظلم پر صبر سے عزت

۲۔ دوسری نصیحت کی بات یہ بیان فرمائی کہ جب اللہ کے کسی بندہ پر ظلم کیا جائے اور وہ بندہ اس ظلم پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت بڑھا دیتا ہے سب کے نزدیک وہ باعزت شمار ہوتا ہے۔

مانگنے سے فقیری آنا

۳۔ تیسری نصیحت کی بات یہ بیان فرمائی کہ جب بھی کسی نے لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھول لیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کیلئے فقر وفاقہ کا دروازہ کھولدیا ہے۔ اسلئے ہمیشہ یہی کوشش کیجائے کہ دوسروں کے سامنے کبھی دستِ سوال دراز ہونے نہ پائے: حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی کبشۃ الانماریؓ انہٗ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ثلاث اُقسم علیھنّ قال ما نقص مال عبدٍ من صدقۃٍ ولا ظلم عبد مظلمۃ صبر علیھا الا زادہ اللہ عزًا ولا فتح عبد باب مسئلۃ الا فتح اللہ علیہ باب فقرٍ۔ الحدیث[1]

حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپؐ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ نے تین باتوں کو قسم کھا کر بیان فرمایا ۱۔ صدقہ سے کسی بندہ کے مال میں کمی نہیں آتی ۲۔ ظلم نہیں کیا گیا کسی پر ایسا ظلم جس پر اس نے صبر کیا ہے مگر اللہ نے اس صبر سے اس کی عزت بڑھا دی ۳۔ جس نے بھی مانگنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ نے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۵۸

آپؐ کا فرمان کہ دُنیا چار قسم کے لوگوں کیلئے ہے

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نہایت اہمیت سے فرمایا کہ میں تم کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں اس کو اچھی طرح یاد کرلینا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔

۱؎ وہ لوگ جن کو اللہ نے دولت بھی دی اور علم بھی دیا ہے۔ اور وہ لوگ اس مال میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے اعزاء و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ اسمیں اللہ کے فقراء اور مساکین کا حق بھی ہے اور سب کا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔ تو ایسے لوگ عند اللہ سب سے افضل ترین لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بہت زیادہ خوش رہتا ہے۔

۲؎ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطاء فرمایا مگر ان کو مال عطاء نہیں ہوا تو اللہ کے یہاں ان کی نیتوں کی سچائی پر معاملہ کیا جائیگا۔ اگر وہ یوں نیت کرتے ہیں کہ فلاں کی طرح ہم کو بھی مال حاصل ہوتا تو ہم بھی اسی طرح اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تو آپؐ فرماتے ہیں اگر ان کی سچی نیت یہی ہے تو ان کو بھی صدقہ خیرات کرنیوالے کی طرح درجہ عطاء کیا جائے گا۔

۳؎ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے مال خوب دے رکھا ہے مگر علم سے کورے ہیں اور وہ اپنے مال میں مخبوط الحواس ہیں ان کو کچھ بھی خبر نہیں کہ اس مال میں اللہ کا حق کیا ہے؟ اعزاء و اقارب کا حق کیا ہے؟ اور خود اپنا کیا حق ہے۔ جائز ناجائز جہاں اسکا جی چاہا وہاں خرچ کرتا ہے۔ حرام و حلال کی کوئی تمیز نہیں۔ ایسوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ دنیا کے انسانوں میں سب سے بدترین انسان ہیں۔ اللہ کے یہاں ان کا مقام نہایت خبیث ترین ہوگا۔ اگر ان کو اپنے مال کے بارے میں شرعی حقوق کا علم نہیں ہے تو اہلِ علم اور مفتیان کرام سے معلومات کیوں نہیں کی۔

۴ـ وہ لوگ جن کو اللہ نے نہ مال دے رکھا ہے اور نہ ہی علم! تو ایسوں کے بارے میں خدا کے یہاں ان کی نیتوں پر فیصلہ ہوگا۔ اگر یہ نیت ہے کہ اگر مال ہوتا تو ہم بھی جائز ناجائز غلط صحیح میں بےمحے خرچ کرتے تو ان کو بھی وہی سزا دی جائے گی۔ جو ناجائز خرچ کرنے والے مالداروں کو دیجائیگی،
(نوٹ) یہاں پر کسی کو یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا گناہ اُسوقت تک نہیں لکھواتا جب تک کہ عمل نہ کرلے محض نیت کی وجہ سے گناہ نہیں لکھا جاتا۔ پھر یہاں محض نیت کیوجہ سے کیوں سزا دی جارہی ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ فضل ورحمت کا معاملہ کریگا اور کسی کو نیتوں کی آزمائش میں مبتلا کردیگا یہ اس کی اختیاری شان ہے اسمیں کسی کو بولنے کا حق نہیں؟

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۱ عن ابی کبشة الانماریؓ انهٗ سمع رسولَ اللهِ صلے اللهُ علیهِ وسلم یقول اُحَدِّثکم حدیثاً فاحفظوهُ فقال انما الدنیا لاربعةِ نفرٍ، عبدٍ رزقهُ اللهُ مالاً وعلماً فهو یتقی ربَّهٗ فیه ویصلُ رحمهٗ ویعلم للّٰه فیهِ حقاً فهذا بافضل المنازل وعبدٍ رزقهُ اللهُ علماً ولم یرزقه مالاً فهو صادقُ النیة یقول لو ان لی مالاً لعملتُ بعملِ فلانٍ فهو بنیته فاجرهما سواء وعبدٍ رزقهُ اللهُ مالاً ولم یرزقهُ علماً

حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تمکو ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسکو اچھی طرح یاد کرلینا تو آپؐ نے فرمایا کہ دنیا چار قسم کے لوگوں کیلئے ہے ۱ـ وہ شخص جسکو اللہ نے مال اور علم دونوں دے رکھا ہے اور وہ اپنے مال میں اللہ سے ڈرتا ہے اس کے ذریعہ قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اسمیں اللہ کے فقراء کا بھی حق ہے تو وہ عنداللہ سب سے افضل ترین درجہ کا انسان ہے ۲ـ وہ شخص جسکو علم تو عطا ہوا مگر مال عطا نہیں ہوا تو اس کی نیت کا اعتبار ہے وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تو اس کی نیت کا اعتبار ہے اور ان دونوں کو برابر اجر دیا جائیگا ۳ـ وہ شخص جسکو

يَخبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيرِ عِلمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهُوَ بِأَخبَثِ المَنَازِلِ وَعَبدٍ لَم يَرزُقهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلمًا فَهُوَ يَقُولُ لَو أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزرُهُمَا سَوَاءٌ۔ الحدیث[1]

اللہ تعالیٰ نے مال دے رکھا ہے مگر علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں مخبوط ہے کہ جائز ناجائز میں خرچ کرتا ہے اسکو یہ خبر نہیں کہ اس میں اللہ کا حق ہے رشتہ داروں کا حق ہے۔ ذرا سا بھی پرہیز نہیں کرتا تو وہ سب سے خبیث ترین درجہ میں ہوگا؛ ۴ وہ شخص جسکو اللہ نے مال نہ دیا اور نہ ہی علم تو وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح عیاشی میں خرچ کرتا تو اس کی نیت کا اعتبار ہے اور دونوں کی سزا برابر ہوگی۔

رسول اللہ کی نصیحت پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جان

۱۳ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اِغتَنِم خَمسًا قَبلَ خَمسٍ شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبلَ فَقرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبلَ شُغلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبلَ مَوتِكَ۔ الحدیث[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان لو ۱ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے ۲ اپنی صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے ۳ اپنی مالداری کو فقر و فاقہ سے پہلے ۴ اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے ۵ اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں پوری امت کو پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی اگر کوئی صرف اس حدیث شریف پر پوری طرح عمل کریگا تو اسکی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ کہ ان پانچ باتوں کو پانچ قسم کی رکاوٹوں سے پہلے غنیمت جان کر ان سے فائدہ اٹھالو بعد میں موقع ہاتھ سے نکل جائیگا تو افسوس ہی کرتے رہوگے؟ ان پانچوں نصیحتوں کی وضاحت علی الترتیب ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۵۸ [2] الترغیب والترہیب للمنذری بروایۃ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ۴/۱۲۵ وفی المشکوٰۃ عن عمرو بن المیمون الاودی بروایۃ الترمذی مرسلاً ۲/۴۴۱۔

۱۔ آپؐ نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ بڑھاپا آنے سے پہلے اپنی جوانی کی قیمت طاقت سے فائدہ اٹھالو. انسان جوانی میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ بڑھاپا آنے کے بعد کسی کام کے لائق نہیں رہتا۔ بلکہ دوسروں کی خدمت کا محتاج ہو جاتا ہے. اللہ کی عبادت جوانی میں جسطرح بہتر انداز سے ادا ہو سکتی ہے وہ بڑھاپے میں نہیں ہو سکتی اسلئے اللہ تعالیٰ جوانی کی عبادت کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے، اور عبادت گذار جوان سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے. اور قیامت کی شدید ترین گرمی اور گھٹن میں عبادت گذار جوان کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب فرمائیگا۔

۲۔ دوسری نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی کہ بیماری سے پہلے اپنی صحت و تندرستی کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھالو صحت کی حالت میں انسان ہر کام آسانی سے انجام دے سکتا ہے اور جب بیمار پڑ جاتا ہے تو کوئی کام نہیں کر پاتا بلکہ بیماری تو ہر کام کیلئے رکاوٹ ہے: صحت کتنی بڑی نعمت ہے. بیماری کے بعد پتہ چلتا ہے: ہمارا حال تو یہ ہے کہ جوانی اور صحت دونوں کو ہر گناہ اور ہر برائی میں گنوا دیتے ہیں. جب بڑھاپا آجاتا ہے اور بیمار پڑ جاتے ہیں تب کچھ احساس پیدا ہوتا ہے. بعد کا احساس کوئی فائدہ دینے والا نہیں ہے جو کچھ کرنا ہے پہلے ہی کر لو۔

۳۔ تیسری نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی کہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی سے پہلے اپنی دولت اور سرمایہ سے فائدہ اٹھالو. مال و دولت کا حال سب کی نگاہوں میں ہے۔ المَالُ غَادٍ وَرَاحٍ "کہ مال صبح کو آیا اور شام کو ختم ہو گیا، آج کوئی شخص بڑا مالدار اور عیش و عشرت میں ہے. کل دیکھا تو بالکل خالی ہاتھ پھر رہا ہے. اسی طرح آج کسی کو فقر و فاقہ میں دیکھا اور وہی شخص کل بڑا مالدار اور علاقہ کا بڑا رئیس بن گیا. اسلئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مالداری اور خوش حالی کا زمانہ نصیب ہوا اس کو غنیمت جان کر جو کچھ کرنا ہے اسی میں کر لو. یہ مالی عبادت کیلئے نہایت سنہرہ موقع ہے کچھ خبر نہیں کب ہاتھ سے نکل جائے :۔

۴۔ چوتھی نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی کہ جو اوقات خالی مل جائیں ان کو خدا کی عبادت کے لئے غنیمت سمجھو. کچھ خبر نہیں کہ اچانک ایسی مشغولیت میں پھنس جاؤ گے کہ پھر کچھ نہ کر سکو گے۔ اور

افسوس کرتے رہ جاؤگے، خالی اوقات کو لاپرواہی سے مفت میں مت اڑادو اسمیں ضرور کچھ کرلو اسلئے آپؐ نے فرمایا مشغولیت سے پہلے خالی وقت سے فائدہ اٹھالو عورتیں بچے پیدا ہونے سے پہلے بہت کچھ کرسکتی ہیں مگر بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی خدمت میں اس قدر مشغول ہوجاتی ہیں کہ پھر کچھ نہیں کرپاتیں اگر بچوں سے پہلے رمضان المبارک میں پانچ ختم قرآن تلاوت کرلیتی تھیں تو بچوں کے بعد ایک ختم بھی مشکل سے کرپاتی ہیں۔

۵ پانچویں نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی کہ موت آنے سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالو۔ کچھ خبر نہیں کہ کس وقت موت آجائے گی۔ پھر افسوس کرتے رہوگے۔ اور اللہ سے کہوگے کہ دوبارہ موقع دیدیجئے، صرف تیری عبادت ہی کرتا رہونگا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضری کے بعد اس کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

زندگانی صرف کردم در بازارِ طفلگی :: ہیچ حاصل من نہ کردم در حیاتِ زندگی

میں نے تو اپنی زندگی کو لڑکپن میں گنوا دیا اور اپنی عمر عزیز میں آخرت کیلئے کچھ بھی نہ کیا۔

اللّٰهم وفقنا للعملِ الصالح قبل الموتِ وقبل المرضِ وقبل الهرم۔

چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے موت بہتر ہوگی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے چھ چیزیں ظاہر ہونے لگیں تو اس سے پہلے ہی تمہارے لئے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی ان چیزوں کے ساتھ زندگی انسانوں کی زندگی نہ ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ حدیث شریف کو ارشاد فرمایا ہے۔

۱۱ عَنْ عَبس الغفاریؓ فقال انی سمعتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْل	حضرت عبس غفاریؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے

بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا اِمْرَةُ السُّفَهَاءِ وَكَثْرَةُ الشُّرَطِ وَبَيْعُ الْحُكْمِ وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ وَنَشْأً يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهٗ يُغَنِّيْهِمْ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا۔

الحدیث [۱]

کہ چھ چیزوں پر موت کے ذریعہ سے سبقت کر جاؤ۔ (۱) بیوقوفوں اور نااہلوں کی امارت اور سربراہی پر (۲) پولیس اور سپاہیوں کی کثرت پر (۳) حاکم کے فیصلوں کی فروختگی پر (۴) خون ریزی کے معمولی سمجھے جانے پر (۵) رشتہ ناتا توڑے جانے پر (۶) کم لڑکوں کی جماعت پر موت سے سبقت کر جاؤ جو قرآن کریم کو باجا گانا کی چیز بنالیں گے۔ لوگ ان کو گانے کیلئے پیش کریں گے تو وہ راگ اور گانے کی آواز میں لوگوں کو قرآن سنائیں گے چاہے وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں عقل و سمجھ کے اعتبار سے بہت ہی کم کیوں نہ ہوں۔

اس حدیث پاک میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ قسم کی تباہ کن چیزوں کی پیشین گوئی فرمائی ہے جن سے امت کا حال بدتر سے بدتر ہوجائیگا. معاشرہ نہایت خراب ہوجائیگا، اسلام کا پورا حلیہ بدل دیا جائیگا. تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہوجائے گی۔

۱ نااہلوں کی حکومت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جسمیں تمہاری حکومت کا ذمہ دار اور تمہارا لیڈر نہایت رذیل اور نااہل ہوگا نہ اسمیں عقل و سمجھ ہوگی اور نہ ہی علم و ہنر ہوگا۔ اور عدل و انصاف ختم ہوجائیگا. تو ایسوں کے زیر تحت زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی: ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حکام اور لیڈر تم میں سب سے گھٹیا اور بدترین ہونگے اور بخیل لوگ تمہارے مالدار ہونگے اور تمہارے معاملات عورتوں کے مشوروں سے طے ہونے لگیں گے تو تمہارا دنیا میں زندہ رہنے سے مر کر قبروں میں دفن ہوجانا زیادہ بہتر ہوگا [۲]

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل ۳/۴۹۴، مسند مرقم/ ۱۱۳۶ حدیث ۱۶۱۶۶ [۲] ترمذی شریف ۲/ ۵۲۔

۲ پی اے سی اور سپاہیوں کی کثرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پی اے سی پولس والے ایسے نہیں تھے جیسے اب ہیں اور پی اے سی اور پولس کی ضرورت صرف مقامی حالات بہتر کرنے کیلئے اور لوگوں کو ظلم و زیادتی سے روک تھام کرنے کیلئے پڑتی تھی لیکن اب تو کھلی نہیں چھوٹ رہی۔ پی اے سی اور پولس والوں کی طرف سے جو ظلم وزیادتیاں شروع ہوتی ہیں۔ ان کی انتہا نہیں رہی۔ راستوں میں گاڑی گھوڑوں کی ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کیلئے گشتی ہی پولس اور پی اے سی کو متعین کر دیا جائے مگر بجائے حفاظت کرنے کے خود ہی مسافروں اور گاڑی والوں کو پریشان کرتے ہیں اور خوب رشوت لیتے ہیں۔ آجکل ایسی پی اے سی اور پولس والوں کی کس قدر کثرت ہے سب دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایسی رذیل ترین پی اے سی۔ اور پولس والوں کی کثرت ہو جائے گی تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ معراج شریف کے موقع پر جہنم کے عذاب میں جن لوگوں کو دیکھا گیا تھا انہیں سے دو قسم کے لوگ اسوقت دُنیا میں موجود نہیں ہیں۔ وہ آئندہ چل کر پیدا ہوں گے۔

۱ وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور راستہ میں نہایت سنور کے بے پردہ چلیں گی ننگے سر ہونے کی وجہ سے چلتے وقت ان کے سر عمدہ ترین اونٹوں کے کوہان کی طرح ہلتے رہیں گے۔ ایسی عورتوں کو جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی۔

۲ وہ پولس۔ پی اے سی جن کے ہاتھوں میں جانوروں کی دم کی طرح ڈنڈے ہونگے ان سے غریبوں اور نہتوں کو ماریں گے ان کو بھی جنت نصیب نہیں ہوگی[1] آجکل کے زمانہ میں یہ دونوں قسم کے لوگ ہم سب کی نگاہوں میں ہیں۔

---

[1] مسلم شریف ۲/۲۰۵ ، مشکوٰۃ ۲/۳۰۶ —

۳۱ فیصلہ کی فروختگی

آپؐ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جسمیں حاکموں اور قاضیوں کے فیصلے فروخت ہونگے؛ جس کے پاس پیسہ ہوگا وہ رشوت دیکر اپنے حق میں فیصلہ کروالیگا۔ عدل وانصاف نام کا بھی نہیں رہیگا! حق کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ رشوت کا فیصلہ ہوا کریگا حاکم خود کہیگا کہ ہمارا قلم تو یہ بتلا رہا ہے کہ ہم اسکے حق میں لکھیں گے جو موٹا لفافہ پیش کریگا، بھائیو! پہلے تو حاکم کا پیش کار کلرک وغیرہ چھپ چھپا کے رشوت کیلئے حالت پیدا کرتا تھا مگر اب تو برسرِ عام وہیں حاکم کی کرسی پر ہی معاملہ طے کیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب ایسا وقت آجائیگا تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی، آپؐ نے تین قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے ۱۔ رشوت لینے والے پر ۲۔ رشوت دینے والے پر ۳۔ ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر۔

۱؎ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالرَّائِشَ الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَہُمَا

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر آپؐ نے لعنت فرمائی ہے۔

۳۲ معمولی بات پرخون خرابہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جسمیں قتل وغارت گری اور بات بات پرخون خرابہ کرنا کوئی اہم بات نہ ہوگی، ذرا ذرا سی بات پر چاقو، تلوار، بندوق نکل آئیں گی۔ منٹوں میں قتل وخوں ریزی ہونے لگے گی، کون کس پر حملہ کررہا ہے کس کی جان مار رہا ہے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی، جب ایسا فتنہ وفساد کا زمانہ آجائیگا تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہر خطبہ میں بار بار یہ فرمایا کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنا اس سے تم خطرہ ہے کہ کفار و مرتدین کر اسلام سے ہی پھر جاؤ گے ۲؎ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

۱؎ مسند امام احمد بن حنبل ۵/۲۰۵، الترغیب والترہیب للمنذری ۳/۱۲۶ ۲؎ بخاری ۱/۲۳۴ حدیث ۱۷۰۸ —

۵ رشتہ ناتا توڑنا

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی صلہ رحمی سب ختم ہوجائیگی لوگ اپنے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے دُور رہنے میں عافیت اور خیر سمجھنے لگیں گے. کچھ تو اسلئے دُور رہنے لگیں گے کہ ان کو قرابت داروں سے بجائے ہمدردی کے تکلیف اور ایذاء پہونچتی ہے، اور کچھ اسلئے دُوری اختیار کریں گے تاکہ مدد نہ کرنی پڑے:

ایک حدیث شریف میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت سخت ناراض ہے. وہ ابغضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہ ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

۲ قرابت داروں کے ساتھ بے دردی سے ناتا توڑنے والے۔

۳ منکر اور بُرائی کے حکم کرنے والے اور بھلائی سے روکنے والے۔ ؎۱

ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان دو کام کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کی بشارت ہے. اور وہ دو کام یہ ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہے تقویٰ و ورع اختیار کرے۔

۲ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے جو یہ دو کام کریگا اس کیلئے یہ تین بشارتیں ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دیگا حیات دراز کردے گا۔

۲ اللہ تعالیٰ اسکے رزق میں فراوانی کریگا کبھی اس کے یہاں غربت نہ آئے گی۔

۳ بُری موت سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیگا. عزت کی موت دے گا۔

۱۵ عن علی بن ابی طالبؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُمَدَّ لَہٗ فِی عُمْرِہٖ وَیُوسَّعَ لَہٗ فِی رِزْقِہٖ وَیُدْفَعَ عنہ مَیْتَۃَ السُّوْءِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ الحدیث ؎۲

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسکی عمر دراز کردی جائے اور اسکے رزق میں وسعت پیدا کردی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کردیا جائے تو چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے، تقویٰ اختیار کرے، اور چاہیئے کہ صلہ رحمی کا عادی بن جائے۔

؎۱ الترغیب للمنذری ۳/۲۲۷ ، ؎۲ شعب الایمان للبیہقی ۶/۲۱۹ حدیث ۷۹۴۹ ۔

۶ قرآن کریم کو باجے اور گانے کی چیز بنا لینا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسمیں کچھ نوجوان کم عمر لڑکوں کی جماعت پیدا ہوگی نہ ان میں عقل و دانائی ہوگی اور نہ ہی ان میں علم ہوگا. وہ قرآن کریم کو باجا گانا کی طرح راگ کی آوازمیں لوگوں کو سنائیں گے اور کھیل تماشہ کی طرح دیکھنے اور سننے کیلئے لوگ جمع ہوجائیں گے ان میں سے کسی فرد میں یہ داعیہ نہ ہوگا کہ قرآن سُن کر اسکے مطابق عمل کرے۔

آجکل کے زمانہ میں ہوٹلوں اور چوراہوں اور دوکانوں میں عمدہ ترین قاری کی قرآت کیسٹوں میں چالو کردی جاتی ہے اور دُور دُور تک اس کی آواز پہونچتی ہے اور وہیں پر کوئی سیگرٹ پی رہا ہے اور کوئی چائے پی رہا ہے اور کوئی باتیں کر رہا ہے اور کوئی واہ واہ کر رہا ہے. تو کیا یہ قرآن کریم کی سخت ترین بے ادبی اور گستاخی اور توہین نہیں ہے؟ ایک صاحب ایمان مسلمان اس کو کیسے برداشت کر رہا ہے؟

اسلئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایسا زمانہ آجائیگا تو تمہارے لئے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پانچ وصیتیں

حضرت حارث اشعریؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم فرمایا جن پر وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کی تاکید کریں. اتفاق ایسا ہوا کہ ان باتوں کا اعلان کرنے میں کچھ تاخیر ہوگئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ یا تو آپ ان باتوں کا خود اعلان فرمائیں یا میں اعلان کرتا ہوں تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ ان باتوں کے اعلان میں سبقت کر جائیں گے تو مجھے خدا کے عذاب کا خطرہ ہے۔ چنانچہ بعجلت بیت المقدس میں تمام بنی اسرائیل کو جمع کرنیکا اعلان کیا گیا. تمام بیت المقدس لوگوں سے

بھر گیا اور مکانوں کی چھتوں اور دیواروں پر بھی لوگوں کا حیرت انگیز انداز سے ہجوم ہو گیا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یکے بعد دیگر پانچ باتوں کا اس طرح اعلان فرمایا:

۱۔ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسمیں کسی کو اللہ کا ہمسر اور شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کی مثال یوں سمجھو کہ کسی نے اپنے خالص مال سے کوئی غلام خریدا اور وہ غلام روزانہ کما کر آمدنی، خریدنے والے آقا کے علاوہ کسی اور کو جا کر دیدیتا ہے تو جیسے ایسے غلاموں سے آقا ناراض ہوتا ہے ایسا ہی اللہ بھی ایسے بندوں سے ناراض ہوتا ہے۔

۲۔ تم نماز کی پابندی کرو اور جب پڑھنے لگو تو اِدھر اُدھر متوجہ مت ہوا کرو اسلئے کہ نماز کے وقت اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح دُنیاوی عدالت میں حاکم کے سامنے حاضری کے وقت فریقین میں سے کوئی بھی اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوتا ہے، جو اِدھر اُدھر دیکھنے لگے گا تو حاکم اسکے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے اور خود اسے بھی اسکا خطرہ رہتا ہے اسلئے پوری طرح یکسو رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم ہے اس کے سامنے کس قدر یکسوئی کی ضرورت ہونی چاہیئے؟ لہٰذا اگر نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی تم سے ہٹ جائے گی؟

۳۔ تم کو روزہ کی پابندی کا حکم کیا جاتا ہے۔ اور روزہ دار کے منہ کی بُو کی مثال یوں ہے جیسے کوئی مشک کی خوشبو اور عطر کی تھیلی لیکر کسی مجمع میں ہو تو سب کو اس کی خوشبو سے خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔

۴۔ تم کو صدقہ و خیرات کا حکم کیا جاتا ہے اور صدقہ کی مثال یوں سمجھو کہ جب کسی کو دشمن قتل کیلئے گرفتار کرلے اور اس کی گردن مارنے کیلئے فیصلہ کرلے اور پھر اس وقت وہ اپنی گردن کا فدیہ اور جرمانہ ادا کر دیگا تو رہا ہو جائیگا۔ تو ایسا ہی صدقہ کا حال ہے کہ اگر کسی نے اس قدر گناہ کر لیا ہے کہ اسکا نام جہنمیوں کی فہرست میں آچکا ہے۔ پھر وہ صدقہ کریگا تو اسکا نام جہنمیوں کی فہرست سے کٹوا دیا جائیگا۔ اور جہنم سے نجات پاکر جنتیوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے گا۔

۵ تم کو اللہ کے ذکر کا حکم کیا جاتا ہے اور ذکر اللہ کی مثال یوں سمجھو کہ اگر کسی کو دشمن نے قتل کرنے کیلئے پیچھا کرلیا ہے اور وہ جلدی سے کسی محفوظ قلعہ میں داخل ہوکر ہر طرف سے گیٹ بند کردیگا تو وہ دشمن کے ہاتھ سے جس طرح چھٹکارا پالیگا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہنے والے کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھی آدمی شیطان جیسے دشمن سے اسی طرح محفوظ ہوجاتا ہے۔

یہ پانچ باتیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے قوم بنی اسرائیل کے سامنے پیش فرمائی ہیں، ان کی عربی عبارت جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہے وہ کافی لمبی ہے۔ اسلئے اسکا مفہوم لکھدیا ہے۔ عربی عبارت چھوڑ دی گئی۔ جس کو دیکھنا ہو ترمذی شریف ص۱۱۳ تا ص۱۱۴ کا مطالعہ کریں [1]

اس کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں تم کو ایسی پانچ باتوں کی وصیت کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔

۱ دین کی باتوں کو غور سے سنا کرو اس کے بعد اس پر عمل کرو۔

۲ ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت کا پابند بناؤ۔

۳ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیلئے نکلو۔

۴ جس علاقہ میں رہ کر اپنے دین وایمان کی حفاظت نہ ہوسکے وہاں سے ایسی جگہ ہجرت کرجاؤ جہاں پر رہ کر تم اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکو۔

۵ ایمان والوں کی جماعت اور اتحاد کو لازم پکڑو ایسی جماعت سے الگ مت ہونا۔

۶۱ قَالَ يَحْيَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ. الحديث [2]

حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تم کو ایسی پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جنکا اللہ نے مجھے حکم فرمایا کہ ۱ دین کی باتوں کو غور سے سنکر عمل کرنا ۲ اللہ کی اطاعت کرنا ۳ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ۴ ہجرت کرنا ۵ اہل ایمان کی جماعت میں شامل رہنا۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۱۱۴ — [2] ترمذی شریف ۲/۱۱۴

(۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مغفرت کا وسیع سمندر

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ[۱]

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ان بندوں سے کہدیجئے جنہوں نے اپنے اُوپر ظلم وزیادتیاں کر رکھی ہیں کہ تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ بندہ چاہے کتنا ہی گناہ کرلے، اور اس کا گناہ چاہے کتنا ہی بڑا ہو اللہ کی مغفرت کا جو وسیع سمندر ہے اس سے بڑھ نہیں سکتا، اس لئے اگر کسی نے بہت بڑے بڑے گناہ کر رکھے ہیں اس کو اس طرح نا امید نہیں ہونا چاہئے کہ ارے میرا گناہ کب معاف ہوسکتا ہے، نا اُمید ہوکر بیٹھ جائے، اور توبہ اور استغفار بھی نہ کرے، بلکہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ سے رحمت کی امید ہی رکھیں اور توبہ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتنا ہی بڑا گناہ ہو توبہ اور استغفار کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ معصوم بچے کی طرح پاک کردے گا۔

اگر تم گناہ نہیں کروگے تو دوسری مخلوق پیدا کرے گا۔

ترمذی شریف کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ آپ سے حضرات صحابہ کرام نے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہوتی ہے اور دُنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آخرت ہمارے سامنے ہے۔

---

[۱] سورۃ زمر آیت ۵۳۔

اور جنت و جہنم کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں اور دوست و احباب سے ہماری ملاقات ہوتی ہے تو ہم سب باتیں بھول جاتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں باقی رہ جاتے جو میرے پاس رہنے کی حالت میں ہوتی ہے تو ہمیشہ ملائکہ تمہاری مجلسوں، بستروں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کرتے۔ [1]

اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی بھی گناہ نہ کرتا اور سب لوگ نیکیاں ہی نیکیاں کرتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ دوسری نئی مخلوق ایسی پیدا کرتے جو گناہ کرتی پھر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرتی، اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دیا کرتے۔ اس حدیث شریف کا مختصر ٹکڑا ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لولا انكم لم تذنبوا لجاء الله بخلق جديد كي يذنبوا فيغفر لهم۔ [2]	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نئی مخلوق پیدا فرماتے جو گناہ کر کے توبہ کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دیا کرتے۔

اللہ کی رحمت اسکے غضب پر غالب

بخاری شریف و مسلم شریف میں ایک ایسی روایت ہے جس میں انسانوں کے لئے بہت بڑی خوشخبری کا اعلان ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنا ایک ضابطہ اور قانون تیار فرمایا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ مقرر فرما دیا ہے کہ ہمیشہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہا کرے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کریں گے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۸۷، عن حنظلۃ الاسیدی۔ ترمذی شریف ۲/۷۹ عن ابی ہریرہ۔
[2] ترمذی عن ابی ہریرہ ۲/۷۹ عن ابی ایوب ۲/۱۹۴۔

اس مضمون کی حدیث شریف بخاری شریف کے اندر چھ مقامات پر موجود ہے، اور مسلم شریف میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔ ہم ان مختلف روایات میں سے ایک روایت کے الفاظ یہاں نقل کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه يقول سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ان الله كتب كتابا قبل ان يخلق الخلق ان رحمتی سبقت غضبی فهو مكتوب عنده فوق العرش۔ [1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک قانونچہ اور ضابطہ کی کتاب لکھدی اسمیں یہ قانون لکھدیا کہ میری رحمت میرے غصہ پر سبقت کرتی رہے گی، اور یہ لکھا ہوا قانون اللہ کے یہاں عرش پر موجود ہے۔

بندوں کی توبہ سے خُدا کی خوشی

بخاری و مسلم اور ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت منقول ہے: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مومن گناہوں کو اتنا خطرناک سمجھتا ہے گویا کہ وہ کسی گرنے والے پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے جس کے نیچے اُسے دبنے کا خطرہ ہو رہا ہے۔ ظاہر بات ہے ایسے گرنے والے پہاڑ کے نیچے سے ہر شخص دُور بھاگے گا، تو مومن بھی گناہوں سے اسی طرح دُور بھاگتا ہے، اور فرمایا کہ کافر یا فاسق گناہوں کو اتنا ہلکا اور معمولی سمجھتا ہے کہ جیسا اس کی ناک پر کوئی مکھی بیٹھ گئی ہے اور اس نے اس مکھی کو معمولی اشارہ کر دیا جس سے وہ اڑ گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو اپنی سواری پر کھانے پینے کا تمام سامان ساتھ میں لیکر کہیں لمبا سفر کر رہا ہے، اور اثنائے سفر ایسے بے آب و گیاہ میدان میں پہنچا جہاں دُور دُور تک

---

[1] بخاری ۱/۴۵۳ حدیث ۳۰۹۰۔ ۲/۱۱۰۱ حدیث ۷۱۰۶۔ ۲/۱۱۰۴ حدیث ۷۱۲۳، ۲/۱۱۱۰ حدیث ۷۱۵۳، ۲/۱۱۲۷ حدیث ۷۲۵۲، ۲/۱۱۲۷ حدیث ۷۲۵۳۔

نہ کوئی انسان ہے اور نہ کھانے پینے کی کوئی چیز۔ اور یہ شخص تھکا ہارا کسی جگہ اپنی سواری کو روک کر
آرام کرتا ہے۔ اور وہ جب بیدار ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی سواری موجود نہیں ہے۔ حالانکہ سواری
ہی پر اس کا تمام زادِ راہ ہے۔ پھر یہ شخص اس کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہے۔ نہ اُسے کھانے کی
کوئی چیز مل رہی ہے نہ پینے کی۔ آخر اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب مرنے کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔
لہٰذا جب مرنا ہی ہے تو وہاں جا کر کیوں نہ مریں جہاں سواری کھوگئی ہے۔ لہٰذا یہ شخص مرنے کے
واسطے اس جگہ لوٹ کر آتا ہے جہاں سواری کھوگئی تھی، اور مرنے ہی کے لئے وہ لیٹ جاتا ہے،
پھر اس کو نیند آجاتی ہے اور بعد میں پھر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری
اس کے سرہانے موجود ہے۔ اب اس شخص کو جو خوشی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کو بندوں کی توبہ سے
اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ حدیث کی کتابوں کے اندر یہ روایت ان الفاظ کیساتھ مذکور ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعودؓ حدثنا بحدیثین
أحدهما عن نفسه والآخر عن النبي صلے الله
عليه وسلم قال عبد الله انّ المؤمن يرى
ذنوبه كانّه في اصل جبل يخاف ان يقع
عليه وانّ الفاجر يرى ذنوبه كذباب وقع
على انفه قال به هكذا فطار قال رسول الله
صلے الله عليه وسلم لله افرح بتوبة احدكم
من رجل بارض فلاة دوية مهلكة معه
راحلته عليها زاده وطعامه وشرابه وما
يصلحه فاضلها فخرج في طلبها حتى اذا
ادركه الموت قال ارجع الى مكاني الذي اضللتها
فيه فاموت فيه فرجع الى مكانه فغلبته عينه

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے دو حدیثیں بیان کیں
ایک تو انہوں نے اپنا قول بیان کیا اور ایک رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ
مومن اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے گویا ایک پہاڑ کے
نیچے ہے اور یہ پہاڑ اس پر گر پڑیگا، لیکن بدکار گنہگار
اپنے گناہوں کو ایسا ہلکا سمجھتا ہے کہ ناک پر ایک مکھی
بیٹھی ہو ہاتھ ہلادیا اور اُڑ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تم لوگوں میں سے کسی کی توبہ سے
اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو ہولناک چٹیل
میدان میں ہو۔ قدم قدم پر خطرے ہوں، اس کے پاس
ایک سواری کا جانور ہو جس پر اس کا توشہ کھانے پینے
کا سامان ہو اور وہ جانور کھو جائے وہ اسکی تلاش میں

فاستیقظ فاذا راحلته عند راسه علیھا طعامه وشرابه ومایصلحه لہ

نکلے جب (بھوک پیاس کی تکلیف سے) مرنے لگا تو دل میں سوچا کہ جہاں سے وہ جانور گم ہوا ہے وہیں چلکر مروں گا۔ اب اس جگہ پہنچکر اس کی آنکھ لگ جاتی ہے۔ پھر جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سرہانے اسکی سواری کھانے پینے کے تمام سازوسامان کے ساتھ موجود ہے۔

عمومی عذاب سے حفاظت کیسے ہو؟

حضرت خباب بن الارتؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینۃ المنورہ میں اس جگہ نماز ادا فرمائی جہاں اس وقت مسجد اجابہ قائم ہے۔ اور نماز بھی ایسی پڑھی کہ اسکا قیام ورکوع، سجدہ سب لمبے لمبے تھے۔ کافی دیر میں نماز سے فراغت حاصل فرمائی، صحابہ نے اسکی وجہ معلوم فرمائی۔ توآپنے جواب دیا کہ میں نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے امت کیلئے تین دعائیں مانگیں، انمیں سے دو قبول ہوگئیں اور ایک کو مسترد کردیا گیا۔ ۱؎ عام قحط سالی کا شکار نہ بنائے ۲؎ عمومی عذاب اور دشمنوں کو مسلط نہ فرمائے ۳؎ امت آپس میں خانہ جنگی اور خوں ریزی نہ کرے۔ ان تینوں میں سے آخری دعا قبول نہیں ہوئی، اور پہلی اور دوسری قبول ہوگئی۔[۱] یہ حدیث شریف مختلف الفاظ سے مروی ہے، اسلئے مفہوم پیش کردیا ہے۔ عبارت ذکر نہیں کی ہے۔

اس میں جو دوسرے نمبر کی دعا ہے جس میں عمومی عذاب اور دشمنوں کے تسلط سے حفاظت کا ذکر ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ دو شرطوں کے ساتھ عمومی عذاب سے اللہ حفاظت کریگا۔

۱؎ جب آقائے نامدار تاجدار عالم صلے اللہ علیہ وسلم امت کے درمیان زندہ رہیں گے عذاب نازل نہیں کریگا، چنانچہ نبیؐ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل نہیں فرمایا۔

۲؎ نبی کی وفات کے بعد امت میں جبتک توبہ واستغفار کا سلسلہ باقی رہیگا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ امت کو عمومی عذاب سے محفوظ رکھیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسکو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

۱؎ ترمذی شریف ۲/۷۶، بخاری شریف ۲/۹۳۲ حدیث ۶۰۶۳، مسلم شریف ۲/۳۵۴، ابن ماجہ شریف ص ۳۱۳

۲؎ ترمذی شریف ۲/۴۰

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ الآیۃ[1]

اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دیگا جب تک آپ ان میں موجود ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو عذاب نہیں دیگا جبتک وہ مغفرت اور معافی مانگتے رہیں گے۔

بنی اسرائیل کے کفل نامی شخص کی توبہ

ترمذی شریف کے اندر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا عجیب و غریب واقعہ منقول ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک ہی دو مرتبہ نہیں سُنا بلکہ سات آٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ سُنا۔ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان بڑی اہمیت کے ساتھ بار بار بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اس شخص کا نام کفل تھا۔ اس نے دنیا کا کوئی ایسا گناہ نہیں چھوڑا جس کا اس نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دولت دے رکھی تھی، اور اس نے اس دولت کا ہمیشہ غلط استعمال کیا، فاحشات میں، برائیوں میں اس کا پیسہ خرچ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک غریب محتاج عورت اس سے کچھ قرض مانگنے کے لئے آئی تو اس شخص نے اپنے لئے موقع کو غنیمت سمجھا، اور عورت بھی حسین و جمیل تھی، عورت سے کہا کہ میں تمہیں ساٹھ دینار اس شرط پر دونگا کہ تم مجھے اپنے ساتھ منہ کالا کرنے کا موقع دو۔ عورت ضرورت مند تھی مجبور ہو کر اس کی شرط منظور کرلی۔ اور جب یہ شخص اس عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو عورت کے پورے بدن میں لرزہ طاری ہوگیا بے اختیار رونے لگی تو کفل نے پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ زور وزبردستی کا معاملہ تو نہیں کیا تو اس عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے تم نے میرے ساتھ زور وزبردستی تو نہیں کی لیکن یہ ایسا کام ہونے جارہا ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا۔ اور آج ان پیسوں کی ضرورت کی بناپر مجھے آپ کی شرط ماننی

---

[1] سورۂ انفال۔ آیت ۳۳۔

پڑی۔ اور یہ ناجائز کام ہونے جا رہا ہے میں اسی وجہ سے رو رہی ہوں۔ اور اسی وجہ سے میرے بدن میں لرزہ طاری ہو رہا ہے۔ اور میں ایسا کام کبھی کرنا نہیں چاہتی۔ جب عورت کی بات کفل نے سُنی تو اسی وقت کفل کو ہدایت نصیب ہوگئی۔ اور یہ کہہ کر عین وقت میں عورت کو چھوڑ دیا، کہ میں آئندہ سے کبھی کسی قسم کا گناہ نہیں کرونگا۔ اور عورت سے کہا کہ میں نے تمہیں وہ ساٹھ دیناریوں ہی دیدیئے۔ جاؤ اس سے اپنی ضرورت پوری کر لو۔ اور کفل نے اللہ سے عہد و پیمان کے ساتھ توبہ کرلی کہ اب کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اتفاق سے اسی رات میں کفل کا انتقال ہوگیا۔ اور بنی اسرائیل میں اللہ کی طرف سے یہ حکم جاری تھا کہ جب کوئی شخص رات میں کوئی گناہ کریگا تو صبح کو اس کے دروازے کی چوکھٹ پر وہ گناہ لکھا ہوا ہوتا ۔ اور اگر کسی نے توبہ کی ہے اور اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمالی ہے تو اس کے دروازے پر صبح کو یہ لکھا ہوا ملتا کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔ چنانچہ کفل کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ جب رات میں اس کا انتقال ہوا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لوگوں کو یہ لکھا ہوا ملا کہ اللہ نے کفل کی مغفرت فرمادی ہے۔ تمام لوگ حیران اور ششدر ہو کر رہ گئے کہ اس کی کیسے مغفرت ہوگئی۔ جبکہ اس نے پوری زندگی خدا کی نافرمانی اور عیش پرستی اور زناکاری میں گزاری ہے۔ مگر اللہ کی مغفرت کا سمندر انسان کے گناہ اور معصیت سے کہیں زیادہ وسیع اور بڑھا ہوا ہے۔ انسان اپنے گناہ اور نافرمانی سے اتنا آگے بڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس کے گناہ کا سمندر خدا کی رحمت کے سمندر سے بڑھ جائے، اور ادھر اللہ نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ اللہ کی رحمت ہمیشہ اللہ کے غصے پر غالب رہا کریگی۔ ترمذی شریف کے اندر یہ حدیث شریف ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

عن ابن عمرؓ قال سمعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدث حدیثاً لولم اسمعہ الا مرۃ او مرتین حتی عدّ سبع مرّات ولکنی سمعتہٗ اکثر من ذلك. سمعتُ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ حدیث شریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک دو بار سُنا ہوتا تو میں بیان نہ کرتا لیکن میں نے اس حدیث شریف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات بار سے زیادہ سنا ہے

يقول، كان الكفل من بنى اسرائيل لايتورع من ذنب عمله فاتته امرأة فاعطاها ستين دينارًا على ان يطأها فلما قعد منها مقعد الرجل من امرأته ارعدت وبكت فقال مايبكيك اكرهتك قالت لا ولكنه عمل ماعملته قط وما حملنى عليه الا الحاجة فقال تفعلين انت هٰذا وما فعلته اذهبى فهى لك وقال لا والله لا اعصى الله بعدها ابدًا فمات من ليلته فاصبح مكتوب على بابه ان الله قد غفر الكفل۔ ؎۱

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے یہ سُنا ہے کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی قسم کے گناہ سے نہیں بچتا تھا، اتفاق سے ایک عورت اس کے پاس اپنی ضرورت کیلئے آئی تو اس شخص نے اس شرط پر ساٹھ دینار دے دیئے کہ اسکے ساتھ بدکاری کریگا، جب یہ شخص بدکاری کیلئے اس عورت پر بیٹھنے لگا تو عورت کانپتی ہوئی رونے لگی، تو اس شخص نے کہا کہ تو کیوں رو رہی ہے میں نے تیرے ساتھ زور وزبردستی کا معاملہ تو نہیں کیا، تو عورت نے کہا کہ ایسا تو کیا نہیں، لیکن میں نے زندگی میں ایسا عمل کبھی نہیں کیا، مگر آج سخت ضرورت نے مجھے اس کام پر مجبور کیا ہے، عورت کی بات سُنکر کفل پر زبردست اثر ہوا۔ اور یہ کہکر عورت کو چھوڑ دیا کہ اب میں اللہ کی نافرمانی کبھی نہیں کرونگا۔ اسی رات کفل کا انتقال ہوتا ہے اور صبح کو اس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا تھا کہ بیشک اللہ نے کفل کی مغفرت فرمادی ہے۔

گناہوں سے توبہ کرنیوالے کی فضیلت

ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک حدیث شریف ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک سے خطا ہوتی ہے۔ مگر خطا کرنے والوں میں سے سب سے بہتر اور افضل وہ ہوتا ہے جو نادم اور شرمندہ ہوکر توبہ کرلیتا ہے۔

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی اٰدم خطاءٌ وخیر الخطائین التوابون۔ الحدیث۔ ؎۲

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک گناہوں کا ارتکاب کرلیتا ہے۔ اور گناہ کرنیوالوں میں سب سے افضل اور بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں

؎۱ ترمذی شریف ۲/۷۶، مسند احمد ص۳۸۹ حدیث ۴۷۴۷ مطبع دارالفکر، مسند احمد ۲/۲۳ دارالباز۔
؎۲ ترمذی شریف ۲/۷۶، ابن ماجہ شریف ص۳۱۳۔

اور ایک دوسری حدیث شریف میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے یہاں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا حال ایسا ہے جیسا کہ انہوں نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا ہے۔ بالفرض اگر گناہ کرتے کرتے اس کا نام جہنمیوں کے فہرست میں درج ہو چکا ہے۔ تو توبہ کے ذریعہ سے وہاں سے اس کا نام کٹوا دیا جاتا ہے۔ اور اہلِ جنت کی فہرست میں اس کا نام درج کر دیا جاتا ہے۔
ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

عن ابی عُبیدۃ بن عبد اللہ عن ابیہ قَالَ قال رَسُوْلُ اللہ صَلی اللہ علیہِ وَسَلم التَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَنْ لاذنبَ لہٗ۔[1]	حضرت ابو عبیدہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔

بنی اسرائیل کے ۹۹ افراد کے قاتل کی توبہ

بخاری و مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے یہاں توبہ کی قبولیت سے متعلق صحابۂ کرامؓ کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا نہایت خوبصورت اور ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص چوری ڈکیتی اور قتل میں بہت مشہور تھا۔ اور نہایت معمولی بات پر کسی کو قتل کر دیتا تھا، ہوتے ہوتے اسکے ہاتھ سے ۹۹ افراد کا قتل ہو چکا۔ اس کے بعد اسکے دل میں احساس پیدا ہوا کہ مجھے بھی تو اللہ کے یہاں [illegible] ہے۔ چنانچہ یہ فکر بڑھتا رہا، اور لوگوں سے معلومات کرتے ہوئے سرگرداں پھرنے لگا [illegible] میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کسی عالم شخص سے ملاقات کی فکر ہوئی، کہ معلوم کیا جاسکے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ لوگوں نے ایک عابد شخص کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ یہ شخص اس کے پاس جا کر مسئلہ معلوم کیا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے، اور کیا میری مغفرت ہو سکتی ہے جبکہ میں نے ننانوے ۹۹ انسانوں کی جان ماردی ہے۔ تو اس عابد کو

---

[1] ابن ماجہ شریف ص۳۱۳

مسئلہ معلوم نہیں تھا، تو اس نے اپنی عقل سے قیاس آرائی کی کہ جو آدمی ننانوے[99] انسانوں کی جان مار سکتا ہے اس کی مغفرت کہاں سے ہوگی۔ چنانچہ اس نے کہدیا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہوگی، تو یہ شخص غصہ اور جلال میں آکر اس کو بھی قتل کرکے سَو پورا کردیا۔ کہ جب میری توبہ قبول نہیں ہوتی ہے تو لاؤ تجھے بھی ختم کرکے سَو پورا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سَو پورا کردیا۔

مگر اس کے دل میں تردد باقی رہا کہ میری مغفرت کی کوئی شکل ضرور ہوگی۔ اس لئے اُسنے لوگوں سے پھر معلومات کا سلسلہ جاری کردیا کہ رُوئے زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے اس سے جاکرکے معلوم کروں گا، وہی صحیح مسئلہ بتا سکتا ہے۔ آخر لوگوں نے اس کو بتلایا کہ فلاں جگہ ایک عالم رہتا ہے اس سے جاکے معلوم کرو۔ چنانچہ یہ شخص اس عالم صاحب کے پاس جاکر اپنی زندگی کی کارگذاری سُنائی، اور سو آدمیوں کو کس کس طرح سے قتل کیا ہے، سارا کارنامہ سُناکر معلوم کیا کہ اب بتلائیے کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں۔؟ کیا اللہ کے یہاں مجھ جیسے گنہگار کے لئے بھی مغفرت کا کوئی خانہ ہے۔ تو اس عالم صاحب کو چونکہ علم تھا تو اس نے بتلایا کہ تیرے گناہ معاف کرنے میں اللہ کے یہاں کیا رُکاوٹ ہے۔ اللہ کی رحمت کا سمندر تجھ جیسے گنہگاروں کے گناہوں سے بہت بڑا اور بہت وسیع ہے۔ چنانچہ اس عالم صاحب نے مشورہ دیا کہ تم فلاں جگہ سفر کرکے جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے رہتے ہیں، ان کا مشغلہ صرف اللہ کی عبادت ہے، انکے ساتھ ملکر اللہ کی عبادت کرو، اور نادم ہوکر اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ انشاء اللہ تمہاری مغفرت ہوجائے گی۔ جب اس شخص نے آدھا راستہ طے کرلیا تو ملک الموت آگئے، اور اس کی موت ہوگئی۔ اب اس کی روح لیجانے کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ آسمانوں سے رحمت کے فرشتے بھی آئے اور عذاب کے فرشتے بھی۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی رُوح لیجانے کا حق ہم کو ہے۔ اس لئے کہ یہ سچے دل سے تائب ہوکر عبادت کے لئے جارہا ہے۔ اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی رُوح لیجانے کا حق ہم کو ہے اس لئے کہ اس شخص نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہے۔ پوری زندگی معصیت میں گنوادی ہے۔ اور آسمانوں سے آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا۔ بعض روایت

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنے والا فرشتہ حضرت جبرئیل امینؑ تھے۔ چنانچہ وہ فرشتہ تشریف لاکر ان دونوں طرح کے فرشتوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی مسافت ناپ کرکے دیکھ لو کہ جہاں سے آرہا ہے وہاں کی مسافت قریب ہے یا جہاں جارہا ہے وہاں کی مسافت۔؟

لہٰذا جہاں کی مسافت قریب ہے اس شخص کو وہاں والوں میں شمار کردیا جائے۔ چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپ کر دیکھی گئی تو جہاں جارہا ہے وہاں کی مسافت جہاں سے آرہا ہے اس کے مقابلہ میں صرف ایک بالشت قریب ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مقامِ معصیت سے مقامِ عبادت صرف ایک بالشت قریب ہے، اسلئے رحمت کے فرشتوں کو اس کی رُوح لیجانے کا حق ہوگا۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اس کی مغفرت کا اعلان ہوگیا۔ اپنے نبی پاک فخر دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اللہ نے اس کا اعلان کروادیا۔ چنانچہ یہ حدیث شریف صحیح روایات میں ان الفاظ کیساتھ مذکور ہے۔

عَنْ ابی سَعِیْد الخدریؓ انّ النّبی صَلی اللّٰہ علیہ وسَلم قال کان فیمن کان قبلکم رجُلٌ قتل تِسعۃٌ وتسعاین نفسًا فسَاَل عن اعلم اَھْلِ الارض فدلّ علیٰ راھب فاتاہ فقال انّہٗ قتل تِسعۃً وتسعاین نفسًا فھل لہٗ من توبۃٍ ؟ فقال لا، فقتلہٗ فکمل بہٖ مِائۃ ثم سَاَلَ عن اَعْلمِ اَھْلِ الارضِ فدلّ علیٰ رجلٍ عَالم فقال انہٗ قتل مِائۃ نفسٍ فھَل لہٗ من توبۃ ؟ فقال نعم،

ومن یحول بینہٗ وبین التوبۃ انطلق الیٰ ارضِ کذا وکذا فانّ بھا اُناسًا یعبدون اللہ تعالیٰ فاعبد اللہ تعالیٰ معھم ولا ترجع

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص ایسا تھا جس نے ننانوے خون کئے ہیں۔ پھر اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے متعلق لوگوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے اسے ایک عابد شخص کو بتلایا اسکے پاس جاکر اس نے بتلایا کہ اس شخص نے ننانوے افراد کو قتل کردیا ہے، تو کیا اسکی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ تو اس عابد نے جواب دیا کہ نہیں ہوسکتی۔ تو اس شخص نے اس عابد کو بھی قتل کرکے سَو پورا کردیا۔ پھر لوگوں سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے متعلق معلوم کرنے لگا تو لوگوں نے ایک عالم شخص کو بتلایا۔ اور یہ شخص اس عالم سے جاکر کے اپنا کارنامہ بتلایا کہ

الی ارضك فانها ارض سوء، فانطلق حتیٰ اذا انصف الطریق اتاہ الموت فاختصمت فیه ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب فقالت ملائکۃ الرحمۃ جاء تائبا مقبلا بقلبه الی الله۔ وقالت ملائکۃ العذاب انه لم یعمل خیرا قط فاتاهم ملك فی صورۃ آدمی فجعلوہ بینهم فقال قیسوا مابین الارضین فالی ایتهما کان ادنیٰ فهو له فقاسوا فوجدوہ ادنیٰ الی الارض التی اراد فقبضته ملائکۃ الرحمۃ۔

الحدیث [1]

وہ سو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے، تو کیا اس کیلئے کوئی توبہ ہو سکتی ہے تو عالم صاحب نے جواب دیا کہ جی ہاں ہو سکتی ہے۔ اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عالم صاحب نے حکم فرمایا کہ تم فلاں جگہ جاؤ، وہاں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ملکر تم بھی عبادت کرو۔ اور اپنے پرانے علاقہ میں پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا۔ اسلئے کہ یہ علاقہ تمہاری برائی کی جگہ ہے۔ تو یہ شخص وہاں جانے لگا جب نصف راستہ طے ہو گیا تو اسکی موت آگئی، پھر اسکی روح لیجانے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ شخص [illegible] ہو کر اللہ کی طرف جا رہا ہے۔ اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا ہے، تو اس [illegible] یا دونوں طرف کے فرشتوں کے پاس ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا۔ تو دونوں طرف کے فرشتوں نے اس فرشتہ کو فیصل بنایا، تو اس فرشتہ نے فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی زمین کو ناپو جس طرف یہ قریب ہو اس کو وہاں والوں میں شمار کر دینا۔ چنانچہ زمین کو ناپا تو اس طرف کی زمین تھوڑی سی قریب ثابت ہوئی جہاں یہ جا رہا تھا لہٰذا فیصلہ ہوا کہ ملائکہ رحمت اس کی روح لیکر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ حالتِ غرغرہ سے پہلے پہلے ہر وقت قبولِ توبہ کا منتظر

اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرنے کے لئے ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ بس صرف اتنی [illegible]ت لازم ہے کہ بندے حالتِ مخمصہ اور حالتِ غرغرہ سے پہلے پہلے توبہ کر لیا کریں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان

[1] مسلم شریف ۲/۳۵۹، بخاری شریف ۱/۴۹۳ حدیث ۳۳۵۱۔

کو ایمان بالغیب کا مکلف بنایا ہے، ایمان بالمشاہدہ کا مکلف نہیں بنایا۔ اور حالتِ غرغرہ میں عالمِ ملکوت اور عالمِ آخرت کی چیزوں کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ اسلئے اس کا اعتبار نہیں۔ اسی طرح توبہ کا حال ہے کہ حالتِ مخمصہ کی توبہ بھی اس لئے قبول نہیں ہوتی ہے کہ عالمِ ملکوت کی چیزوں کو دیکھ کر مجبور ہوکر توبہ کر رہا ہے۔ اپنے طور پر نادم ہوکر توبہ نہیں کر رہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر۔ الحدیث [1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جبتک حالتِ غرغرہ نہ پہونچ جائے۔

سچی توبہ کی ترغیب اور آداب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ تحریم میں قبولِ توبہ کے آداب و شرائط بیان فرمائے ہیں۔ جب آدمی توبہ کرے تو سچے دل سے کرے۔ آئندہ کبھی ایسا گناہ نہ کرنے کا ارادہ نہ کرے۔ اور اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب ندامت کا اظہار کرے۔ ایسی توبہ کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بڑی خوشخبری کا اعلان فرمایا ہے۔

اور سچی توبہ کے لئے تین باتیں لازم ہیں۔

۱۔ کئے ہوئے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہونا۔

۲۔ آئندہ نہ کرنے کا پختہ قصد کرنا۔

۳۔ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا۔

اور سچی توبہ کرنے والے مؤمنین کو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن رسوا نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عزت و آبرو سے سرفراز فرمائیں گے۔ اور قیامت کے دن ان کا نور ان کے سامنے ان کے دائیں بائیں ہر طرف سے نمایاں ہوکر دوڑتا ہوگا۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/ ۱۹۴

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ مؤمنین کی دعائیں یہ ہوتی ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہمارے نور کو مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، ہم سے درگذر فرمائیے، تو ہر چیز پر قادر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کے لئے تعریفی جملے ہیں جس پر غور کرنے سے مسلمانوں میں خدا تعالیٰ پر امیدوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے آپ سورۂ تحریم کی آیت ۸ پڑھکر دیکھئے، کہ ایمان میں کس قدر تازگی آتی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؎	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرو، امید قوی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر سے تمہاری ساری برائیاں مٹادیگا، اور تم کو ایسی جنت میں داخل فرمائیگا جس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کیساتھ ایمان لانیوالوں کو رسوا نہیں کریگا، انکا نور ان کے سامنے اور داہنے دوڑتا ہوگا۔ اور مؤمنین کہتے ہیں

اے ہمارے رب ہمارے نور کی روشنی کو پوری کر دیجئے اور ہم کو معاف فرما دیجئے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تائب کیلئے ہر مؤمن کی طرف سے نیکی کا تحفہ

امام طبرانیؒ نے اپنی معجم کبیر میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے، جس میں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ کم از کم ایک مرتبہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ پڑھیگا اس کو دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک ایک حسنہ اور نیکی ملے گی۔

عن ام سلمةؓ قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال کل یوم اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ (یہ دعا)

؎ سورۂ تحریم آیت ۸۔

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الحق بِهٖ مِنْ كلِّ مؤمنٍ حَسَنَةً ۔ الحديث ؁

اے اللہ میری مغفرت فرما، اور تمام مومنین اور مومنات کی مغفرت فرما کہا کریگا تو اس کو ہر مومن کی طرف سے ایک ایک حسنہ اور نیکی کا تحفہ ملتا رہیگا۔

ثواب کا خزانہ اور ستّر ہزار فرشتوں کی دُعاءِ رحمت

اب میں اپنی بات ترمذی شریف کی ایک حدیث پر ختم کرتا ہوں

ترمذی شریف کی ایک روایت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جو شخص صبح و شام تین مرتبہ ذیل میں ذکر کردہ دُعاء اور سورۂ حشر کی آخر کی تین آیتیں پڑھا کریگا تو اللہ تعالیٰ ستّر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ صبح سے شام تک پھر شام سے صبح تک اس کے لئے دُعاءِ رحمت کرتے رہیں۔ اور اگر اس دن یا اس رات میں اس کا انتقال ہوجاتا ہے تو وہ شہید ہوکر مرے گا۔

عَنْ معقل بن يسارٍ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال حين يصبح ثلاث مرّاتٍ اعوذ بالله السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ من الشيطن الرجيم وقرأ ثلاث آياتٍ من آخرِ سورة الحشر وكّل الله به سبعين الف مَلك يُصلّون عليه حتى يمسى وان مات فى ذلك اليوم مات شهيدًا ومن قالها حين يمسى كان بتلك المنزلة ۔ الحديث ؎

حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذ الخ یعنی میں شیطان مردود سے بچکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں جو بہت زیادہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور تین بار سورۂ حشر کے آخر کی تین آیتیں پڑھتا ہو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے رحمت کی دُعا کیلئے ستّر ہزار فرشتوں کو مقرر کردیتا ہے، اور اگر وہ شخص اس دن مرتا ہے تو شہید ہوکر مریگا۔ اور جو یہی کلمات شام کو پڑھیگا تو اسی طرح صبح تک سلسلہ رہیگا۔

؁ المعجم الكبير للطبرانی ۲۳/۲۷۰ حدیث ۸۷۷ ۔ ؎ ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن ۲/۱۲۰

پڑھنے کا طریقہ

پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ تین مرتبہ پڑھے۔

میں شیطان مردود سے بچکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں جو بہت زیادہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر اس کے بعد سورہ حشر کی آخری یہ تین آیات پڑھیں:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ٥

وہ ایسا معبود ہے کہ اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، وہی بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ. هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ [1]

وہ ایسا معبود ہے کہ اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایسا بادشاہ ہے کہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ اور آئندہ بھی ہر عیب سے پاک وسالم رہنے والا ہے۔ اپنے بندوں کو خوف کی چیزوں سے امن دینے والا ہے اپنے بندوں کی نگہبانی کرنے والا ہے، وہ زبردست ہے۔ وہ بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے جن کو لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک کر رکھا ہے۔ اللہ کی ذات وہ ہے جو معبود برحق ہے، کائنات کو پیدا کرنے والی ہے۔ وہ ہر شئے کو حکمت کے موافق ٹھیک ٹھیک بنانے والی ہے۔ وہ اچھی صورت وشکل کی مخلوق پیدا کرنے والا ہے، اسکے اچھے اچھے نام ہیں جو اچھی اچھی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح وتقدیس کرتی ہیں۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

شبیر احمد عفا اللہ عنہ ۸ شعبان ۱۴۳۰ھ

---

[1] سورۃ الحشر آیت ۲۴۔

(۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ اور رسولؐ سے سچی محبّت

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ ؎

اے نبیؐ آپ کہدیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر دنیا میں کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ اس کو اپنے مالکِ حقیقی سے محبت ہے، تو اس کے اوپر لازم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کسوٹی میں پورا اُتر جائے۔ اور جس قدر حبیبِ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلیگا، اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو مشعلِ راہ بنائیگا اسی قدر وہ خدا کی محبت میں سچا ثابت ہوگا۔ اور جو شخص حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط اور پختہ ہوجائیگا اس کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے انعام کا اعلان ہے۔

(۱) اللہ تبارک تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیگا اور اس کو گناہوں سے پاک رکھیگا۔ اور جو شخص گناہوں سے محفوظ رہتا ہے وہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے۔ اس کو تو یہ اور نیک کام کی توفیق ہوتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس کو محبوبیت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبّت کرنے لگتا ہے تو دنیا میں اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی باعزّت رہتا ہے اور آخرت میں بھی

؎ آل عمران آیت ۳۱ ۔

باعزت اور بلند رہے گا۔

آسمانوں اور زمینوں میں محبت کا اعلان

حدیث پاک میں آیا ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل امینؑ سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آسمانوں میں اس کی محبت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہلِ زمین کے قلوب میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، تو آسمان و زمین کی ہر مخلوق اس سے محبت کرنے لگتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں محبوبیت کا درجہ عطا فرما دیتے ہیں۔

اس کے برخلاف جو شخص اللہ کے پیغمبر کی اتباع نہیں کرتا ہے، اور سنتِ نبوی کو اپنے لئے مشعلِ راہ نہیں بناتا ہے، ایسا شخص ہر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ اس سے بغض کرنے لگتا ہے، اور پھر جبرئیلؑ سے اللہ پکار کر کہتا ہے مجھے فلاں بندہ سے بغض ہے تم بھی اس سے بغض رکھو۔ پھر آسمانوں میں اس کے بغض اور اس کی بدبختی کا اعلان ہوتا ہے۔ پھر یہ بغض اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے تو زمین والے بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہیں۔

اس مضمون کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی میں موجود ہے۔ بخاری میں پہلا حصہ ہے اور مسلم و ترمذی میں دونوں جز موجود ہیں۔ اور بخاری میں یہ حدیث تین مقامات میں ہے، لیکن ہم اس کو مسلم سے نقل کرتے ہیں۔

۱؎ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله اذا احبّ عبدا دعا جبرئیل علیه الصلاة والسلام فقال انی احبّ فلانا فاحبه قال فیحبه جبرئیل ثم ینادی فی السماء	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل امین کو پکار کر کہتا ہے میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے تم سب

فیقول ان اللہ یحبّ فلانًا فاحبوہ فیحبّہٗ اھل السّماء قال ثم یوضع لہٗ القبول فی الارض وَاذا ابغض اللہ عَبْدًا دَعَا جبْرئیل فیقول انی ابغض فلانًا فابغضہٗ فیبغضہٗ جبرئیل ثم یُنَادی فِی اھْلِ السَّمَاءِ اِنّ اللہَ یبغض فُلانًا فابغضوا فیبغضونہٗ ثم توضع لہ البغضاء فی الارضِ۔ الحدیث [۱]

اس سے محبت کرو تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ تو اس کے لئے روئے زمین میں قبولیت کا سکہ بیٹھا دیتا ہے۔ تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت بس جاتی ہے۔ اور جب کسی بندے سے اللہ تعالیٰ بغض کرتا ہے تو جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض کرو تو جبرئیلؑ امین بھی اس سے بغض کرتے ہیں، پھر آسمانوں میں اعلان ہوتا ہے کہ اللہ فلاں سے بغض کرتا ہے تم سب اس سے بغض کرو۔ تو سارے آسمان والے اس سے بغض کرتے ہیں۔ پھر اسکے بغض کو زمین میں اُتار دیتا ہے۔ اور لوگوں کے قلوب میں بسا دیتا ہے۔ پھر زمین والے بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہیں۔

اللہ کی محبت کا مدار صورت پر نہیں بلکہ قلوب وسیرت پر ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی صورت وشکل اور حسب ونسب کو نہیں دیکھتا بلکہ انسان کی سیرت اور ان کے قلوب اور ان کی نیتوں اور قوتِ ایمانی کو دیکھتا ہے۔ جس کی سیرت اچھی ہو، جس کی نیت اور اعمال اچھے ہوں، اسی سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے۔ حدیث پاک میں اس کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ ہم عبرت کے لئے احادیث شریفہ کی روشنی میں تین واقعات پیش کر دیتے ہیں۔

۱ پہلا واقعہ حضرت سعد اسودؓ کا

حضرت سعد اسودؓ ایک جوان قابلِ قدر صحابی تھے۔ ان کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں

---

[۱] مسلم شریف ۲/۳۳۱ ۔ ترمذی شریف ۲/۱۲۹ ۔ بخاری شریف ۱/۴۵۶ حدیث ۳۱۰۵ ۲/۸۲۹ حدیث ۵۸۰۵ ۔ ۲/۱۱۱۵ حدیث ۷۱۸۵ ۔

عجیب وغریب انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے امام عزالدین ابن الاثیرؒ نے اسد الغابہ کے اندر مفصل طور پر نقل فرمایا ہے۔ اس مفصل روایت کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ حضرت سعد اسودؓ نہایت کالے اور نہایت بدصورت تھے۔ انہوں نے اپنی شادی کے لئے مدینۃ المنورہ کے ہر قبیلہ میں پیغام پیش کیا، اور بڑی کوششیں کیں۔ مگر ان کی بدصورتی اور ان کے زیادہ کالے ہونے کی وجہ سے کسی نے اپنی لڑکی ان کو دینا پسند نہیں کیا، اور شادی کیلئے ہر ممکن کوشش کر چکے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد اسودؓ حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ کیا میرا کالاپن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لاچکے ہو، اور تقویٰ و پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا۔ تو حضرت سعد اسودؓ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا اور حضورؐ کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ کہ یا رسول اللہ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور جو آپ کی مجلس میں آتے ہیں دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی بھی اپنی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہے، تو حضورؐ نے ان کے لئے مدینۃ المنورہ کی سب سے خوبصورت اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھی لکھی سمجھ دار لڑکی منتخب فرمائی، اور حضورؐ نے فرمایا کہ تم عمرو بن وہب ثقفی کے پاس جاؤ، ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سمجھ دار ہے اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا۔ اور تم جاکر عمرو بن وہب ثقفی کو میرا پیغام سنا دینا کہ ان کی لڑکی کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے جاکر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور واپس کر دیا جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے، اللہ اور اسکے رسول کے غضب سے بچئے۔ میں تو اپنے لئے اس کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور رسول نے پسند فرمایا ہے۔ اس لڑکی کے بھی کمالِ ایمان کی انتہا نہ رہی، اس نے بھی

دلوں کو دیکھا، صورت کو نہیں دیکھا۔ اللہ اور رسولؐ کی خوشی کو دیکھا۔ جب لڑکی کے باپ حضورؐ کی مجلس میں گئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کر دیا، تو انہوں نے شرمندگی کا اظہار کیا اور توبہ کی، اور عرض کیا کہ ہم کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو۔ ہم تو آپ کے تابع ہیں۔ ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی کو حضرت سعد اسودؓ کے حوالے کر دیا۔ لڑکی نے ماں باپ سے کہا تھا کہ جب اللہ اور رسولؐ کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس میں کسی کو اختیار نہیں رہتا۔

اور لڑکی نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا [۱]	اور کسی مومن مرد اور عورت کے لئے جب اللہ اور رسولؐ کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا۔ اور جو شخص اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کریگا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا۔

اس کے بعد حضرت سعد اسودؓ اپنی بیوی کے لئے بازار سے کچھ سامان خریدنے کے لئے تشریف لے گئے، اسی اثنا میں جنگ کا اعلان ہوا تو انہوں نے بیوی کے لئے سامان خریدنے کے بجائے اسی پیسہ سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا، اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو حضورؐ نے ان کے سر مبارک کو اپنی گود میں لیا، اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیجا، ان کی سسرال والوں کو کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آخرت میں ان کی شادی کرا دی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری خوبصورتی کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی سیرت اور قلوب کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد اسودؓ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ [۲]

---

[۱] سورۃ احزاب۔ آیت ۳۶ [۲] اسد الغابہ ۲/۱۸۴۔

بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت حلیبیبؓ کا بھی ہے۔ انکا واقعہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے مروی ہے، وہ بھی اسد الغابہ کے اندر موجود ہے۔ [1]

ان کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا مدار نبی کی اتباع پر ہے۔ اور جو نبی کی اتباع نہیں کریگا اس کے دل میں اللہ کی محبت حقیقی نہیں ہو سکتی۔

دوسرا واقعہ حضرت بلالؓ کا ہے

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر حضرات صحابۂ کرام مدینۃ المنورہ سے دین پھیلانے کی غرض سے دوسری دوسری جگہوں میں منتقل ہو گئے، کوفہ، بصرہ، مصر، شام وغیرہ اور حضرت بلالؓ حضورؐ کی وفات کے بعد ملک شام کی طرف جانے لگے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے کہا کہ تم میرے پاس ہی مقیم رہو۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی مدینہ میں مقیم رہ کر اذان دیتے رہے۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کی بھی وفات ہو گئی تو انہوں نے اذان دینا بند کر دیا، اور جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ یہیں مدینہ میں مقیم رہ کر اذان دیتے رہیں۔ تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں حضورؐ کی وفات تک اذان دیتا رہا، اسکے بعد صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی اذان دیتا رہا۔ اس لئے کہ صدیق اکبرؓ نے مجھے خرید کر آزاد کیا ہے، اور میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ بلالؓ اللہ کے راستہ میں نکل کر جہاد سے زیادہ افضل عمل کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا میں جہاد میں جاؤنگا۔ اب مجھے مدینہ میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن اماموں کے لئے میں اذان دیتا تھا وہ دونوں دنیا سے گذر چکے ہیں، اب تو میرے لئے سب سے افضل ترین عمل جہاد ہے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جہاد کے لئے ملک شام روانہ ہو گئے اور وہیں جا کر مقیم ہو گئے۔ [2]

اور وہاں کچھ مدت گذرنے کے بعد خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اس دوران حضورؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: کہ اے بلالؓ یہ کیا جفا ہے کیا اب تمہیں ہماری زیارت نہیں کرنا ہے۔

---

[1] اسد الغابہ ۱/۳۴۸ ۔ [2] اسد الغابہ ۱/۲۴۴ ۔

توحضرت بلالؓ نہایت غمگین اور پریشان ہوکر بیدار ہوئے، اور فوری طور پر مدینہ کا سفر شروع کردیا۔ پھر مدینہ پہونچکر حضورؐ کی قبر اطہر پر پہونچکر زار زار رونے لگے۔ پھر حضرت حسنؓ و حسینؓ کے پاس تشریف لائے اور ان دونوں کو بوسہ دینے لگے۔ اور اپنے سینے سے چپٹانے لگے، تو حضرت حسنؓ و حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے درخواست کی، آپ صبح سویرے اذان دیجئے۔ تو ان دونوں کی گذارش پر حضرت بلالؓ نے مسجد نبوی کی چھت پر چڑھ کر اذان دینا شروع فرمایا۔ جب انہوں نے ابتدائی اذان میں لفظ اللہ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر اپنی زبان سے نکالا، اور ان کی آواز مدینہ کے ہر طرف پہونچی، تو مدینہ کے لوگوں میں عجیب وغریب حرکت واضطراب پیدا ہوگیا۔[1] اور جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا تو حرکت واضطراب میں اور اضافہ ہوگیا۔ اور پھر جب انہوں نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اپنی زبان سے نکالا تو مدینہ میں ایک عجیب وغریب شور پیدا ہوگیا۔ اور عورتیں اپنی چادروں سے باہر نکل پڑیں، لوگوں میں ہوش وحواس باقی نہ رہے، لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا۔ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے مردوں اور عورتوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔[2] حضرت بلالؓ نے اپنی اذان کی آوازوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بھولی ہوئی ساری باتوں کو یاد دلادیا۔ اس دن کی یہ اضطرابی اور بے چینی جو حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان پیدا ہوئی تھی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ صحابہ کے دلوں کے اندر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ کیا تعلق اور کیا محبت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کی اذان کی آواز میں جو کشش اور روحانیت پیدا کر رکھی تھی وہ کسی اور کی آواز میں نہیں تھی۔

؎ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

---

[1] اسد الغابہ ۱/۲۴۴۔ الاستیعاب ۱/۲۶۰۔

[2] اسد الغابہ ۱/۲۴۴۔

تیسرا واقعہ حضرت زاہر بن حزامؓ کا ہے

شمائل ترمذی کے اندر ایک صحابی حضرت زاہر بن حزام اشجعیؓ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے۔ حضورؐ کے پاس دیہاتی تحفہ لایا کرتے تھے، سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا حضورؐ کے لئے تحفہ میں لایا کرتے تھے، آپ ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اور یہ صورت و شکل کے اعتبار سے نہایت بدصورت تھے۔ لیکن ان کی سیرت اور کمالِ ایمان اعلیٰ درجہ کا تھا، جب یہ حضورؐ کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپؐ بھی ان کو کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرما رہے تھے حضورؐ نے چپکے سے ان کے پیچھے کی طرف سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کر کے دبالیا، اب ان کو تو نظر نہیں آیا، اور معلوم بھی نہیں ہے کہ کون ہے، ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے۔ زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے مجھے چھوڑ دو۔ تو کنکھیوں سے حضورؐ کو دیکھ کر پہچان لیا جب حضورؐ کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضورؐ کے سینہ سے چپکا دیا کہ محبوبِ حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر و برکت ہے۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہنے لگے کون خریدے گا، تو حضرت زاہرؓ نے فرمایا یا رسُول اللہ اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا۔ اس لئے کہ مجھ جیسے بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا، تو اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں [1]

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دلوں پر ہے۔ جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے اس نے حُبِّ خدا اور حُبِّ رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ بہت کالے تھے مگر حضرات

---

[1] شمائل ترمذی صـ۱۶

صحابہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہؓ کی محبت سب سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم اس سے محبت کرو۔ کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ ؎

اللہ و رسول سے سچی محبت اسی کو ہے جو سنت کا عامل ہو

اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ ہر مسلمان کرتا ہے۔ لیکن ایک بات یہ ہے کہ کسی بھی دعویٰ کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دعویٰ بغیر دلیل کے جھوٹا ہو جاتا ہے۔ دعویٰ تو انسان کسی بھی چیز کا کرسکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے باپ کے متعلق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے اپنے باپ سے بے انتہا محبت ہے، اور اس کا باپ کمزور اور معذور ہے۔ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ مجھے بہت پیاس لگ رہی ہے، ایک گلاس پانی لاکر پلا دو۔ بیٹا باپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ ابّا جان مجھے آپ سے بے انتہا محبت ہے، مگر پانی لاکر نہیں دوں گا، تو ایسے بیٹے کے بارے میں دنیا کا کوئی انسان اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا کہ اس کو باپ سے محبت ہے۔ کیونکہ اس کی محبت کی دلیل یہ تھی کہ باپ کی مرضی کے مطابق عمل کرتا اور باپ کو خوش کرتا۔

اسی طرح کوئی شخص راستہ میں چلتی ہوئی کچھ عورتوں کو دیکھ لیتا ہے۔ ان میں سے جو اس کو پسند آئی اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے، یہ اس کا دعویٰ ہے، مگر اس کو اس کے بیوی ہونے کی دلیل پیش کرنی ہوگی۔ اگر دلیل نہ پیش کرسکا تو پیٹھ بچا کر آنا مشکل ہو جائے گا۔

اسی طرح ہر مسلمان کا ایک دعویٰ ہے کہ ہمارے اندر اللہ اور رسول کی محبت ہے۔ یہ مسلمانوں کی طرف سے ایک دعویٰ ہے۔ اور اللہ و رسول کی طرف سے ایسے دعویٰ کے لئے دلیل بھی مقرر ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دعویٰ سے پہلے میری سنت کا عامل بننا لازم ہوگا۔ اگر عامل بالسنہ نہیں ہے۔ اور منہاج نبوت کے مطابق اس کی زندگی نہیں ہے تو جھوٹا

؎ ترمذی ۲/۲۲۲ مناقب اسامہ رضؓ

دعویٰ ہے۔ اس کو اللہ اور اللہ کے رسُول سے محبت نہیں ہے۔ حضورؐ نے خود ارشاد فرمایا،

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ [لہ]

جو شخص میری سُنّت سے محبت رکھتا ہے درحقیقت وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت کریگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اور ترمذی کے بعض نسخوں میں۔ مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ، کے الفاظ بھی آئے ہیں، جو میری سنت کو زندہ کرتا ہے وہی مجھ کو راحت پہنچاتا ہے، اور وہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ لہٰذا جو عامل بالسُّنّۃ نہوگا اس کا دعویٰ محبت جھوٹا ہوگا۔

اللہ اور رسُول سے محبت کیلئے تین کام کرنے لازم ہونگے

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ اور رسُول سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، اور وہ اس بات کا خواہاں ہے کہ اللہ اور رسُول بھی اس سے محبت کریں تو اس کو تین کام کرنے لازم ہوں گے۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو حضرات صحابہ ہر طرف سے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اور ہر ایک نے پانی لیکر اپنے اعضاء بدن پر ملنا شروع کر دیا، اور جن کو پانی نہ مل سکا وہ دوسرے بھائیوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملنے لگے، تاکہ حضورؐ کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کریں۔ حضورؐ نے صحابہ کا یہ منظر دیکھا تو صحابہ سے فرمایا کہ تمہیں اس بات پر کس چیز نے اُبھارا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسُول کی محبت نے اُبھارا۔ تو اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسُول سے محبت رکھے یا اللہ اور اللہ کا رسُول اس سے محبت کرے تو اس کو تین کام کرنے لازم ہیں۔

[لہ] مشکوٰۃ ۱/۳۰ — ترمذی ۲/۹۶

۱۔ جب بھی بولو سچ بولا کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔
۲۔ جب تمہارے پاس کسی کا حق یا امانت ہو تو اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرو۔
۳۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَہُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ: فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اُؤْتُمِنَ وَ لْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے مروی ہے کہ ایک دن حضورؐ نے وضو فرمایا تو سارے صحابہ حضورؐ کے وضو کے پانی کو اپنے اعضاء اور بدن پر ملنے لگے تو حضورؐ نے صحابہ سے کہا کہ تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا ہے۔ تو صحابہ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے، تو اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اللہ کا رسولؐ اس سے محبت کریں تو چاہئے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو بلا تاخیر ادا کر دے، اور اپنے ان پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرے جو اس کے آس پاس رہتے ہیں۔

پہلا کام صدق وسچائی

پہلا کام اور پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ جب بھی بات کرو تو سچ بولا کرو۔ جھوٹ تمہاری زبان سے نہ نکلنے پائے۔ اسلئے کہ جو شخص جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوگا۔ اور جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہوگا اس کے دل میں

---

[1] شعب الایمان للبیہقی ۲/۲۰۱ حدیث ۱۵۳۳

خدا کی محبت بھی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہوگا، اسلئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور جھوٹ دونوں ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے۔ اب ہم یہاں ضمنی طور پر سچائی اور جھوٹ کے متعلق تین حدیثیں نقل کر دیتے ہیں۔

حدیث ۱ جھوٹ نفاق کی علامات میں سے ایک علامت ہے

حضورؐ نے جھوٹ کو منافق کی چار علامتوں میں سے ایک علامت بتلایا ہے۔

منافق کی چار علامتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کر بیٹھتا ہے۔ جب کسی سے قرض لیتا ہے تو ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ اور اگر کسی سے ادھار مال لیتا ہے تو اس کو مالِ غنیمت سمجھ بیٹھتا ہے اور ادائیگی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ جب منافق بات کرتا ہے تو بات بات پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ جو آدمی جھوٹ بول سکتا ہے وہ ہر قسم کا برا کام بھی کر سکتا ہے۔ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے برخلاف جو شخص سچ بولنے کا عادی ہوتا ہے وہ گناہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ جب کسی قوم سے عہد و پیمان کرتا ہے تو عہد شکنی اور غداری کرتا ہے۔ اور جو شخص عہد شکنی اور غداری کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے سرین پر ایک جھنڈا گاڑ دیگا، اور اس میں یہ لکھا ہوگا کہ یہ غدار ہے۔ اور سب لوگ اس کا تماشہ دیکھیں گے۔ [1]

۴۔ جب لوگوں سے سخت کلامی یا اختلاف یا لڑائی کی کچھ بات ہوتی ہے تو گالی بکنے لگتا ہے۔ اور بات بات پر زبان سے گالیاں نکالتا ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی یہی علامتیں ہیں، اس لئے بھائیو سچ بولنے کے عادی بن جاؤ۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۳

بظاہر سچ بولنے میں پریشانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اس کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔ منافق کی چاروں علامتوں کی حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ [۱]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں چار عادتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہوجاتا ہے۔ اور جس کے اندر ان چاروں میں سے ایک عادت پائی جائے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر آجاتی ہے اس کے ترک کردینے تک منافقوں جیسا سمجھا جائیگا۔ (۱) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب عہد و پیمان کرے تو عہد شکنی و غداری کرے (۴) جب کسی سے لڑائی کرے تو گالی بکے۔

حدیث ۲۱ اللہ کے یہاں صدق و کذب کا انجام

ترمذی میں روایت ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سچائی کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ سچائی کو لازم پکڑو۔ اسلئے کہ تم سچائی ہی کے ذریعہ جنت میں پہنچ سکتے ہو۔ اور اللہ کا کوئی بندہ سچ بولنے کا عادی ہوجاتا ہے، اور لوگوں میں بھی سچ کی تبلیغ کرتا ہے اور یہی اس کی کوشش رہتی ہے تو ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صدیقین کی فہرست میں اس کا نام درج کردیتا ہے، اور اس کو محبوبیت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف حضورؐ نے اپنے امتیوں کو بہت اہتمام سے تنبیہ فرمائی کہ تم اپنے آپ کی جھوٹ سے حفاظت کرو۔ اس لئے کہ جھوٹ تمہیں فجور اور بدبختی کی دعوت دیتا ہے۔ اور فسق و فجور اور برائی جہنم تک پہنچادیتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ کوئی شخص جھوٹ بولنے کا عادی بن جاتا ہے،

---

[۱] بخاری شریف ۱/۱۰ حدیث ۳۴، ۳۵ - بخاری ۱/۳۳۲ حدیث ۲۳۹۵ - بخاری ۱/۵۱۴ حدیث ۳۰۷۵ — ترمذی ۲/۹۱ -

آخر کار اللہ تعالیٰ اس کا نام کذابوں کی فہرست میں درج کر دیتا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں :۔

۵ عن عَبْدِ اللہ بن مَسْعودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ علیکم بالصِّدْقِ فإنَّ الصِّدْقَ یَھْدِی اِلَی البِرِّ وانّ البِرَّ یَھْدِی اِلی الجنّۃِ ومَا یزال الرَّجلُ یصدق و یتحری الصّدق حتیٰ یکتب عند اللہ صِدّیقًا وایاکم الکذب فإنّ الکذبَ یَھْدِی الی الفجورِ وَانّ الفجورَ یَھْدِی اِلی النّارِ ومَا یزال العبدُ یکذبُ و یتحرّی الکذب حتی یکتب عِنْد اللہ کذّابًا۔ [۱]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم سچائی کو لازم پکڑو، اسلئے کہ سچائی تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاتی ہے اور بھلائی تمہیں جنت میں لیجائیگی۔ اور جب کوئی شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں اس کا نام صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور تم اپنے آپ کو جھوٹ سے حفاظت کرو اسلئے کہ جھوٹ تمہیں فجور اور گناہ کا راستہ دکھاتا ہے، اور گناہ و فجور تمہیں جہنم تک پہنچا دیگا۔ اور کوئی شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور اسکی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں جھوٹوں کی فہرست میں اسکا نام لکھدیا جاتا ہے۔

حدیث ۲ جھوٹ کی بدبو سے فرشتے کا دور بھاگنا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جھوٹ کی وجہ سے ایک بدبو پھیلتی ہے۔ اور اس کی بدبو اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے فرشتے اس سے میلوں دور بھاگتے ہیں۔

۶ عن ابن عُمرؓ عن النّبیّ صَلّی اللہ علیہ وَسَلَّمَ قَالَ اذا کذب العَبْدُ یَتَبَاعَدُ عنہ المَلَکُ میلاً مِنْ نتنِ مَا جَاءَ بِہٖ۔ الحدیث [۲]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اسکے جھوٹ کی بدبو سے میلوں دور بھاگ جاتے ہیں۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۱۸۔ [۲] ترمذی ۲/۱۸ —

اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں اللہ اور رسُول سے محبت ہے تو تمہارے اُوپر لازم ہے کہ تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ تمہاری زبان سے جھوٹ نہ نکلنے پائے۔ اور جب بھی بات کرو تو سچ بولا کرو۔ اور سچائی اللہ اور رسُول کی محبت کی علامت ہے۔ اور جھوٹ اللہ اور رسُول سے بغاوت کی علامت ہے۔

اللہ اور رسُول سے محبت کیلئے دُوسرا کام امانت اور حقوق کی ادائیگی

اللہ اور رسُول سے سچی محبت کیلئے اسی طرح اللہ اور رسُول کے تمہارے ساتھ محبت کیلئے جو تین کام کرنے لازم ہیں ان میں سے دوسرا کام یہ ہے کہ تم امانت دار بن جاؤ۔ جب تمہارے پاس کسی کی امانت رکھی ہوئی ہو۔ یا تم نے کسی سے قرض لے رکھا ہو اور مدت پوری ہونے پر قرضخواہ اپنا قرض وصول کرنے کے لئے آئے، یا تم نے کسی سے اُدھار مال خریدا ہے، یا تم نے کسی مزدور یا ملازم سے کوئی کام کرایا ہے اور اس کی اُجرت تمہارے اُوپر لازم ہوگئی ہے، یا کسی اور طریقے سے تمہارے اُوپر کسی کا حق لازم ہوچکا ہے، تو ان تمام صورتوں میں صاحب حق کی ادائیگی میں تمہاری طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ صاحب امانت، امانت وصول کرنے کے لئے آئے تو بلا کسی تاخیر اور ٹال مٹول کے اس کی امانت اس کو فوراً ادا کردو۔ اسی طرح قرض کی مدت پوری ہوگئی ہے تو اس کو قرض وصول کرنے کے لئے تمہارے پاس آنا بھی نہ پڑے، بلکہ خود جا کر اس کا قرض اس کو ادا کردو۔ اسی طرح تم نے جو اُدھار مال خریدا ہے اس کی مدت متعین ہو یا نہ ہو، صاحب حق کو تقاضہ بھی نہ کرنا پڑے، بلا کسی ٹال مٹول کے اس کا حق اسے فوری ادا کردو۔ اسی طرح مزدوروں اور مُلازموں کی اُجرت کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً ادا کردو۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تمہارے اندر اللہ اور رسُول کی محبت ہے، اور تمہارے اندر خدا کا خوف ہے۔

اور جو شخص امانت کی ادائیگی میں اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور تاخیر کرتا ہے اس کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہوتا ہے ورنہ اس کی ہمت نہیں کرسکتا ہے۔

جب بھی ٹال مٹول اور تاخیر کریگا تو خوفِ خدا اُسے مجبور کریگا کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ میرے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے۔ کہ میرے ذریعہ سے میرے رسُول کی سنت مٹتی جارہی ہے۔ تو ایسی صورت میں فوراً صاحبِ حق کا حق ادا کردیگا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے دل میں اللہ اور رسُول کی محبت نہیں ہے، اور اللہ اور رسول بھی ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے۔

سمندر پار ہوکر ہزار دینار کی ادائیگی

یہاں امانت کی ادائیگی اور دیانت داری سے متعلق ایک عبرتناک واقعہ پیش کردینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ بخاری شریف کے اندر اس واقعہ کو سات مقامات میں ذکر کیا گیا ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کے سامنے، بنی اسرائیل کے ایک شخص کے اس واقعہ کو بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہزار دینار کا ضرورت مند تھا وہ سمندر پار کر کے دوسرے علاقہ میں کسی صاحبِ حیثیت آدمی کے پاس پہونچا اس سے جاکر ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ تو صاحبِ مال نے کہا کہ میں آپ کو پیسہ دے سکتا ہوں لیکن گواہ کون ہے۔ آپ گواہ لائیے۔ تو اس شخص نے کہا کفیٰ باللہِ شہیداً میرے اور آپ کے درمیان میں اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ تو صاحبِ مال نے کہا کہ بھائی پھر کفیل اور ذمہ دار لاؤ، تاکہ اگر آپ نے ادا نہیں کیا تو میں آپ کے کفیل سے وصول کرلوں گا۔ تو اس شخص نے کہا کہ کفیٰ باللہِ کفیلاً۔ میرے اور آپ کے درمیان اللہ ہی کفیل ہے۔ تو صاحبِ مال نے کہا یہ بات تو تو سچ کہہ رہا ہے۔ لہٰذا ایک مدت متعین کرکے ایک ہزار دینار اس کے حوالہ کردیئے، کہ جب مدت پوری ہوجائیگی تو آپ ہمارا قرضہ ادا کردیں گے، تو اس شخص نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تو یہ شخص ہزار دینار قرض لیکر سمندر پار کر کے اپنے گھر پہنچ گیا، اور اس سے اپنی ضرورتیں پوری کرلیں۔ اور جب قرض کی مدت پوری ہوگئی تو وہ شخص قرض ادا کرنے کے لئے ایکہزار دینار لیکر قرض خواہ کے یہاں پہنچنے کے لئے روانہ ہوگیا اور سمندر کے پاس پہنچکر کشتیاں تلاش کرنے لگا تو کوئی بھی کشتی

نہیں ملی۔ اسے سخت خدشہ محسوس ہونے لگا۔ کہ خدانخواستہ قرض ادا کرنے سے پہلے پہلے مدّت پوری نہ ہوجائے۔ سمندر کے کنارے پر مارا مارا پھرنے لگا۔ کسی طرح کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر کار مجبور ہوکر ایک لکڑی میں سوراخ کیا، اور اس سوراخ کے اندر ایک ہزار دینار اور ایک پرچی رکھی۔ اور پرچی کے اندر اس نے یہ لکھدیا کہ اے سمندر میرا قرضہ ادا کرنے میں تو ہی حائل ہورہا ہے۔ لہٰذا میں اپنا قرضہ تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اب تو ہی ذمّہ دار ہے۔ چنانچہ لکڑی کے سوراخ میں یہ پرچی اور ہزار دینار رکھ کر سوراخ بند کردیئے۔ اس کے بعد اس لکڑی کو اس سمندر میں یہ کہکر بہادیا کہ لے اب تو ہی ذمّہ دار ہے۔ اور اللہ سے دُعا کی کہ اے اللہ میرے قرضہ کے ادا کرنے میں یہی سمندر حائل ہے۔ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تو ہی گواہ ہے اور تو ہی کفیل ہے۔۔۔ اور دوسری طرف قرض خواہ جب قرض کی مدّت پوری ہونے لگی تو وہ قرضدار کے پاس پہنچنے کے لئے سمندر کے کنارے پر پہنچا تو اسے بھی کوئی سواری نہیں ملی، اتفاق سے اسکے سامنے سمندر میں سے ایک لکڑی بہتی ہوئی آئی، اور وہ لکڑی سمندر کے بالکل کنارے پر آگئی، اور اس نے اس ارادہ سے اس لکڑی کو اٹھا لیا کہ گھر میں عورتیں کھانا پکانے میں ایندھن کے کام میں لیں گی، تو اس شخص نے جب لکڑی کو گھر لیجاکر چیرا تو اس کو ہزار دینار اور وہ پرچی ملی، تو اب اس قرضخواہ کے اُوپر جو کچھ عبرت ہونی تھی ہوئی، اور قرضدار نے بعد میں پھر اپنے طور پر ایک ہزار دینار کا مزید انتظام کرکے قرض خواہ کے پاس آکر پیش کیا اور کہا کہ لو اپنا قرض۔ تو اس قرضخواہ نے کہا کہ آپکا قرض مجھے وصُول ہوچکا ہے اور آپ کی پرچی بھی مل گئی تو دونوں شخصوں کو اپنے طور پر جو ایمانی پختگی ہونی چاہئے تھی وہ ہوئی۔ جو اللہ کے لئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سمندر اور درختوں کو بھی اس کے تابع کردیتا ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ کے لئے ہوتا ہے اللہ اس کے لئے ہوتا ہے۔ اور اللہ بھی ایسے لوگوں سے حقیقی معنیٰ میں محبّت رکھتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ سے ارشاد فرمایا ہے۔

اس حدیث شریف کے الفاظ بخاری شریف کے اندر کافی طول طویل عبارت میں موجود ہیں ان میں سے بخاری شریف ۱/۳۰۶ حدیث ۲۲۲۶ میں کافی مفصل اور طویل عبارت ہے، لیکن

ہم ایک مختصر سی عبارت بخاری شریف ۱/۲۰۳ کی نقل کرتے ہیں۔

لہ عن ابی ھُرَیرۃؓ عن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم انّ رجلاً من بنی اسرائیل سأل بعض بنی اسرائیل ان یسلفہٗ الف دینار فدفعہا الیہ فخرج فی البحر فلم یجد مرکبًا فاخذ خشبۃً فنقرھا فادخل فیہا الف دینار فرمیٰ بہا فی البحر فخرج الرّجل الذی کان اسلفہ فاذا بالخشبۃ فاخذھا لاھلہٖ حطبًا فذکر الحدیث فلمّا نشرھا وجد المالَ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے سے ایک ہزار دینار قرض مانگا تو اس نے اس کو ایک ہزار دینار دیدیا۔ پھر قرضدار ادائیگی کیلئے روانہ ہوا تو سمندر پار کرنے کے لئے کوئی سواری نہیں ملی تو اس نے ایک لکڑی لیکر سوراخ کیا اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ کر سمندر میں ڈال دیا۔ پھر قرضخواہ سمندر کے دوسری طرف سے آیا تو سمندر کے کنارے اُسے ایک لکڑی ملی۔ اس نے اس لکڑی کو گھر والوں کے ایندھن کے کام کے لئے لے لیا۔ پھر حضورؐ نے پوری مکمل حدیث بیان کی جو صفحہ ۳۰ پر ہے۔ پھر جب اس نے اس لکڑی کو چیرا تو اس میں ایک ہزار دینار کا مال پایا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ یہ غیبی مدد اس لئے ہوئی ہے کہ یہ اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ امانت کی ادائیگی اللہ سے محبت کی علامت ہے۔

اللہ اور رسُول سے محبّت کیلئے تیسرا کام پڑوسیوں کیساتھ ہمدردی ہے

اللہ تبارک تعالیٰ اور جناب رسُول اللہ ؐ کے ساتھ محبّت کے ثبوت کے لئے، اسی طرح اللہ اور رسُول کی تمہارے ساتھ محبت کیلئے جو تیسرا کام لازم ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور رَواداری کا معاملہ کرو۔ اگر تمہارے اندر پڑوسی کی ہمدردی نہیں ہے تو تمہارا اللہ اور

لہ بخاری شریف ۱/۲۰۳ حدیث ۱۳۷۷-۱/۲۷۷ حدیث ۲۰۱۶- ۱/۳۰۶ حدیث ۲۲۳۶ طویل ۱/۳۲۳ حدیث ۲۳۴۲- ۱/۳۲۸ حدیث ۲۳۶۶- ۱/۳۸۱ حدیث ۳۵۳۳- ۲/۹۲۶ حدیث ۴۰۲۰-

رسُول سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اور اگر تمہارے اندر پڑوسیوں کا خیال ہے ان کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا معاملہ ہے تو تمہارا اللہ اور رسُول کے ساتھ محبت کا دعویٰ سچا ہے، اسلئے کہ اسلام کے اندر پڑوسی کے حقوق نہایت اہم ہیں۔ ترمذی شریف کے اندر حضرت عائشہ رضؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین مجھے پڑوسی کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کے بارے میں اس قدر وصیت کرتے رہے، اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے۔ [۱]

پڑوسی کی تین قسمیں

امام ابوحامد محمد بن محمد غزالیؒ نے اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں پڑوسی کی تین قسمیں نقل فرمائی ہیں۔

۱ وہ پڑوسی جس کے لئے تین طریقے سے حقوق ثابت ہیں۔ اور اس میں تین قسم کے تعلقات موجود ہوتے ہیں۔ ۱۔ ذورحم محرم بھی ہے ۲۔ مسلمان بھی ہے ۳۔ پڑوسی بھی ہے۔

۲ وہ پڑوسی جن میں دو قسم کے تعلق ہونے کی وجہ سے دو حقوق اس کے لئے ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۔ مسلمان بھی ہے ۲۔ پڑوسی بھی ہے۔

۳ وہ پڑوسی جس میں ایک حق ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ صرف پڑوسی ہونے کا ہے۔ یعنی غیر مسلم پڑوسی۔ [۲]

پڑوسی کے یہاں کھانا بھیجنا

مسلم شریف کے اندر حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے بطور وصیت کے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا کہ جب کھانے کی ہنڈیا تیار کرو تو اسمیں ذرا شوربا زیادہ کر دیا کرو، تاکہ تم اپنے پڑوسیوں کے پاس بھی کچھ بھیج سکو۔ [۳]

حضرت ابوذر غفاریؓ کو جو وصیت کی ہے وہ پوری امت کے لئے ہے، تنہا ان کیلئے نہیں ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۱۶ [۲] مکاشفۃ القلوب/۲۸۱ [۳] مسلم شریف ۲/۲۹ —

بخاری شریف میں ایک روایت ہے جو بخاری میں چار مقامات میں مذکور ہے۔ حضور اکرمؐ نے اس روایت کے اندر پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کو کمالِ ایمان کی علامت قرار دیا۔ جو شخص پڑوسیوں کے ساتھ غمخواری و ہمدردی کا معاملہ نہیں کرتا ہے وہ مومن کامل نہیں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ۔ اور فرمایا:
حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ہرگز اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ۔ اور فرمایا:
اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور اکرام کا معاملہ کرے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ [1]
اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور مہمانوں کی مہمان داری اور انکے ساتھ عزت و اکرام کا معاملہ کرے۔

جب پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا معاملہ کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے تو یہی اللہ اور رسول سے محبت کی بھی علامت ہوگی۔ جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہیں اس کا اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ سچا ہوگا۔ اور جس شخص کے اندر پڑوسی کی ہمدردی نہیں ہے اس کا اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

یہودی پڑوسی کا حق

ترمذی شریف کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت ہے۔ جب انکے یہاں کوئی بکری وغیرہ ذبح کی جاتی تو وہ پوچھا کرتے تھے کہ ہمارے یہودی پڑوسی کے پاس تحفہ پہنچا ہے یا نہیں۔[2] اس لئے کہ پڑوسی کا حق اللہ تعالیٰ نے بالکل الگ تھلگ رکھا ہے۔ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہر حال میں اس کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے حق ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے ہندوستان کے اندر ہر طرف سے ہندو بھائی ہمارے پڑوسی ہیں، ہم کو ان کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

---

[1] بخاری شریف ۲/۸۸۹، حدیث ۵۷۸۴، ۵۷۸۵ - ۲/۹۰۶ ۲/۷۷۹، حدیث ۴۹۹۱
حدیث ۵۸۹۸ - [2] ترمذی شریف ۲/۱۶ -

پڑوسی کے بچوں کی دلشکنی سے بچنا

حضرت امام ابو حامد غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم کے اندر نقل فرمایا ہے کہ تم اپنے گھر کی عمارت کو اتنی اونچی نہ کرو جس سے پڑوسی کا گھر ڈھک جائے۔ اور اس کے گھر میں ہوا پہنچنے سے رکاوٹ بن جائے۔ البتہ پڑوسی تمہارے گھر کے اونچا کرنے میں راضی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اپنی اونچی اونچی عمارتوں کے ذریعہ غریب پڑوسی کو مت ستایا کرو کہ اس کا گھر بیکار نہ ہو جائے۔ اور اسکے گھر میں دھوپ اور ہوا داخل نہ ہو۔ اور جب تم بازار سے پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو پڑوسی کے یہاں بھی اسمیں سے بھیج دو۔ ورنہ اس کو اپنے گھر میں خفیہ طور پر داخل کر لو، اور تمہارے بچے پھل لیکر باہر نہ نکلیں کہ اس سے پڑوسی کے بچے کبیدہ خاطر ہوں۔ اور اپنی پکی ہوئی ہانڈی سے اور اپنے پکوان کی خوشبو سے پڑوسی کو مت ستاؤ۔ ہاں البتہ اگر پڑوسی کے یہاں بھی اس میں سے کچھ بھیجنے کا ارادہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔

ولا تستطل علیه بالبناء فتحجب عنه الریح الا باذنه ولا تؤذه واذا اشتریت فاكهة فاهد له فان لم تفعل فادخل سرا ولا يخرج بها ولدك ليغيظ بها ولده ولا تؤذه بقتار قدرك الا ان تغرف له فيها۔ [1]

تم اپنی کسی عمارت کو اتنا اونچا نہ کرو جس سے پڑوسی کے گھر کی دھوپ رک جائے۔ ہاں البتہ اسکی اجازت اور مرضی سے کوئی حرج نہیں۔ اور نہ ہی پڑوسی کو اپنی اونچی عمارت سے ایذا پہنچاؤ۔ اور جب تم پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو پڑوسی کو بھی تحفہ میں دیدو۔ اور اگر نہیں دینا ہے تو چھپا کر گھر لیجاؤ۔ اور تمہارے بچے ہاتھ میں پھل لیکر باہر نہ نکلیں اس سے پڑوسی کے بچوں کو کبیدگی ہوگی۔ اور اپنی ہانڈیوں کی خوشبو سے پڑوسی کو ایذا مت پہنچاؤ، ہاں البتہ اگر اسکے یہاں بھی کچھ بھیجنا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے، اور ان لوگوں کے اعمال اللہ کو بہت زیادہ پسند ہیں۔

---

[1] احیاء العلوم ۱۱۹/۲ ۔

۱ وہ لوگ جو راتوں کو اُٹھ کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور تہجد اور نوافل کے اندر قرآن کریم کو اپنا مشغلہ بنالیا ہے، تو قرآن کریم میں بھی ایسے لوگوں کی تعریف آئی ہے۔ سورۂ فرقان آیت ۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ ؎۱

وہ لوگ جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے سجدہ اور قیام کی حالت میں راتوں کو زندہ رکھتے ہیں، یعنی تہجد کی حالت میں شب بیداری کرتے ہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ سجدہ آیت ۱۶ میں ارشاد فرمایا ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ ؎۲

اللہ کے وہ بندے جو اپنی کروٹوں کو خوابگاہ سے دُور رکھتے ہیں اور اپنے رب کو خوف ورجاء کی حالت میں پکارتے رہتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی دولت میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں

۲ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں، اور ان کے اعمال سے خوش ہوتے ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو خفیہ طور پر صدقہ کرتے ہیں، اور کسی قسم کی ریاکاری اور دُنیا کی شہرت نہیں چاہتے ہیں۔

۳ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو میدانِ جنگ میں اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے سینہ سپر ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر ان کے تمام ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگنے لگے، تو یہ بجائے بھاگنے کے دشمنوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اور یہ تینوں عمل عام طور پر انسانوں کے لئے مشکل پڑتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

حدیث شریف یہ ہے:

؎۱ سورۂ فرقان۔ آیت ۶۴ ؎۲ الم سجدہ۔ آیت ۱۶

۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ یَرْفَعُهٗ قَالَ: ثَلَاثَةٌ یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِیَمِینِهٖ یُخْفِیْهَا قال اراہ من شمالہٖ وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ۔ الحدیث لہ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ ۱ؔ وہ لوگ جو راتوں میں اُٹھ کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں ۲ؔ وہ لوگ جو ایسے خفیہ صدقہ کرتے ہیں کہ داہنے ہاتھ سے کیا دیا بائیں ہاتھ کو خبر نہیں یعنی متعلقین کو خبر نہیں۔ ۳ؔ وہ لوگ جو میدانِ جنگ میں جبکہ سب لوگ شکست خوردہ ہو کر راہِ فرار اختیار کریں تو یہ دشمنوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

محبت میں تیرے مٹا دے خدایا
تیرے در سے مجھ کو لگا دے خدایا

سچے عاشق اور محب کی خصوصیات

سچے عاشق اور محب کے اندر دس خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱ؔ قلیل الاختلاط ــــ (لوگوں سے میل جول کم ہونا)

۲ؔ کثرۃ الخلوۃ ــــ (کثرت کے ساتھ خلوت میں رہنا)

۳ؔ دائم الفکر ــــ (ہر وقت خدا کے فکر میں رہنا)

۴ؔ ظاہر الصمت ــــ (ظاہری عادت کا اچھا ہونا)

۵ؔ لا یبصر اذا نظر ــــ (اس کو خدا کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے)

۶ؔ لا یسمع اذا نودی ــــ (جب اس کو پکارا جائے تو سنائی نہ دے) یعنی اسکو خدا اور رسول کے سوا دوسرے کی باتوں پر توجہ نہیں ہوتی۔

۷ؔ لا یفہم اذا کلم ــــ (اسکے شغل و فکر کی وجہ سے جب کوئی بات کرتا ہے تو اس کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔)

۸ؔ لا یحزنُ اذا اُصِیبَ بمصیبۃٍ (جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو رنجیدہ نہیں ہوتا ہے)

لہ ترمذی شریف ۲/۸۴۔

۹۔ اذا اُصیب بجوعٍ فلا یدری (جب بھوک کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کو بھوک کا احساس نہیں ہوتا ہے)

۱۰۔ لا یشعر دیشتم دیخشی (لوگ اس کو گالی دیدیں تو اس کو اس کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی اس سے کوئی ڈر ہوتا ہے اور خلوت میں اللہ سے ڈرتا ہے۔ [1]

تین چیزوں کے ساتھ تین چیزوں کا دعویٰ جھوٹا ہے

جو شخص تین چیزوں کا دعویٰ کرتا ہے، اور تین چیزوں سے پاک نہیں ہے تو اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور وہ مغرور ہے۔

۱۔ اللہ کے ذکر کی حلاوت کا دعویٰ کرے، اور ادھر دُنیا سے محبت کرنے لگے تو اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

۲۔ اپنے عمل میں اخلاص کا دعویٰ کرے اور ادھر یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کریں تو یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔

۳۔ وہ شخص جو اپنے خالق سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اپنے نفس کو نیچے نہیں گراتا۔ بلکہ اس کا دماغ اُونچا رہے۔ یہ بھی دعویٰ جھوٹا ہے۔

یہ تین قسم کے لوگ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ [2]

پانچ چیزوں کو بھول کر پانچ چیزوں سے محبت

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں لوگوں کو ۵ چیزوں سے محبت ہوگی اور ۵ چیزوں کو بھلا دینگے۔

۱۔ دنیا سے محبت کریں گے اور آخرت کو بھلا دیں گے۔

---

[1] مکاشفۃ القلوب /۳۳۔ [2] مکاشفۃ القلوب /۳۴۔

۲۔ مال سے محبت کریں گے اور حساب وکتاب کو بھلا دیں گے۔

۳۔ مخلوق سے محبت کریں گے، خالق کو بھلا دیں گے۔

۴۔ گناہ کی چیزوں سے محبت کریں گے، توبہ کو بھلا دیں گے۔

۵۔ بڑے بڑے محل اور کوٹھیوں سے محبت کریں گے اور قبر کو بھلا دیں گے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہم تمام ہی مسلمانوں کو اپنی اور اپنے حبیب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللّٰہُ اکبر کبیرًا والحمدُ للّٰہِ کثیرًا و سُبحانَ اللّٰہِ بُکرۃً وَّ اصیلًا۔

---

[1] مکاشفۃ القلوب / ۳۴۔

⑤

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

کمالِ ایمان کا مدار حُبِّ رسُولؐ پر ہے

صحیح بخاری اور مسلم میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی مؤمن اُس وقت تک کامل طور پر مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک بیوی بچے، مال و دولت اور دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو جائے۔ جس کے دل میں حضورؐ کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہو گی وہی صحیح معنی میں ایمانِ کامل سے سرفراز ہو سکتا ہے۔ اسکے بغیر نہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَنَسٍؓ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک اس کے دل میں اس کے والد اس کی اولاد اور دُنیا کے تمام لوگوں سے میری محبت زیادہ نہ ہو جائے۔

الحدیث [۱]

حضرت عمرؓ کا ایمان

بخاری شریف کے اندر ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، تو اسی دوران حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان کے علاوہ دُنیا کی ہر چیز

[۱] بخاری شریف ۱/۷ حدیث ۱۴-۱۵ - مسلم شریف ۱/۴۹ -

سے زیادہ آپ کی محبت ہے، تو اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ تم کیا کہتے ہو اگر معاملہ ایسا ہی ہے کہ تمہاری جان تمہیں میری ذات سے زیادہ محبوب ہے تو تم ابھی مومن کامل نہیں ہوسکے، اور حضورؐ نے قسم کھاکر فرمایا کہ تمہارے اُوپر لازم ہے کہ میری ذات تمہارے نزدیک تمہاری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ اسکے بغیر تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جب حضورؐ کا یہ ارشاد حضرت عمرؓ کے کان میں پڑا تو حضرت عمرؓ کی آنکھیں کھل گئیں، اور فوراً اپنے دل ود ماغ پر توجہ دی اور فیصلہ کیا کہ حضورؐ کی ذات کے لئے میری جان ہر وقت قربان ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے پھر حضورؐ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ اب آپؐ کی ذات میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

۲۔ عَنْ عَبْدُ اللہ بن ھشامٍؓ قال کنّا مع النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم وھو اٰخذ بیدِ عمرَ بْن الخطّاب فقال لہ عُمر یا رسول اللہ لانتَ احبُّ اِلیَّ من کل شیءٍ الّا نفسی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا والّذی نفسِی بیدہٖ حتی اکونَ احبَّ الیکَ مِنْ نفسِکَ فقالَ لہٗ عُمرُ فاِنّہٗ الآن واللہ لانت احبّ الیَّ مِن نفسِی فقَالَ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم الآنَ یا عُمَر۔ الحدیث [1]

حضرت عبد اللہ بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ حضورؐ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ یقیناً آپ میرے نزدیک میری جان کے علاوہ باقی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تو اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! ابھی تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوا اور حضورؐ نے قسم کھاکر فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تمہارا ایمان جب ہی مکمل ہوسکتا ہے جب میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب بن جاؤں تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اب اللہ کی قسم آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۲/۹۸۱ حدیث ۶۳۷۸ ۔ فتح الباری ۶۶۳۲ ۔

محبت کی تین قسمیں

محبت کی تین قسمیں ہیں۔ حبِ طبعی ۔ حبِ عقلی ۔ حبِ ایمانی

حبِ طبعی حبِ طبعی کا مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے طبیعت کسی سے فطری محبت ہو جائے۔ جیسا ماں باپ کو اولاد کے ساتھ غیر اختیاری فطری محبت ہوتی ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماں باپ، اولاد اور دُنیا و مافیہا سے بھی زیادہ محبت تھی۔ اس طرح ہر مؤمن پر اپنے ایمان کو کامل کرنے کے لئے لازم ہے کہ اپنے خاندان، بیوی بچے، ماں باپ سے زیادہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت ہو۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہو چکا ہے۔

حبِ عقلی اس کا مطلب یہ ہے کہ طبعی طور پر ناگوار اور گراں گذرے، مگر اسکے منافع اور انجام کی بھلائی کے پیشِ نظر محبوب اور اس کی مرضیات کو ہر شئی پر ترجیح دیجائے۔ جیسا کہ مریض دوا سے نفرت کرتا ہے، آپریشن سے بھاگتا ہے اور بدن کی کاٹ چھانٹ سے سخت گھبراتا ہے۔ مگر بتقاضائے عقل دوا کے استعمال سے آپریشن کے ذریعہ سے بالآخر صحت یابی اور انجام کی بھلائی ہے، اسلئے ناگوارِ خاطر ہونے کے باوجود اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح محبوبِ خدا کی مرضیات اور اسکے احکام پر چلنا نفس گوارا نہیں کرتا، مگر اس پر چلنے سے بتقاضائے عقل آخرت کی اعلیٰ کامیابی ہے۔ اسلئے سرورِ کائنات کی سُنت اور احکام کی محبت ایک مؤمن کے دل میں ہر شئی پر غالب ہوتی ہے، اور ہونی چاہیئے۔

حبِ ایمانی حبِ ایمانی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایمانی جذبہ ایک مؤمن کو اپنے محبوبِ حقیقی کی تعظیم اور اس کی پیروی پر اس طرح مجبور کر دیتا ہے کہ اس میں اس کو اپنی ذات کے لئے نفع یا نقصان کی کوئی پرواہ نہیں رہتی، بس اپنے محبوب کی مرضیات پر ہر وقت جان و مال سے قربان رہتا ہے۔ اور محبوب کی مرضی کے مقابلہ میں ماں باپ، بیوی بچے،

جان و مال سب کچھ قربان کر دینا آسان ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی ہجرت کا حکم فرمایا تو صحابہ کرامؓ سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ اور جب مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم فرمایا تو سب کچھ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر لی۔ جب غزوہ بدر میں تین سو تیرہ خالی ہاتھ صحابہ کو ایک ہزار مسلح لشکر کے مقابلہ کا حکم فرمایا تو جذبہ ایمانی سے سینہ سپر ہو کر اپنے آپ کو مقابلہ کے لئے پیش کر دیا۔ اسی طرح جب غزوہ اُحد میں سات سو خالی ہاتھ صحابہ کو تین ہزار مسلح لشکر جرّار کے سامنے، اور غزوہ احزاب میں مختصر سی جماعت کو دس ہزار مسلح لشکر جرار کے مقابلہ کا حکم فرمایا، تو ایمان والوں نے جذبہ ایمانی کے ساتھ میدانِ کارزار میں فاقہ کشی اور سخت ترین سردی کی حالت میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جبکہ ان میں کمزور ایمان والے اور منافقین کو قضائے حاجت کے لئے بھی خیموں سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہنے لگے کہ ہم کو واپسی کی اجازت دیدیجئے۔ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ اور ہمارے بیوی بچے غیر محفوظ ہیں۔ اسی کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۔ [۱]

اور تم اس وقت کو یاد کرو جب منافقین اور کمزور ایمان والے جن کے قلوب میں مرض اور کمزوری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اسکے رسُول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔

(وقولہٗ تعالیٰ) وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا [۲]

اور ان میں سے ایک جماعت آپ سے کہنے لگی کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں، حالانکہ کھلے ہوئے نہیں تھے بلکہ وہ لوگ صرف راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔

حبِّ ایمانی کے چند واقعات

حضرات صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے جو حبِّ ایمانی کی دولت عطا فرمائی ہے وہ دُنیا کے کسی انسان کو عطا،

---

[۱] سورۂ احزاب۔ آیت ۱۲۔ [۲] سورۂ احزاب۔ آیت ۱۳۔

نہیں ہوئی۔ حضرات صحابہ کرام نے جذبۂ ایمانی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سامنے ہر طرح سے قربانی دی ہے۔ سامعین اور ناظرین کے سامنے صحابہ کی زندگی کے چند واقعات پیش کردینا انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۱ حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے والد ابوسفیان کا واقعہ

واقعہ یہ ہے کہ جحش بن ایاب اسدی کے تین بیٹے حضرت عبداللہ بن جحشؓ، عبیداللہ بن جحش اور عبد بن جحشؓ جو ابو احمد بن جحش سے مشہور تھے[۱]۔ یہ نابینا بھی تھے۔ تین بیٹیاں تھیں، حضرت ام المومنین زینب بنت جحشؓ، ام حبیبہ بنت جحشؓ، حمنہ بنت جحشؓ اور ان سب کی والدہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلبؓ تھیں۔ یہ بھائی بہن سب نے ہجرت حبشہ سے پہلے ہی قبولِ اسلام کا شرف حاصل کرلیا تھا۔ ان میں سے عبیداللہ بن جحش کا نکاح ابوسفیانؓ کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ انہوں نے بھی ہجرتِ حبشہ سے قبل قبولِ اسلام کا شرف حاصل کرلیا تھا۔ اور جب کفار نے طرح طرح کی ایذا رسانی سے تنگ کردیا، تو آپ نے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دیدی تو یہ خاندان بھی بھائی بہن سب ہجرت کرگئے۔ اس میں حضرت ام حبیبہؓ بھی اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ ہجرت کرگئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد عبداللہ بن جحشؓ اپنے بھائی عبد بن جحشؓ وغیرہ کو لیکر واپس ہوگئے۔ اور غزوۂ بدر سے بہت پہلے مدینۃ المنورہ ہجرت کرگئے۔ اور عُبیداللہ بن جحش حبشہ ہی میں نصرانی بن کر وہاں فوت ہوگیا۔[۲]

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ حضرت ام حبیبہؓ اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے نکاح سے الگ ہوگئی ہیں تو آپ نے مدینۃ المنورہ سے پیغامِ نکاح بھیجا تو حضرت نجاشیؓ نے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو دربار میں بلواکر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] اسد الغابہ ۳/۹۰، فتح الباری ۸/۱۱۱۔ عمدۃ القاری مطبع دار الفکر ۱۲/۵۵۱۔
[۲] اسد الغابہ ۲/۹۰۔

میرے پاس ام حبیبہؓ کا پیغام بھیجا ہے۔

ان سب کی موجودگی میں شاہِ حبشہ حضرت نجاشیؒ نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح آنحضورؐ کے ساتھ چار سو دینار[1] اور ابوداؤد شریف[2] اور نسائی شریف[3] کی روایت میں چار ہزار درہم مہر پر کر دیا۔ اور اس کے بعد حضرت نجاشیؒ نے تمام حاضرین کو یہ کہہ کر دعوت کھلائی کہ نکاح کے وقت کھانا کھلانا حضرات انبیاء کی سنت ہے۔ اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی معیت میں مدینۃ المنورہ روانہ فرمادیا۔[4]

جب صلح حدیبیہ کے بعد قریش نے آپؐ کے ساتھ عہد شکنی کی تھی، اور آپؐ کی طرف سے فتح مکہ کی تیاری ہورہی تھی تو ابوسفیان کو سخت خطرہ محسوس ہوا۔ تجدیدِ صلح کے لئے مدینۃ المنورہ آیا۔ اور اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر پہنچا تو اس وقت ان کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیان کے داخل ہوتے ہی حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ نے آپ کا بستر سمیٹ دیا۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان نے پوچھا بیٹی تم نے میرے آنے کے بعد بجائے بستر صاف کر کے اچھی طرح بچھا دینے کے سمیٹ کیسے لیا۔ تو جواب دیا کہ یہ سرکارِ دو عالم رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک بستر ہے، آپ مشرک اور ناپاک ہیں، اسلئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپؐ کے پاک بستر پر آپ جیسے ناپاک کو بیٹھنے دوں۔[5] یہ حبِ ایمانی ہے جو باپ کی محبت طبعی اور تعلق پر ہر چند غالب ہے۔

۲۱ حضرت علیؓ کا ریشمی جوڑے عورتوں میں تقسیم کر دینا

ایک دفعہ مالِ غنیمت میں کچھ ایسے عمدہ جوڑے آئے ہوئے تھے جن میں ریشم بھی ملا ہوا تھا، اور ریشم

---

[1] اسد الغابہ ۶/۳۱۵ ۔ [2] ابوداؤد شریف کتاب النکاح باب الصداق ۱/۲۸۷

[3] نسائی شریف کتاب النکاح۔ باب القسط فی الاصدقہ ۲/۷۲ [4] اسد الغابہ ۶/۳۱۵ ابوداؤد ۱/۲۸۷

[5] الروض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام ۷/۵۶ [6] بخاری ۱/۳۵۶ حدیث ۲۵۰۱

بخاری ۲/۸۰۸ حدیث ۵۱۵۷ بخاری ۲/۸۶۸ حدیث ۵۶۱۱۔

کی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک جوڑا حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھی عنایت فرمایا۔ حضرت علیؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ ریشمی کپڑے مردوں کے لئے ممنوع ہو چکے ہیں۔ اور عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں وہ جوڑا خود پہن کر حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوا، جب حضورؐ نے مجھے اس جوڑے میں دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا، میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کا پہننا حضورؐ کو پسند نہیں ہے۔ فوراً جاکر گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

حبیب کی محبت اور مرضی کے سامنے طبعی خوشی اور آرزو سب کچھ قربان کر دیا ہے۔[1]

اس مضمون کی حدیث بخاری میں تین جگہ مذکور ہے جن کا حوالہ حاشیہ میں دیدیا گیا ہے۔

۳۱ آپؐ کی ناگواری پر عالی شان قبہ والی عمارت توڑنے کا واقعہ

ابو داؤد شریف میں ایک عبرتناک واقعہ موجود ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینۃ المنورہ میں کہیں تشریف لے جارہے تھے، تو دیکھا کہ ایک عمارت بڑی شان وشوکت کیساتھ بنائی گئی ہے، اور اس پر قبہ بھی بنا ہوا ہے۔ جب آپ نے اس کا منظر دیکھا تو صحابہ سے معلوم کیا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ تو بتلایا گیا کہ فلاں کا مکان ہے۔ اس کے بعد جب ان صحابی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام کیا، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دینے سے اعراض فرمایا۔ اور کئی مرتبہ سلام کیا، حضورؐ نے ہر مرتبہ اعراض فرمایا، تو ان صحابی نے دوسرے صحابہ سے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ حضورؐ ہم سے ناراض ہیں، تو ان کو جواب ملا کہ حضورؐ نے آپ کے گھر کا قبہ دیکھا ہے جب یہ سنا تو سیدھے اپنے گھر آکر پوری عمارت کو منہدم کرکے زمین سے ہموار کر دیا۔ اسکے بعد حضورؐ سے آکر یہ بتلایا بھی نہیں کہ میں نے وہ عمارت توڑ دی ہے۔ بس دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہی عمارت محبوب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور محبوب کی مرضی کے سامنے اس طرح عمارت اور آرزو سب قربان ہیں۔ اسکے بعد پھر حضورؐ کا وہاں سے گذر ہوا تو دیکھا کہ عمارت بالکل ختم ہے تو

[1] بخاری ۲۵۶/۱ حدیث ۲۴۷۱ بخاری ۸۰۸/۲ حدیث ۵۱۵۷ بخاری ۸۶۸/۲ حدیث ۵۶۱۱۔

حضورؐ نے صحابہ سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کی ناراضگی کا ان پر اثر پڑا۔ انہوں نے اس وجہ سے آکر پوری عمارت ختم کردی، اس کے بعد حضورؐ ان صحابی سے بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ دنیا کے اندر ہر عمارت مالک پر وبال ہے، ہاں البتہ سر چھپانے اور ضروریاتِ زندگی کے بقدر گھر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۱]

کتنی بڑی عبرت کی بات ہے کہ محبوب کی مرضی کے سامنے اپنی آرزو اور خوشی اور اپنے بیوی بچوں کی خوشی اور آرام سب کچھ قربان کردیا۔

۷۵ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کا واقعہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بڑے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا ہے۔ یہ بہت اچھے تیر انداز اور بہت بڑے بہادر تھے۔ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ غزوۂ بدر و احد میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول فرماکر ہجرت فرمائی۔[۲]

بعض کتابوں میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اسلام کے بعد انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ غزوۂ بدر میں آپ میرے نشانہ پر آگئے تھے لیکن باپ ہونے کی وجہ سے میں نے آپ کا لحاظ کیا تھا، تو اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تم میرے نشانہ پر آگئے ہوتے تو میں بیٹا ہونے کا لحاظ نہ کرتا، میں تم کو فوراً قتل کردیتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے مقابلہ میں میرے نزدیک میرے ماں باپ اور میری اولاد سب قربان ہیں۔ اور تم حضورؐ کے مقابلہ میں تلوار لیکر آتے ہو۔[۳]

---

[۱] ابوداؤد ۲/۷۱۱ [۲] اسد الغابہ ۲/۳۶۲ البدایہ والنہایہ ۸/۸۸ الاستیعاب ۲/۳۶۸ الروض الانف ۵/۱۴۶ ۔ [۳] مواعظ فقیہ الامت ۹/۶۰ ۔

اسبابِ محبت محبت کے چار اسباب ہیں۔ قرابت۔ جمال، کمال، احسان۔ یہ ایسے اسباب ہیں جن کی بنا پر کسی کو کسی سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اب ان چاروں اسباب کی حقیقت کو واضح کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں محبت کے چاروں اسباب بدرجۂ اتم و اکمل موجود ہیں۔

سببِ قرابت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق ہمارے ساتھ ہے اتنا ہماری جانوں کا تعلق ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ہر قرابتدار سے قریب تر ہیں — ہمارے ساتھ ہمارے ماں باپ کی جو قرابت کا تعلق اور اسی طرح ہمارے ساتھ ہماری اولاد کی جو قرابت کا تعلق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے ساتھ رشتۂ قرابت اس سے زیادہ قریب تر ہے۔

قرآن کریم کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُہُمْ۔ الایۃ [۱]

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا لگاؤ مومنین کے ساتھ ان کی جان سے بھی زیادہ ہے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔

جب آپ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں تو آپ ہمارے باپ ہیں، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ایسے باپ ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر ہزار بار قربان ہیں۔ اور ہمارے ماں باپ ہمارے لئے دُنیا میں آنے کا سبب ہیں، اور حضورؐ ہمارے لئے ان تمام کمالات اور خوبیوں کے پیدا ہونے کا سبب اور واسطہ ہیں جو انسانوں کے اندر آسکتی ہیں۔ لہٰذا حضورؐ کے اندر ہماری محبت کے لئے سببِ قرابت بھی بدرجۂ اتم و اکمل موجود ہے۔

سببِ جمال محبت کا دوسرا سبب حُسن و جمال ہے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کا حُسن اور جمال دے رکھا ہے تو ہر دیکھنے والے کو اسکے حُسن و جمال کی

---

[۱] سورۂ احزاب۔ آیت ۶

بنا پر اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے اندر تمام نوعِ انسانی میں سب سے زیادہ حسن وجمال پیدا کر رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حسنِ صباحت عطا فرمایا تھا اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ ملاحت عطا فرمایا ہے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ کے حاشیہ میں کنز العمال کی منتخب حدیثیں ہیں۔ اس میں حضرت انسؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ قد وقامت کے اعتبار سے انسانوں میں سب سے خوبصورت تھے۔ آپؐ کا چہرۂ انور تمام انسانوں کے چہرہ سے زیادہ نمایاں طور پر حسین تھا، اور آپؐ کے جسدِ اطہر سے بہترین خوشبو مہکتی تھی۔ [1]

آپؐ کا چہرۂ انور چاند سے زیادہ چمکدار

حضرت جابر بن سمرۃؓ سے شمائل ترمذی اور منتخب کنز العمال میں ایک روایت مروی ہے کہ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں چاندنی رات میں حضور اکرمؐ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھتا تھا، تو یقیناً چودھویں رات کی چاندنی کے مقابلہ میں چہرۂ انور کا حسن اور چمک کہیں زیادہ نظر آرہا تھا کہ چاندنی کی روشنی چہرۂ انور کے حسن کے مقابلہ میں ماند پڑ چکی تھی۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو:۔

۲ عن جابر بن سمرۃؓ قال رأیتُ رسُولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لیلۃٍ اُضحیانٍ وعلیہ حُلّۃ حمراء فجعلتُ انظرُ الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔ [2]	حضرت جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے چودھویں رات کی چاندنی میں حضورؐ کو دیکھا جس وقت آپؐ کے جسدِ اطہر پر ایک سرخ مائل جوڑا تھا، میں کبھی چہرۂ انور کی طرف اور کبھی چاندنی کی طرف دیکھتا تھا تو یقیناً مجھے چہرۂ انور کی چمک چاندنی کی چمک کے مقابلہ میں زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔

---

[1] منتخب کنز العمال علی ھامش مسند احمد بن حنبل - ۲/۹۳ -

[2] شمائل ترمذی شریف ص۲ منتخب کنز العمال علی ھامش مسند احمد بن حنبل ۳/۹۲ -

قرآن کریم میں سورۂ یوسف آیت ۳۱ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ——— مگر بھائیو! ان عورتوں نے اگر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ہوتا تو اپنے دلوں کو چیر لیتیں۔

آپؐ کے نور کی شعاؤں سے سوئی نظر آجانا

حضرت عائشہؓ سے کنز العمال میں ایک روایت مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ بنت رواحہؓ سے عاریت پر ایک سوئی لے رکھی تھی، اس سے میں حضورؐ کا کپڑا سیا کرتی تھی۔ اندھیری رات میں وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ بہت تلاش کی نہیں ملی۔ جب حضور اکرمؐ گھر میں تشریف لائے تو آپؐ کے چہرۂ انور کے نور کی شعاؤں سے سوئی دکھائی دینے لگی۔ میں نے ہنس کر سوئی اٹھالی۔

دیکھئے آپ کے حسن کا کیا عالم ہے کہ حسنِ حسی اور حسنِ مادی دونوں آپؐ میں جمع ہیں۔ کہ آپؐ کا حسن وجمال تمام انسانوں کے حسن سے فائق ہے، اور کسی کو ایسا حسن عطا نہیں ہوا ہے جس کے حسن کے ذریعہ سے تاریک رات میں چمک اور روشنی پیدا ہوجاتی ہو۔ حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشۃ قالت استعرتُ من حفصۃ بنت رواحۃ ابرۃً کنتُ اخیط بہا ثوبَ رسولِ اللہ ﷺ فسقطتْ عنی الابرۃ فطلبتہا فلم اقدر علیہا فدخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجہہٖ فضحکتُ۔ الحدیث [۱]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت رواحہؓ سے ایک سوئی عاریت پر لے رکھی تھی جس سے آپکا کپڑا سلا کرتی تھی۔ وہ سوئی مجھ سے گر گئی تو میں نے اسے خوب تلاش کیا مگر سوئی کے حصول پر کامیاب نہ ہو سکی۔ جب حضورؐ گھر میں تشریف لائے تو آپؐ کے چہرۂ انور کے نور کی شعاؤں سے سوئی چمکنے لگی میں نے ہنس کر اٹھالی۔

---

[۱] منتخب کنز العمال علیٰ ھامش مسند امام احمد بن حنبل ۹۲/۴ ـ

؎ حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

؎ لنا شمسٌ وَلِلْآفاقِ شمسٌ ÷ وشمسِی اَفضَلُ شمسِ السَّمَاءِ

(ہمارا ایک سورج ہے اور دُنیا والوں کا بھی ایک سورج ہے۔ اور ہمارا سورج آسمان کے سورج سے افضل ہے۔)

جب آپؐ کے اندر سببِ جمال بدرجۂ اتم موجود ہے تو اس کی وجہ سے بھی آپؐ سے تمام مؤمنین کو دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبت ہونی چاہئے۔

سببِ کمال کمال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر ایسی خوبیاں موجود ہوں جو انسانوں کو عالمِ دُنیا، عالمِ ملکوت اور عالمِ آخرت تینوں میں مقامِ عالی کے مناروں پر پہنچا دیتی ہیں، اور کمالات کے اندر سب سے اعلیٰ درجہ کا کمال، کمالِ علمی ہے۔

بخاری شریف کے اندر حدیثِ معراج میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امینؑ تشریف لاکر میرے سینے کو چاک کیا۔ اس کے بعد آبِ زمزم سے اندر کی تمام چیزوں کو دھویا، پھر اسکے بعد میرے سینہ کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔ یہ جو کمالِ علمی ہے جس کا ذکر حضورؐ نے خود فرمایا ہے، یہ کسی کو عطا نہیں ہوا ہے۔ بخاری شریف کی لمبی حدیث شریف کا ایک مختصر ٹکڑا ذکر کردیتا ہوں۔

؎ فنزل جبرئیل علیه السلام ففرج صَدرِی ثم غَسَلهٗ بماءِ زَمزَم ثم جاء بطشتٍ من ذهبٍ ممتلئ حکمة وایمانًا فافرغه فی صَدرِی۔	پس حضرت جبرئیل امینؑ آسمان سے تشریف لاکر میرے سینہ کو چیرا، پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو علم و حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا وہ سب میرے سینے میں بھر دیا۔

الحدیث [۱]

جب کسی انسان میں ملاءِ اعلیٰ کی اعلیٰ صفات موجود ہوتی ہیں تو اسکے اندر اعلیٰ درجہ کا کمال پیدا

---

[۱] بخاری شریف ۱/۵۰ حدیث ۳۴۷، ۱/۲۲۱ حدیث ۱۶۰۹، ۱/۴۵۵ حدیث ۳۱۰۳ ۱/۴۷۱ حدیث ۳۲۳۲۔

ہوجاتا ہے۔ اور اس کمال کی وجہ سے دنیا کی ہر مخلوق اس کی طرف جھکتی ہے اور اس کی دل دادہ ہوجاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ صفات بھی کامل طور پر عطاء فرمائی ہیں۔ اس لئے بھی آپؐ سے محبت ہونی چاہیئے۔

آپکے کمال سے شجر وحجر کا آپؐ کی طرف جھک جانا

ترمذی شریف کے اندر ایک لمبی روایت ہے جس کے اندر حضورؐ کا نبوت سے پہلے ملک شام کے سفر کا واقعہ ہے۔ شام کے راستہ میں ایک بحیرا راہب اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرتا تھا۔ جب ابو طالب کا قافلہ جس میں آپ بھی موجود تھے وہاں قریب پہنچنے لگا تو راہب نے دیکھا کہ ہر طرف سے درخت اور پتھر سب سجدے میں پڑ گئے، راہب تورات وانجیل پڑھا ہوا تھا اس لئے اس کو یہ بات معلوم تھی کہ نبی کے علاوہ کسی کو شجر وحجر سجدہ نہیں کرتے۔ چنانچہ مزاج کے خلاف قافلہ میں پہنچا اور تمام لوگوں کے درمیان میں سے حضورؐ کو چھانٹ کر آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں۔ اسکے بعد پورے قافلہ والوں کیلئے کھانا پکوایا، جب سب کو بُلایا گیا تو دیکھا کہ حضورؐ کو جانور چرانے کے لئے بھیجا گیا، جب آپ تشریف لانے لگے تو آپ کے سر مبارک پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا، اور جس درخت کے نیچے قافلہ ٹھہرا ہوا تھا اس کے پورے سایہ کو قافلہ والوں نے گھیر لیا، تو آپ ایک جانب جاکر تشریف فرما ہوگئے تو درخت کی ایک شاخ ازخود مڑکر آپ پر سایہ فگن ہوگئی۔ تو راہب نے کہا: دیکھو بھائی یہ نبوت کی علامت ہے۔ کہ غیر نبی کے لئے اس طرح شاخ مڑکر سایہ نہیں کرتی۔ یہ صرف نبی کی خصوصیت ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث شریف کا مختصر مفہوم ہے۔ [۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ مکرمہ میں حضورؐ کے ساتھ اطراف مکہ میں چل رہا تھا۔ جب چلنے لگے تو ہر طرف سے پہاڑ اور پتھر حضورؐ کے استقبال میں السّلام علیکم یا رسول اللہ کی صدائیں بلند کرنے لگے، اور ہر چہار جانب سے سلام کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۲۰۳۔

یہ حدیث شریف ترمذی شریف میں موجود ہے۔[۱] دیکھئے بے جان پتھروں کو بھی آپؐ کے کمال کی وجہ سے کیا محبت ہے۔؟

استوانۂ حنّانہ

بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ متعدد مقامات پر مذکور ہے کہ حضورؐ ممبر بننے سے پہلے کھجور کے ایک تنہ پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب ممبر تیار ہوگیا اور اس ستون کو چھوڑ کر ممبر پر خطبہ دینے لگے تو اس ستون سے ایسی رونے کی آواز نکلنے لگی جیسا کہ اونٹنی اپنے بچّے کے لئے آواز نکالتی ہے۔
آپ رحمۃ للعالمینؐ نے ممبر سے نیچے اُتر کر کھجور کے تنہ کو اپنے سے چمٹا لیا، اسکے بعد اس کا رونا بند ہوگیا۔ اس وقت مسجد نبوی کے اندر ممبر شریف سے متصل جو ستون ہے اسی جگہ پر یہ ستون تھا اس کا نام استوانۂ حنانہ اور استوانۂ مخلقہ ہے۔ یہ حضورؐ کے اعلیٰ درجہ کے کمال کی وجہ سے ہے۔ اور اس مضمون کی روایت بخاری شریف میں چار مقامات پر موجود ہے۔ اور ترمذی شریف میں دو مقام پر موجود ہے۔ جن کا حوالہ نیچے درج ہے۔[۲]
دیکھئے خشک بے جان درخت کو بھی آپؐ کے کمال کی وجہ سے کیا تعلق ہے۔

آپؐ کی انگلیوں کے پوروں سے پانی کا اُبلنا

حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کا کمال عطا فرمایا تھا، اور کبھی آپ کا کمال معجزہ کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر پانی ختم ہو چکا تھا۔ پندرہ سو (۱۵۰۰) افراد پریشان تھے۔ ایک مٹکے میں پانی لایا گیا۔ اس میں آپؐ نے اپنا دستِ مُبارک رکھا۔ تو آپ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی اُبلنے لگا۔ تو پندرہ سو (۱۵۰۰) آدمیوں نے وضو کیا اور پیا، اور اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا۔ یہ حضورؐ کا کمالِ معجزہ ہے۔ اس مضمون کی روایت بخاری شریف کے اندر متعدد مقامات میں ہے۔ ہم یہاں حاشیہ میں دو مقامات کے حوالے پیش کر دیتے ہیں۔[۳]

---

[۱] ترمذی ۲/۲۰۴ [۲] بخاری شریف ۱/۲۸۱ حدیث ۲۰۲۸ - ۱/۵۰۶ حدیث ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰ - ترمذی شریف ۱/۱۱۳، ۲/۲۰۴ [۳] ۲/۵۹۸ حدیث ۴۰۳۰، ۲/۸۴۲ حدیث ۵۳۴۳ - ترمذی ۲/۲۰۴ -

حضرت جابرؓ کے یہاں دعوت کا واقعہ

غزوۂ خندق کے موقع پر زمانہ بہت سردی کا تھا، اور نہایت غربت وتنگی کا زمانہ چل رہا تھا۔ صحابہ کے کئی کئی روز کے فاقے تھے، تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا شدت سے فاقہ رہنا مجھے برداشت نہ ہوسکا تو میرے گھر میں تھوڑا آٹا اور ایک بکری کا بچہ تھا، بیوی سے کہا کہ تم آٹا گوندھ لو، اور میں نے بکری کا بچہ ذبح کردیا۔ اور پھر میں نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمی کو لے چلیں، تو آپؐ نے پوچھا کہ آٹا اور گوشت کتنا ہے تو میں نے بتلادیا، تو حضورؐ نے فرمایا یہ بہت ہے۔ اور تمام مہاجرین وانصار کے درمیان اعلان کردیا، سب لوگ پہنچ گئے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، جو بظاہر صرف دو تین آدمیوں کا کھانا تھا، لیکن حضورؐ کی برکت سے تمام مہاجرین وانصار نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ اس کے بعد پھر بھی جوں کا توں باقی رہ گیا۔ یہ حضورؐ کا اعلیٰ کمال اور معجزہ ہے۔ جس کی برکت امت نے دیکھ لی ہے۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف کے اندر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ [۱]

روٹی کے چند ٹکڑوں سے اسّی افراد کا پیٹ بھر کر کھانا

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے ایک دفعہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں نہایت ضعف محسوس کیا تو اپنی بیوی حضرت ام سُلیمؓ سے جاکر فرمایا کہ آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ بھوک کی وجہ سے کمزور ہوچکے ہیں، آپ کی آواز بھی صحیح طریقہ سے نہیں نکل رہی ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہو تو دیدو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیمؓ نے ایک کپڑے میں جَو کی روٹی کے کچھ ٹکڑے باندھ کر مجھے دیدیئے۔ اور میں نے اس کو اپنی بغل میں دبا کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ ابوطلحہؓ نے یہ کھانا دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے تمام حاضرین میں اعلان فرمادیا کہ ابوطلحہؓ کے یہاں سب کی دعوت ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے یہ منظر دیکھ کر حضرت ام سلیمؓ سے

---

[۱] بخاری ۲/۵۸۸ حدیث ۳۹۵۴، ۱/۴۳۲ حدیث ۲۹۷۳، ۲/۵۸۸ حدیث ۳۹۵۵۔

فرمایا کہ اب کیا ہوگا کہ آپؐ تو ایک جمِ غفیر کو لیکر تشریف لارہے ہیں، اور ہمارے پاس تو ان کو کھلانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو حضرت ام سُلیم ؓ نے فرمایا کہ کوئی فکر نہیں، اللہ اور اس کا رسُول بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر فرمایا کہ اے ام سُلیم ؓ روٹی کے ان ٹکڑوں کو گھی میں ملاکر لاؤ، چنانچہ لایا گیا۔ آپؐ نے اس پر کچھ پڑھ کر فرمایا کہ دسؔ دسؔ افراد آتے جاؤ، اور کھاتے جاؤ۔ حتیٰ کہ اسیؔ آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال معجزہ ہے۔ جس پر دُنیا کے تمام انسانوں کو محبت پیدا ہوجاتی ہے، اور سب آپؐ کے کمالات کے تابع ہوجاتے ہیں۔ ؎

ایک پیالہ دُودھ سے تمام اصحابِ صُفّہ کا پیٹ بھر کر سیراب ہونا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات اصحابِ صُفّہ کے پاس بیوی بچےؔ، گھر بار کچھ بھی نہیں تھا، اگر کہیں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تحفہ آتا تو اس میں سے کچھ کھانے کو ملتا ورنہ بھوکے رہنا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ میں سخت فاقہ کی حالت میں تھا، کبھی اپنے پیٹ کو زمین سے چپٹا کر سکون حاصل کرتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، اور نماز کے بعد راستہ میں جاکر کھڑا ہوجاتا اور گذرنے والوں سے آیتِ قرآنی معلوم کرتا رہتا، حالانکہ آیت مجھ یاد ہوتی، صرف اسلئے پوچھتا رہتا کہ شاید کوئی اپنے ساتھ لیجاکر کچھ کھلادے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی یکے بعد دیگرے آیت معلوم کرتا رہا مگر کوئی ساتھ میں نہیں لے گئے۔ اور جب آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو مُسکرا کر ساتھ میں لے گئے۔ گھر والوں سے معلوم کیا تو ایک پیالہ دُودھ کہیں سے آیا ہوا میسّر تھا۔ آپؐ نے

؎ بخاری ۱/۵۰۵ حدیث ۳۴۵۳ – ۲/۸۱۰ حدیث ۵۱۷۲ – ۲/۸۱۹ حدیث ۵۲۴۰ ۲/۹۸۹ حدیث ۶۴۳۲ – ترمذی شریف ۲/۲۰۴ –

مجھے حکم فرمایا کہ جاؤ تمام اصحابِ صفہ کو ساتھ میں بُلا کر لاؤ، حالانکہ اصحابِ صفہ کی تعداد ستّر افراد کی تھی۔ [1] اور میں اپنے جی میں کہنے لگا: کہاں صفہ کے ستّر افراد اور کہاں ایک پیالہ دودھ، نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم مجھ ہی کو پلانے کا حکم فرمائیں گے، جس سے میرا نمبر بھی سب کے بعد ہی میں آئیگا۔ بہرحال آپ کا حکم تھا اسلئے طوعاً و کرھاً سب کو بُلا کر لایا اور آپؐ کے حکم سے ایک طرف سے پلانا شروع کردیا، تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر سیرابی حاصل کرلی، پھر آپؐ نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں لیکر تھوڑا سا مسکرا کر میری طرف دیکھا، پھر فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ پیو۔ میں نے ایسا پیٹ بھر کر پیا کہ میرے پیٹ میں کسی قسم کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اسکے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور بسم اللہ پڑھ کر تناول فرمایا، حالانکہ پیالہ اپنی جگہ بھرا ہوا تھا، یہ آپؐ کے کمالِ معجزہ کی برکت تھی۔ [2]

اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں معجزات اور کمالات آپ کی ذاتِ باکمال میں موجود تھے جن کی وجہ سے ہر انسان کے دل میں بے اختیار محبت پیدا ہوجایا کرتی ہے۔ لہٰذا محبت کا سبب کمال بھی آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

سببِ احسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا احسان ہمارے اُوپر ہے۔ اس کی مختصر سی وضاحت پیش کی جاتی ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین اور سامعین کو بے مثال فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے عالم پیدا فرمائے ہیں۔ [1] عالمِ دُنیا جس کو عالمِ ناسُوت اور عالمِ مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور عالمِ دُنیا میں آرام و راحت اور تکلیف کا تعلق اصلاً جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور روح اس کے تابع ہوتی ہے۔

[2] عالمِ برزخ جس کو عالمِ قبر، عالمِ مثال، عالمِ ملکوت بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں عذاب و راحت کا تعلق اصلاً روح کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۹۶۳ حدیث ۶۰۸۷، شعب الایمان ۷/۲۸۳ حدیث ۱۰۳۲۰ [2] ترمذی شریف ۲/۷۴۔

۳. عالمِ آخرت۔ جس کو عالمِ لاہوت بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں عذاب و راحت کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور تینوں قسم کے عالموں میں سے انسان کو گذر کر جانا ہے۔ اور ان تینوں میں ہر ایک میں انسان احسان کا محتاج ہے۔ لہٰذا اب ان تینوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات ہمارے اُوپر کس کس طرح سے اور کیا کیا ہیں۔ سب کی مختصر سی وضاحت الگ الگ سُرخیوں میں ہم پیش کرتے ہیں۔

عالمِ دُنیا میں ہمارے اُوپر آپؐ کا اِحسان

اس دُنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے اُوپر بے پناہ اور بے حساب احسانات ہیں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو ہم بھی نہ ہوتے۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو ہم ایمان کی عظیم ترین دولت سے محروم ہو جاتے، ہمارے ایمان کے لئے آپؐ نے کیسی کیسی مشقتیں اٹھائیں۔
طائف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر خون سے لہولہان ہوگیا، اور اُحد کے میدان میں سرِ مبارک اور چہرۂ انور زخمی ہو کر خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ دندانِ مبارک شہید ہوگیا۔ یہ سب قربانیاں ہمارے لئے دی ہیں۔ اپنی پوری زندگی امت کی فلاح و بہبودی کے واسطے اور ہمارا تعلق صرف خدا واحد معبودِ حقیقی کے ساتھ کرنے کے لئے ہر وقت امتی امتی کا وظیفہ پڑھتے رہے۔

نجاشیؓ کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

ہجرتِ حبشہ کے بعد کفارِ مکہ نے بھاری تحائف دیکر عمرو بن العاص اور عبد اللہ ابن ربیعہ کی قیادت میں شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس ایک وفد اس لئے روانہ کیا کہ تمام مہاجرین حبشہ کو حبشہ سے واپس لاکر تہ تیغ کر دیا جائے یا سب کو مُرتد بنالیا جائے۔
مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ سے اس سلسلہ میں ایک کافی لمبی حدیث شریف موجود ہے۔ اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ قریش کا یہ وفد حبشہ پہنچکر مختلف واسطوں سے نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ یہ لوگ جو یہاں آکر پناہ گزین ہیں یہ ہمارے یہاں کے

نہایت سفیہ اور بیوقوف لوگ ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کا پرانا دین چھوڑ کر آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا، بلکہ ایک تیسرا دین قبول کر بیٹھے ہیں۔ ان کو آپ ہمارے حوالہ کر دیں، اور یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ ان مسلمانوں سے کچھ پوچھے بغیر ہمارے حوالہ کر دیں۔ مگر نجاشی نے مہاجرین کو دربار میں بلوایا، اور حضرت جعفرؓ نے اپنی پُر اثر تقریر میں فرمایا کہ ہم بتوں کو پوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، قرابتوں سے قطع تعلق کرتے تھے، بے حیائیوں میں مبتلا تھے، جھوٹ بولتے تھے۔ خیانت کرتے تھے۔ چوری، ڈکیتی، زنا سب کرتے تھے۔ معصوم بچوں کو زندہ درگور کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا جنہوں نے ہم کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ اور بت پرستی، جھوٹ، چوری، زنا، بیحیائی سب کچھ چھوڑ کر صدق و امانت اور پاکدامنی، عفت، صلہ رحمی وغیرہ ہم کو سکھایا ہے، اسکے بعد سورۃ مریم کا ابتدائی حصّہ پڑھ کر سُنایا تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ قریش کے وفد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم ایسے اچھے لوگوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ ان کو ہمارے ملک میں آزادانہ رہنے کی اجازت ہے۔

یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ احسان ہے جس کی وجہ سے جانوروں جیسی زندگی کو چھوڑ کر انسانیت میں داخل ہو گئے ہیں۔ [1]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ احسانات ہمارے اوپر عالم دنیا میں ہیں۔

عالمِ برزخ میں آپ کا احسان

ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے اسبابِ سفر فراہم کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر جانا ہو تو ساتھ میں سواری کا انتظام کرنا اور بس یا ٹرین یا ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز کا ٹکٹ لینا لازم ہوتا ہے۔ اس کے بغیر سفر کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور اگر ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا ہے تو پاسپورٹ اور ویزا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے بغیر بوڈر اور سرحد میں امیگریشن

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ۱/۲۰۲۔ سیرت مصطفےٰ ۱/۲۵۰۔ البدایہ والنہایہ ۳/۷۵۔

گرفتار کرلیں گے۔ بالکل اسی طرح عالمِ دُنیا سے عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت کے سفر کے لئے بھی ٹکٹ اور توشۂ سفر، اور پاسپورٹ اور ویزا کی ضرورت ہوتی ہے۔

کلمۂ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور ایک خدا کو معبود مان کر اس کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنا ہمارا پاسپورٹ ہے۔ اور محمدٌ رسول اللہ ہمارا ویزا ہے۔ اور عبادات اور اعمالِ صالحہ ہمارا ٹکٹ اور توشۂ سفر ہے۔ لہٰذا جب عالمِ دنیا سے منتقل ہوکر عالمِ برزخ اور قبر میں پہنچیں گے تو سب سے پہلے مؤمنین کے پاس دو فرشتے جن کا نام مبشر اور بشیر ہے آئیں گے۔ اور کافر اور فاسق کے پاس دو فرشتے جن کا نام منکر و نکیر ہے آئیں گے [۱] یہی درحقیقت اللہ کے یہاں کے امیگریشن ہیں ‘‘۔

یہ فرشتے پاسپورٹ کے بارے میں ’’مَنْ رَبُّکَ‘‘ کے الفاظ سے پوچھیں گے، اور ویزا کے بارے میں، مَنْ نَبِیُّکَ اور ’’مَنْ ھٰذَا الرَّجُلُ‘‘ کے الفاظ سے سوال کریں گے۔

تو مؤمنین اور نیک لوگ ’’رَبِّیَ اللّٰہُ‘‘ میرا رب اللہ ہے۔ ’’وَنَبِیِّی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ‘‘ میرا رسول محمدؐ ہے، کے الفاظ سے اپنا پاسپورٹ اور ویزا پیش کریں گے۔ جس کی وجہ سے نجات ملیگی۔ اور کہا جائیگا۔ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ، قیامت تک دُلہن کی طرح آرام و خوشی کی نیند سوتے رہو۔ اور کافر اور فاسق نہ پیش کرسکیں گے۔ اور گرفتار ہوجائیں گے، اور ان کو عذاب کے جیل خانہ میں ڈالدیں گے ـــــ حضورؐ کا ارشاد ہے:

[۲] عن البراء بن عازبؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقعد المؤمن فی قبرہ اتی ثم شھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ	حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو حاضر کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیگا لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی۔

الحدیث [۲]

---

[۱] فتح الباری مطبع دار الریان ۳/ ۲۸۰ مطبع اشرفی دیوبند ۳/ ۲۴۳ حاشیہ بخاری ۱/ ۱۸۴۔
[۲] بخاری شریف ۱/ ۱۸۳ حدیث ۱۳۵۲۔

عن انسِ بْن مَالك انّهٗ حدّثهم انّ رَسُوْل اللهِ صَلّی اللهُ عَلیه وَسَلم قال اِنَّ العَبْدَ اذا وضع فی قبرہٖ۔ وتولی عنه اَصْحابه انهٗ لیسمعُ قرع نعَالھم أتاہ مَلکانِ فیقعد انه فیقولان مَاکنت تقول فی ھٰذا الرَّجُلِ لمحمَّد صلی اللہ علیه وَسَلم فامّا المؤمِنُ فیقول اشھد انهٗ عَبْدُ الله ورسُوله

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے تلامذہ سے بیان فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: بیشک جب بندہ قبر میں رکھدیا جاتا ہے اور اسکے اصحاب کے چلنے ہوئے جوتوں کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں تو دو فرشتے آکر اس کو بیٹھاتے ہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ اس آدمی (محمدؐ) کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے؟ تو مؤمن کہیگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں۔

الحدیث ۱؎

عَالمِ آخرت میں آپؐ کا احسَان

جب عَالم برزخ سے عَالمِ آخرت میں اُٹھائے جائینگے اور میدان محشر میں ہر انسان اپنے اپنے پسینہ میں ہوگا کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، اور کسی کا پسینہ اسکے گھٹنوں تک ہوگا، کسی کا اس کی کمر تک، اور کسی کا اس کے سینہ تک، کسی کا گلے تک، اور کسی کا اس سے زیادہ ہوگا۔ اور اپنے اپنے پسینہ میں خود تیرنے لگے گا۔ ایسے خطرناک حالات میں سَب لوگ حضرت آدمؑ کے پاس جاکر درخواست کریں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں، آپ سفارش فرمائیں کہ حساب وکتاب ہوجائے، اور اس مصیبت سے سَب کو نجات مل جائے۔ حضرت آدمؑ فرمائیں گے: آج اللہ تعالیٰ سخت غیظ وغضب میں ہے، مجھے اپنا خطرہ ہے کہ کہیں مجھ سے شجرہ ممنوعہ سے متعلق سوال نہ کربیٹھے۔ میرے بعد ایک بہت بڑے پیغمبر گذرے ہیں حضرت نوح علیہ السّلام، اُن کو آدمِ ثانی اور نجی اللہ کا لقب ملاہے تم انہیں کے پاس جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس جاکر گذارش کریں گے، وہ جواب دینگے

۱؎ بخاری ۱/۱۸۴ حدیث ۱۳۵۸ —

جب کنعان غرق ہو رہا تھا، میں نے اس کے متعلق اللہ سے سفارش کی تھی کہیں اس بارے میں مجھ سے سوال نہ ہو جائے۔ میرے بعد ایک بہت بڑے پیغمبر آئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام انکو خلیل اللہ کا لقب ملا تھا، تم ان کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاکر درخواست کریں گے، وہ جواب دیں گے کہ آج اللہ تبارک وتعالیٰ بہت غصہ میں ہے کہیں کذبات ثلاثہ کے متعلق سوال نہ ہو جائے کہ میں نے روحانی بیماری میں کفار سے اِنِّی سَقِیْمٌ کہدیا تھا، اور بتوں کو توڑنے کے بعد بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ کہدیا تھا، اور ظالم بادشاہ سے بچنے کے لئے سارہ کو اپنی بہن کہہ دیا تھا۔ یہ سب صریح جھوٹ نہیں تھے، بلکہ تعریض ہی تھی۔ لہٰذا تم موسیٰ ع کے پاس جاؤ، سب حضرت موسیٰ ع کے پاس جاکر عرض گذار ہوں گے، وہ جواب دیں گے کہ میں نے قبطی کو تنبیہ کیلئے مارا تھا، اتفاق سے قبطی اس سے مرگیا تھا، کہیں ایسا نہو کہ اس بارے میں مجھ سے سوال ہو جائے۔ تم عیسیٰ بن مریم ع کے پاس جاؤ، چنانچہ حضرت عیسیٰ ع کے پاس جاکر درخواست کریں گے، وہ جواب دیں گے کہ میری قوم نے مجھے خدا کا بیٹا کہا تھا، کہیں ایسا نہو کہ اس بارے میں مجھ سے سوال ہو جائے لہٰذا تم نبی آخر الزمان رحمۃ للعالمین اکرم الاوّلین والآخرین[1] کے پاس جاؤ، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دنیا ہی میں یہ گارنٹی اور سرٹیفکٹ دیدیا تھا کہ ان سے آج کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوگی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ فتح کی پہلی آیت میں موجود ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ الآیہ

چنانچہ سب لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہی عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ سے سوال نہ کرنے کی گارنٹی لے لی ہے، اسلئے آج آپ کو سفارش کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین اکرم الاوّلین[1] رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ رب العزت کے سامنے سربسجود ہوکر شفاعت فرمائیں گے، آپ کی شفاعت قبول کیجائیگی۔

---

[1] لفظ اکرم الاوّلین والآخرین (مشکوٰۃ ۲/۵۱۴) میں ہے۔

حساب کتاب ہو جائیگا اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے جو گنہگار اپنی بداعمالی کی بنا پر جہنم میں جا چکے ہوں گے ان کو جہنم سے نکالنے کے لئے دوبارہ سفارش اور شفاعت فرمائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کی اجازت ہوگی کہ ہر جنتی اپنے اقرباء اور اعزاء میں سے ایک خاص خاص مقدار نکال کر جنت کے دروازے پر نہر حیات میں ڈال دیں۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تیسری بار شفاعت فرمائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہو جائیگی کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو نکال کر لاؤ جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی، کبھی مال کی زکوٰۃ بھی نہیں دی، کبھی روزہ نہیں رکھا، کوئی عبادت نہیں کی، مگر اللہ کو ایک جانتا تھا، اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا تھا اس کو نکال کر لاؤ۔ یہ سب لوگ کوئلے کی طرح ہوں گے۔ مگر نہر حیات میں غسل کے بعد سب خوبصورت ہو نہار ہوں گے۔ بس صرف پیشانی پر ایک نشان جہنمی کا ہوگا۔ تو اس طرح سے تمام مسلمان جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو سب لوگ میدان محشر میں حیران و پریشان رہتے، اور اگر آپؐ کی شفاعت نہ ہوتی تو سب ہمیشہ جہنم میں رہتے۔ آپؐ کا احسان ہے جس سے جنت نصیب ہوگی۔

بخاری شریف میں اس مضمون کی روایات کافی لمبی لمبی موجود ہیں۔ ان میں سے آخر کا ایک مختصر ٹکڑا یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

۷۔ عن ابی ھُریرۃؓ عَنِ النّبی صَلی اللّٰہ علیہ وَسَلم فیقول عیسٰی انّ ربّی قد غضبَ الیوم غضبًا لم یغضبْ قبلہٗ مثلہٗ ولن یغضبَ بعدہٗ مثلہٗ ولم یذکر ذنبًا نفسِی نفسِی نفسِی اذھبُوا الیٰ غیری اذھبُوا الیٰ محمّدٍ صَلی اللّٰہ علیہ وسَلم	حضرت ابوہریرہؓ نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث شفاعت نقل فرمائی۔ جب اخیر میں لوگ عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ آج میرا رب بہت زیادہ غصہ میں ہے نہ کبھی اس سے قبل ایسے غصہ میں ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ نفسی نفسی نفسی اپنی حفاظت، اپنی حفاظت، اپنی حفاظت۔ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

فیاتون محمّدًا فیقولون یا محمّد	تو سب آپ کے پاس آکر کہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول اور
انت رسول اللّٰہ وخاتم الانبیاء	خاتم الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپکے ماقبل و مابعد سب گناہ
وقد غفر اللّٰہ لک ماتقدم من ذنبک	معاف کردیے ہیں، ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت فرمایئے آپ
وما تأخر اشفع لنا الیٰ ربک الاترٰی	دیکھ رہے ہیں ہم کس مشقت میں ہیں۔
الیٰ ما نحن فیہ فانطلق فاٰتی تحت	تو میں اللہ کے عرش کے نیچے جاکر سجدہ میں پڑجاؤنگا۔ پھر اللہ تعالیٰ
العرش فاقع ساجدًا لربی ثم یفتح	میرے اوپر ایسی حمد وثناء القاء فرمائیگا جو اس سے قبل کسی بندہ پر
اللّٰہ علیّ من محامدہ وحسن الثناء	نہیں کیا تھا۔
علیہ شیئًا لم یفتحہ علیٰ احدٍ قبلی	پھر کہا جائیگا۔ اے محمد اپنا سر اُٹھالو اور مانگو جو مانگو گے
ثم یُقال یا محمّد ارفع راسک	وہی دیاجائیگا جو شفاعت کروگے قبول کی جائیگی۔
سَل تُعطہٗ واشفع تشفع فارفع	تو میں اپنا سر اُٹھا کر کہوں گا، اے میرے رب میری اُمت
راسی فاقول اُمتی یاربّ اُمتی یاربّ	اے میرے رب میری اُمت۔ اے میرے رب میری امت۔
اُمتی یاربّ، فیقال یا محمّد ادخل	تو کہا جائیگا تم اپنی امت میں سے نیک لوگوں کو جن پر حساب
من اُمتک من لاحساب علیہم من الباب	نہیں ہے جنت کے دائیں طرف کے دروازوں سے داخل کرو۔
الایمن من ابواب الجنۃ۔ الحدیث [1]	

خلاصہ اب آپ ہماری اس تقریر پر دوبارہ لوٹ کر غور فرمائیں کہ عالمِ دُنیا میں ہماری انسانیت اور ایمان واعمال کا سارا بدلا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات پر ہے۔ اور اسی طرح عالمِ برزخ اور قبر میں بھی آپ ہی کا احسان ہے، ورنہ وہاں کے امیگریشن گرفتار کرلیں گے۔ اور اسی طرح عالمِ آخرت میں بھی از اوّل تا آخر آپ ہی کے احسانات پر جہنم اور عذابِ الٰہی سے نجات پاکر جنت میں داخل ہونے کا مدار ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۲/۶۸۵ حدیث ۴۵۲۶ - ۲/۱۱۲، ۶۴۳ حدیث ۴۴۹۱ - ۲/۹۷۱ حدیث ۶۳۱۶ - ۲/۱۱۰۲ حدیث ۲/۱۱۰۸ حدیث ۷۱۳۰ - ترمذی شریف ۲/۶۹ -

تو آپ ہی کی ذات باکمال ہر دو عالم وما فیہا سے زیادہ محبوب نہ ہو تو اور کون ہو سکتا ہے؟ اس لیے کوئی مسلمان اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس کے ماں باپ، اس کی اولاد، اس کی دولت، اس کی محبوب سے محبوب تر چیز سے بڑھ کر محبوب نہ ہو۔ اسی لیے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ فرمایا ہے

جس کے دل میں عشقِ محبوبِ خدا حاصل نہیں ÷ لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ÷ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(اے میرے رب رحمت کاملہ اور سلام ہمیشہ ہمیش اپنے حبیب پر نازل فرما جو تمام مخلوق میں بہترین ہیں)

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ÷ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

(پس آپ ہی کی ذات ہے جو فضل و کمالات ظاہری و باطنی میں اعلیٰ درجہ کو پہنچی ہوئی ہے، پھر تمام کائنات میں اپنا حبیب بنا لیا ہے)

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ ÷ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

(آپ کی ذات بابرکت اس سے پاک ہے کہ آپ کے حسن میں کوئی دوسرا شریک ہو۔ پس ہر وہ حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم و غیر مشترک ہے)

اللهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

شبیر احمد قاسمی

۱۱ شعبان ۱۴۲۰ھ

(۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

درود شریف ہر مسلمان پر لازم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ الآیۃ [۱]

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود شریف بھیجو، اور خوب خوب سلام بھیجا کرو۔

محسن اعظم کا تحفہ درود شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام مسلمانوں کیلئے محسن اعظم ہیں آپ کا بے کراں اور بے پناہ احسان ہمارے اوپر دنیا میں بھی ہے اور برزخ میں بھی اور آخرت میں بھی ہے۔ آپ جیسا عظیم ترین محسن کسی بھی مومن کے لئے کوئی بھی نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے تمام مومنین کے لئے آپ کی ذات مقدسہ سے بڑھکر کوئی بھی چیز محبوب نہیں ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست اور محبوب کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ تحفہ تحائف لیکر جاتا ہے، اگر خالی ہاتھ جائیگا تو اپنے حق میں نہایت ندامت اور شرمندگی محسوس کریگا بلکہ اگر خود نہیں جارہا ہے کوئی دوسرا جارہا ہے تو جانیوالے کے ہاتھ تحفہ بھیجا جاتا ہے۔ جب بات ایسی ہے تو جب ہمارے سامنے ہمارے محسن اعظم کا ذکر آئیگا تو کیا ہم پر اپنے محسن اعظم کے لئے تحفہ بھیجنا لازم نہ ہوگا؟ ضرور لازم ہوگا۔ اور ہمارے محسن اعظم کا تحفہ کیا ہے، آپ نے خود ہی بتلادیا ہے کہ میرے لئے یہی تحفہ ہے

---

[۱] سورۃ احزاب، آیت ۵۶

کہ تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تفسیر روح المعانی میں نقل فرمایا ہے کہ ایک مجلس میں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بار بار آتا رہے تو کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا ہر مومن پر لازم اور واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہر مرتبہ پڑھنا راجح قول کے مطابق مستحب ہے۔[1]

درود شریف نہ بھیجنے والے کی بدنصیبی

امام ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ سب ممبر کے قریب ہو جاؤ تو تمام صحابہ قریب ہو گئے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ممبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، اور جب دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور جب تیسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممبر سے نیچے اترآئے تو صحابہ کرام نے آپؐ سے گذارش فرمائی کہ آج آپؐ سے کچھ ایسی باتیں سنیں اور دیکھیں جو اس سے قبل کبھی نہیں سنی گئیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے تھے، جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو رمضان المبارک یوں ہی لاپرواہی سے گنوا دینے والوں کے بارے میں یوں بددعا فرمائی کہ ایسے شخص پر ہلاکت و بربادی و تباہی ہے جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر اس کی مغفرت نہ ہو سکی، اسلئے کہ رمضان کا پہلا عشرہ نزولِ رحمت کا اور دوسرا عشرہ گنہگاروں کی مغفرت کا اور تیسرا عشرہ ایسے لوگوں کو جہنم سے خلاصی کا ہے جن کے بڑے بڑے گناہوں کی وجہ سے اُن کا نام جہنمیوں کی فہرست میں آچکا ہے۔ جب ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں جہنمیوں کو جہنم سے رہا کر دیا جاتا ہے اس کو لاپرواہی میں گزار دیا ہے

---

[1] روح المعانی مطبع دار الفکر ۱۲/۱۱۷ مطبع مصطفائیہ ۲۲/۸۱ —

اور اس کی مغفرت نہیں ہو سکی اس سے بدتر کون ہو سکتا ہے، اسلئے جبرئیل امینؑ نے بد دُعاء فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کہی ہے۔

جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو ایسے لوگوں پر بَد دُعاء فرمائی جن کے سامنے میرا ذکر آیا ہو اور انہوں نے میرے اُوپر درُود پاک کا تحفہ پیش نہ کیا ہو۔ اسلئے محسن اعظم کے لئے تحفہ پیش کرنا باوفاء مسلمان پر لازم ہے۔ جس کا مفصّل تذکرہ احسان کی بحث کے تحت گزر چکا ہے۔ جس نے درُود شریف کا تحفہ پیش نہیں کیا وہ بہت بڑا بے وفاء ہے۔ اسلئے اس پر بَد دُعاء کی گئی۔ اور آپؐ نے اس پر آمین کہی ہے۔

جب میں نے ممبر کی تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو ایسے لوگوں پر جبرئیل امینؑ نے بَد دُعاء کی جنہوں نے بوڑھے کمزور ماں باپ کو پایا اور ماں باپ کی خدمت کر کے ان کو راضی کر کے ان کی نیک دُعاؤں کی برکت سے اپنے آپ کو جنت کا حقدار نہ بنا سکے، اور اس کو ان کی خدمت سے دونوں جہان کی بھلائی نصیب نہ ہو سکی ہو۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تین قسم کے لوگوں کی دُعائیں بے کار نہیں جاتیں۔

۱۔ ماں باپ کی نیک دُعاء یا بَد دُعاء اَولاد کے بارے میں۔

۲۔ روزہ دار کی دُعاء یا مُسافر کی دُعاء حالتِ سفر میں۔

۳۔ مظلوم کی بَد دُعاء ظالِم کے بارے میں (لیسَ بینہٗ وبیْنَ اللہِ حِجَابٌ الحدِیث)

جب بوڑھے ماں باپ کی خدمت اور ان کو راضی کر کے باآسانی جنت حاصِل کر سکتا ہے، مگر پھر بھی اس نے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ماں باپ کے ساتھ وفاداری نہیں کی اس لئے جبرئیلؑ نے بَد دُعائی فرمائی اور آپؐ نے اس پر آمین کہی۔

اور ماں باپ کے حقوق سے متعلق کچھ باتیں بلاء ومصیبت کی پندرہ علامات کے ذیل میں وَجَفَا اَبَاہُ کے تحت نقل کر دی ہیں۔ اس کو دیکھ لیا جائے۔

یہاں اس حدیث شریف کے ذکر کرنے کا مقصد صرف درُود شریف کی اہمیت ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں :۔

۱؎ عن کعب بن عجرۃ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احضروا المنبر فحضرنا فلمّا ارتقی درجۃ قال اٰمین فلمّا ارتقی الدّرجۃ الثانیۃ قال اٰمین فلمّا ارتقی الدّرجۃ الثالثۃ قال اٰمین فلمّا فرغ نزل عن المنبر قال فقلنا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ لقد سمعنا الیوم منک شیئًا لم نکن نسمعہٗ قال انّ جبریل علیہ السّلام عرض لی فقال بَعُدَ من ادرک رمضان فلم یغفر لہٗ فقلتُ اٰمین فلمّا رقیتُ الثانیۃَ قال بَعُدَ مَنْ ذُکرت عندہٗ فلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فقلتُ اٰمین فلمّا رقیتُ الثالثۃ قال بَعُدَ مَنْ ادرک وَالِدَیْہِ الکبر عندہٗ اَوْ اَحَدَھُمَا ثمّ لم یُدْخِلَاہُ الجنّۃ فقلتُ اٰمین الحدیث ۱؎ (صححہ الحاکم)

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سب لوگ ممبر کے قریب ہوجاؤ تو ہم قریب ہوگئے پھر جب آپ ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین، پھر جب دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین، پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممبر سے نیچے اُترے تو ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم نے آپ سے کچھ بات سُنی جو اس سے قبل کبھی نہیں سُنی تھی تو فرمایا کہ جبرئیل امینؑ میرے پاس تشریف لائے تھے تو فرمایا کہ ھلاکت و تباہی ہے اس پر جس نے ماہِ رمضان پالیا پھر اسکی مغفرت نہیں ہوسکی تو میں نے آمین کہا، پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو فرمایا کہ اس شخص پر ہلاکت و تباہی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آیا ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا ہو تو اس پر میں نے آمین کہا۔ پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھا تو فرمایا اس پر ہلاکت و بربادی ہے جس نے اپنے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پایا پھر ان کی خدمت و رضا کے ذریعہ جنت نصیب نہ ہوسکی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ رواداری کرکے اُن کی رضا حاصل کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ

۱؎ شعب الایمان للبیہقی مطبع دار الکتب العلمیہ ۲/ ۲۱۵۔

بیان فرمایا ہے: وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ الآیۃ [1]

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اپنے والدین کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا معاملہ کرو۔

ایک مرتبہ درود شریف سے دس درجات کی بلندی

نسائی شریف میں حضرت انس ابن مالکؓ سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور جنت میں اس کے لئے دس درجات بلند کردیتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فضائلِ درود شریف میں نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوّلاً دس کا وعدہ کیا گیا ہے، اور بعد میں ستر کا وعدہ ہے۔ [2]

نسائی کی روایت ان الفاظ سے مروی ہے:۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ الحدیث [3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے اوپر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائیگا اور اسکی دس خطائیں معاف کریگا اور اسکے دس درجات بلند کریگا۔

آپؐ کی قبر شریف پر درود پہنچانے کیلئے فرشتہ مقرر

امام زکی الدین منذریؒ نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ ۔ [2] فضائل درود شریف صفحہ ۱۱، مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۷۲، الترغیب والترہیب ۲/۳۲۵

[3] نسائی شریف ۱/۱۴۵ ۔ شعب الایمان ۲/۲۱۰ حدیث نمبر ۱۵۵ ۔

میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر ایک فرشتہ صرف اس کام کے لئے مقرر فرما دیا ہے کہ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجیگا اس کو آپؐ کی قبر مبارک تک پہنچا دے۔ اور اس فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جب دنیا سے گذر جاؤنگا تو جب بھی کوئی شخص مجھ پر دور سے اور غائبسے درود شریف بھیجیگا یہ فرشتہ اس شخص کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام بھی آپؐ سے آکر بتلا دیگا کہ فلاں کے بیٹے فلاں نے آپؐ کو درود شریف کا تحفہ پیش کیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ قیامت تک جب بھی کوئی شخص درود شریف پڑھیگا یہی فرشتہ اس کو پہنچایا کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک مرتبہ کے عوض میں دس بار رحمت نازل فرمائیگا۔

ع۳ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن اللہ وکل بقبری ملکا أعطاہ اللہ أسماء الخلائق فلا یصلی علی أحد إلی یوم القیامۃ إلا أبلغنی باسمہ واسم أبیہ ھذا فلان بن فلان قد صلی علیك (وقولہ) إذا مت فلیس أحد یصلی علی صلوۃ إلا قال یا محمد صلی علیك فلان بن فلان قال فیصلی الرب تبارك وتعالیٰ علی ذلك الرجل بکل واحدۃ عشرا۔ الحدیث[۱]

حضرت عمار بن یاسرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے فرشتہ کو میری قبر پر متعین کردیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے نام یاد رکھنے اور سب کی باتیں سننے پر قدرت دے رکھی ہے۔ لہٰذا قیامت تک جو بھی میرے اوپر درود شریف بھیجے گا اس کو وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اسکے باپ دادا کا نام بتلا کر پہنچائے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپؐ کو درود شریف کا تحفہ پیش کیا ہے۔ اور فرمایا کہ جب میں دنیا سے وفات پاجاؤنگا تو جب بھی کوئی درود پڑھیگا اس کو وہ فرشتہ یہ کہہ کر مجھ کو پیش کریگا کہ فلاں بن فلاں نے آپؐ کو درود شریف کا تحفہ پیش کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک درود کے عوض میں دس بار رحمت نازل فرمائیگا۔

---

[۱] الترغیب الترہیب ۲/۳۲۶ ۔

اور امام طبرانیؒ نے اپنی معجم کبیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین میں اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو اسلئے مقرر فرما رکھا ہے تاکہ وہ پوری دُنیا میں گشت لگایا کریں اور امتِ محمدیہ میں سے جو بھی درُود وسلام پڑھے اس کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا کریں۔

۲؎ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ مَلائکۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الارض یُبَلِّغُونِی عن اُمَّتِی السَّلَامَ۔ الحدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو روئے زمین میں گشت لگاتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچایا کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے ان دونوں حدیثوں کو نقل فرماکر اس اشکال کا جواب بھی دیا ہے کہ جو فرشتہ قبر اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے کہ امت کا درُود وسلام آپؐ کی خدمت میں پیش کیا کرے۔ اور فرشتوں کی جو جماعت روئے زمین میں گشت کرتی ہے اس کا اصل کام ذکر کے حلقوں کو تلاش کرنا ہے اور جب ذکر کے حلقوں میں درُود شریف بھی ہوتا ہے تو قبر اطہر پر درُود پہنچانے کے لئے جو فرشتہ متعین ہے وہ فرشتہ اس کو بھی پہنچاتا ہے۔ مگر ملائکہ سیاحین بھی اس درُود کو آپؐ کی خدمت میں پہنچانا اپنے لئے باعثِ عزت وتقرب سمجھتے ہیں اس لئے یہ فرشتے بھی پہونچاتے ہیں۔ ۲؎

قبر اطہر کے پاس کا درُود وسلام آپؐ خود سنتے ہیں

امام ابوبکر بیہقیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس

۱؎ المعجم الکبیر ۱۰/ ۲۲۰، شعب الایمان ۲/ ۲۱۸ حدیث ۱۵۸۲، نسائی شریف ۱/ ۱۴۳۔

۲؎ فضائل درُود شریف صـ ۱۹ ۔

آکر درُود وسلام پیش کرتا ہے اس کو میں خود سُنتا ہوں۔ اور جو شخص دُور سے مجھ پر درُود وسلام بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہونچایا جاتا ہے۔

۵ عن اَبِی ھُرَیرَۃ قال قال رسُولُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِندَ قَبرِی سَمِعتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبلِغتُہٗ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس آکر درُود پڑھتا ہے میں اس کو خود سُنتا ہوں، اور جو شخص دُور سے مجھ پر درُود بھیجتا ہے اُسے مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

درُود شریف سے صدقہ خیرات کا ثواب

ترمذی شریف کی ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخیل اور کنجوس وہی شخص ہے جس کے سامنے آپؐ کا ذکر آجائے اور وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف کا تحفہ نہ بھیجتا ہو۔ البخیلُ مَنْ ذُکِرتُ عندہٗ فلم یُصَلِّ عَلَیَّ [۲]

امام زکی الدین منذری علیہ الرحمہ نے صحیح ابن حبان کے حوالہ سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ جو شخص مال و دولت کے اعتبار سے بہت غریب اور فقیر ہو اور اسکی یہ آرزو اور تمنا ہے کہ اگر دولت ہوتی تو خوب صدقہ خیرات کرتا جسکے ذریعہ سے بآسانی جنت نصیب ہوجاتی۔ نیز مؤمن کا پیٹ خیر و بھلائی سے اس وقت تک نہیں بھرتا جب تک اس کو جنت حاصل نہ ہوجائے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ صدقہ خیرات کی تلافی اور برابری کے لئے اپنی دُعاؤں میں ان الفاظ سے درُود شریف پڑھنا کافی ہوگا۔

۶ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبدِکَ وَرَسُولِکَ وَصَلِّ عَلَی المُؤمِنِینَ وَالمُؤمِنَاتِ وَالمُسلِمِینَ وَالمُسلِمَاتِ۔ [۳]

اے اللہ تیرے بندے اور تیرے رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود و رحمت نازل فرما، اور تمام مؤمنین اور مؤمنات اور تمام مسلمان عورتوں و مردوں پر رحمتِ کاملہ نازل فرما۔

---

[۱] شعب الایمان ۲/۲۱۸ حدیث ۱۵۸۳، مشکوٰۃ شریف ۱/۸۷۔
[۲] ترمذی شریف ۲/۱۹۴ [۳] الترغیب والترہیب ۲/۳۲۸۔

جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت

ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف اور مسند امام احمد بن حنبل اور سنن کبریٰ نسائی میں ایک حدیث شریف منقول ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کی بڑی اہمیت کے ساتھ فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سب سے افضل ترین دن ہے۔ اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور اسی دن قیامت کا صور پھونکا جائیگا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

لہٰذا امت کو توجہ دلاکر فرمایا کہ اس دن درود شریف کی فضیلت بہت زیادہ ہے، غافل نہ رہیں۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ امت جو درود پڑھتی ہے وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو اس پر صحابہ کرام نے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی قبر میں تو آپ کی ہڈیاں بھی گل کر گرائی اور بوسیدہ ہو چکی ہونگی، تو پھر اس کے پاس پیش کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ تو اس پر آپؐ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو اللہ تعالیٰ نے زمین اور مٹی پر حرام کر دیا ہے، وہ اپنی جگہ قیامت تک صحیح سالم رہیں گے۔

عن اوس بن اوس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت ای قد بلیت قال ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

حضرت اوس ابن اوسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل ترین دن یوم جمعہ ہے۔ اسی میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت کا صور پھونکا جائیگا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، اس لئے اس دن بکثرت درود پڑھا کرو، اسلئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچایا جائیگا، تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے جبکہ آپ کی ہڈیاں بھی گل گئی ہوں گی، تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے

الحدیث۔ ۲؎ اجساد کو حرام کر دیا ہے۔

جمعہ کے دن سو درود کی حیرت انگیز برکت

امام ابوبکر بیہقیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت انس بن مالکؓ سے ایک لمبی روایت نقل فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہیکہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجتا ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف پڑھیگا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمادیگا۔ ان میں سے تیس حاجتیں دنیا میں پوری فرمائیگا، اور باقی ستر حاجتیں آخرت میں پوری فرمادیگا۔ اور اس کا درود شریف آپ کی خدمت میں فرشتہ اس طرح لیجاکر پیش کرتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی دوسرے کے پاس تحفہ اور ہدیہ بھیجتا ہے۔ اور بھیجنے والے کا نام اور اسکے باپ دادا اور خاندان کا نام لیکر پیش کرتا ہے۔ ۲؎

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے تو قیامت کے دن اسکے چہرہ پر ایک نور چمکتا ہوا دکھائی دیگا، کہ تمام لوگ حیرت کریں گے کہ اس نے آخر کون سا ایسا عمل کیا ہے جسکی وجہ سے یہ درجہ ملا ہے۔

۳؎ قَالَ عَلِیٌّ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلٰی وَجْھِہٖ مِنَ النُّوْرِ نُوْرٌ یَقُوْلُ النَّاسُ اَیَّ شَیْءٍ کَانَ یَعْمَلُ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص آپؐ پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف بھیجیگا تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اس کے چہرہ پر ایسا نور چمکتا ہوگا کہ تمام لوگ کہیں گے کہ اس نے ایسا کیا عمل کیا ہے جس سے یہ مقام ملا ہے۔

ھٰذا۔ الحدیث۔ ۳؎

۱؎ السنن الکبری للنسائی ۱/۵۱۹۔ مسند امام احمد بن حنبل ۴/۸۔ ابوداؤد شریف ۱/۱۵۰ باب تفریع ابواب الجمعہ۔ ابن ماجہ شریف ص۷۶

۲؎ شعب الایمان ۳/۱۱۱ ۳؎ شعب الایمان ۳/۱۱۲۔

۵ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کی فضیلت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فضائلِ درود شریف میں یہ درود شریف نقل کرکے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے قبل اسّی مرتبہ یہ درود شریف پڑھیگا اسکے اسّی سال کے گناہ معاف ہونگے، اور اس کے لئے اسّی سال کی عبادت کا ثواب لکھدیا جائیگا۔[1] اس حدیث شریف کو علامہ سخاویؒ نے القول البدیع ص۱۸۸ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ص۱۸۹ میں حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔ لہٰذا تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جائیں تو کتنی بڑی فضیلت ہے۔ اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

(نوٹ) یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسّی سال کے گناہ معاف ہونے سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں۔ اور اسّی سال کی عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ اس سے فرض بھی ادا ہوجائیگا۔ بلکہ فرائض کی ذمہ داری اپنی جگہ بدستور قائم ہے۔

جَزَی اللہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ کی بے شمار فضیلت

حضرت امام طبرانی نے معجم کبیر ص۱۶۵ ج۱۱ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ جو شخص یہ درود شریف ایک بار پڑھیگا ستّر فرشتے ایک ہزار دن تک ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔ اس حدیث شریف میں ایک راوی ہانی بن المتوکل کی کمزوری کیوجہ سے ضعف آگیا ہے، لیکن بابِ فضائل میں عمل کی گنجائش ہے۔ خدا کی ذات سے ثواب کی بھی امید ہے جو کہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ جَزَی اللہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ کَاتِبًا اَلْفَ صَبَاحٍ۔ (الحدیث)[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جَزَی اللہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ پڑھیگا فرشتے ایک ہزار یوم تک ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔

---

[1] فضائل درود شریف ص۴۱ القول البدیع ۱۸۸ - ۱۸۹
[2] المعجم الکبیر ۱۱/۱۶۵ حدیث ۱۱۵۰۹۔ الترغیب والترہیب ۲/۳۲۹ فضائل درود شریف ص۴۲

(۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انسانوں نے اللہ سے کیا عہد کیا تھا

وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی ۚۛ شَهِدۡنَا ۚۛ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِیۡنَ ۙ[1]

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد کو نکالا، اور اُن سے ان کی ذات پر اقرار کرایا، اور ان کو خود اپنی ذات پر گواہ ٹھہرا کر فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب نے کہا کیوں نہیں؟ بیشک آپ ہمارے رب ہیں۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن تم لوگوں سے کہنے لگو گے کہ ہم کو تو اس کی خبر نہیں تھی (ہم اس سے بے خبر تھے)۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان عہد و پیمان کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ بتاؤ کیں تمہارا رب ہوں یا نہیں؟ تو تمام بنی آدم نے عہدِ الست میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم سے جو عہد لیا ہے وہ تین قسموں پر ہے۔ عہدِ الست میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اور مخصوص قوم سے ہر ایک کی مختصر انداز سے وضاحت کی جاتی ہے۔

۱۔ عہدِ الست میں کیا عہد لیا؟

عہدِ الست میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے اربوں کھربوں انسانوں سے ایک ساتھ عہد لیا

---

[1] سورۂ اعراف: آیت ۱۷۲

اس کی یہ شکل ہوئی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کرنے کے بعد ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا، دائیں ہاتھ پھیرنے سے مُراد ہمارا آپ کا ہاتھ نہیں، بلکہ اللہ کا ایک خاص تصرف تھا اور اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ جَمالی کا تصرف فرمایا تو قیامت تک آنیوالے جتنے نیک انسان ہیں وہ سب کے سب آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پشت سے چیونٹی کیطرح نکل پڑے پھر دوبارہ ہاتھ پھیرا۔ اور ہاتھ سے ہمارے ہاتھوں کی طرح ہاتھ مراد نہیں بلکہ اللہ کا ایک خاص تصرف ہے اور اسکو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ جَلالی کا تصرف فرمایا تھا تو قیامت تک آنے والے تمام بدعمل انسان نکل پڑے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام ہی بنی آدم سے ایک ساتھ عہد وپیمان لیا تھا کہ بتاؤ کہ میں تمہارا رب ہوں یا نہیں تو تمام نیک وبَد نے ایک آواز کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آپ ہمارے رب ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام انسانوں نے "بلیٰ" کے لفظ کے ساتھ یہ اقرار کیا ہے کہ کیوں نہیں بیشک آپ ہمارے رب ہیں۔

جب تمام انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی ربُوبیت کا اقرار کر لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب سے اس بات کا عہد لیا کہ جب تم سب نے میری ربوبیت کا اقرار کر لیا ہے تو مجھے ہی اپنا رب ماننا ہے اور صرف میری ہی عبادت کرنا ہے میرے ساتھ کسی کو شریک کار نہ بنانا ہے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم یہ کہہ بیٹھو کہ ہم تو اس عہد وپیمان سے غافل تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا غافل نہ رہنا۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۱ عن مسلم بن یسار الجھنی انّ عمر ابن الخطاب سئل عن ھذہ الآیۃ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ	حضرت مسلم بن یسار جہنی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ سے اس آیت سے متعلق سوال کیا گیا کہ جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے

ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ٥ [۱] فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰٓؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰٓؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ۔ الحديث [۲]

ان کی اپنی ذات پر اقرار کرایا (خود انکو اپنی ذات پر گواہ ٹھہرایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں، بیشک آپ ہمارے رب ہیں، ہم اسکا اقرار کرتے ہیں، کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر نہیں رہی! تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپؐ سے اس کے متعلق سُوال کے وقت فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرما کر پھر ان کی پیٹھ پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا تو اس سے قیامت تک آنے والی بہت سَاری اولاد نکل پڑی تو اللہ نے فرمایا: کہ میں نے ان کو جنت کیلئے پیدا کیا ہے اور جنتیوں کا عمل یہ لوگ کرتے رہیں گے۔ پھر ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو اُس سے (قیامت تک آنے والی) بہت سَاری اولاد نکل پڑی تو فرمایا کہ میں نے ان کو جہنم کیلئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہلِ جہنم کا عمل کرتے رہیں گے۔

انبیاء علیہم السَّلام کو کیوں مبعوث فرمایا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ ان ذُرّیات میں سے ایک کی پیشانی کو بہت زیادہ چمکتے ہوئے حضرت آدم علیہ السَّلام نے دیکھا تو پوچھا اے اللہ یہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ یہ تمہارے بیٹے داؤدؑ ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسَّلام نے پوچھا کہ ان کی عمر کتنی ہوگی؟ تو جواب ملا کہ ساٹھ

---

[۱] سورۂ اعراف۔ آیت ۱۷۲ [۲] ترمذی شریف ۲/ ۱۳۸ ابوداؤد شریف ۲/ ۶۴۷، موطا مع الاوجز ۶/ ۱۶۰- مسند امام احمد بن حنبل ۱/ ۴۴-

سال تو فرمایا کہ اے اللہ میری عمر میں سے چالیس سال دیکر سو پوری فرما دیجئے۔ اور جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر میں چالیس سال باقی تھے تو ملک الموت آکر کہنے لگے کہ اب آپ کی وفات کا وقت آگیا ہے میں آپ کی روح لینے کیلئے آیا ہوں۔ تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی میری عمر میں سے چالیس سال باقی ہیں۔ تو ملک الموت نے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں؟ آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو چالیس سال دیدیئے تھے۔ تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا تھا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں میرے چالیس سال باقی ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عہد و پیمان اور اپنا وعدہ بھول گئے اور بھولنے کی وجہ سے اس عہد اور وعدہ کا انکار کر دیا اور یہی نسیان اور بھول کی صفت تمام اولادِ آدم میں منتقل ہو گئی۔

چنانچہ انسانوں میں یہ صفت بہت پائی جاتی ہے کہ پچھلا وعدہ بھول کر انکار کر دیتے ہیں۔ اور جب دنیا کے اندر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد انسان بھول جاتا ہے تو عالمِ ارواح اور عہدِ الست میں جو وعدہ کیا تھا اس کا بھول جانا تو بہت آسان ہے اسی لئے انسان کو بار بار یاد دہانی کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وجہ سے عہدِ الست کے عہد و پیمان اور خدا کی ربوبیت اور اس کی عبادت کا جو وعدہ کیا تھا۔ اس کی یاد دہانی کے لئے تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر بار بار اس عہد و پیمان کی یاد دہانی کراتے رہے اور اللہ کی عبادت کی ترکیب بتلاتے رہے اور جنت کی ترغیب دیتے رہے اور جہنم سے ڈراتے رہے۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۵ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما خلق الله آدم مسح ظهره فسقط من ظهره	حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیر دیا تو انکی پیٹھ سے

كُلَّ نسمةٍ هو خالقها من ذريته الى يوم القيامة وجعل بين عيني كل انسان منهم وبيصًا من نورٍ ثم عرضهم على اٰدم فقال اى ربّ من هٰؤلاء قال هٰؤلاءِ ذريتك فرأى رجلًا منهم فاعجبه وبيص ما بين عينيه فقال اى ربّ من هٰذا قال هٰذا رجلٌ من اٰخرِ الامم من ذريتك يقال له داؤدُ قال ربّ وكم جعلت عمره قال ستين سنةً قال اى ربّ زده من عمري اربعين سنةً فلما انقضى عمر اٰدم جاءهٗ ملك الموت فقال اولم يبق من عمري اربعون سنةً قال اولم تعطها لابنك داؤد قال فجحد اٰدمُ فجحدت ذريته ونسى اٰدمُ فنسيت ذريته وخطئ اٰدمُ فخطئت ذريته۔ الحديث [1]

وہ تمام انسان نکل پڑے جنکو قیامت تک اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے اور انمیں سے ہر ایک کی پیشانی پر ایک نورانی چمک پیدا فرمادی، پھر ان سب کو حضرت آدمؑ کے سامنے پیش فرمایا تو حضرت آدمؑ نے کہا کہ اے اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ سب تمہاری اولاد ہیں۔ تو انمیں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ ان کی پیشانی کی چمک حضرت آدمؑ کو بہت اچھی لگی تو کہا اے اللہ یہ کون ہے؟ تو جواب دیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے آخری امت کا ایک آدمی ہے۔ جن کا نام داؤدؑ ہے تو کہا کہ اے اللہ ان کی عمر کتنی مقرر کی گئی تو جواب دیا کہ ساٹھ سال تو کہا اے میرے رب میری عمر میں سے چالیس سال دیکر ان کی عمر میں اضافہ فرمادیجئے۔ تو جب حضرت آدمؑ کی عمر پوری ہوگئی تو ملک الموت آئے تو فرمایا کیا میری عمر میں ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ تو ملک الموت نے کہا کہ کیا آپ نے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیئے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے انکار کیا تو انکی اولاد نے بھی انکار کیا اور حضرت آدمؑ بھول گئے تو انکی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت آدمؑ سے خطاء ہوگئی تو ان کی اولاد سے بھی خطاء ہونے لگی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی حضرت آدمؑ کے بھول جانے کا ذکر فرمایا ہے: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔[2] (اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک عہد تاکید کردی تھی پھر آدم بھول بیٹھے، اور ہم نے ان میں کچھ عزم وہمت نہیں پائی۔)

---

[1] ترمذی شریف ۲/۱۳۸ - مسند امام احمد بن حنبل ۱/۲۵۱ [2] سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۵۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ارواح اور عہدِ الستُ میں تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السّلام کی پشت سے ہاتھ مار کر نکالا تھا اُسوقت قیامت تک آنے والے اچھے بُرے اربوں کھربوں انسان ایک ہی میدان میں ایک ساتھ اکٹھے ہوچکے تھے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان اپنے اجسام کے ساتھ جمع ہوچکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اجسام کے ساتھ انسان کی روحوں سے عہد لیا تھا جیساکہ ماقبل کی دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور بعض دوسری روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عہدِ الستُ میں جب حضرت آدم علیہ السّلام پر اللہ تعالیٰ نے ہاتھ مارا تھا تو اسوقت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رُوحیں باہر نکل پڑی تھیں اور انہیں ارواح سے اللہ نے عہد وپیمان لیا تھا اور حدیث شریف میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ، کہ عہد الست میں تمام رُوحیں ایک جگہ اکٹھی اور مجتمع ہوچکی تھیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کو اکٹھا پیدا فرمایا تھا پھر اسکے بعد سب رُوحیں الگ ہوکر اپنے اپنے اجسام واجساد میں داخل ہوگئیں [۱] اور اس وقت تمام روحیں ایک ساتھ صف بندی کرکے ایک ترتیب سے جمع نہیں ہوئی تھیں بلکہ کوئی ٹولی ٹولی جمع ہوئی اور کوئی انفرادی طور پر کسی کا منہ کسی کیطرف اور کسی کی پشت کسی کی طرف اور کسی کا مونڈھا کسی کی طرف جیساکہ بڑے مجمع اور ہجوم میں ہوا کرتا ہے تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُسوقت جو لوگ ٹولی ٹولی جمع ہوتے تھے۔ وہ دُنیا کے اندر قبیلہ قبیلہ ہوکر پیدا ہوئے اور دُنیا کے اندر اپنے قبیلہ کے مجمع میں زندگی گذارتے ہیں۔ اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبیلوں کو سونے اور چاندی کے معدن اور کان سے تشبیہ

---

[۱] مستفاد نووی ۲/۳۳۱، عمدۃ القاری دارالفکر ۱۱/۱۹ فتح الباری مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۶/۴۵۵ دار الریان قاہرہ ۶/۴۲۶ ـ

دی ہے۔ اور جو لوگ عَالمِ اَرواح اور عہدِ الستُ میں ٹولی ٹولی جمع نہیں ہوئے وہ لوگ دُنیا کے اندر بڑے قبیلے اور خاندان کے مجمع میں پیدا نہیں ہوتے ہیں بلکہ کہیں باڑے میں ایک آدھ گھر ہے وہاں پیدا ہو جاتے ہیں کہیں جنگلوں میں پیدا ہوتے ہیں کہیں اجنبی علاقے میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی بھی اسی طرح گذرتی ہے۔ اور بہت سے شہر اور آبادی اور لوگوں کے مجمع میں رہنے کے باوجود تنہائی کی زندگی پسند کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے مانوس نہیں ہوتے ہیں۔ تو اس کی وجہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عَالمِ ارواح میں جب تمام روحوں کا اجتماع ہوا تھا تو اسوقت جن لوگوں کی رُوحیں ایک دوسرے کے سَامنے رہیں اور ایک دوسرے سے مَانوس ہوگئی تھیں وہ بوقت مُلاقات نہایت مانوس ہوتے ہیں جیسَا کہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اور عَالمِ ارواح میں جن لوگوں کی روحیں ایک دوسرے کے سَامنے نہیں ہوئیں بلکہ کسی کی پیٹھ دوسرے کے منھ یا پیٹھ کی طرف ہوئی وہ زندگی بھر ایک دوسرے سے مَانوس نہیں ہو سکتے یہ سَب وہاں کا اثر ہے اور بعض لوگوں کا حال ایسا بھی ہے کہ دُنیا میں کبھی ایک دوسرے سے محبّت کا معاملہ کرتے ہیں، اور کبھی عداوت کا معَاملہ کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عَالمِ ارواح میں ان کی روحیں نہ بالکل آمنے سامنے رہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی پیٹھ کے رُخ پر رہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے مونڈھے کے رُخ پر رہی ہیں تو "جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ" کا مطلب یہ ہوا کہ روحیں جمع کر دی گئیں تھیں اور وہیں آپس میں محبتیں ہوئیں اور آپس میں عَداوتیں قائم ہوگئیں جو دُنیا میں آکر ظاہر ہو رہی ہیں. آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی ایشیا کا آدمی ہے اور دُوسرا امریکہ کا اور دونوں میں کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن جب کہیں اتفاق سے ملاقات ہو جَاتی ہے تو آپس میں دیرینہ محبّت معلوم ہوتی ہے بلکہ ایسَا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ اور آپ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایک مَاں کے پیٹ میں دو بچے ایک سَاتھ پیر پھیلاتے ہیں، دونوں حقیقی بھائی ہیں مگر دُنیا کے اندر آپس میں عَداوت اور کشمکش کس قدر ہوتی ہے اس کی انتہا نہیں۔

ایک دوسرے سے ہر وقت لڑنے بھڑنے کیلئے تیار رہتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ عالم ارواح اور عہدِ الستُ کا اثر ہے اسی طرح عہد الستُ میں عورت و مَرد کی روحوں کے درمیان جوڑیاں بھی قائم کر دی گئیں تھیں دُنیا کے اندر جو جس کی بیوی بنتی ہے عالمِ الست میں اس عورت کی رُوح اس مَرد کے پاس ہی کھڑی ہوئی تھی گویا وہاں پر رشتۂ نکاح اور سگائی ہو چکی تھی کہ یہ شوہر ہے اور یہ بیوی بنیں گی۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سَب کو مخاطب کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ، فرمایا تھا اور سَب نے ایک ہی آواز میں بَلیٰ کہہ کر جواب دیا تھا کہ کیوں نہیں بیشک آپ ہمارے رب ہیں۔ نیز تمام انسانوں کی رُوحوں نے عہدِ اَلستُ میں اللہ تعالےٰ کو دیکھ لیا تھا اور اُس کے سَامنے ہو گئے تھے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تمام انسان کی روحیں اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو چکی ہیں اسی وجہ سے دُنیا میں ہر انسان کم و بیش اللہ سے محبّت رکھتے ہیں مُسلمان اور اہلِ ایمان تو ہیں ہی لیکن غیر مسلم اور مشرکین کو بھی دیکھیئے کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ سارے اختیار اُوپر والے کے ہاتھ میں ہیں لیکن بے عقلی اور شیطان کے گھراؤ میں آکر درختوں اور پتھروں کو بھی اسکا درجہ دے دیتے ہیں اور دُنیا کے اندر جو لوگ لامذہب اور دھریئے ہیں اور خدا کا سرے سے انکار کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی رُوحیں عہدِ الستُ اور عالمِ ارواح میں اللہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں تھیں بلکہ ان کی توجّہ دوسری طرف رہی ہے اس وجہ سے انکے دلوں میں خُدا کی محبّت نہیں ہے اور نہ ہی وہ خُدا تعالیٰ کو جانتے ہیں۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۳۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا اِیْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ۔ الحدیث [۱]	حضرت عائشہؓ سے مَروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تمام رُوحیں اکٹھی اور مجتمع پیدا کی گئیں تھیں اور انمیں جو وہاں آپس میں ایک دوسرے سے متعارف ہو گئیں تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے مانوس ہیں۔ اور جو وہاں آپس میں متعارف

[۱] بخاری شریف ۱/۴۶۹ حدیث ۳۲۲۶، مُسلم شریف ۲/۳۳۱۔

نہیں ہوئی تھیں بلکہ ایک دوسرے سے دُور رہیں تھیں تو دنیا میں انکے درمیان اختلاف اور دُوری رہتی ہے۔

۲۔ حضرات انبیاء علیہم السّلام سے عہد

دوسری قسم کا عہد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السّلام سے بھی الگ سے عہد لیا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السّلام سے جو عہد و پیمان لیا ہے وہ اس بارےمیں ہے کہ تمام انبیاءؑ ایک دُوسرے کی تصدیق کریں۔ شروع کے انبیاء بعد میں آنے والوں کی تصدیق کریں اور ان کے بارےمیں پیشن گوئیاں پیش کریں اور اپنے امتی کو اس بات کی وصیت کر جائیں کہ میرے بعد آنے والے نبیوں کی تصدیق کرنی ہے اور ان کی اطاعت کرنی ہے۔ اسی طرح بعد میں آنے والے نبیوں سے یہ عہد و پیمان لیا گیا ہے کہ ان سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں اور ان کی صداقت کا اپنی امت کو واشگاف کریں اور اسی طرح ان کے بعد آنے والے نبیوں کی تصدیق کریں اور ان کی آمد کی بشارت پیش کریں اور اسی طرح جو بالکل بعد میں آنے والے رسُول ہیں اُن سے یہ عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ پچھلے تمام انبیاء کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں اور اُن کی سچائی اور صداقت کا اپنی امت میں چرچا کریں۔ چنانچہ قرآن کریم کے اندر جگہ جگہ اس بات کا ذکر ہے کہ شروع کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعد والوں کی تصدیق اور انکی بشارت کا عہد و پیمان لیا ہے اور خاص طور پر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور انکی بشارت کے چرچا کرنیکا عہد لیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھلے انبیاء علیہم السّلام کی صداقت کو اپنی امت میں عام کرنیکا عہد لیا ہے۔

ان تمام عہد و پیمان کا مقصد صرف وہی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام ایک آواز اور ایک ذہن کے ساتھ نوعِ انسانی کو عہدِ الست میں اللہ کے ساتھ کیا عہد کیا تھا اس کی یاد دہانی کریں کہ انسان نے اللہ سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس کو نہ توڑنے پائیں اور اس کو بھول

جانیکا بہانہ بنا سکیں۔ یہی مقصد تھا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عہد لینے کا۔
ہم اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی دو آیتیں نقل کرتے ہیں ۱؎ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۸۱
اور ۲؎ سورۂ احزاب کی آیت ۷ ملاحظہ فرمایئے۔

۱؎ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۔ الآیۃ [۱]

اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد وپیمان لیا تھا کہ یقیناً جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور علم وحکمت عطا کی ہے پھر تمہارے پاس ایسے رسول تشریف لائے جو تمہارے پاس والی کتاب وشریعت کی تصدیق کرے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ اور اسکی ضرور مدد کرو۔

۲؎ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا [۲]

اور جب ہم نے نبیوں سے انکا عہد وپیمان لیا اور آپؐ سے اور حضرت نوحؑ سے اور حضرت ابراہیمؑ سے اور حضرت موسیٰؑ سے اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے اور ہم نے ان میں سے ہر ایک سے سخت ترین عہد وپیمان لیا تھا۔

۳؎ خاص خاص قوموں سے عہد وپیمان

تیسری قسم کا عہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوموں سے اپنی عبادت اور بندگی کا مخصوص عہد وپیمان لیا ہے لیکن قرآنِ کریم کے اندر بنی اسرائیل سے عہد لینے کا ذکر بار بار آیا ہے کہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۔ الآیۃ [۳]

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

اور کہیں ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا ۔ الآیۃ [۴]

اور ہم نے ان لوگوں سے بھی عہد لیا ہے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں پھر وہ لوگ بھول گئے۔

اور کہیں بنی اسرائیل کے عہد شکنی کا ذکر فرمایا:

---

[۱] سورۂ آل عمران۔ آیت ۸۱ [۲] سورۂ احزاب۔ آیت ۷ [۳] سورۂ بقرہ آیت ۸۳۔
[۴] سورۂ مائدہ۔ آیت ۱۴۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ۔ الآیۃ[۱] تو انکے عہد و پیمان توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی ہے۔

اسطرح کی آیتیں قرآن کریم کے اندر متعدد مقامات میں موجود ہیں اور دوسری اقوام سے مخصوص عہد و پیمان لینے کے بارے میں قرآنِ کریم میں اس قدر صراحت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم بنی اسرائیل جن کو یہود و نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ تمام بنی آدم میں نہایت بدعہد اور غدار ثابت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اُن کی عہد شکنی کا جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کہیں ایسا ہوا کہ ان کے درمیان میں نبی کے موجود ہوتے ہوئے ان سے کسی بات کا عہد لیا گیا اور فوراً ہی عہد شکنی کی اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اسکی اطاعت کا عہد کر لیتے ہیں اور جوں ہی عذاب ٹل جاتا ہے پھر عہد شکنی کر بیٹھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام صرف چند دن کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اور ان کے پیچھے ان کی قوم نے جانوروں کی عبادت شروع کر دی تو ان لوگوں کی اس قدر بدعہدی اور غلط کرتوتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں بھی اُن سے بار بار عہد لیا۔

خُلاصہ ہمارے سامنے تین قسم کے عہد و پیمان کا ذکر آیا ۱۔ عہدِ الست میں تمام بنی آدم سے ایک ساتھ اللہ کی ربوبیت اور اس کی عبادت و اطاعت کا عہد۔

۲۔ حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے ایک دوسرے کی تصدیق کا عہد۔

۳۔ بنی اسرائیل جیسے نہایت برگشتہ اور بدعہد قوم سے دُنیا میں بھی بار بار عہد لینے کا۔ اور ان تمام عہد و پیمان کا مقصد یہی تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کو ایک خُدا مان لے، اور صرف اسی کی عبادت کو جائز سمجھے اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کو جائز نہ سمجھے۔

اللہ یہی چاہتا ہے کہ جیسے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم سب میرے لئے ہو جاؤ۔

---

[۱] سورۂ مائدہ۔ آیت ۱۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ○

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَمۡسِ الۡھِدَایَۃِ وَالۡیَقِیۡنِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ ۔

؎ یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّھِمِ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمّت کی ذمّہ داری اور ثابت قدمی

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک کامل و مکمل شریعت دیکر مبعوث فرمایا تھا۔ آپؐ کی وفات کے بعد اُمّت پر یہ ذمّہ داری عائد ہوچکی ہے کہ نہایت ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ دینِ محمدیؐ پر قائم رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امّت پر کیا ذمّہ داریاں عائد کی ہیں ان کو سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۴ میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ وَمَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡـًٔا وَسَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ ۔ وَمَا کَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ [1]

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسُول ہی تو ہیں، آپؐ سے پہلے بہت سے رسُول گذر چکے ہیں (اسی طرح آپؐ بھی گذر جائیں گے) سو اگر آپکا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہو جاویں تو کیا تم اسلام سے اُلٹے پھر جاؤ گے اور (یاد رکھو) جو شخص اسلام سے اُلٹا پھر جاویگا وہ خدا کا کوئی نقصان نہ کرسکیگا (بلکہ اپنا ہی کچھ کھو بیٹھے گا) اللہ تعالیٰ حق شناس لوگوں کو جلد ہی بہترین بدلہ عنایت فرمائیگا۔ اور کسی شخص کی موت خدا کے حکم کے بغیر ممکن ہی نہیں، کہ اس نے ہر ایک کے لئے وقت میعاد متعین لکھ رکھا ہے۔

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۴

آیت کریمہ کو پیش نظر رکھ کر اسلام کے مشہور ترین دو واقعے کا پس منظر پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا پس منظر آیت کریمہ کے شان نزول سے متعلق واقعہ

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب غزوۂ اُحد میں قریش کی طرف سے تین ہزار کا مسلح لشکر مقابل میں آیا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے صرف ایک ہزار کا لشکر تھا، ان میں سے بھی تقریبًا تین سو افراد کو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول بہکا کر میدان جنگ سے واپس لے گیا۔ صرف سات سو مسلمان باقی رہ گئے[1] سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سات سو افراد کی ایک تجربہ کار سپہ سالار کی طرح اس انداز سے ترتیب دی کہ کسی طرف سے مسلمانوں پر کفار جنگی چال کے ذریعہ سے حملہ نہ کر سکیں۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر بدریؓ کے ہاتھ میں دیا۔ اور انصار میں سے قبیلۂ اوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیرؓ کو عنایت فرمایا۔ اور قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت خباب ابن منذرؓ کو عطا فرمایا۔

جبل رماۃ پر پچاس تیراندازوں کی تعیین

جبل اُحد کے دامن پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کو جبل عینین کہا جاتا ہے۔ اسکے پیچھے مدینہ کی جانب وادی قناۃ ہے (یہ بخاری شریف میں ہے) کہ اس وادی کی جانب سے کفار کے خفیہ حملہ کرنے کا خطرہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں پچاس تیراندازوں کو اس پہاڑی کے اُوپر سخت ہدایت کے ساتھ متعین فرمادیا۔ کہ کسی بھی حالت میں تمہیں اپنی جگہ نہیں چھوڑنا ہے۔ چاہے تم ایسا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ پرندے آکر ہماری لاشوں کو نوچ رہے ہیں، یا ہم نے ان پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیا ہو، دونوں حالتوں میں تم کو اپنا مورچہ نہیں چھوڑنا۔[2]

---

[1] زرقانی ۲/۴۰۰ ۔ البدایہ والنہایہ ۴/۱۳ ۔ سیرۃ مصطفےٰ ۱/۶۶۲ ۔

[2] بخاری ۱/۴۲۶ حدیث ۲۹۴۳ طویل ۲/۵۲۸ حدیث ۳۸۴۲ ۔ ۲/۵۷۹ حدیث ۳۸۹۷ ۲/۵۸۲ حدیث ۳۹۲۰ ۲/۶۵۵ حدیث ۴۳۷۵ ۔

مسلمانوں کی کامیابی

اس کے بعد اللہ کے نام سے جنگ شروع ہوگئی، اور یکے بعد دیگرے مشرکین کے دس سرداران مارے گئے۔ پھر آہستہ آہستہ میدانِ جنگ میں دونوں جانب سے مار دھاڑ کا سلسلہ زبردست انداز سے شروع ہوگیا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، زبیر، مصعب بن عمیر، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن معاذ، سعد بن ربیع، سعد بن عبادہ، حضرت انس بن نضر، حضرت ابودجانہ، سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایسی پامردی اور جانبازی سے لڑائی لڑی کہ مشرکین کے چھکے چھوٹ گئے، ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، قوت بازو جواب دے گئی، اور ادھر جہاں جبل عینین کے اُوپر جس کو جبلِ رُماۃ بھی کہا جاتا ہے تیر اندازوں کو متعین کیا گیا، اُدھر سے خالد بن ولید ابو عامر فاسق کی مدد سے دوسو گھوڑسواروں کو لیکر وادی قناۃ سے جبلِ رُماۃ کے پیچھے کی جانب سے اسلامی فوج کا بایاں بازو توڑکر مسلمانوں کی پشت تک پہنچے اور ان کی صفوں میں کھلبلی مچاکر بھرپور شکست سے دوچار کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے تین مرتبہ پُرزور حملے کئے۔ مگر مُسلمان تیراندازوں نے انہیں اس طرح تیروں سے چھلنی کیا کہ ان کے تینوں حملے ناکام ہوگئے۔ اور ادھر مسلمانوں کے مرکز لشکر نے ہر طرف سے مار دھاڑ کرکے مشرکین کو پوری طرح شکست دیکر ان کی صفوں کو منتشر کردیا، اور رفتہ رفتہ مُسلمانوں کے لشکر مشرکین کے کیمپ سے آگے تک پہونچ گئے۔

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ مشرکین پر مسلمانوں کا اس قدر تسلط ہوا کہ ان میں آپس میں بھگدڑ مچ گئی، اور اُن کی عورتیں چیختی پیٹتی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھاتی ہوئیں پہاڑوں میں تیزی سے بھاگ رہی تھیں، ان کے پازیب اور پنڈلیاں تک نظر آرہی تھیں[1]، اور مسلمانوں کو پورے طریقہ سے اپنی کامیابی نظر آرہی تھی، گویا ایسا لگ رہا تھا کہ تین ہزار مشرکین کو سات سو نہیں بلکہ تیس ہزار مسلمانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب قریش

---

[1] بخاری ۱/۴۲۶ حدیث ۳۰۴۳، ۲/۵۷۹ حدیث ۳۸۹۷۔

نے مسلمانوں کی پامردی اور تابڑ توڑ حملے روکنے کے لئے انتہائی طاقت صرف کرنے کے باوجود اپنی بے بسی محسوس کی تو پسپا ہو کر راہِ فرار اختیار کی۔ اسی اثناء میں جبلِ رُماۃ پر جن تیر اندازوں کو متعین کر دیا گیا تھا ان لوگوں نے میدانِ جنگ کو جب خالی پڑا دیکھا تو یہ کہہ کر نیچے اُترنے لگے کہ اب اللہ نے پوری طرح کامیابی عطاء فرمادی ہے اب مالِ غنیمت لوٹ لیں، اُنکے امیر نے منع بھی کیا تھا کہ حضورؐ کی ہدایت یہی ہے کہ ہم اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، بہر حال صرف نو دس افراد امیر کے ساتھ پہاڑی پر رہ گئے، باقی سب لوگ پہاڑی سے نیچے آکر دوسرے مجاہدین کے ساتھ مالِ غنیمت سمیٹنے لگے۔

سرِ مبارک اور چہرۂ انور پر زخم اور دندانِ مبارک کی شہادت

صحیح بخاری میں ہے کہ جب مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں پوری طرح کامیابی اور تسلط حاصل کر لیا اور مشرکین ناکام ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہو کر بھاگنے لگے۔ تو اس وقت شیطان ملعون نے زور سے آواز لگائی کہ اے لوگو، تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ آو، بھاگو نہیں لوٹ کر آجاؤ[۱] اور زور سے آواز دی کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ اور جوں ہی اس طرح کی آواز میدانِ کارزار میں گونجنے لگی تو مسلمانوں کی ہمت پست ہوگئی۔[۲]

اور اُدھر خالد بن ولید نے موقع کو غنیمت سمجھکر جبلِ رُماۃ کے پیچھے کی جانب سے دو سو گھوڑ سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اوّلاً ان نو دس تیر اندازوں کو شہید کیا، اسکے بعد یکایک مسلمانوں کے مرکزِ لشکر پر پیچھے سے حملہ کر دیا، اور یہ ایسا زور کا حملہ تھا کہ مسلمان ہوش و حواس کھو بیٹھے، اور حواس باختہ ہو کر کچھ مدینے کی طرف بھاگنے لگے اور کچھ پہاڑوں کی طرف،

---

[۱] بخاری ۱/۴۴ ۳ حدیث ۳۸ ۴۰، ۱/ ۵۳۹ حدیث ۳۲۸۷، ۲/ ۵۸۱ حدیث ۳۹۱۸، ۲/ ۹۸۶ حدیث ۶۴۱۲، ۲/ ۱۰۱۷، ۲/ ۱۰۱۷ حدیث ۶۶۱۸، ۲/ ۱۰۱۷ حدیث ۶۶۲۴، دلائل النبوۃ ۳/ ۲۱۰، ۳/ ۲۲۸ الروض الانف ۵/ ۴۲۸ البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۴ — [۲] زاد المعاد ۳/ ۱۹۸۔

اور جو لوگ بیچ میدان میں تھے وہ افراتفری میں اپنوں کو بھی پہچان نہ سکے، اور آپس میں اپنوں کو بھی مارنے لگے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان کے والد حضرت یمان کو خود مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں شہید کر دیا۔[1]

اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف بارہ صحابہ موجود تھے[2]۔ اور مسلم شریف میں سات انصار اور دو قریش کل نو صحابہ کا ذکر ہے[3] حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خطرناک صورت حال اور ادھر سے خالد بن ولید کے دستہ کا خطرناک حملہ دیکھ کر مسلمانوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو ادھر پیچھے کی طرف مڑ کر آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میری طرف لوٹ کر آؤ۔

آپؐ پر تلوار اور پتھروں سے وار کرنے والے تین افراد

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس آواز کو سُنکر خالد بن ولید کے دستہ میں سے عبد اللہ بن قمیہ نے تیس افراد کو لیکر حضورؐ پر یکایک حملہ کیا اور اس افراتفری میں عبد اللہ بن قمیہ نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک پر دو مرتبہ تلوار کا وار کیا۔ چونکہ سر مبارک پر لوہے کا خود تھا اسلئے کامیاب ضرب نہ لگ سکی مگر زبردست چوٹ آئی۔ اور عبد اللہ بن شہاب نے پتھر مارا، جس سے چہرۂ انور زخمی ہو کر خون کا فوارہ بہنے لگا۔ اور عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دندانِ مبارک شہید کر دیئے[4]۔ اور اسی افراتفری میں جو بارہ یا نو جانباز صحابہ موجود تھے، انہوں نے دفع کرنے میں کسر نہ چھوڑی، اور اس مقابلہ میں عبد اللہ بن قمیہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا جو حضورؐ کی ہمشکل

---

[1] بخاری ۱/۴۶۵ حدیث ۳۱۸۴ ۔ [2] بخاری ۱/۴۲۶ حدیث ۲۹۴۳، فتح الباری ۷/۳۵۱، ۳۶۰

[3] مُسلم شریف ۲/۱۰۷، فتح الباری ۷/۳۶۰ ۔

[4] البدایہ والنہایہ ۴/۲۳، الروض الانف ۵/۴۴۲، سیرت مصطفیٰ ۱/۶۸۰ ۔

تھے اس لئے اس نے سمجھا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا، اس طرح حضورؐ کی شہادت کی افواہ میدانِ اُحد سے مدینۃ المنوّرہ تک پوری طرح پھیل گئی۔ جس سے اکثر مسلمانوں کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اور بجائے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے راہِ فرار اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لئے۔ اور درماندہ ہوکر ہتھیار پھینک دیئے۔ اور بعض کمزور ایمان والے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا، ابھی تک ایمان میں پختگی نہیں آئی تھی ایسوں کے دماغوں میں یہ بات بھی آنے لگی کہ رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی سے مل کر کہا جائے کہ وہ مشرکین کے سردار ابوسفیان سے اُن کے لئے اَمان طلب کر دے، پھر بھی بعض جانباز صحابہ جیسے حضرت انس بن نضرؓ وغیرہ یہ کہتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے کہ آپؐ کے بعد تم لوگ زندہ رہکر کیا کروگے. اگر محمدؐ مقتول ہوگئے تو ربِّ محمد تو مقتول نہیں ہوا، وہ تو زندہ ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ آپؐ کو پہچان کر چلا اٹھے یامعشر المسلمین أبشروا ! مسلمانوں بشارت حاصل کرو: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں پر موجود ہیں۔ اس آواز سے رفتہ رفتہ مسلمان آپؐ کی طرف سمٹنا شروع ہوگئے۔ پھر مسلمانوں نے بڑی جانبازی اور پامردی سے مقابلہ کیا۔ جس سے لشکرِ کفار میں دوبارہ انتشار پیدا ہوگیا اور آخرکار مشرکین میدان چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہوگئے۔

اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ نازل فرماکر بتلادیا کہ آخر محمدؐ خدا تو نہیں ایک رسُول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے کتنے انبیاءؑ شہید کر دیئے گئے اور کتنے اپنی موت مرکر گذر گئے، تو کیا اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے گذر جائیں تو تم دینِ محمدیؐ سے پھر جاؤ گے ؟ یادرکھو جو ایسا کرے گا خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا[1] بلکہ خود تباہی اور بربادی کا شکار ہوگا۔

آپؐ کو زخمی کرنے والوں کا حشر

عبداللہ بن قمیہ کا حشر یہ ہوا کہ پہاڑی بکرے نے سینگوں سے مار مار کر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا[2]۔

---

[1] تفسیر شیخ الہند ۸۵ [2] فتح الباری، درر الدیان ۷/۴۳۲ مطبع اشرفی دیوبند ۷/۴۴۲، شرح الزرقانی ۲/۴۲۶ ۔

اور عتبہ بن ابی وقاص کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسی میدانِ اُحد ہی میں تلوار سے قتل کر دیا۔[۱] اور عبد اللہ بن شہاب زہری کی قسمت اچھی تھی کہ ہدایت ہو گئی، مشرف باسلام ہو گئے، اور مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی۔[۲]

نقشہ غزوۂ اُحد
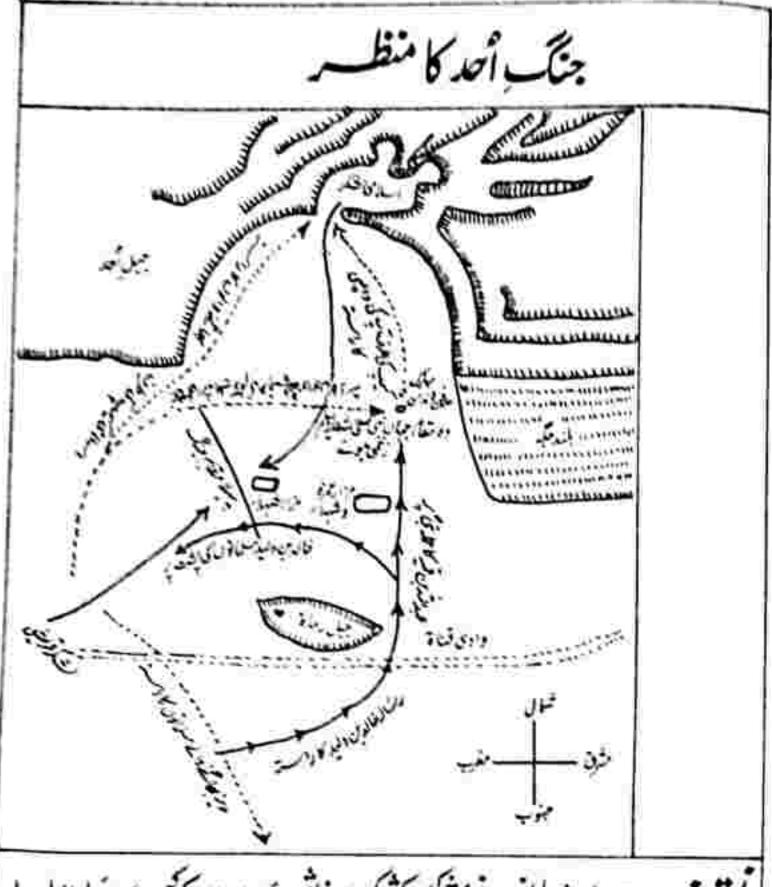
ابتداء میں مسلمانوں نے مشرکین کو شکست فاش دی، اور ان کے کیمپ پر دھاوا بول دیا، مگر عین اسی وقت جبل عینین (جبل رماۃ) پر متعین تیر اندازوں نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ خالد بن ولید فوراً چکر کاٹ کر مسلمانوں کی پشت پر پہنچ گئے، اور انہیں نرغہ میں لیکر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

[۱] شرح الزرقانی ۲/ ۴۳۲ [۲] شرح الزرقانی ۲/ ۴۲۴۔

دوسرا پس منظر۔ صدیق اکبرؓ کے بیان سے صحابہ میں بیداری

اس آیت کریمہ کا دوسرا پس منظر یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے مدینۃ المنورہ کے ایک کنارے پر مقام سنح میں ایک شادی کر رکھی تھی، اور ان کی بیوی وہیں مقام سنح میں رہا کرتی تھی[۱]۔ اور مرض الوفات کے زمانہ میں صدیق اکبرؓ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیمارداری اور پانچوں وقت صحابہ کو نماز پڑھانے میں مشغول رہے۔ ان مشغولیات کی بنا پر مقام سنح میں جو بیوی رہتی تھی ان کی خبر گیری نہ کر سکے۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ یوم دوشنبہ (پیر کے دن) کی فجر کی نماز جب حضرت ابو بکر صدیقؓ صحابہ کو پڑھانے لگے تو اسی اثناء میں حضور اکرمؐ نے حجرۂ عائشہؓ کے دروازہ سے پردہ ہٹا کر صحابہ کو دیکھا، اور سب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرائے، اور نماز ہی کی حالت میں تمام صحابہ میں خوشی کے مارے ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ قریب تھا کہ لوگ خوشی کے مارے نماز ہی توڑ دیتے کہ آپؐ الحمد للہ صحت یاب ہو چکے ہیں۔ مگر آنحضورؐ نے اشارے سے فرمایا کہ نماز پوری کر لیں[۲]۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی تو محسوس کیا کہ آج بحمد اللہ آپ کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ اسلئے مطمئن ہوگئے اور آپ سے اجازت لیکر مقام سنح میں اپنی بیوی کی خبر گیری کے لئے تشریف لے گئے۔ اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اسی مرض میں حضرت فاطمہؓ کو آپؐ نے بلوایا، اور ان کے کان میں خفیہ انداز سے کچھ بات کہی تو حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سرگوشی فرمائی تو حضرت فاطمہؓ مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سارا منظر میرے سامنے ہو رہا تھا، میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ اس خفیہ گفتگو میں کیا راز تھا ہم کو بھی بتلا دیجئے، مگر حضرت فاطمہؓ نے یہ

---

[۱] فتح الباری ۱۲۵/۸، بخاری شریف ۶۴۰/۲ حدیث ۴۲۷۲۔

[۲] بخاری شریف ۹۳/۱ حدیث ۶۷۱، ۹۴/۱ حدیث ۶۷۲، ۱۰۴/۱ حدیث ۷۴۵، ۱۶۰/۱ حدیث ۱۱۹۱، ۶۴۰/۲ حدیث ۴۲۶۷، مسلم شریف ۱۷۹/۱۔

کہہ کر بتلانے سے انکار فرمادیا کہ میں حضورؐ کے راز کو فاش کرنا نہیں چاہتی، اسلئے اس وقت نہیں بتلایا۔ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے دوبارہ معلوم کیا تو حضرت فاطمہؓ نے بتلایا کہ پہلی سرگوشی میں حضور اکرمؐ نے یہ بتلایا تھا کہ میں اسی مرض میں وفات پاجاؤں گا، اسلئے میں رونے لگی، اور دوسری سرگوشی میں آپؐ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملاقات کروگی [1]

آپؐ کی وفات سے صحابہ میں کھلبلی

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ کا سرِ مبارک میرے سینہ پر تھا تو حضور اکرمؐ نے اپنے سرِ مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاکر فرمایا اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ۔ یہ فرماتے ہوئے چند منٹ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کرگئی [2] ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جب حضورؐ کی وفات ہوگئی تو یہ دل سوز خبر مدینۃ المنورہ میں برق رفتاری سے پھیل گئی۔ اور ہر طرف سے سیلاب کی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں آکر جمع ہوگئے۔ اور اکثر صحابۂ کرامؓ کے ہوش وحواس باقی نہ تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی حواس باختہ ہوگئے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ منبرِ رسول پر تشریف لیجاکر صحابہ کے مجمع کے سامنے بیان کرنے لگے کہ حضورؐ زندہ ہیں۔ وفات نہیں پائی ہے۔ اور لوگوں سے کہنے لگے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس طرح بیان سے صحابہ کے درمیان ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اور اِدھر حضرت صدیق اکبرؓ کو جب معلوم ہوا تو گھوڑے

---

[1] بخاری شریف ۱/۵۱۲ حدیث ۳۴۹۶ـ۳۴۹۷ ، ۱/۵۲۶ حدیث ۳۵۸۲ ، ۱/۵۳۲ حدیث ۳۰ ۳۶۲ ـ ۲/۶۳۸ حدیث ۴۵۵ ۵ ، ۲/۹۳۰ حدیث ۶۰۴۳ طویل مسلم ۲/۲۹۰ ـ

[2] بخاری شریف ۱/۴۳۷ حدیث ۳۰۰۱ ، ۲/۶۴۰ حدیث ۴۲۶۸ ـ ۴۲۶۹ ـ ۴۲۷۰ ـ ۲/۸۵۷ حدیث ۵۰۲۱ ، ۲/۹۶۳ حدیث ۶۲۲۶ ، ۲/۹۶۴ حدیث ۶۲۲۱ ، ۲/۶۳۸ حدیث ۴۲۵۹ ، مسلم شریف ۲/۲۸۶ ـ

پر سوار ہو کر تیر کی طرح برق رفتاری سے آپہونچے۔ حضرت عمرؓ کی تقریر جاری تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ اولاً حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات وہاں سے ہٹ گئیں۔ اور حضورؐ کے چہرۂ انور پر بوسہ دیکر فرمایا، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ آپؐ کو دو موت ہرگز نہیں دیگا۔ اور جو موت مقدر میں تھی اس کا مزہ آپ نے چکھ لیا ہے۔ یہ کہہ کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ قسمیں کھا کھا کر فرما رہے تھے وَاللّٰہِ مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کہ اللہ کی قسم حضورؐ کی موت نہیں ہوئی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ پہنچکر فرماتے لگے کہ اے قسم کھانے والے بیٹھ جاؤ۔ مگر حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے۔ فقال اجلس فابیٰ فقال اجلس فابیٰ حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے رہے کہ بیٹھ جاؤ مگر حضرت عمرؓ بیٹھنے سے انکار فرماتے رہے۔ آخر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دوسری جانب تشریف لیجاکر اللہ کی حمد و ثنا پڑھ کر اپنی تقریر شروع فرما دی تو سب لوگ حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہاں سے تقریر شروع فرمائی کہ جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا، بے شک وہ وفات پا چکے ہیں، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا یقیناً وہ زندہ ہے۔ اور قرآن کی دو آتیں پڑھ کر سنائیں اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ الاٰیۃ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ الاٰیۃ یہ دونوں آیتیں مکمل پڑھ کر سنائیں۔ اور جوں ہی صدیق اکبرؓ کی زبان سے حضرت عمرؓ نے مذکورہ آیتیں تلاوت کرتے ہوتے سنا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں، اور منبر سے اتر کر خود بھی حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور تمام صحابہ حضرت ابو بکرؓ کا بیان سنکر بے اختیار ہچکی لے لے کر زار و قطار رونے لگے۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بار بار ان آیتوں کو پڑھ پڑھ کر سنایا، جس سے بچے بوڑھے، جوان سب کی زبانوں پر یہی آیتیں جاری ہو گئیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی تقریر سے صحابہ ہوش میں آگئے، کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ محمدؐ پچھلے انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک رسول اور پیغمبر ہی تو ہیں خدا تو نہیں ہیں، کیا محمدؐ کی وفات

کے بعد تم دینِ محمدی سے لوٹ جاؤ گے۔ یاد رکھو جو محمد کے بعد دینِ محمدی سے پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا[1] وہ خود اپنے آپ کو تباہ کر ڈالے گا۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

انّ عائشة اخبرته انّ ابا بکر اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فتیمّم رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو مغشی بثوب حبرة فکشف عن وجهه ثم اکبّ علیه فقبله وبکی ثم قال بابی انت وامی والله لا یجمع علیك موتتین امّا الموتة التی کتبت علیك فقد متها (وقوله) عن عبد الله بن عباس انّ ابا بکر خرج وعمر یکلم الناس وقال عمر والله ما مات رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اجلس فابی فقال اجلس فابی فتشهد ابو بکر فمال الیه الناس وترکوا عمر فقال امّا بعد فمن کان منکم یعبد محمّدًا فانّ محمدًا قد مات ومن یعبد الله عزّ وجلّ فانّ الله حیّ لا یموت قال الله عزّ وجلّ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (الی الشاکرین) والله لکان الناس لم یکونوا

حضرت عائشہؓ نے اپنے شاگرد ابوسلم کو بتلایا کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے مکان سے جو مقام سنح میں تھا وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ اور سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ لوگوں سے کوئی بات نہیں کی، تا آنکہ حضرت عائشہؓ کے پاس آکر آپکا ارادہ فرمایا۔ آپؐ پر ایک دھاری دار چادر ڈھکی ہوئی تھی، چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر آپؐ کی طرف جھک کر آپؐ کا بوسہ لیا اور رو کر فرمایا: آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں اللہ کی قسم آپؐ پر دو موت جمع نہیں ہو سکتیں، بہرحال وہ موت جو آپؐ کے مقدر میں تھی اس کا مزہ آپ نے چکھ لیا ہے) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے بیان کے دوران نکلے تو حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم آپ نہیں مرے۔ ابوبکرؓ نے کہا بیٹھ جاؤ، عمرؓ نہیں بیٹھے انکار فرمایا پھر کہا پھر انکار فرمایا، تو ابوبکرؓ نے ایک طرف جا کر خطبہ شروع فرما دیا تو سب لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو تم میں سے محمد کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ کی وفات ہو گئی ہے، اور جو اللہ کی عبادت

---

[1] بخاری شریف کے اندر اس مضمون کی روایت پانچ مقامات پر موجود ہے۔ سب کا حوالہ ہم یہاں پر ایک ساتھ دیتے ہیں۔
بخاری شریف ۲/۶۴۰ حدیث ۴۲۷۱ طویل ۱/۵۱۷ حدیث ۳۵۳۷ طویل ۱/۵۱۸ حدیث ۳۵۳۸ ۱/۱۶۶ – حدیث ۱۲۲۷ ۱/۱۶۶ حدیث ۱۲۲۸ –

يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا الحدیث لہ

کرتا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہیں مریگا، پھر آیت پڑھکر سنائی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں) ان سے پہلے بھی بہت سے رسُول دُنیا سے گذر چکے ہیں۔ مرگئے یا شہید کر دیئے گئے، پوری آیت سُنادی، گویا ایسا لگ رہا تھا کہ لوگوں کو اس آیت کے نزول کا علم ہی نہیں تھا ابوبکرؓ کی تلاوت سے معلوم ہوا۔ سب لوگوں نے اس آیت کا ورد کرنا شروع کر دیا، بچے بوڑھے، عورت، مرد سب کی زبانوں پر یہ آیت جاری ہوگئی، گویا آیت کا مطلب حضورؐ کی وفات پر ہی سمجھ میں آیا۔

(نوٹ) یہ حدیث شریف چھوٹی بڑی مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جو حاشیہ پر دیئے ہوئے حوالوں میں مل سکتی ہے۔

انسان کو اپنے اختیار سے مرنے کا حق نہیں

جس آیت کی روشنی میں گفت گو ہو رہی تھی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کسی انسان کو اپنے اختیار سے مَرنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے اختیار سے اور اس کی مرضی سے اس دُنیا سے جانا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔ الآیۃ ٢ہ

کوئی انسان اس دُنیا سے اپنی مرضی و اختیار سے نہیں جاسکتا، بلکہ اللہ کے مقرر کردہ معین وقت کا انتظار کرنا سَب پر لازم ہے۔ لہٰذا محمدؐ بھی اپنی مرضی واختیار سے نہیں مَر سکتے۔ بلکہ خدا کے اختیار کو محمدؐ نے اختیار فرمایا ہے اور معین وقت پر جانا پڑا، آپؐ کی وفات کے بعد تمام مسلمان اپنے اپنے ایمان اور دینِ محمدیؐ کی حفاظت کے خود ذمہ دار ہیں۔ یہی اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ نیز سورۂ مؤمنون آیت بارہ تا چودہ ۱۲-۱۴ میں تخلیقِ انسان کے شاندار مراحل بیان فرمائے ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو منتخب مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا، بعدہٗ تمام انسانوں کو نطفہ سے خون بستہ پھر گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈی پھر ہڈی کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر ایک

لہ بخاری شریف ۱/۱۶۶ حدیث ۱۲۲۸۔ ٢ہ سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴۔

خوبصورت انسان تیار فرما دیا۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تمام مراحل کو طے کرنے کے واسطے مرد و عورت کے درمیان جوڑ پیدا کرنے کے لئے نکاح و شادی کا قانون بنا دیا ہے۔ اس قانون کے خلاف وجودِ انسانی کا ناجائز راستہ اختیار کرنے کا حق نہیں۔

تو جس طرح خدا کی مرضی کے بغیر دنیا میں آنے اور دُنیا سے جانے کا اختیار انسان کو نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر دُنیا میں رہنے اور جینے کا بھی حق نہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السّلام کے اعزاز میں موت سے قبل اختیار دینا

اس دنیا میں کوئی انسان اپنے اختیار سے نہیں آسکتا، بلکہ اس دنیا میں آنے کے لئے نظامِ قدرت کے تحت بہت سے مراحل طے کرنے ہوتے ہیں جس کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مؤمنون آیت ۱۲ تا ۱۴ کے تحت بہت شاندار انداز سے بیان فرمائی ہے۔ ابھی اس کا ذکر ماقبل میں بھی آچکا ہے۔ اور اسی طرح کوئی انسان اس دنیا سے اپنے اختیار سے جا بھی نہیں سکتا ہے۔ اللہ نے انسان کو خود مرنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نظامِ قدرت کے خلاف خودکشی کرکے خود مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی سخت ترین سزا ہے۔ بلکہ ہر انسان پر لازم ہے کہ نظامِ قدرت کے تحت جو وقت موعود متعین ہے اس کا انتظار کرے۔ اور کسی بھی انسان کو اس متعین وقت کی خبر نہیں ہے۔ لیکن حضرات انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز دے رکھا ہے کہ جب نظامِ قدرت کے تحت حضرات انبیاء کا وقت موعود آتا ہے تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیتا ہے کہ اب تمہارا وقتِ موعود آچکا ہے۔ اگر تم اس بات پر خوش ہو تو موت کا پیالہ پی کر ہمارے پاس آجاؤ، اور یہاں کی نعمتوں سے سرفرازی حاصل کرو۔ اور اگر دنیا میں مزید کچھ عرصہ رہنے کو تمہارا جی چاہتا ہے تو ہم تم کو اس کا بھی اختیار دیتے ہیں، مگر حضرات انبیاء دنیا کی ناز و نعمت سے خوش نہیں ہوتے ہیں۔

بلکہ آخرت کی نعمتوں کا فکر کرتے ہیں، اسلئے بجائے دنیا میں زندہ رہنے کے خدا کی مرضی کے مطابق موت کو پسند فرماتے ہیں۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی نبی خدا کی مرضی اور اس کے اختیار کے بغیر دنیا میں اپنے اختیار سے زندہ رہتا ہو۔ یا اپنے اختیار سے مرتا ہو۔ بلکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں حدیث شریف سے دو واقعہ نقل کرتے ہیں، ایک حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق اور ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق۔

پہلا واقعہ۔ آپؐ کو موت سے قبل اختیار دینا

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آپؐ نے وفات سے کچھ پہلے صحابہ کے درمیان وعظ فرمایا۔ دورانِ وعظ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ چاہے دنیا میں جتنے دن رہنا ہے رہ لے، اور چاہے موت کا مزہ چکھ کر آخرت کی نعمتوں کو اختیار کرلے۔ تو اللہ کے اس بندہ نے آخرت کی نعمتوں کو اختیار کیا اور موت کو پسند فرمایا۔ جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ مجمع میں اکثر لوگ صدیق اکبرؓ کے رونے پر تعجب کرنے لگے کہ اگر اللہ کے یہاں کی نعمتوں کو اللہ کے ایک بندہ نے اختیار کر لیا ہے تو ان کو رونے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر صدیق اکبرؓ سمجھ گئے، اوروں کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں، فرمایا کہ حضورؐ نے یہ بتلا دیا ہے کہ عنقریب آپؐ ہم سے جُدا ہو کر دُنیا سے تشریف لیجانے والے ہیں، اور آپؐ نے اپنی وفات کی خبر دیدی ہے۔ حضورؐ کو حضرت صدیق اکبرؓ کے زار و قطار رونے کو دیکھ کر پچھلی زندگی میں حضرت صدیق اکبرؓ کے احسانات یاد آگئے، اور فرمایا: اے ابوبکر مت روؤ ـــــ ابوبکرؓ کے مال اور ان کے ساتھ رہنے سے جو مجھے فائدہ پہنچا ہے وہ کسی سے نہیں پہنچا۔ حدیث کے اندر اس واقعہ کو اس قسم کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال خطبَ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہِ وسلّمَ فقالَ انّ اللّٰہ سُبحانَہٗ	حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

خیّرَ عبدًا بین الدّنیا وبَینَ ما عندہٗ فاختار مَا عند اللہ فبکیٰ ابوبکر فقلت فی نفسی مَا یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیّر عبدًا بین الدُّنیا وبَیْن مَا عندہٗ فاختار مَا عند اللہ عزّ وجلّ فکانَ رَسُولُ اللہ صلے اللہ عَلیہ وسَلّم ھو العبد وکان ابوبکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لاتبک ان امن النّاس علیّ فی صحبتہٖ ومالہٖ ابوبکرٍ ولو کنت متخذًا من اُمّتی خلیلًا لاتخذت ابابکر ولکن اخوّۃ الاسلام ومودّتہ ۔ الحدیث [1]

ایک بندہ کو دنیا کی نعمتوں اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا ہے تو اس بندہ نے اللہ کے یہاں کی نعمتوں کو اختیار کرلیا، یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ شیخ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر اللہ نے اپنے کسی بندہ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا ہے اور اس بندہ نے اللہ کے یہاں کی نعمتوں کو اختیار کرلیا تو اچھی بات ہوئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندہ تو حضور ہی تھے، اور ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے، اور حضور نے ابوبکر کو روتے ہوئے جب دیکھا تو فرمایا: مت روؤ، بیشک میرے ساتھ رہنے میں اور مال خرچ کرنے میں ابوبکر سے بڑا احسان کرنیوالا کوئی نہیں ہے۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ مگر اسلامی بھائی چارگی ہے اور اسلامی دوستی ہے۔

دوسرا واقعہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات کا

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی عمر پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح لیجانے کے لئے ملک الموت کو بھیجا۔ جب ملک الموت نے ان کی روح نکالنے کے ارادہ سے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو موسیٰؑ نے ملک الموت کو ایسا چانٹا مارا کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی اور ملک الموت نے اللہ سے جاکر شکایت کی کہ اے اللہ تو نے مجھے جس بندہ کی روح نکالنے

---

[1] بخاری شریف ۱/۶۶ حدیث ۴۶۱ — ۱/۶۷ حدیث ۴۶۶ — ۱/۵۱۶ حدیث ۳۶۵۴ طویل۔ ۱/۵۵۲ حدیث ۳۹۰۴ — ۲/۹۹۸ حدیث ۶۴۳۸۱ —

کیلئے بھیجا تھا وہ آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا ہے۔ دنیا ہی میں رہنا چاہتا ہے، اللہ نے ملک الموت کی آنکھ درست کردی، اور فرمایا کہ جاؤ میرے اس بندہ سے کہو کہ کسی بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ دے، اور ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں اتنے سال مزید دنیا میں رہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ سے ملک الموت نے جاکر منجانب اللہ یہ خبر سنائی تو موسیٰؑ نے پوچھا اے اللہ اتنے سال کے بعد پھر کیا ہوگا تو جواب ملا کہ اس کے بعد پھر بھی موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تو پھر اسی وقت موت ہوجائے اور آخرت کی نعمتیں حاصل ہوجائیں۔ موسیٰ نبی تھے۔ ان کے اعزاز میں اللہ نے ان کو یہ اختیار دیا تھا۔ اور حضرات انبیاءؑ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح نہیں دیتے ہیں، لیکن موت کی تکلیف سے ہر انسان گھبراتا ہے چاہے نبی ہو، چاہے ولی ہو، چاہے صدیق ہو، ہر ایک کو موت کی تکلیف سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس لئے چانٹا نہیں مارا تھا کہ دنیا سے جانے کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ موت کی تکلیف سے گھبراکر چانٹا مارا تھا، اور جب اللہ کی طرف سے اختیار دیا گیا تو ہزاروں لاکھوں سال کی عمر کو پسند نہیں فرمایا بلکہ آخرت کو اختیار فرمایا۔

عن ابی هریرة قال ارسل ملك الموت الیٰ موسیٰ فلمّا جاءهٗ صکه ففقأ عینهٗ فرجع الیٰ ربه فقال أرسلتنی الیٰ عبدٍ لایرید الموت فردّ الله علیه عینه وقال ارجع فقل لهٗ یضع یدهٗ علیٰ متن ثورٍ فلهٗ بکلّ ماغطت به یدهٗ بکل شعرةٍ سنة قال ای رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالآن فسأل الله تعالیٰ أن یدنیه من الارض المقدسة رمیةً بحجر قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ملک الموت کو موسیٰؑ کے پاس بھیجا گیا، جب ملک الموت موسیٰؑ کے پاس گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ایسا چانٹا رسید کیا کہ ملک الموت کی آنکھ پھوٹ گئی، انہوں نے اللہ سے جاکر شکایت کی کہ تو نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ نہیں کرتا تو اللہ نے ملک الموت کی آنکھ صحیح کرکے واپس کردی، اور کہا جاکر میرے اس بندہ سے کہو کہ بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دے، ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں گے اتنے سال مزید زندہ رہنے کی

فلوکنت ثَمَّ لاَرَیْتُکُم قبرہٗ الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر۔ الحدیث[1] اجازت ہے۔ تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے میرے رب پھر اسکے بعد کیا ہونا ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد پھر بھی موت آنی ہے، تو موسیٰؑ نے درخواست کی کہ اے اللہ ابھی موت عطا فرما دیجئے۔ ساتھ میں یہ بھی سوال فرمایا کہ بیت المقدس سے اتنی دُوری پر میری قبر ہے کہ وہاں سے پتھر پھینکنے سے جتنی دُوری پر پتھر گرے گا حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں اگر وہاں ہوتا تو تم کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھلا دیتا، کہ بیت المقدس کے سامنے جو سُرخ ٹیلہ ہے اس کے پاس راستے کی جانب حضرت موسیٰؑ کی قبر شریف ہے۔

اس پوری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ نبی کے دنیا سے گذر جانے کے بعد امت پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جو نبی پر لازم تھیں۔ اور نبی کی زندگی میں امت کی جو حالت رہی ہے اس حالت میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں ہے۔ اب افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کی زندگی حضور اکرمؐ اور صحابہ کی زندگی کے ساتھ کہاں تک ملتی ہے، یا ان کی زندگی سے کہاں تک دوری ہے۔ سب کو اپنی آنکھیں کھولنی چاہئے۔ بگڑے ہوئے حالات کو سُدھارنے کی ضرورت ہے۔ اور مٹی ہوئی سنت رسولؐ کو زندہ کر کے اپنی زندگی میں داخل کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نبی کی سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دائمًا ابدًا ∴ علیٰ حَبیبِکَ خیرِ الخلقِ کلّھم

اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسُبحانَ اللہِ بُکرۃً واصیلًا، اللہ یعلم ما تصنعون۔

شبیر احمد عفا اللہ عنہ
مدرسہ شاہی مراد آباد
۲۸ رجب ۱۴۲۰ھ

---

[1] بخاری شریف ۱/۱۷۸، حدیث ۱۳۲۲ – ۱/۴۸۴ حدیث ۳۲۹۴ – مسلم ۲/۲۶۷
مسند امام احمد بن حنبل ۲/۳۱۵ –

⑨

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَولیاء اللہ سے عَداوت کا انجام

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۝ لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ [1]

یاد رکھو کہ یقیناً جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ انہیں کوئی ڈر و خوف ہے اور نہ ہی وہ لوگ غمگین ہوں گے، جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا اُن کے لئے دُنیا اور آخرت کی زندگانی میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جو اللہ کے محبوب ترین لوگ ہیں اُن کو نہ دُنیا کے چھوٹ جانے پر غم ہے اور نہ آخرت کی ہولناکی کا خوف ہوگا۔ ان کے اُوپر خطرناک حوادثات نہ دُنیا میں واقع ہوں گے نہ آخرت میں، اور اگر دُنیا کے اندر کوئی خطرناک حادثہ ان کے ساتھ پیش آجاتا ہے تو اُن کا دِل مطمئن رہتا ہے، کوئی خوف وخطر اُن کو نہیں ہوتا ہے۔ ہر وقت اُن کا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اور اللہ پر اعتماد ہونے کی وجہ سے دُنیا میں پیش آمدہ حوادثات سے ہرگز نہیں گھبراتے ہیں۔ اور اولیائے کاملین وہی ہوتے ہیں جو ایمان اور تقویٰ کے اعتبار سے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ ایسے اللہ والوں کے لئے دُنیا اور آخرت کے اندر خوشخبری کا اعلان ہے۔

---

[1] سورۃ یونس۔ آیت ٦٢۔

اللہ والوں سے عداوت کی وجہ سے اللہ کی طرف سے اعلانِ جنگ

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیثِ قدسی مروی ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے ولی اور دوست اور محبوب بندوں سے عداوت رکھے اس کو میری طرف سے یہ اعلان ہے کہ وہ مجھ سے جنگ کیلئے تیار ہوجائے۔ اس لئے کہ میرے ولی اور دوست سے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مقابلہ میں آنا چاہتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدٌ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُہٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَہُ مَسَاءَتَہٗ۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی اور دوست سے عداوت رکھتا ہو تو میں اسکے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں، اور میرے بندے جن عبادتوں کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتے ہیں ان میں سے میرے نزدیک سب سے محبوب ترین عبادت وہ ہے جس کو میں نے اپنے بندے پر فرض کر رکھا ہے، اور میرے بندے نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوجاتے ہیں حتی کہ میں اس کو اپنی محبوبیت کا درجہ دیدیتا ہوں اور میرے اور اس بندے کے درمیان ایسا شدید تعلق ہوجاتا ہے کہ میں اس کا وہ کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا وہ ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا ایسا پیر بنجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ کسی چیز سے میری پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں، اور میں جو کام کرنیوالا ہوں انمیں سے کسی کام میں مجھے کبھی ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا کسی مؤمن کی جان کے بارے میں تردد ہوتا ہے۔ وہ موت کو ناگوار محسوس کرتا ہے تو میں بھی اسکی ناپسندیدہ چیزوں کو ناگوار محسوس کرتا ہوں۔

---

[1] بخاری شریف ۲/۹۶۳ حدیث ۶۲۵۲ و معنی الحدیث المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۱۵۲ حدیث ۳۲۱۔

اس لئے میں اس کی موت میں عجلت سے کام نہیں لیتا بلکہ جب اسکے اُوپر دُنیا تنگ ہوجائے، وہ دُنیا سے نفرت کرنے لگے اور آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دینے لگے تب میں اس کو موت دیتا ہوں۔

اللہ والوں سے ڈرو

ابھی جو حدیث شریف ذکر کی گئی ہے وہ حدیث قدسی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس میں اللہ پاک نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے محبوب بندوں سے عداوت رکھتے ہیں وہ دُنیا و آخرت میں اپنی خیر منائیں، میں ایسے لوگوں سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ کیا کسی کی ہمت ہے جو اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے۔ جو اللہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجائے، اللہ اس کو جب چاہے پیس ڈالے۔ مگر اللہ اپنے بندوں کو کچھ ڈھیل اور مہلت دیا کرتا ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اللہ کے غضب سے بچ جائیگا۔

اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے محبوب بندوں کا خود کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتے ہیں۔ اور خود اُن کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اور میں ان کے ہاتھ پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتے اور چلتے ہیں۔ جب وہ مجھ سے مانگتے ہیں تو ضرور دیتا ہوں۔ اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتے ہیں میں ان کو پناہ دیتا ہوں، اور جو میری پناہ میں داخل ہوجائے تو کس کی ہمت ہے کہ اس کا کچھ بگاڑ سکے۔

بہت ڈرنے کی ضرورت ہے کہ لوگ جب چاہے کسی مؤمن کے بارے میں زبان کھول دیتے ہیں اور علماء اور بزرگوں کی پگڑی اُچھال لیتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو کسی ذاتی مسئلہ کے حل نہ ہونے کی وجہ سے علماء کے پیچھے پڑجاتے ہیں۔ اُن پر الزام اور عیب لگاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دیکھ رہا ہے، کون کیا کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دِلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

امام بخاریؒ اور امیر بخاریٰ کا واقعہ

جب امام بخاریؒ ملک شام و عراق وغیرہ سے ہوکر نیشاپور تشریف لانے لگے تو نیشاپور کے مشہور محدث محمد بن یحییٰ ذہلی نے متعلقین سے کہا کہ میں امام بخاریؒ کے استقبال کے لئے جارہا ہوں، جس کا

جی چاہے استقبال کرے۔ اس اعلان کے بعد نیشاپور شہر سے دو دو، تین تین میل دور تک جا کر لوگوں نے امام بخاریؒ کا استقبال کیا۔ اور جب نیشاپور پہنچ کر امام بخاریؒ نے درسِ حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا تو کئی ہزار طلبہ نے امام بخاریؒ کے درس میں شرکت کی۔ مگر چند ہی دن کے بعد کسی نے خلقِ قرآن کا ایک اختلافی مسئلہ اٹھا کر امام بخاریؒ پر الزام لگایا، اور بہت جلد اُن کا حلقۂ درس ختم ہوگیا۔ صرف امام مسلمؒ اُن کے ساتھ رہے۔ آخر امام بخاریؒ مایوس ہو کر اپنے وطن بخارہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب امام بخاریؒ کے نیشاپور سے روانہ ہونے کی اطلاع اہلِ بخارہ کو ملی تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ لوگوں نے امام بخاریؒ کا استقبال کیا۔ اور بخارہ آکر درسِ حدیث کا سلسلہ امام بخاریؒ نے شروع فرمایا، ہزاروں طلبہ ان کے درس میں شرکت کرنے لگے۔ مگر حاسدین کو یہ گوارا نہ ہو سکا۔ انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ امیرِ بخارہ خالد بن احمد ذہلی کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کیا کہ امام بخاریؒ کو حکم کریں کہ وہ امیر کے صاحبزادوں کو بخاری اور تاریخ کبیر کا درس دیں، تو امیرِ بخارہ کو بات سمجھ میں آئی تو امیر نے کہا کہ آپ دربارِ شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور میرے صاحبزادوں کو بخاری اور تاریخ کبیر کا درس دیں۔ مگر امام صاحبؒ نے اسی قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں علمِ دین کو سلاطین کے دروازوں پر لیجا کر ذلیل نہیں کروں گا۔ جسے پڑھنا ہو میرے پاس آکر پڑھے۔

امیرِ بخارہ نے دوبارہ کہلوایا کہ اگر آپ نہیں آسکتے ہیں تو آپ صاحبزادوں کے لئے کوئی مخصوص وقت عنایت فرمادیں کہ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو، تو اس پر امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ احادیثِ رسول پوری امت کے لئے یکساں ہیں اُن کی سماعت سے میں کسی کو محروم نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میرا یہ جواب ناگوار معلوم ہو تو آپ میرا درس روکنے کا حکم دیدو تاکہ میں خدا کے دربار میں عذر پیش کر سکوں، اس پر امیرِ بخارہ سخت ناراض ہوا۔ تو حاسدوں نے امیر کے اشارے پر امام کو بددین اور بدعتی ہونے کا الزام لگایا، پھر حاکم نے بخارہ سے نکل جانے کا حکم دیدیا، تو امام بخاریؒ نے نہایت کبیدہ خاطر ہو کر اُن مخالفین کے لئے بددعا کی: اے اللہ جس طرح اس امیر نے

مجھے ذلیل کیا ہے اسی طرح اس کو بھی اپنی ذات اور اپنی اولاد و اپنے اہل وعیال کی بے عزتی و ذلت دکھادے۔[1]
چنانچہ ابھی ایک ماہ بھی نہیں گذرپایا تھا کہ خلیفۃ المسلمین نے اس امیر کی کسی غلطی پر سخت ناراض ہوکر اس کو معزول کردیا، اور اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے پورے شہر بخارٰی میں اس کی تذلیل کروائی۔ اور اس کو جیل میں ڈال دیاگیا، اور انتہائی ذلت ورسوائی سے چند دن کے بعد مرگیا، اور اس امیر کے معاونین مختلف بلاؤں میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوگئے۔
آج تمام امت دیکھ رہی ہے کہ بخارٰی، سمرقند وغیرہ جو علماءِ دین کے مرکز رہے ہیں، وہاں پر علمائے دین کی ناقدری کی وجہ سے اللہ نے وہاں سے علم اور علماء کو ایسا اٹھالیا کہ صدیوں تک وہاں ایک کلمہ سکھانے والا بھی نہیں رہاہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ غَضَبِكَ وَسَخَطِ اَوْلِيَاءِكَ۔ اے اللہ ہم کو اپنے غضب اور اپنے اولیاء کی ناراضگی سے محفوظ فرما۔

حضرت مولانا رومؒ کے والد اور بادشاہ کا واقعہ

مولانا رومؒ کے والد اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں بادشاہِ وقت بھی آتا تھا۔ جب بادشاہِ وقت نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیر اعظم بھی وہاں موجود ہیں، اور دوسرے اور تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں، اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام و سرکردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں۔ اور دوسری طرف نگاہ اٹھاکر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں۔ اور تیسری طرف دیکھتے ہیں کہ علماء اور صلحاء بھی وہاں بیٹھے ہیں، تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں ہیں اور ان کے یہاں اس شان اور اتنی قدر کیساتھ آکر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک کی صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے، اور انکی بزرگی

---

[1] نصر الباری ۱/۴۴ مقدمہ فتح الباری پاکستانی نسخہ / ۴۹۳ -

سب پر چھائی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ اور یہ حسد بادشاہ کے ذہن میں بیٹھ گیا کہ ان کے پاس اتنا اقتدار ہے کہ میں باوقار ہوں، میرے پاس اتنا اقتدار نہیں ہے۔ تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ ان کو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے۔ چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خزانہ کی کنجیاں بھیجدیں، کہ میرے پاس تو اور کچھ رہا نہیں سب آپکے پاس ہے تو خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ تو رومیؒ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کردیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے۔ پرسوں جمعہ ہے میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤنگا۔ سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ یہ خبر لوگوں کے درمیان میں اُڑ گئی، تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جارہے ہیں تو ہم بھی جارہے ہیں۔ شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کیلئے تیار ہوگئے۔ جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائیگی، اور شہر کی جتنی رونق تھی سب ختم ہوجائیگی۔ اسلئے خود حاضر ہوکر رومیؒ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی ہے میں معافی چاہتا ہوں، آپ یہاں سے تشریف نہ لیجائیں۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مولانا رومؒ کے والد محترم نے اپنے نفس پر ہر چیز کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کردیا تھا، اسکے نتیجہ میں اللہ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی تھی۔ اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطا فرمائی تھی (مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ) کا پورا منظر نظر آرہا تھا۔ [1]

قاتلِ حسینؓ عُبید اللہ بن زیاد کا حشر

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے ساتھ

---

[1] مواعظ فقیہ الامت ۹/۷۱۔

اہلِ بیت کے قاتلین کے سردار عبید اللہ بن زیاد کا حشر اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ ابراہیم ابن اشتر نے اس کے اور اُس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر ایک مسجد کے صحن میں مُولی، گاجر کی طرح ڈھیر لگا دیا۔ ترمذی شریف کے اندر حضرت عمارہ بن عمیرؒ سے ایک روایت مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں کاٹ کر ڈھیر لگا دیا گیا تھا تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی، تو میں بھی گیا۔ جس وقت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں شور ہوتا رہا۔ اور شور اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان سروں میں ایک سانپ گشت کر رہا تھا، اور گشت کرتا ہوا عُبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اسکی ناک سے باہر آکر پھر سروں میں گشت کرتا تھا، اور گشت کرتا ہوا پھر آکر عُبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر اس کی ناک میں ٹھہرنے کے بعد پھر نکل کر غائب ہو جاتا تھا، پھر تھوڑی دیر بعد آکر اُسی کی ناک میں گھستا تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر مسلسل دو تین مرتبہ دیکھا ہے۔ [1]

جس نے اللہ کے وَلی کے ساتھ عداوت کی ہے اُس کا یہ حشر دُنیا میں بھی لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ اب آخرت میں کیا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ معلوم ہے۔

۶۲ عَنْ عمارة بن عميرٍ قَالَ لما جِيءَ برأسِ عُبَيدِ اللهِ بنِ زيادٍ وأصحابِه نضدتْ في المسجدِ في الرَّحبةِ فانتهيتُ اليهم وهم يقولونَ قد جاءتْ قد جاءتْ تخلل الرؤس حتى دخلت في منخري عُبيدِ اللهِ بنِ زيادٍ فمكثتْ هنيئةً ثم خرجتْ فذهبتْ حتى تغيبتْ ثم قالوا قد جاءتْ قد جاءتْ ففعلتْ ذلك مرتين او ثلاثًا۔ الحديث [2]	عمارہ بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ جب عُبید اللہ بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں تہ بتہ ایک کے ساتھ ایک ملا کر رکھا گیا تو میں بھی وہاں گیا۔ اس وقت لوگ کہہ رہے تھے آگیا آگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ آیا اور لوگوں کے سروں کے درمیان سے نکل کر عُبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا رہا، پھر نکل کر چلا گیا اور نظروں سے غائب ہو گیا، پھر لوگوں نے کہا آگیا آگیا، اور آکر عُبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا۔ چنانچہ یہ سلسلہ میں نے خود دو تین مرتبہ دیکھا ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۲۱۸۔ البدایہ والنہایہ ۸/۲۸۱ [2] ترمذی شریف ۲/۲۱۸۔

وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ الآیۃ[1]

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی رہے جو خیر کی دعوت دیتی رہے، اور اچھے کام کا حکم کریں۔ اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ کامیاب اور اپنی مُراد کو پہنچتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اَمر کے صیغہ کے سَاتھ اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا منشا یہی ہے کہ مُسلمانوں میں سے ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہا کرے جو دینِ اسلام کی صحیح طور پر حامِل ہوں۔ اور انشاء اللہ ہر دَور اور ہر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔

ہر دَور میں علمِ دین کے صحیح حَاملین

جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دینِ اسلام کا بقاء علمِ دین کے اُوپر ہے۔ اور علم دین کے زوال سے دینِ اسلام پر زوال آجائیگا، اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینِ اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے ہر زمانے میں دین کے صحیح حَاملین پیدا فرمائے ہیں۔ ایک دَور میں جو دین کے صحیح حَاملین علماء ہوتے ہیں ان کے بعد دوسرے دَور میں اللہ تعالیٰ ان کے صحیح جَانشین پیدا فرما دیتا ہے۔ اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری رکھے گا۔ ایک دَور کے

---

[1] سُورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۴ –

بعد قرآن وسنت کے اندر تجاوز کر جانے والے گمراہ کن بدعتیوں کی طرف سے جو تحریفات ہو جاتی ہیں، ان تحریفات کو مٹا دیتے ہیں۔ اور باطل اور جھوٹے لوگوں کے جھوٹے دعووں کو مٹا دیتے ہیں۔ اور انکی سرکوبی کر کے قرآن وسنت کی باتوں کو ثابت کرتے ہیں، اور ان کو پھیلاتے ہیں۔ اور جاہلوں اور ان پڑھوں کی غلط تاویلات کی تردید کر کے صحیح تاویلات امت میں پھیلاتے ہیں۔

حدیث پاک کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۲؎ عن ابراهيم بن عبد الرحمٰن العذرى رضى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يحمل هٰذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين الحديث ۱؎

حضرت ابراہیم بن عبد الرحمٰن العذری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ہر زمانے کے گذرے ہوئے سلف کے صحیح اور ثقہ جانشین قرآن وحدیث کے اس علم کے حامل ہوا کرینگے جو قرآن وسنت میں حد سے تجاوز کر جانے والے گمراہ کن بدعتیوں کی تحریفات کو مٹا دیں گے۔ اور باطل اور جھوٹے لوگوں کے جھوٹے دعووں کی تردید کریں گے۔ اور جاہل اور ان پڑھوں کی غلط تاویلات کو مٹا دیں گے۔

ہر زمانہ کا مجدد

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امت محمدیہ میں ہر سو سال پر ایسے علماء، فقہاء اور دین کے صحیح حاملین پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کے اندر آئی ہوئی خرافات اور بگاڑ اور جہالت کو مٹاتے رہیں گے۔ اور دین اسلام نشأۃ ثانیہ اور اس کی تجدید اسی نہج پر کریں گے جس نہج پر اللہ کے رسول اور صحابہؓ نے دین کو پھیلایا ہے۔ دین اسلام سے پہلے ہر دور میں ہر قوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر دین کی تجدید کیا کرتے تھے۔ ایک نبی اور رسول کے گذرنے کے بعد انکے دین میں جو خرابیاں آجاتی تھیں بعد میں آنے والے نبی اور رسول ان خرابیوں کو دور کر کے دین کی نشأۃ ثانیہ اور اس کی تجدید کیا کرتے تھے۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف ۱/۳۶ –

لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول دنیا میں تشریف لانے والا نہیں ہے۔ اس لئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک دین کی تجدید کے لئے آپ کی امت میں سے چنیدہ اور منتخب علماء پیدا کئے جائینگے اور انہی علماء میں سے فقہاء اپنے فقہ کے ذریعہ، محدثین اپنی حدیثوں کے ذریعہ اور قراء صحیح قرارت کے ذریعہ، واعظین اپنی اچھی نصیحتوں کے ذریعہ اور زاہدین اپنے زہد و تقوٰی کے ذریعہ سے دین کی تجدید کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر سو سال پر دین کی تجدید کرنے والے مجددین پیدا کرتا رہے گا۔ [۱]

حدیث پاک کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

[۲] عن ابی ھریرۃ فیما اعلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنّ اللہ یبعث لِھٰذِہِ الامۃ علیٰ راٴس کُلِّ مِائۃ سنۃ من یُجدّد لھا دِینھا۔ الحدیث [۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد کیا ہے یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال پر ایسے لوگ بھیجتا ہے جو اس امت کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

چند مجددین کا ذکر

مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں کوئی نہ کوئی ایسا مجدد ضرور بھیجتا ہے جو دین میں سے شرک و بدعت کو مٹا دیتا ہے، اور پھر دین کی تجدید اور ترویج اسی نہج پر فرماتا ہے جو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا تھا۔ مرقاۃ الصعود کے اندر امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو مجدد بنایا، اور ان کی مجددیت امت کے سامنے واضح ہو چکی تھی۔ اور پہلی صدی کے مجددین میں حضرت امام ابو حنیفہ رح

---

[۱] مرقاۃ ۱/۳۰۲ بذل المجہود ۵/۱۰۳، ۵/۱۰۴ [۲] ابوداؤد ۲/۵۸۹ کتاب الملاحم مشکوٰۃ شریف ۱/۳۶

کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انکا مجدّدانہ کارنامہ امّت کے سامنے واضح ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیگا۔ اگرچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں کیا پھر بھی بات واضح ہے۔ اور دوسری صدی ہجری کے شروع میں حضرت امام شافعیؒ کی مجددیت ثابت ہوئی اور انکا مجدّدانہ کارنامہ بھی امّت کے سامنے واضح ہو چکا تھا۔[1]

اور بعض لوگوں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور امام غزالیؒ کو بھی مجدّد کہا ہے۔ ان کے اولیاء اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی مجدّد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب سے بنگال تک ایک سفر میں نوّے لاکھ انسانوں نے انکے ہاتھ پر محمدؐ کا کلمہ پڑھا۔ اور اسی طرح خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھوں پر ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ دسویں صدی ہجری میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کو اللہ نے پیدا فرمایا جن کو منجانب اللہ مجدّد الف ثانی ہونے کا لقب ملا ہے۔ انہوں نے جلال الدین اکبر کی نئی شریعت اور نئے دین کو ختم کر کے دین محمدیؐ کی تجدید فرمائی۔[2] اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کی مجددیت کا زندہ ثبوت یہی ہے کہ جتنے علماء و محدّثین و فقہاء نظر آرہے ہیں وہ سب انہی کی دین ہے۔ اور اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مجدّدیت دیکھنے کے لئے عالم اسلام کے مدارس کا مشاہدہ کافی ہے۔

ہر زمانہ کے اَبدال

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانہ میں دُنیا کے ہر علاقہ میں کوئی نہ کوئی اَبدال بھیجتا رہتا ہے۔ اور امام ابن عساکرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک حدیث شریف مرفوعاً نقل فرمائی ہے۔ اس حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانہ میں تین سو چھپن اَبدال پیدا فرماتا ہے انمیں سے تین سو اَبدال حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت پر ہوتے ہیں اور چالیس حضرت موسیٰؑ کی صفت پر ہوتے ہیں اور سات حضرت ابراہیمؑ کی صفت پر ہوتے ہیں اور پانچ حضرت جبرئیل امینؑ کی صفت پر ہوتے ہیں اور تین حضرت میکائیلؑ کی صفت پر ہوتے ہیں اور ایک حضرت اسرافیلؑ کی صفت پر ہوتا ہے۔

---

[1] حاشیہ ابوداؤد ۲/۵۸۹ [2] دیکھئے علماء ہند کا شاندار ماضی ۱/ از اول تا ص ۲۳۰

ایک شبہ کا ازالہ

کسی کو یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اُولو العزم انبیاءؑ اور فرشتوں کی صفت پر ابدال آئیں گے لیکن حضورؐ کی صفت پر کوئی ابدال کیوں نہیں پیدا ہوگا، تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالمِ خلق اور عالمِ اَمر میں حضورؐ کی صفات سے زیادہ باعزت اور باشرف کسی کی صفت پیدا نہیں کی۔ لہٰذا حضورؐ کی صفت کے برابر کسی وَلی اور قطب اور ابدال کی صفت نہیں ہو سکتی اسلئے آپؐ کی صفت پر اللہ تعالیٰ کسی وَلی اور قطب اور اَبدال کو پیدا نہیں فرمائیں گے۔ اسلئے کہ کوئی اگر آپؐ کی صفت کے برابر صفت کا حامل ہو جائے تو آپؐ کے برابر عزت وشرف حاصل ہونیکا بھی شبہہ ہو سکتا ہے۔

اور ابدال کے بارےمیں اللہ کے یہاں یہ نظام قائم کیا گیا ہے کہ جب اسرافیلؑ کی صفت پر جو ابدال ہیں اُن کی وفات ہو جائے تو انکی جگہ پر میکائیلؑ کی صفت پر جو تین ہیں انہیں سے ایک کو قائم مقام کر دیتا ہے۔ اور پھر صفات جبرئیلؑ کی صفت کے پانچ میں سے ایک کو انکی جگہ کرکے تین پورے کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی صفت کے سات میں سے ایک کو انکی جگہ پر کرکے پانچ پورے کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت موسیٰؑ کی صفت کے چالیس میں سے ایک کو ان کی جگہ کرکے سات پورے کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت آدمؑ کی صفت کے تین سَو میں سے ایک کو انکی جگہ پر کرکے چالیس پورے کر دیتا ہے۔ اور عامۃ المسلمین میں سے ایک کو اُن کی جگہ پر کرکے تین سَو پورے کر دیتا ہے۔

اور اسی طرح اگر درمیان میں سے کسی کی وفات ہو جائے مثلاً چالیس یا سات میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اسی ترتیب سے اُن کی جگہ پُر کی جاتی ہے۔ [1] یہ حدیث شریف کافی لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نقل نہیں کی جارہی ہے۔ نیز اللہ انہیں ابدال کی دعاؤں اور رجوع الی اللہ کی وجہ سے بلاء اور مصیبت اور آفات اور حوادثات کو دُور فرماتا ہے [2] جب اہلِ شام کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مخالفت میں زیادتیاں ہونے لگیں۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۱/۴۶۰۔ [2] مرقاۃ ۱۱/۴۶۰۔

توحضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بعض لوگوں نے گذارش کی کہ آپ اہلِ شام پر لعنت اور بددعا فرمادیں۔ توحضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ میں نے خود جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ ملکِ شام میں چالیس ابدال ہوں گے۔ جب ان میں سے کسی ایک کی وفات ہو جاتی ہے تو ان کی جگہ دوسرے کو قائم مقام کر دیا جاتا ہے۔ اور انہیں کی برکت اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے اور کفار اور دشمنوں کے خلاف اہلِ شام کی مدد فرماتا ہے۔ اور انہیں کی برکت سے اہلِ شام کے اوپر سے عذاب کو دور فرماتا ہے۔ اس لئے اہلِ شام پر بددعا اور لعنت نہیں کی جا سکتی!

نیز جس طرح ملکِ شام میں چالیس ابدال ہمیشہ رہتے ہیں اسی طرح تین سو چھپن[۳۵۶] ابدال میں سے خاص خاص تعداد کم و بیش ہر ملک اور ہر صوبہ میں رہتے ہیں انہیں کی برکت سے آفات اور بلاء و مصیبتیں اللہ تعالےٰ لوگوں سے دور کرتا رہتا ہے۔ جن ممالک یا صوبے یا علاقہ میں آسمانی آفات اور بلائیں آتی ہیں۔ اس کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہاں والوں کی طرف سے خدا کی نافرمانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔

حتیٰ کہ ان سے قطب و ابدال کی توجہات ہٹ جاتی ہیں۔ خدا تعالےٰ بھی سخت ناراض ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آسمانی عذاب اور آفات ان پر آپڑتی ہیں! اللہ تعالےٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

۳؎ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ بِالْعِرَاقِ فَقَالُوْا اِلْعَنْھُمْ

حضرت شریح بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے سامنے اہلِ شام کا تذکرہ ہوا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیام عراق میں تھا تو لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اہل

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابَ - الحديث [1]

شام پر بد دعا اور لعنت فرمائیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ اسلئے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ ملک شام میں ابدال ہوں گے جن کی تعداد چالیس ہوگی جب انہیں سے ایک آدمی کی وفات ہوجائے گی تو اسکی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا آدمی مقرر فرمادیگا اور انہیں کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے اور انہیں کی برکت سے کفار اور دشمنوں کے خلاف مدد کرتا ہے اور انہیں کی برکت سے عذاب کو ٹلا دیتا ہے۔

ہم کس کا اتباع کریں؟

ہم کو کس کی اتباع کرنی چاہیئے۔ تو صحابہ کرامؓ کے بعد قطب وابدال کون ہیں، اسکا پتہ نہیں چلتا اسلئے کہ قطب و ابدال کا معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے لیکن حضرات صحابہ کرام اور ائمۂ مجتہدین اور مجدّدین کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا ہے بلکہ منہاجِ نبوت کے عین مطابق کھلم کھلا واضح ہوتا ہے۔ نیز ھدایت کے راستے دو ہیں۔

۱۔ راہِ نبوت جس کی تبلیغ و دعوت کیلئے حضرات انبیاء علیہم السّلام کو مبعوث کیا جاتا ہے! اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کو اسی راہ پر چلنے کا مکلف بنایا گیا ہے۔

۲۔ راہِ ولایت جسمیں اللہ تعالیٰ سے مخفی تعلق کا معاملہ رہتا ہے اور اس میں ہر شئی کی ظاہری حالت کے بجائے پوشیدہ حالت ہی نظر آتی ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السّلام کا حال تھا۔

اس راہ کا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مکلف نہیں بنایا ہے۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ۱/۱۱۲، مشکوٰۃ شریف ۲/۵۸۲۔

اور قطب وابدال کو اس راہ سے زیادہ لگاؤ ہوتا ہے، اسلئے انکا حال بھی پوشیدہ رہتا ہے۔ اور پوشیدہ حال ہونیکی وجہ سے ان میں سے کسی کے بارے میں متعین کر کے یقینی طور پر قطب وابدال ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسی وجہ سے راہِ نبوت، راہِ ولایت پر اعلیٰ اور فائق ہوتی ہے۔ اور حضرات صحابۂ کرام میں سے ہر ایک کو قطب و ابدال سے اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ اور ائمہ مجتہدین اور فقہاء و محدثین اور ہر صدی میں آنے والے مجددین کا کام ہی منہاجِ نبوت اور صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کو زندہ کرنا اور شرک و بدعت کو دین سے نکال کر مٹاتا ہے۔ اسلئے صرف حضرات صحابۂ کرام اور خلفاءِ راشدین اور انکے طریقوں کو زندہ کرنے والے ائمہ مجتہدین اور ہر صدی کے مجددین کا اتباع کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت اس بارے میں ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ مسعودٍ قالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَن قد مَاتَ فَإِنَّ الحَيَّ لَا تُؤمَن عَليه الفتنة أولئك أصحابُ محمدٍ صلى الله عَليهِ وسلم كانوا أفضَلَ هٰذهِ الأُمَّة أبرها قلوبًا وأعمقها عِلمًا وأقلها تكلفًا اختارهم الله لِصُحبةِ نبيّه ولِإقامةِ دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم مِن أخلاقهم وسيرهم فإنهم كانوا على الهُدىٰ المُستقيم۔

الحدیث[۵۱]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص کسی کے طریقہ کو اپنا نصب العین بنانا چاہے تو چاہیئے کہ وہ ان اجلّہ اصحاب کی سنت کو اپنا نصب العین بنالے جو دُنیا سے گذر چکے ہیں۔ اسلئے کہ زندوں کا فتنہ میں مبتلا ہوجانیکا خطرہ ہوتا ہے۔ یہی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے سب سے افضل ترین لوگ تھے۔ انکے قلوب ہر بُرائی سے پاک تھے۔ اور ان کو گہرا علم حاصل تھا، اور انمیں تکلف و بناوٹ بالکل نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کیلئے منتخب کیا تھا، اور اپنے دین کو صحیح طریقہ پر قائم کرنے کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ لہٰذا انکی فضیلت اور انکے مقام کو پہچانو، اور انہیں کے طریقہ کا اتباع کرو، اور انکے اخلاق اور انکی سیرت کو جہانتک ہوسکے مضبوطی سے پکڑلو۔ اسلئے کہ وہ سب صحیح ہدایت پر قائم تھے

---

[۵۱] مشکوٰۃ شریف ۱/۳۲

(۱۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طالبِ دُنیا، طالبِ آخرت

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ۔ الآیۃ[1]

جو کوئی آخرت کی کھیتی کو چاہتا ہے ہم اس کے واسطے اسکی آخرت کی کھیتی کو بڑھاتے ہیں (اور اس میں زیادتی کرتے جاتے ہیں) اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کو چاہتا ہے ہم اس کو دُنیا میں سے کچھ دیدیتے ہیں، اور اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

۱ طالبِ آخرت کو ایک نیک عمل کا بدلہ دسؔ سے سَاتؔ سو تک

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ کے اندر دو قسم کے لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے، طالبِ آخرت اور طالبِ دُنیا۔

طالبِ آخرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں یہ بشارت دی ہے کہ جو شخص آخرت کی کھیتی اور آخرت کی ترقی کو چاہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی آخرت کی کھیتی کو اس طرح بڑھاتا ہے کہ اس نے اگر ایک نیکی کی ہے تو اسکو ایک کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ دسؔ عطا فرمائیگا۔ قرآن کریم میں اللہ نے ارشاد فرمایا، "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا"[2]، جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو ایک کے بدلہ میں دسؔ نیکیاں ملیں گی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی اس نیکی کو بڑھاتا جاتا ہے، بڑھاتے بڑھاتے سَاتؔ سو گنا تک پہنچا دیتا ہے۔

---

[1] سورۃ شوریٰ آیت ۲۰۔ [2] سورۃ انعام۔ آیت ۱۶۰۔

حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان ربکم یقول "کل حسنۃ بعشر امثالہا الی سبع مائۃ ضعف۔" الحدیث[1]

تمہارا رب کہتا ہے کہ وہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے، مگر نیت اور کیفیت کے اعتبار سے اجر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور سات سو گنا تک اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

ایک کھجور کا اجر پہاڑ کے برابر

بخاری شریف کی ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی پاک کمائی سے صرف ایک کھجور یا کھجور کے برابر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طریقہ سے حفاظت کے ساتھ بڑھاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے کسی عمدہ نسل کے جانور کے بچہ کی حفاظت کرتا ہے، اس کو عمدہ غذا کھلاتا ہے، اور اس کی خوب دیکھ ریکھ کر کے خوب موٹا تازہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی نیکیوں کو اسی طرح حفاظت کے ساتھ بڑھاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک کھجور کو بڑھاتے بڑھاتے بہت بڑے پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔ جب بندے کو معمولی صدقہ کا ثواب عظیم ترین پہاڑ کے برابر ملنے لگے گا تو بندے کو شبہ ہوگا کہ یہ کس عمل کا بدلہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جائیگا کہ ہم کسی کے نیک عمل کو ضائع ہونے نہیں دیتے۔ تمہاری ایک کھجور کا یہ بدلہ ہے جو تم نے اپنے پاک مال میں سے اخلاص کے ساتھ میرے راستہ میں خیرات کیا تھا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ ثم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے، تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔

---

[1] ترمذی ۱/ ۱۵۹ ۔

يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ - الحديث [1]

پھراس کو صاحب صدقہ کے لئے اس طرح بڑھاتا ہے جیساکہ تم میں سے کوئی شخص عمدہ نسل کے جانور کے بچہ کو کھلا پلاکر موٹا کرتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ کے برابر کردیتا ہے۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ الآیۃ سے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نیکی کے بدلہ کے ساتھ الگ سے بھی دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ہر نیکی کا بدلہ ضرور عطا فرمائیگا۔ کسی پر ظلم نہیں کریگا۔ اور نیکی کا بدلہ دس سے لیکر سات سو گنا تک اپنے مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق دیگا۔ اور اس طرح ضابطہ کے مطابق دینے کے بعد اپنی طرف سے اپنے لامحدود خزانہ سے اپنی شایانِ شان اتنا دیتا ہے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی عظیم المرتبت ذات کے شایانِ شان ہوگا ــــ چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا - الآیۃ [2]

بیشک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (اس کے اجر کو ضائع نہیں کریگا) اور اگر نیکی ہے تو اس کو دو چند کرتا ہے، اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کریگا۔

اللہ تعالیٰ غیر مسلم کی نیکی کا بھی بدلہ دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کسی قسم کے نیک عمل کا بدلہ ضائع نہیں کرتا، حتیٰ کہ اگر کسی غیر مسلم نے بھی کوئی نیک عمل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ اس کا اجر اس کو یقینی طور پر عطا کرتا ہے۔ ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ غیر مسلم کو نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے۔ ان کو آخرت میں کچھ بھی نہ ملے گا۔ مؤمن کو دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملیگا۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۱۸۹ حدیث ۱۳۹۲ - ۲/۱۱۰۵ حدیث ۷۱۳۰ [2] سورۃ نساء - آیت ۴۰

اور اگر کسی مسلمان کو دنیا میں کچھ بھی نہیں ملا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ اندوزی ہوگی۔ حدیث شریف ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

ع۳ عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایظلم مؤمنا حسنۃ یعطی بھا فی الدنیا ویجزی بھا فی الآخرۃ واما الکافر فیطعم بحسنات ما عمل بھا للہ فی الدنیا حتی اذا افضی الی الآخرۃ لم تکن لہ حسنۃ یجزی بھا۔ الحدیث ؎۱

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن پر اس کی نیکی ضائع کرکے ظلم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ مؤمن کو دنیا میں دیتا ہے اور آخرت میں بھی بدلہ دیتا ہے۔ اور بہر حال کافر کو اسکے نیک عمل کا بدلہ دنیا میں دیدیتا ہے حتیٰ کہ آخرت میں اس حالت میں جاتا ہے کہ اس کی نیکی باقی نہیں رہتی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ طالب آخرت کو آخرت میں تو خوب دیگا اور دنیا میں بھی محروم نہیں رکھے گا۔

ع۲ طالبِ دنیا

دوسرا طالب دنیا ہے جس کا انجام اس آیت کریمہ کے اندر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کھیتی اور دنیا کی ترقی چاہتا ہے ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔

„ وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ۔ الآیۃ

دنیا عیش وعشرت کی جگہ نہیں ہے، بلکہ دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دلکش بناکر انسان کو اس میں امتحان کے لئے بھیجا ہے، پھر اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔

وان اللہ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون۔ ؎۲ تم کو دنیا میں خلیفہ بناکر دیکھ رہا ہے کہ دنیا میں تمہارا کیا عمل ہے۔

؎۱ مسلم شریف ۲/۳۷۴۔ ؎۲ ترمذی شریف ۲/۴۲۔

جو شخص دنیا کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دُنیا میں کچھ دیدیگا، لیکن آخرت میں کچھ نہ ملیگا۔ بلکہ تباہی وبَربادی ہوگی۔ دُنیا حاصل کرنا بُرا نہیں ہے، بلکہ دنیا کے ساتھ دل لگانا بُرا ہے۔

انسان کو سونے چاندی کی وادی سے قناعت نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کسی کیلئے دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی کو سونا بنا کر اس کی ملکیت میں دیدے اس کے باوجود اس کا دِل نہیں بھریگا۔ وہ اسی طرح دوسری وادیوں کی تلاش میں رہیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کو اس دنیا کی کسی بھی دولت سے کبھی بھی آسُودگی نہیں ہوگی۔ پس انسان کی آسُودگی کے لئے صرف ایک ہی شکل ہے کہ دُنیا سے رُخصت ہو کر قبر میں پہونچ جائے اس کے بغیر اسکو کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا۔ اس طرح دُنیا کی حرص اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک نہایت قبیح اور مذموم ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی ایسی حرکتوں سے باز آکر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو :۔

[1] عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ ذَھَبٍ لَاَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ ثَانِیًا وَلَا یَمْلَاُ فَاہُ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ - الحدیث	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ابن آدم کو دو پہاڑیوں کے درمیان کی وادی کو سونا بنا کر دیدیا جائے تو وہ یہ چاہیگا کہ اسکو دوسری وادی مل جائے۔ اور انسان کا منہ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادئ مکّہ کے سونا ہونے کو ٹھکرا دیا

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ وہ مؤمن ہے جو اپنے رب کی عبادت خوب

[1] ترمذی شریف ۲/۵۹ -

اچھی طرح کرتا ہو۔ اور بہت خفیہ طور پر عبادت کرتا ہو۔ اور معمولی روزی پر قناعت کرتا ہو — اور فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وادیٔ مکہ کو میرے لئے سونا بنا کر دینے کو فرمایا تو میں نے اپنے رب سے درخواست کی، اے اللہ مجھے دُنیا کی اس دولت سے کوئی خوشی نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اور جب بھوک ستائیگی تو تیری عبادت میں لُطف آئیگا اور اس کے بعد جب کچھ کھانے کو مل جائیگا تو تیرا شکر ادا ہوتا رہیگا۔

سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا کو کوئی حیثیت نہیں دی۔ آپؐ نے فرمایا:

۵ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا قُلْتُ لَا یَارَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ فَاِذَا شَبِعْتُ شَکَرْتُکَ وَحَمِدْتُکَ۔ الحدیث [1]	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے رب نے میرے لئے وادیٔ مکہ کو سونا بنا دینے کو کہا تو میں نے عرض کیا کہ نہیں یارب بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ تو جب بھوکا ہونگا تو تیرے دربار میں تضرع اور گریہ وزاری کرونگا، اور تیرا ذکر کرتا رہونگا، اور جب پیٹ بھر کر کھاؤنگا تو تیرا شکر ادا کرونگا اور تیری حمد وثناء کرتا رہوں گا۔

انسان دُنیا کی دولت میں سے صرف تین چیزوں کا مالک ہوسکتا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال و دولت کی کثرت اور دُنیا کے سازوسامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے اور نہ آخرت کی فکر۔ پس شب وروز یہی دُھن لگی رہتی ہے کہ میرے پاس دولت کی بہتات ہو۔ میں ہی سب سے زیادہ دولت مند بن جاؤں، میں ہی سب میں شہرت یافتہ بن جاؤں، میں ہی سب میں بڑا بن جاؤں۔ اس

[1] ترمذی شریف ۲/۶۰ —

فکر اور دُھن کی وجہ سے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو بھول بیٹھتا ہے۔ کہتا پھرتا ہے کہ یہ میرا مال ہے، وہ میری دولت ہے۔ وہ میری جائیداد ہے، وہ چُناں ہے وہ چنیں ہے۔ حالانکہ اس کو خود اپنی حیثیت کا بھی پتہ نہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، تیرا مال کیا ہے؟ تیرا اگر کچھ ہو سکتا ہے ـــــ تو صرف تین چیزیں ہو سکتی ہیں۔

۱ وہ کھانا جو کھا کر ختم کر دیا ہے۔ ۲ وہ کپڑا جو تو نے پہن کر پھاڑ دیا ہے۔

۳ وہ صدقہ خیرات ۔ جس کو تو نے آخرت کے لئے جمع کر دیا ہے، باقی تیرا کچھ بھی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۲ عَنْ مطرف عَنْ ابیہٖ اِنَّہٗ انتہٰی اِلَی النبی صَلی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلم وھُوَ یقول اَلْھٰکُمُ التَّکاثُر قَالَ یقولُ ابن اٰدم مَالِی مَالِی وھَل لکَ مِنْ مَالِکَ اِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فامضیت او اکلتَ فافنیْتَ اَوْ بَلیتَ فابلیت۔

الحدیث[۱]

حضرت مطرب اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ اُن کے والدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ فرما رہے تھے کہ تم کو کثرتِ دولت کی حرص نے غفلت میں مبتلا کر رکھا ہے ۔ ابو مطرب فرماتے ہیں کہ آپؐ یہ بھی فرما رہے تھے کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ کیا تیرا اسکے سوا کوئی مال ہو سکتا ہے جس کو تو نے آخرت کیلئے صدقہ کر کے جمع کر دیا ہے یا جس کو تو نے کھا کر ختم کر دیا ہے، یا جس کو تو نے پہن کر پھٹا پُرانا کر دیا ہے۔

طالبِ آخرت کیلئے دُنیا میں تین بشارتیں، طالبِ دُنیا کیلئے تین نقصانات

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے ایک حدیث مروی ہے، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طالبِ آخرت کے لئے دُنیا ہی میں تین قسم کی بشارتوں کا اعلان فرمایا۔ اور طالبِ دُنیا

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۶۰ ۔

پر تین قسم کے نقصانات کا اعلان فرمایا ہے۔

طالبِ آخرت کی تین بشارتیں یہ ہیں :۔

۱۔ اللہ تعالیٰ طالبِ آخرت کو دنیا میں استغنار کی دولت سے مالا مال فرماتا ہے۔ اور اس دُنیا میں سب سے بڑا کامیاب وہ شخص ہے جس کو استغناء حاصل ہو چکا ہو۔ اس دُنیا میں ہر شخص سکون کی تلاش میں ہے، اور سکون درحقیقت اسی کو حاصل ہوتا ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہو کر خالق کا نیاز مند ہوتا ہے۔ اس کو دنیا کی کوئی فکر نہیں، اس کو دنیا میں کوئی غم نہیں۔ اگر ہے تو صرف غمِ آخرت ہے۔ اگر ہے تو سنت کو زندہ کرنے کا غم ہے، اگر ہے تو اپنے محبوبِ حقیقی کا غم ہے۔ اگر ہے تو اپنے مولیٰ کو خوش کرنے کا غم ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کرلے میں تیرے سینہ کو استغناء کی دولت سے بھر دونگا، اور تجھ سے محتاجی کو دُور کر دوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھ کو دُنیا میں ایسا مشغول کر دوں گا کہ تو خود پریشان ہو جائیگا۔ اور تیرے لئے محتاجی اور فقر کا دروازہ کھول دوں گا۔ حدیث یہ ہے :۔

عَنْ اَبِی هُرَیرةؓ عَنِ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُولُ یَا ابْنَ آدَم تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِی اَمْلَأُ صَدْرَكَ غِنیً وَاَسُدُّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَیْكَ شُغْلاً وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔ الحدیث[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ وقت نکال میں تیرے سینہ کو استغناء سے بھر دوں گا اور تجھ سے فقری کا دروازہ بند کر دوں گا۔ اور اگر تو ایسا نہ کریگا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو دُنیا میں مشغول کر دوں گا، اور تیرے فقر کا دروازہ بند نہ کروں گا۔

۲۔ طالبِ آخرت کیلئے دوسری بشارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اور پھیلے ہوئے کاموں کو بآسانی جوڑنے اور بسہولت مکمل ہونے کے لئے ہر طرف سے معاونین پیدا فرمادیتا ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۷۳۔

ہر طرف اس کے موافقین ہوں گے، مخالفین کم ہوں گے۔
ہر شخص کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ اسکے کام میں معاون بن کر اللہ کے اس بندہ سے قرب حاصل کریں۔ اس کو خوش کریں، اس کی خدمت کر کے اس سے دُعائیں لی جائیں۔

بھائیو! آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ہر طرف سے مدد کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر و باعثِ عزت سمجھتے ہیں۔ اس کا کوئی کام اگر خراب ہوجائے، اس کو کوئی نقصان پہونچ جائے تو ہر شخص کو غم ہوتا ہے۔ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ میرا ہی نقصان ہوا ہے۔

یہ سب باتیں صرف فکرِ آخرت کی وجہ سے ہوتی ہیں مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ ، جو اللہ کیلئے ہوتا ہے اللہ بھی اس کے لئے ہوجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے ہوگا پوری دُنیا اس کیلئے قربان ہے۔

۳ طالبِ آخرت کے لئے تیسری بشارت یہ ہے کہ دُنیا اس کے پاس ذلیل و خوار بن کر آئیگی۔ وہ دُنیا کو ٹھکراتا رہیگا مگر دُنیا اس کے پیچھے پیچھے گھومتی رہے گی۔ لوگ دُنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں گے اور دُنیا اس کے پیچھے پڑے گی۔

خدا کی شان عجیب وغریب نرالی ہے کہ جو دُنیا کو چاہتا ہے دُنیا اس سے بھاگتی ہے، اور جو دُنیا سے بھاگتا ہے دُنیا اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے یہاں ایک ایک وقت میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مہمان ہوتے تھے۔ اور رمضان المبارک میں تو چار چار پانچ پانچ ہزار کا مجمع ہوتا تھا، سب کی مہمانداری تنہا شیخ کی طرف سے ہوتی تھی۔ اُن کے پاس نہ کوئی ایسی بڑی تجارت تھی اور نہ ہی کوئی جائیداد ایسی تھی جس کی آمدنی سے خرچ فرماتے، مگر نہ معلوم کہاں سے آتا تھا۔ اور ہر سال متعلقین کی ایک بھاری تعداد کو بھی ساتھ میں حجازِ مقدس لیجایا کرتے تھے۔
جب انسان اپنا لگاؤ خدا کے ساتھ کرلیتا ہے اور آخرت کی کامیابی کو حقیقی کامیابی سمجھتا ہے تو دُنیا کی دولت اور بڑے بڑے اُمراء سب اسکے دَر پر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

طالبِ دُنیا پر دُنیا میں تین نقصانات

طالبِ دُنیا جو دُنیا طلبی ہی کو اپنا واحد مقصد بنا لیتا ہے، اور اسی میں اپنے آپ کو کھو بیٹھتا ہے، اور اللہ کو بھول بیٹھتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کو آخرت میں تو کچھ بھی نہ ملیگا اور دُنیا میں عبرتناک تین نقصانات پہنچیں گے۔

۱ پہلا نقصان یہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی آنکھوں کے درمیان فقیری اور محتاجی کی مہر لگا دیگا۔ ہر وقت محتاجی اور کس مپرسی کے عالم میں رہیگا، چاہے وہ فی نفسہٖ کتنا ہی مالدار کیوں نہو۔ محتاج ہی رہیگا۔ بلکہ حلال راستہ سے جو آرہا ہے اس پر قناعت نہ ہوگی۔ آخر کار حرام راستہ بھی اختیار کرلیگا۔ جیسا بھی ہو لِس آنا چاہئے۔ ایف ڈی، سُود انشورنس۔ ہر ایک میں مبتلا ہوتا جائیگا۔ جتنا بڑا مالدار ہے اتنا بڑا محتاج، کیونکہ پیشانی پر محتاجی اور کس مپرسی کی مہر لگ چکی ہے۔

نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص پر فقر و فاقہ کی آزمائش ہو رہی ہے وہ اگر اپنی ضرورت لوگوں کے سامنے پیش کردے تو اس کے فقر و محتاجی کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ اور جس نے اپنی ضرورت خدا کے سامنے رکھدی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دیگا، بس اتنا ہے کبھی جلدی دیتا ہے اور کبھی اپنی مصلحت سے دیر میں دیتا ہے۔ اگر دُنیا میں نہیں دیتا ہے تو آخرت میں دوچند کرکے دیگا۔

۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَتْ بِہٖ فَاقَۃٌ فَانْزَلَہَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُہٗ وَمَنْ نَزَلَتْ بِہٖ فَاقَۃٌ فَانْزَلَہَا بِاللّٰہِ فَیُوْشِکُ اللّٰہُ لَہٗ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ۔ الحدیث[۵]	حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص پر فقر و فاقہ لاحق ہوجائے تو اسکو لوگوں کے سامنے رکھدے تو اسکے فقر و فاقہ کا دروازہ بند نہ ہوگا، اور جس کو فقر و فاقہ لاحق ہوجائے تو وہ اسکو اللہ کے سامنے رکھدے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور دیگا، چاہے دُنیا میں دے یا آخرت میں۔

---

۵ ترمذی شریف ۲/۵۸

۲ طالبِ دُنیا کو دُنیا میں دوسرا نقصان یہ پہونچیگا کہ ہر طرف سے اس کے مخالفین ہوں گے۔ اگر کوئی موافق بھی ہوتا ہے تو وہ صرف ظاہرداری کے لئے ہوگا۔ اندر سے وہ بھی درحقیقت مخالف ہوگا۔ اور ہر شخص موقع کی تلاش میں ہوگا۔ اس کے منتشر کام منتشر ہی رہیں گے۔ اس کا سارا کام پھیلا ہوا ہوگا۔ اس کو کوئی اپنا مُعاون نہ ملیگا۔ وہ خود اپنے امور میں حیران اور ششدر ہو کر رہ جائے گا۔ زمین بھی دشمن، فلک بھی دشمن، اس کی دُنیا کی زندگی اسی حیرانی میں گذر جائیگی۔ آخرکار اسی طرح خالی ہاتھ رہ جانا ہوگا۔

۳ اس کا نقصان یہ ہوگا کہ وہ صرف طلبِ دُنیا کی وجہ سے خدا کو بھول بیٹھا، اور خدا کے احکام کو بُھلا دیا ہے۔ مگر اس کو ان ساری کوششوں کے باوجود دُنیا میں سے صرف اتنا ملیگا جو اس کے مقدر میں ہے۔ اور اس نے ایسی چیز کی تلاش میں زندگی کو گنوا دیا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ؎ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے

ہوا پیدا اسی غم کے لئے راحت کا طالب ہوں
طلب کرتا ہوں ایسی شی جو قسمت میں نہیں میری

حضرت حکیم بن حزامؓ کو آپؐ کی نصیحت

ترمذی شریف میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے اپنے معاملہ میں ایک روایت مروی ہے۔ اس روایت سے قبل حضرت حکیم بن حزامؓ کا تھوڑا سا تعارف کرا دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ یہ وہ عظیم المرتبت صحابیِ رسول ہیں جنہوں نے اسلام سے قبل بحالتِ کفر کارِ خیر اور عبادت سمجھ کر سوؔ غلام آزاد کر دیئے تھے۔ اور سوؔ اونٹ مع ساز و سامان کے ضرورتمندوں کو صدقہ کر دیئے تھے۔ اور جب اسلام قبول فرمایا تو ان کو احساس پیدا ہوا اور فیصلہ فرمایا کہ زیادہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو صدقہ کردوں جتنا حالتِ کفر میں کیا تھا۔ چنانچہ سوؔ غلام اسلام لانے کے بعد پھر آزاد فرمائے۔ اور سوؔ اونٹ مع ساز و سامان اسی شان و شوکت سے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیئے۔ انکا

یہ واقعہ بخاری شریف میں چار مقامات پر موجود ہے۔

عنہ ان حکیم بن حزام اعتق فی الجاھلیۃ مائۃ رقبۃ وحمل علی مائۃ بعیر فلما اسلم حمل علی مائۃ بعیر و اعتق مائۃ رقبۃ۔ الحدیث ؎	بیشک حضرت حکیم بن حزامؓ نے زمانۂ جاہلیت میں سّو غلام آزاد فرمائے اور سّو اونٹ صدقہ کئے اور پھر جب اسلام لائے تو پھر سّو اونٹ صدقہ کئے اور سّو غلام آزاد فرمائے۔

اب ترمذی کی روایت سماعت فرمائیں۔ حدیث شریف چونکہ لمبی ہے اسلئے صرف اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ ضرورت کا سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ پھر سوال کیا تو پھر عطا فرمایا۔ اور پھر سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے حکیم اس دُنیا کی چیزیں بہت دلکش ہیں۔ قناعت نہ ہوگی، جو بغیر طمع اور بغیر اشراف نفس کے لیتا ہے تو برکت ہوتی ہے۔ اور جو شخص اشراف نفس اور طمع میں مبتلا ہو کر لیتا ہے اس میں اللہ کی طرف سے کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی ــــ اس کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ کھاتا جاتا ہے، کھاتا جاتا ہے، مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اس کو کسی طرح سے آسودگی نہیں ہوتی۔ یعنی اس کی آنکھیں نہیں بھرتیں۔ اور فرمایا اے حکیم یاد رکھو اُوپر والا ہاتھ اور دینے والا ہاتھ نیچے والے اور لینے والے ہاتھ کے مقابلہ میں افضل اور بہتر ہوتا ہے۔ تو اس پر میں نے کہا یا رسُول اللہ اب میں زندگی بھر کسی سے سوال نہیں کروں گا۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مالِ غنیمت آیا تو حضرت حکیم بن حزامؓ کو ان کا حصہ پیش کیا گیا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور حضرت عمرؓ نے ان کا حصہ پیش فرمایا تو بھی لینے سے انکار فرما دیا، تو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے اعلان فرمایا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں حکیم بن حزامؓ کا حصہ ان کو پیش کر رہا ہوں مگر وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں چنانچہ لیا نہیں

؎ بخاری شریف ۱/۳۴۴ حدیث ۲۴۶۹۔ ۱/۱۹۳ حدیث ۱۴۱۷، ۲۱۶۹، ۵۷۵۸

اور تاحیات کبھی کسی کے سامنے ضرورت کا سوال تو درکنار بلکہ اپنا واجبی حق بھی نہیں لیا اور معاف کر دیا[1]

حدیث طالبِ آخرت و طالبِ دُنیا

اب میں وہ حدیث شریف آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس میں طالبِ آخرت اور طالبِ دُنیا کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے :۔

[2] عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ وَاَتَتْہُ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَفَرَّقَ عَلَیْہِ شَمْلَہٗ وَلَمْ یَاْتِہٖ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَہٗ۔ الحدیث[2]

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس کا ارادہ اور مقصدِ اصلی آخرت ہے اللہ تعالیٰ اسکے دل کو استغناء کی دولت سے بھر دیتا ہے، اور اسکے منتشر کاموں کو جوڑ کر تکمیل کر دیتا ہے اور دُنیا اسکے پاس ذلیل وخوار بن کر آتی ہے، اور جس کا مقصدِ اصلی دُنیا ہے اللہ تعالیٰ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان فقیری کی مہر لگا دیتا ہے، اور اس پر اسکے کاموں کو منتشر کر دیتا ہے، اور دُنیا میں سے اس کو صرف اتنا ملیگا جو اس کے مقدر میں ہے :

شیخ سعدیؒ نے فرمایا :۔

مردۂ تنگ بیک نانِ تہی پُر گردد ‖ نعمتِ روئے زمین پُر نہ کند دیدۂ تنگ

انسان کا پیٹ آدھی نان سے بھر جاتا ہے، مگر روئے زمین کی تمام نعمتوں کو اس کی ملکیت میں دیدیا جائے تو اس کی آنکھیں نہیں بھریں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں آپؐ نے دراہم و دنانیر کے غلام پر لعنت فرمائی ہے :۔

لعن عبد الدینار لعن عبد الدرھم۔[3]

---

[1] ترمذی شریف ۲/۳۷، [2] ترمذی شریف ۲/۷۳ [3] ترمذی شریف ۲/۶۳۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ارشاد

ترمذی شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ارشاد ہے کہ وہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم خوب تنگ دستی اور سختی میں مبتلا تھے، مگر اس پر صبر کرنا ہمارے لئے بہت آسان تھا، اور آپؐ کے بعد ہم خوشحالی میں مبتلا ہوگئے، مگر صبر کا مادہ ہم سے ختم ہوچکا ہے[۱] اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کے اُوپر آخرت کی فکر سوار ہوجائے تو دُنیا کی مشقتیں برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اور جب دُنیا کی فکر ہونے لگتی ہے تو صبر و ضبط سب ختم ہوجاتا ہے۔

دُنیا میں مُسافر کی طرح رہو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ دُنیا میں ایک اجنبی مُسافر کی طرح زندگی گزارو، یا اس طرح بے رغبتی سے زندگی گذارو جیسے کوئی راستہ چلتا ہوا مُسافر۔ اس کو راستہ میں کسی جگہ کوئی روکنا چاہیگا تو نہیں رُکیگا۔ اسے ہر وقت اپنے وطن پہونچنے کا فکر رہتا ہے۔ بلکہ اگر ٹرین یا بس وغیرہ سواریوں کی رفتار سست ہوجائے تب بھی کبیدہ خاطر ہوجاتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ اُڑ کر وطن پہونچ جائے۔ تو دُنیا کی زندگی کا حال بھی ایسے ہی راستہ چلتے ہوئے مُسافر کی طرح ہے۔ اسلئے دُنیا سے جی لگانا اور دُنیا کو اپنا مقصد اصلی بنانا نہایت حماقت ہے۔

؎ مُسافر ہر کجا باشد وطن را یاد میدارد ٭ چوں بلبل در قفس باشد چمن را یاد میدارد

مُسافر کہیں بھی ہوتا ہے اپنے وطن کو یاد کرتا ہے جیسا کہ پنجرے میں بلبل چمن کو یاد کرتی ہے۔

نیز جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔ اور صحت کی حالت میں جو کچھ کرنا ہو کر لو۔ بیمار پڑ جاؤ گے تو کچھ نہ کرسکو گے۔ اور اپنی حیات و زندگی

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۷۳۔

میں جو کچھ کرنا ہے کرلو، موت کے بعد کچھ بھی نہ کر سکو گے۔ یاد رکھو کل تک تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا، کہ تم کون تھے، تم بھی دُنیا میں کوئی آدمی آئے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو:۔

۱۱ عن ابن عمرؓ قال اخذ بعض جسدی قال کُنْ فِی الدُّنیا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ وعُدَّ من نفسِك مِنْ اھلِ القبور (وقولہٗ) وَخُذْ مِنْ صحتِك قبلَ سُقمِك ومِنْ حیاتِك قبلَ مَوْتِك فانَّكَ لَا تَدْرِی یَاعَبْدَ اللّٰہِ مَا اسْمُكَ غَدًا۔ الحدیث [1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے پکڑ کر فرمایا کہ دُنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم اجنبی مسافر ہو، یا راستہ چلتا ہوا مسافر ہو، اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کرو، اور بیماری سے پہلے اپنی صحت سے فائدہ اُٹھالو، اور موت سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اُٹھالو۔ اسلئے کہ اے عبداللہ کل تک تمہارے نام کا بھی پتہ باقی نہ رہے گا۔

دُنیا مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں

ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ کہیں تشریف لیجا رہے تھے، راستہ میں بکری کا ایک بچہ مرا ہوا پڑا تھا، آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کو کیوں پھینکا، معلوم ہے؟ تو سبؓ نے کہا کہ مالک کے نزدیک اس کی کوئی قیمت اور حیثیت باقی نہیں ہے اس لئے پھینک دیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا اور دُنیا کی دولت کی حیثیت اس مُردار سے بھی کم ہے۔ اتنی بھی نہیں ہے۔ [2]

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دُنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دُنیا میں سے ایک گھونٹ پانی بھی پینے نہ دیتا، بلکہ اللہ کے نزدیک دُنیا کی حیثیت اتنی بھی نہیں ہے۔ یہی ہے وہ دُنیا جس کیلئے

---

[1] ترمذی شریف ۲/۵۹ [2] ترمذی شریف ۲/۵۸۔

انسان عزت و آبرو، خون پسینہ، تقویٰ طہارت، رشتہ ناطہ سب کچھ قربان کر دیتا ہے، اور سب کچھ بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱۲ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَاسَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ۔ الحدیث[۱]	حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں سے کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پینے نہ دیتا۔

دینی معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھو اور دُنیاوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو۔

ایک حدیث پاک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے اندر دو صفتیں موجود ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کو صابرین اور شاکرین کے زمرہ میں شامل فرمالیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اس کو نصیب ہوجاتی ہے۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتے ہیں دُنیا و آخرت میں اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور جس شخص کے اندر یہ دو صفتیں موجود نہ ہوں اس کو کبھی بھی صبر و شکر کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

۱۔ اپنے دین کے معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھتا ہے، بزرگوں اور عبادت گذار اور متقی اور اللہ والوں کو دیکھتا ہے، اور اپنے حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ اور اپنی دینی کمزوری پر افسوس کرتا ہے کہ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جنہوں نے دین کے معاملہ میں اتنا بڑا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ اتنا اونچا مقام حاصل کرلیا ہے۔ ہم کو بھی دینی کمزوری دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور پھر اُن اللہ والوں سے تعلق اور ان سے استفادہ اور ان کے ساتھ عبادت کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ اور

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۸

ایسا ہرگز نہیں کرتا کہ ہم تو نماز پڑھتے ہیں بہت لوگ تو نماز بھی نہیں پڑھتے۔ رات دِن بُرائیوں میں مبتلاء ہیں، ہم تو ان سے اچھے ہیں۔ یہ خوش فہمی انسان کو غارت کرتی ہے۔ اور دین سے دُور کر دیتی ہے، اس لئے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ناراض ہوجاتا ہے۔

۱۲ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتا ہے، کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ اور بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کو اتنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ ایکسپورٹر اور بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک اپنے سے نیچے تاجروں کو دیکھ کر شکر ادا کریں تاجر لوگ مزدوروں کو دیکھیں، مزدور فقیروں کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں کہ اللہ نے بہر حال ہم کو جو کچھ دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ ان بھائیوں کو تو اتنا بھی میسّر نہیں ہے۔ اگر یہی نظریہ رہیگا تو انسان کبھی بے صبرا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہر شخص صابر و شاکر ہی نظر آنے لگے گا۔

اور جو شخص دنیاوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھ کر سوچتا رہتا ہے، ارے اس کو کتنی دولت حاصل ہے۔ اس کا گھر کتنا شاندار ہے۔ نہ جانے کیا کیا سوچتا رہیگا، ایسا شخص کبھی بھی چین وسکون سے زندہ نہیں رہ سکتا، ہمیشہ فکرمند رہیگا۔ اس کو کبھی قناعت نہ ہوگی، اور اللہ بھی اس سے ناراض رہیگا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ دُنیا ملی نہ دین، نہ اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا رہا، ہر طرف سے ناکامی ہی ناکامی، اللّٰھُمَّ احفظنا مِنْ ھٰذا۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن عمرٍو قَالَ سَمِعتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یقول خَصْلَتانِ مَنْ کَانَتَا فیہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا وَمَنْ لَمْ تکونا فیہِ لم یکتبہ اللّٰہ شاکرًا ولا صابرًا۔ من نظر فِی دینِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوفوقہٗ فاقتدٰی بِہٖ ومن نظر فی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپؐ سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے، جس کے اندر دو عادتیں موجود ہوں اللہ تعالیٰ اس کا نام صبر و شکر کرنیوالوں کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے۔ اور جس میں یہ عادتیں نہ ہوں اس کا نام نہ شاکروں میں لکھا جاتا ہے اور نہ صابرین میں۔ جو شخص اپنے دین کے معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھ کر انکی

دنیاہ الیٰ مَنْ ھو دونہ فحمِدَ اللہ علیٰ مَافضلہٗ بہٖ علیہ کتبہ اللہ شاکِرًا صَابرًا وَمَنْ نظر فی دینہٖ الیٰ مَنْ ھُوَ دونہ ونظر فی دنیاہ الیٰ مَنْ ھُوَ فوقہٗ فاسف علیٰ مَافاتہٗ منہ لم یکتبہ اللہُ شاکرًا صَابرًا۔

اقتدار کرتا ہے، اور دُنیاوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھ کر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اس کا نام اللہ تعالیٰ شاکرین وصابرین میں لکھ دیتا ہے۔ اور جو اپنے دینی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھتا ہے اور دُنیاوی معاملہ میں اپنے سے اُوپر والوں کو دیکھ کر مافات پر افسوس کرتا ہے اس کا نام اللہ تعالیٰ صابرین وشاکرین میں نہیں لکھتا۔

الحدیث ۱؎

زُہد اور دُنیا سے بے رغبتی کی حقیقت

زہد اور دُنیا سے بے رغبتی سے متعلق ایک حدیث میں آپؐ نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ۱؎ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا میں زہد وتقویٰ اور دُنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت اس کا نام نہیں ہے کہ حلال کو اپنے اُوپر حرام کرلیا جائے یا مال ودولت کو ضائع اور برباد کردیا جائے۔ بلکہ مال حاصل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا اور اس کو صحیح جگہ خرچ کرنا عنداللہ عبادت ہے۔

لیکن اللہ تبارکْ تعالیٰ کے نزدیک زہد وتقویٰ کا مطلب یہی ہے کہ اللہ نے تمہارے ہاتھ میں جو کچھ دے رکھا ہے اس پر تمہارا بھروسہ نہ ہو بلکہ تمہارا بھروسہ اُس پر ہونا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اسلئے جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو اللہ تعالیٰ منٹوں میں سلب کرسکتا ہے۔ لہٰذا بندوں پر ہر وقت خدا کا خوف غالب رہنا چاہیئے۔

۲؎ آپؐ نے فرمایا کہ اس دُنیا میں انسان کو جو مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی ہیں جب آخرت میں ان کا ثواب ملنے لگے گا تو تمنا کریگا کاش کہ اگر اور زیادہ بلاء اور مصیبتیں پہونچتیں تو اور زیادہ ثواب مل جاتا۔

۱؎ ترمذی شریف ۲/۷۷ — ۱/۳۰۷ ۔

حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳ عَنْ اَبِی ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَت بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَ لٰکِنِ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا اُبْقِیَتْ لَکَ۔ الحدیث[۱]	حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا میں زہد و تقویٰ یہ نہیں ہے کہ حلال کو حرام کر دیا جائے، اور نہ یہ ہے کہ مال کو ضائع کر دیا جائے، لیکن زہد و تقویٰ یہ ہے کہ دُنیا میں جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اس پر ایسا بھروسہ نہ کیا جائے کہ جو اللہ کے قبضہ کی چیزوں سے زیادہ ہو جائے، اور جب ان مصیبتوں کا ثواب تم کو ملنے لگے گا جو دنیا میں پہونچی ہیں تو زیادہ رغبت اس بات کی ہوگی کہ کاش وہ مصیبت اور کچھ عرصہ باقی رہ جاتی۔

چار چیزوں سے دُنیا و آخرت میں کامیابی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو چار چیزیں نصیب ہوگئیں تو وہ شخص دُنیا اور آخرت دونوں جہان کی خیر اور بھلائی سے مالا مال ہوگا۔

۱۔ قلباً شاکراً — ایسا دل نصیب ہو کہ جو کچھ بھی میسّر ہو اس پر دل سے شکر کرتا ہو۔

۲۔ ولِسَاناً ذاکراً — ذکر کرنے والی زبان۔ اس کی زبان سے ہر وقت خدا کا ذکر ہی نکلتا ہے۔

۳۔ وبَدَناً علی البَلاءِ صَابِرًا — ایسا بدن نصیب ہو جو ہر بلاء، ومصیبت کو آسانی سے جھیل لیتا ہو۔ بے صبری نہ کرتا ہو۔

۴۔ وزوجۃ لاتبغیہ حوبًا فی نفسہا ومَالہٖ — ایسی باوفا بیوی نصیب ہو جو شوہر کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت میں شوہر کی بدخواہ نہ ہو۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

المرأۃ الصالحۃ تراھا تعجبک وتغیب تأمنہا علیٰ نفسہا ومَالک[۳] ایسی نیک بیوی نصیب

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۹۔ الترغیب والترہیب ۲/۱۳۹۔ رقیہ ثواب الشہید ۲/۱۴۲۔ [۳] الترغیب والترہیب للمنذری ۳/۲۸

ہو جائے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو تم کو خوش کر دیتی ہو۔ اور جب کہیں غائب ہو جاؤ تو تمہاری غیبوبت میں تمہارے مال اور اپنی ذات کی غیروں سے حفاظت کرتی ہو۔ تم اس سے مامون رہو گے

حدیث شریف یہ ہے :-

عن ابن عباسؓ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعٌ من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرۃ، قلبًا شاکرًا ولسانًا ذاکرًا وبدنًا علی البلاء صابرًا وزوجۃً لاتبغیہ حوبًا فی نفسہا ومالہ۔ الحدیث[1]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ چیزیں مل گئیں تو اسکو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی حاصل ہو گئی ۱۔ شکر گذار قلب ۲۔ ذکر کرنے والی زبان ۳۔ ایسا بدن جو ہر مصیبت پر صبر کرتا ہو۔ ۴۔ ایسی بیوی جو شوہر کے حق میں اپنی ذات ونفس اور اس کے مال میں بُرا نہ چاہتی ہو۔

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری بحوالہ طبرانی ۳/۲۸

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا۔ الآیۃ [1]

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا حکم کیا اس کی ماں نے زمانۂ حمل میں تکلیف اور مشقت کے ساتھ حمل کا بوجھ اٹھایا اور ولادت کے وقت میں جان کنی کی تکلیف کے ساتھ جنا ہے۔

قرآنِ کریم کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی جگہ اپنی عبادت اور اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا بھی ذکر فرمایا اور جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی تاکید فرمائی ہے۔ وہاں والدین کے ساتھ حُسنِ سُلوک اور رواداری کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ اور ایسے چار مقامات ہیں اللہ نے تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ ۱ سورۂ بقرہ آیت ۸۳۔ ۲ سورۂ نساء آیت ۳۶۔ ۳ سورۂ انعام آیت ۱۵۱۔ ۴ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳۔

یہ تو وہ آیتیں ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ والدین کے حق کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات میں انفرادی طور پر والدین کے حق کی تاکید فرمائی ہے کہیں فرمایا:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا۔ الآیۃ [2]

ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔

اور کہیں فرمایا:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ۔ الآیۃ [3]

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کیساتھ ہمدردی کی تاکید کی ہے۔

---

[1] سورۂ احقاف۔ آیت ۱۵۔ [2] سورۂ عنکبوت۔ آیت ۸۔ [3] سورۂ لقمان۔ آیت ۱۴۔

الغرض ماں باپ کا حق اولاد کے اُوپر اللہ کے بعد دوسرے نمبر پہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موجدِ حقیقی ہے اور عالمِ اسباب میں والدین اپنے اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا خاص مظہر بنتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ماں باپ کے حقوق کی اہمیت کیلئے اپنی عبادت کی تاکید فرماتی ہے کہ ہمیشہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں ان کی تعظیم ومحبت اور خدمت گذاری کو اپنی سعادت سمجھے اور سورۂ لقمان آیت ۱۵ اور سورۂ عنکبوت آیت ۸ میں اس بات کا حکم ہے کہ اگر ماں باپ مشرک ہوں اور تمکو شرک کا حکم کریں تب بھی دنیا میں انکے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیئے۔

ماں کا حق

حدیث میں آیا ہے کہ ماں کا حق باپ کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ ہے اسلئے کہ ماں نے تین قسم کی تکلیفیں ایسی اٹھائی ہیں جن کی باپ کو خبر بھی نہیں ہے۔

۱۔ حمل کے زمانہ میں نو مہینے تک ماں نے حمل کا بوجھ اٹھایا آخری ایام میں تو کسی کروٹ پر آرام نہیں کرسکتی تھی کبھی اِس کروٹ اور کبھی اُس کروٹ پر کبھی چت لیٹی غرضیکہ بے آرامی اور مشقت میں پورا زمانہ گذر جاتا ہے مگر اس تکلیف میں باپ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا، کے لفظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

۲۔ دوسری تکلیف ماں نے ولادت کے وقت میں اٹھائی ہے کہ ولادت کے وقت میں حیات وموت کے ساتھ جو جان کنی کا منظر ماں نے دیکھا ہے اور اس تکلیف میں بھی باپ کا کوئی حصہ نہیں ہے اسی کو اللہ نے وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا کے لفظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

۳۔ ولادت کے بعد پورے جسم کا جوہر دودھ کی شکل میں ماں نے پلایا ہے، اسمیں بھی باپ کا کوئی حصہ نہیں۔

نیز ولادت کے بعد مہینوں تک بچہ رات میں نہیں سوتا منٹ منٹ میں رونا شروع کردیتا ہے جس کے نتیجے میں ماں کو پوری رات میں ایک گھنٹہ بھی سونے کو نہیں ملتا، یہ سب تکلیفیں ماں نے

تنہا اٹھاتی ہیں۔

اسی لئے حدیث شریف میں ماں کے حق کو باپ کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ بتایا گیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہٖ قال قلت یا رسول اللہ من ابر قال امک قال قلت ثم من قال امک قال قلت ثم من قال امک قال قلت ثم من قال ثم اباک۔ الحدیث [1]

حضرت بہز بن حکیمؒ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ ان کے دادا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں کس کے ساتھ بھلائی اور رعاداری کروں؟ تو حضورؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اس کے بعد کس کے ساتھ تو حضورؐ نے فرمایا پھر بھی اپنی ماں کیساتھ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ تو حضورؐ نے فرمایا پھر بھی اپنی ماں کیساتھ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ تو حضورؐ نے فرمایا پھر اپنے ماں باپ کے ساتھ۔

ماں کی بددعا سے بچو

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت امام طبرانیؒ نے معجم کبیر میں نقل فرمایا ہے اور وہاں سے امام منذریؒ نے الترغیب والترہیب میں بھی نقل فرمایا ہے روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نوجوان صحابی بہت زیادہ عبادت گذار تھے۔ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، سب چیزوں میں آگے رہتے تھے لیکن گھر میں اُن کی بیوی اور ماں کے درمیان اختلاف اور اَن بن رہتی تھی، وہ بیوی کی بات میں آکر ماں کے اُوپر بیوی کی باتوں کو ترجیح دیتے تھے جس کے نتیجے میں ماں ان سے بہت زیادہ خفا رہتی تھی اتفاق سے اُس نوجوان کی موت کا وقت آیا اُن سے کلمہ نہیں پڑھا جا رہا تھا۔ تو ان کی بیوی نے حضورؐ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ میرے شوہر نزع کی حالت میں ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ کو بتلا دوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم ص۱۲

جب حضورؐ نے کہا کہ کلمہ پڑھو تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کی طاقت نہیں ہے کہ کلمہ پڑھ سکوں تو حضورؐ نے معلوم کیا کہ ان کی والدہ زندہ ہیں لوگوں نے کہا جی ہاں تو حضورؐ نے والدہ کو بلوایا کہا کہ اپنے بیٹے کو معاف کردو تو والدہ نے کہا کہ انہوں نے بہت دِل دُکھایا ہے، انہیں معاف نہیں کروں گی تو اس پر حضورؐ نے لکڑیاں جمع کرنیکا حکم دیا اور اسمیں آگ لگادی گئی، پھر ماں سے پوچھا کہ کہیئے اگر ہم تمہارے بیٹے کو اس آگ میں ڈالدیں تو تم اپنے بیٹے کو بچانے کی سفارش کروگی، تو ماں نے کہا ہاں، تو حضورؐ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ اِس سے کہیں زیادہ سخت ہے جب تمہیں اِس آگ میں جلنا گوارہ نہیں ہے تو اس سے کہیں زیادہ سخت ترین آگ میں جلنا کیسے گوارا ہے؟ لہٰذا تم اپنے بیٹے کو یا تو معاف کردو، یا ہم ان کو تمہارے سامنے اس آگ میں جلا دیتے ہیں، تو ماں نے کہا یا رسول اللہ آپ گواہ رہیئے میں نے اپنے بیٹے کو معاف کر دیا ہے اور اس سے راضی ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے بیٹے سے کہا کہ کلمہ پڑھو تو انہوں نے کلمہ پڑھا آپؐ نے اللہ کا شکرادا فرمایا[۱] دیکھو بھائیو! ماں باپ کی ناراضی اَولاد کے لئے کتنی خطرناک ہے؟: کہ اَولاد اپنی جگہ کتنی بڑی عبادت گذار اور نیک صالح کیوں نہ ہوں مگر ماں باپ کی ناراضی سے کلمہ تک نصیب نہیں ہوتا۔

جُریج راہب اور ان کی مَاں کا واقعہ

اللہ تبارک وتعالیٰ مَاں باپ کی بَد دُعا بہت جلد قبول کرلیتا ہے:

چاہے اولاد کتنی نیک اور عبادت گذار کیوں نہ ہو، ماں باپ کیطرف توجّہ نہ دینے کی وجہ سے اگر

---

[۱] الترغیب والترہیب للمنذری ۳/۲۲۶ الزواجر ۲/۱۱۲، اور الزواجر میں ایک لمبی روایت بھی نقل کی گئی، جس میں ان صحابی کا نام بھی وضاحت سے بیان فرمایا کہ ان کا نام علقمہ تھا۔ اور حضورؐ نے اولاً حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ، حضرت صہیبؓ کو معلومات کے لئے بھیجا تھا۔ اور بعد میں آپؐ نے ان کی ماں کو بُلوایا، اور حضرت بلالؓ کو لکڑیاں اکٹھا کر کے آگ لگانے کو فرمایا تھا، مگر اس تفصیلی روایت کی کوئی اصل ہم کو نہیں ملی، اور نہ راوی کا پتہ ہے۔ اور نہ ہی معتبر کتب حدیث کا حوالہ ہے۔

ان کی زبان سے کوئی بد دُعار کا جملہ نکل جائے تو اولاد اسمیں ضرور مبتلا ہو جاتی ہے۔

اس سلسلے میں بنی اسرائیل کے ایک زاہد کا واقعہ بخاری و مسلم شریف میں متعدد جگہ نقل کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھا جو دِن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا اس نے آبادی سے باہر ایک عبادت گاہ بنالی جسمیں دِن رات چوبیس گھنٹہ عبادت میں مصروف رہتا تھا کسی انسان سے بات نہیں کرتا تھا۔ اور بات اسلئے نہیں کرتا تھا کہ اُسے یہ خطرہ ہوتا تھا کہ کسی سے بات کرنے میں جو وقت گذریگا وہ اللہ کی عبادت سے خالی گذر جائیگا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی زندگی کا کوئی لمحہ اللہ کی عبادت سے خالی گذر جائے، یہاں تک کہ وہ اپنے ماں باپ سے بھی اسی وجہ سے بات چیت میں وقت نہیں گذارتا تھا۔

چنانچہ اس کی ماں آکر یا جُریج کہہ کر پکارتی تھی تو وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا کہ اُدھر میری ماں ہے اور اِدھر میں تیری عبادت میں مشغول ہوں. چنانچہ ماں کو جواب نہیں دیتا تھا بلکہ پھر عبادت میں لگ جاتا تھا آخر کار ایک دفعہ ماں کی زبان سے یہ جُملہ نکلا کہ اے اللہ تو جریج کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک زانیہ کا منہ نہ دیکھ لے اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ آبادی سے باہر اس کی عبادت گاہ کے آس پاس کوئی چرواہا جانور چرایا کرتا تھا، تو اسی دوران کوئی کنواری لڑکی یا ایسی عورت جس کا کوئی شوہر نہیں ہے اس چرواہا کیسا تھ پھنس گئی جس کے نتیجے میں عورت حاملہ ہو گئی جب اس کی ولادت ہو گئی تو لوگوں نے عورت کو گھیرا کر یہ بچہ تو کہاں سے لائی اُس نے چرواہا کو بچانے کیلئے جُریج کا نام بتادیا تو لوگوں نے جُریج کی عبادت گاہ پر چڑھائی کی جب اُسے آواز دینے لگے تو اس نے کسی کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اپنی عبادت میں مشغول رہا تو لوگوں نے کُدال پھاوڑا لیکر اُس کی عبادت گاہ کو منہدم کرنا شروع کر دیا تو اس پر وہ لوگوں کے سامنے بول پڑا تو لوگوں نے کہا کہ اس بچہ کو جواب دو تو وہ اپنی عبادت گاہ سے نیچے اُتر کر مسکرا کر بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا. اور بعض روایات میں ہے کہ بچہ کے پیٹ میں انگلی ماری پھر بچہ سے پوچھا بتاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ تو اس بچہ نے

بڑے آدمی کی گفتگو میں جواب دیا کہ میرا باپ چرواہا ہے تو لوگوں کی توجہ جریج سے ہٹی اور چرواہا کی طرف ہوگئی تو اسطرح سے جریج غلط الزام اور فتنے سے بچ گیا اگرچہ جریج اپنی جگہ بہت بڑا عابد تھا مگر ماں کی بددعار کی وجہ سے زانیہ کا منہ دیکھنا پڑا مسلم کی روایت میں اتنی بات کا اور اضافہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ماں نے یہ بددعار کردی ہوتی کہ زنا کے فتنے میں مبتلا ہوجائے تو یقیناً اس میں بھی مبتلا ہوجاتا یہ ماں کی بددعار کا اثر ہے۔

اسلئے بھائیو! اپنے ماں باپ کی بددعار سے بچو اور اس مضمون کی حدیث شریف بخاری شریف میں تین جگہ ہے اور مسلم شریف میں بھی یہ حدیث مفصل موجود ہے۔ حدیث شریف کی عربی عبارت چونکہ کافی لمبی ہے، اسلئے ہم عربی عبارت چھوڑ دیتے ہیں اور انکا حوالہ حاشیہ میں لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ جس کو براہِ راست کتاب سے دیکھنا ہو تو آسانی سے دیکھ سکے۔ [۱]

کتنے بچوں نے شیر خوارگی میں بات کی؟

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں صرف تین بچوں نے شیر خواری کے زمانہ میں ماں کی گود میں رہتے ہوئے عام انسانوں کی طرح گفتگو کی ہے۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماں کی گود میں بات کی ہے اسکی صورت یہ پیش آئی تھی کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی تو بنی اسرائیل کو یہ اشکال ہوا تھا کہ بغیر شادی کے مریم سے بچہ کی ولادت کیسے ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآنِ کریم

---

[۱] بخاری شریف ۱/۱۶۱ حدیث ۱۱۹۲ - ۱/۴۷۳ حدیث ۲۳۱۸ - ۱/۴۸۹ حدیث ۳۳۲۱ مسلم شریف ۲/۳۱۲ -

کے اندر بہت خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۴۶ میں مختصر انداز سے بیان کیا گیا مگر سورۃ مریم آیت ۲۷ سے آیت ۳۳ تک سات آیتوں میں مفصل بیان فرمایا اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی پوری تقریر جو انہوں نے قوم کے سامنے کی تھی مفصل بیان فرمایا۔

۲۔ صاحب جریج جس کا ذکر ابھی جریج کے واقعہ میں گذر چکا ہے۔

۳۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت کے دودھ پیتے بچہ کا واقعہ ہے جو بخاری و مسلم میں مفصل طور پر موجود ہے اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت اپنے شیر خوار بچہ کو دودھ پلا رہی تھی اسی اثناء میں ایک شہ سوار کا وہاں سے گذر ہوا عورت نے اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی کہ اے اللہ میرے اس بچے کو بھی اسی کی طرح بنادے اسوقت بچہ کا منہ ماں کے پستان میں تھا اس نے پستان چھوڑ کر کے اس شہ سوار کیطرف نگاہ اٹھاکر دیکھا پھر کہا کہ اے اللہ مجھے اس شخص کی طرح نہ بنائیے یہ کہہ کر پھر ماں کی پستان سے دودھ پینے لگا۔

اس کے بعد پھر ماں نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت ہے جو ایک عورت کو مارتی ہوئی اور کھینچتی ہوئی لیجارہی ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہتی ہے کہ تو نے چوری کی ہے، تو نے زنا کیا ہے۔ اور وہ عورت یہ کہتی جارہی تھی حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی کارساز ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس عورت نے کہا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو اس کی طرح نہ بنا، تو بچہ دودھ پی رہا تھا پستان چھوڑ کر اس عورت کی طرف نگاہ اٹھاکر کہا، اے اللہ مجھے اس جیسا بنادے۔ پھر بچے سے ماں نے دونوں واقعے کے پیچھے کیا راز ہے وہ بھی پوچھا، تو بچہ نے دونوں واقعے کا راز بتلایا، کہ جو شہ سوار جارہا تھا وہ ظالم ہے، لوگوں پر ظلم کرتا ہے، اور خدا کی نافرمانی میں مبتلا رہتا ہے، اسی لئے میں نے اللہ سے یہ دعاء کی کہ اللہ مجھے اس ظالم کی طرح نہ بنائیں، اور جس عورت پر زنا اور چوری کا الزام لگاتے ہوئے مارا جارہا تھا وہ مظلوم ہے۔ نہ اس نے زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔ اس کے اوپر جھوٹا الزام لگایا گیا، اللہ کے نزدیک اس کا درجہ بلند تر ہے، اسی لئے میں نے اللہ سے دعاء کی ہے کہ اللہ مجھے اس جیسا بنادے۔

جس کا مرتبہ تیرے نزدیک بلند تر ہے۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں دو جگہ موجود ہے اور مُسلم شریف میں ایک جگہ۔ [1]

حَدیثِ اَصحابِ غار، اور ماں باپ کی اِطاعت کی برکت

ماں باپ کی اطاعت سے متعلق بخاری شریف میں ایک حدیث شریف کو پانچ مقامات میں نقل کیا گیا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اس کا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے تین افراد کہیں سفر کو جا رہے تھے۔ اثناءِ سفر سخت بارش ہونے لگی، تو یہ لوگ بارش سے حفاظت کے لئے پہاڑ کے دامن میں ایک غار کے اندر گھس گئے۔ اتفاق سے پہاڑ کے اُوپر سے ایک بہت بڑے پتھر کی چٹان گرتی ہوئی لُڑھکتی ہوئی غار کے منہ پر آکر رُک گئی، جس سے غار کا پورا منہ بند ہو گیا، اب تینوں آدمیوں کو موت کے علاوہ کوئی دوسری شکل نظر نہیں آرہی تھی، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سب لوگ اپنے اچھے اعمال کے واسطے سے اللہ سے دُعا کرو۔ اور یہاں ہم اپنی طاقت سے اس پتھر کو ہٹا کر باہر نکل نہیں سکتے بلکہ خدا کی مدد اور اسی کی طاقت سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ تو تینوں آدمیوں نے اپنی پچھلی زندگی پر نگاہ ڈالی، تو ان میں سے ایک نے اللہ سے یہ دُعا مانگی کہ اے اللہ تجھے خوب معلوم ہے کہ میرے ماں باپ بوڑھے کمزور تھے، اور میری بیوی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچّے تھے، اور ان کے گذارے کے لئے میرے پاس ایک روزگار تھا کہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور ان کا دُودھ پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا تھا، اس کے بعد اپنے چھوٹے بچّوں کو، پھر اپنی بیوی کو۔ ایک رات ایسا واقعہ پیش آیا کہ جب میں دُودھ دُوہ کر لایا

---

[1] بخاری شریف ۱/ ۴۸۹ حدیث ۳۳۲۱ - ۱/۴۹۲ حدیث ۳۳۴۷
مسلم شریف ۲/ ۳۱۴ -

تو میرے ماں باپ دونوں سو چکے تھے، اور میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ماں باپ کو نیند سے اٹھاؤں، لہٰذا میں دُودھ کا پیالہ لیکر ان کے بستر کے سامنے اس انتظار میں کھڑا ہوگیا کہ جب بھی بیدار ہوں گے تو میں دُودھ پلادوں گا۔ رات کا کافی حصّہ گذر گیا اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کے مارے میرے پیروں کے پاس بلبلا رہے تھے، اور زور زور سے رو رہے تھے، لیکن میں نے اپنے ماں باپ سے پہلے بچوّں کو پلانا گوارا نہیں کیا، اور کھڑے کھڑے اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ اگر میں نے یہ کام تیری رضا اور تیری خوشنودی کیلئے کیا تھا تو اس پتھر کو ہم سے اتنا ہٹا دیجئے کہ ہم اپنی آنکھوں سے آسمان دیکھ لیں۔ چنانچہ پتھر اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹا، اس کے بعد دوسرے نے دعاء کی کہ اے اللہ تجھے خوب معلوم ہے کہ میں اپنے خاندان کی ایک عورت سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور میں اس کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا مگر اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ سَو دینار دوگے تو خواہش پوری ہوگی، تو میں نے بڑی محنت اور مشقت سے سَو دینار کمائے، پھر وہ اُسے دیکر جب میں خواہش پوری کرنے کے لئے اسکے اُوپر بیٹھنے لگا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو تو میں نے فوراً اس عورت کو اسی حالت میں چھوڑ دیا، اور یہ کام اے اللہ صرف تیری رضا اور تجھے خوش کرنے کے لئے کیا تھا، لہٰذا اس عمل کی برکت سے اس پتھر کو ہم سے اتنا ہٹا دے جس سے یہ غار دو ثلث کھل جائے، چنانچہ اللہ نے پتھر کو اتنا ہٹا دیا جس سے غار کا منہ دو ثلث کھل گیا۔

اس کے بعد تیسرے آدمی نے یہ دُعاء مانگی کہ اے اللہ تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک آدمی کو اپنے یہاں چند صاع غلّہ پر مزدوری پر لایا تھا، جب میں اس کی مزدوری دینے لگا تو اس نے انکار کیا تھا، میں نے اسکے غلّہ کو زمین میں بویا، پھر اُسے بڑھایا، اور بڑھاتے بڑھاتے پھر اس سے جانور خریدنا شروع کردیا، چنانچہ جانوروں کی ایک بھاری تعداد ہوگئی، اور اس کا ایک چرواہا بھی ہوا، پھر ایک زمانہ کے بعد وہ شخص اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے تمام جانور مع چرواہا کے اس کے حوالہ کر دیا، تو اس کو یقین نہیں آیا، تو وہ کہنے لگا کہ آپ مجھ سے

مذاق کرتے ہیں، تو میں نے کہا کہ مذاق کی بات نہیں، یہ سب تیرے ہیں۔ چنانچہ میں نے تمام جانور اور چرواہا اس کے حوالہ کر دیا، اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کو غار کے منہ سے بالکل ہٹادے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو غار کے منہ سے بالکل ہٹادیا، تو تینوں آدمی غار سے باہر نکل آئے۔[1]

ہم نے پوری حدیث شریف کے تینوں اجزاء اس لئے ذکر کر دیئے ہیں شاید کسی کو فائدہ ہو جائے۔ بھائیو! ماں باپ کی فرماں برداری دُنیا اور آخرت دونوں جہان میں کامیابی کا باعث ہے۔ دیکھئے اس حدیث شریف کے اندر ماں باپ کی خوشنودی کے لئے جو کام کیا گیا ہے اسکی برکت سے کتنی بڑی مصیبت ٹل گئی ہے۔

غیر مُسلِم اور مشرک ماں باپ کیساتھ حُسنِ سُلوک

قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے مشرک ماں باپ کے ساتھ حسنِ سُلوک کا حکم فرمایا ہے۔ اگرچہ وہ ماں باپ تمہیں کفر و شرک کی دعوت دیتے ہوں۔

حدیث پاک کے اندر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا بند کر دیا اور قسم کھالی کہ میں یا تو بھوکی مرجاؤں گی یا [illegible] کفر میں لوٹ آئے۔ چنانچہ ماں نے بیٹے کے کفر کے لئے بھوک ہڑتال کی، کچھ نہیں کھاتی تھی، [illegible] پھر بھی ماں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کیا کرتے تھے، کہ جب کھانے کا وقت آتا تو زبردستی [illegible] منہ کھول کر ان کی حلق تک کھانا پہونچا دیا کرتے تھے، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] بخاری شریف ۱/۲۹۴ حدیث ۲۱۹۴، ۱/۳۰۳ حدیث ۲۲۱۷، ۱/۳۱۳ حدیث ۲۲۷۵، ۱/۴۹۳ حدیث ۲۳۴۶، ۲/۸۸۳ حدیث ۵۷۴، مسلم شریف ۲/۳۵۳۔

سورۃ عنکبوت کی آیت کے ذریعہ سے ایک منظر کشی فرمائی اور مسلمانوں کو احساس دلایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں، اگرچہ والدین تمہارے ایمان و اسلام کی سے مخالفت کریں۔ اور تم کو شرک میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کو قائم رکھنا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

۲۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ نَزَلَتْ فِیَّ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ فَذَکَرَ قِصَّۃً وَقَالَتْ اُمُّ سَعْدٍ اَلَیْسَ قَدْ اَمَرَ اللّٰہُ بِالْبِرِّ وَاللّٰہِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰی اَمُوْتَ اَوْ تَکْفُرَ قَالَ فَکَانُوْا اِذَا اَرَادُوْا اَنْ یُطْعِمُوْھَا شَجَرُوْا فَاھَا فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا وَاِنْ جَاھَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ۔ الاٰیۃ [۱]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے حق میں چار آیتیں نازل ہوئیں، پھر اس کے تحت ایک واقعہ ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ سعدؓ کی والدہ نے کہا کیا اللہ نے بھلائی کا حکم نہیں فرمایا؟ اللہ کی قسم میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤنگی اور نہ کوئی چیز پیونگی جب تک نہ مرجاؤں یا تم کفر نہ اختیار کرلو۔ فرماتے ہیں کہ جب گھر کے لوگ ان کو کھانا کھلانا چاہتے تو زبردستی ان کا منہ کھول کر اندر کھانا داخل کر دیتے، تو اسی موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر دی ہے، اگرچہ تمہارے ایمان و اسلام کا انکار کریں تاکہ تم بھی میرے ساتھ شرک کر بیٹھو۔

ماں باپ کی نافرمانی ایک زہریلا سلسلہ ہے

ماں باپ کے ساتھ نافرمانی ایک زہریلا سلسلہ ہے۔ اگر تم اپنے ماں باپ کے ساتھ فرماں برداری کروگے تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ رواداری کا معاملہ کرے گی۔ اور اگر تم اپنے ماں باپ

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۱۵۴ سورۃ عنکبوت۔

کی نافرمانی کروگے تو تمہاری اولاد بھی تمہاری نافرمانی کرے گی، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر نافرمانی کرے گی۔

۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرُّوْا اٰبَاءَکُمْ یَبِرَّ اَبْنَاءُکُمْ۔ الحدیث ؎

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا معاملہ کرو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرے گی۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مدرسہ شاہی کے شیخ الحدیث تھے وہ اپنے متعلقین میں سے کسی کا واقعہ بار بار ذکر کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے باپ کو گھر کے اندر سے مارتا ہوا دھکا دیتا ہوا باہر لایا، اور گھر کے سامنے راستہ میں ایک کوڑی تھی وہاں لاکر باپ کو گرادیا، باپ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا، صرف اس کی آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ جب بیٹے نے باپ کو وہاں سے کھینچکر آگے لیجانا چاہا تو باپ کہنے لگا کہ بس کردے بیٹا بس کردے۔ میں بھی اپنے باپ کو یہاں تک لایا تھا۔

بھائیو! ماں باپ کی نافرمانی ایک زہریلا سلسلہ ہے۔ تم اگر ماں باپ کی نافرمانی کروگے تو تمہاری اولاد اس سے بڑھ کر تمہاری نافرمانی کرے گی، پھر ان کی اولاد اس سے بڑھ کر نافرمانی کرے گی، تو یہ ایک زہریلا سلسلہ بن جاتا ہے۔ گویا ایک نافرمان خاندان کا شجرہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

والدین کی وفات کے بعد بھی معافی واطاعت کی کوئی شکل ہے؟

کیا ماں باپ کی وفات کے بعد بھی ان کی اطاعت اور فرماں برداری کا سلسلہ جاری رکھا جاسکتا ہے؟ نیز اگر کسی نے والدین کی زندگی میں ان کی خوب نافرمانیاں کررکھی ہیں، اور اسی

؎ معارف الحدیث ۱۶/۱۵۱

حالت میں ماں باپ دِل بَرداشتہ ہوکر دُنیا سے گذر گئے۔ اس کے بعد اُس کو افسوس ہوا کہ میں نے تو اپنی زندگی خراب کردی، اور یہ دَاعیہ پیدا ہوا کہ اب اگر ماں باپ زندہ ہوتے تو میں ان سے ضرور معافی مانگ لیتا، پھر زندگی بھر اُن کی خدمت کرتا، تو ایسے لوگوں کے لئے بھی شریعت نے کوئی حل بتلایا ہے کہ جس سے اس کا نام نافرمانوں کی فہرست سے ختم ہوکر فرمانبرداروں کی فہرست میں آجائے۔ جی ہاں! شریعت نے اس کا بھی حل بتلایا ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی نافرمان اولاد ماں باپ کے لئے کمربستہ ہوکر خیر اور رحمت کی دُعاء مغفرت اور بخشش کی استدعاء کرتی رہے، تو ہوتے ہوتے اللہ تعالیٰ اس نافرمان اُولاد کو فرماں بَردار قرار دیگا، پھر وہ اُولاد ماں باپ کی نافرمانی کے وَبال و عذاب سے بچ جائے گی۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

[۱] عَنْ انسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ لَھُمَا الْعَاقُّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا۔

الحدیث بیہقی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک کوئی بندہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکے ماں باپ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک دُنیا سے اس حال میں گذر جاتے ہیں کہ یہ اولاد ماں باپ کی نافرمان رہے، اسکے بعد پھر یہ اولاد ماں باپ کے لئے مسلسل خیر اور رحمت کی دُعاء، مغفرت اور بخشش کی استدعاء کرتی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو فرماں بَردار قرار دے دیتا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد کیا حقوق؟

والدین کی وفات کے بعد اُولاد کے اُوپر کیا حق باقی رہتا ہے؟ تو ماں باپ کی وفات کے بعد اُولاد کے اُوپر پانچ حقوق باقی رہتے ہیں۔

---

[۱] شعب الایمان ۶/۲۰۲ حدیث ۷۹۰۱ — ۷۹۰۲

۱۔ ان کے لئے خیر و برکت کی دُعا کرتے رہنا۔

۲۔ ان کے واسطے اللہ سے مغفرت اور بخشش مانگتے رہنا۔

۳۔ اگر ان کا کسی سے کوئی عہد و پیمان رہا ہے تو اس کو پورا کرنا۔

۴۔ ان کے توسط اور تعلق سے جو رشتے ہوں، جن کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی میں صلہ رحمی کا معاملہ کیا تھا ان رشتہ داروں کے ساتھ ماں باپ کے لحاظ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرنا۔

۵۔ والدین کے دوستوں کے ساتھ اعزاز و احترام کا معاملہ کرنا۔

۵۔ عَنْ اَبِی اُسَیْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِی سَلِمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ! اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا الحدیث [1]

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپؐ کے پاس بنی سلمہ کا ایک شخص آیا تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میرے والدین کے حُسنِ سلوک میں کچھ باقی ہے جسے میں اُن کی وفات کے بعد ان دونوں کے ساتھ کرسکوں: آپؐ نے فرمایا جی ہاں! اُن کے لئے خیر و برکت کی دُعا کرتے رہنا، ان کے واسطے اللہ سے مغفرت اور بخشش مانگتے رہنا، اگر اُن کا کسی سے عہد و پیمان رہا ہے تو اس کو پورا کرنا، اُنکے توسط اور تعلق سے جو رشتے ہوں جن کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی میں صلہ رحمی کا معاملہ کیا ہے ان رشتہ داروں کے ساتھ ماں باپ کے لحاظ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرنا، والدین کے دوستوں کے ساتھ اعزاز و احترام کا معاملہ کرنا۔

---

[1] ابوداؤد ۲/۷۰۰، ابن ماجہ /۲۶۰۔

(۱۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

قیامت اور میدانِ محشر

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ [۱]

قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جائیگی جس سے تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے (وہ اس بے ہوشی اور موت سے محفوظ رہیگا) پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائیگی تو دفعۃً سب کے سب (ہوش میں آکر کھڑے ہو جائیں گے (اور چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے ربکے نور بے کیف سے روشن ہو جائیگی۔ اور سب کا نامۂ اعمال انکے سامنے رکھدیا جائیگا، اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے، اور سب کے درمیان بالکل ٹھیک، اور صحیح فیصلہ کیا جائیگا۔ اور ان میں سے کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (کسی کی نیکی کو چھپایا نہیں جائیگا)

علماءِ محققین کے نزدیک دو مرتبہ نفخ صور ہوگا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جو زندہ ہیں وہ مر جائیں گے، اور جو مر چکے ہیں اُن کی روحوں پر بیہوشی طاری ہو جائیگی۔
دوسری مرتبہ نفخ صور ہوگا تو مُردوں کی ارواح ان کے ابدان و اجسام کی طرف واپس ہو جائینگی۔ اور بیہوشوں کو افاقہ ہوگا۔ اس وقت میدانِ محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے سب حیران اور سرگرداں پھریں گے۔

---

[۱] سورۂ زمر، آیت ۶۸ — ۶۹

میزانِ عدل اور نوحؑ اور اُن کی قوم سے سوال و جواب

قیامت کے دن اللہ کے دربار میں حضرات انبیاء اور ان کی امت کو حاضر کیا جائیگا۔ اور میزانِ عدل قائم کیا جائیگا۔ سب کے درمیان عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائیگا۔ اسی کو اللہ پاک نے وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ۔ الآیۃ کے ذریعہ ارشاد فرمایا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ حضرت نوحؑ اور ان کی امت کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیا جائیگا، اور اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیگا کہ آپ نے اپنی امت کے سامنے دین کی دعوت پیش کی تھی یا نہیں، تو حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ اے پروردگار عالم ساڑھے نوسو ۹۵۰ سال تک طوفانِ نوح سے پہلے میری نبوت کا دور رہا ہے۔ اور اس ساڑھے نوسو سالہ دور میں میری امت میں دسیوں، بیسیوں نسلوں کا سلسلہ رہا ہے لیکن میری دعوت پر کسی بھی نسل نے لبیک نہیں کہا، سب نے میرے دین اور ایمان کا انکار کیا ہے، آخر کار [illegible] جس کے نتیجہ میں تو نے میری قوم پر طوفان کا عذاب نازل فرمایا۔ پھر اللہ پاک نوح علیہ السلام کی امت سے پوچھے گا کہ تمہارے پاس دین کی دعوت پہنچی ہے یا نہیں، تو نوح علیہ السلام کی قوم میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی جھوٹ بولے گی اور یہ کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی بھی دین کی دعوت لیکر نہیں آیا، اور نہ ہی حشر و نشر اور جنت و جہنم اور حساب و کتاب سے متعلق کوئی نذیر یا بشیر (ڈرانے والا یا بشارت دینے والا) آیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے کہیگا کہ آپ مدعی ہیں اور آپ کی امت مدعیٰ علیہ ہے۔ لہٰذا آپ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش کریں —— تو نوح علیہ السلام گواہی میں جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو پیش فرمائیں گے، تو نوح علیہ السلام کی قوم اس پر جرح کریگی کہ محمدؐ اور ان کی امت کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہے جبکہ وہ لوگ ہم سے

ہزاروں سال کے بعد دُنیا میں آئے تھے۔ تو اس پر اُمتِ محمدیہ یہ کہے گی کہ اے اللہ تیرے سچے پیغمبر ہمارے پاس تشریف لائے تھے، اور تیرا کلام پاک ہمارے پاس موجود تھا۔ تیرے پیغمبرؐ اور تیرا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تیرے پیغمبر نے بھی ہم کو بتلایا ہے اور تیرے کلام میں بھی موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو ۹۵۰ سال تک ایمان کی دعوت پیش فرمائی ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ میں فرمایا ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ لہ (ایسے ہی ہم نے تم کو ایک معتدل و انصاف والی امت بنایا ہے تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تمہارے لئے گواہ رہیں)۔

۲ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُدعی نوحٌ یوم القیامۃ فیقول لبیک وسعدیک یا ربّ فیقول ھل بلغت فیقول نعم فیقال لامتہ ھل بلغکم فیقولون ما اتانا من نذیر فیقول من یشھد لک فیقول محمد و امتہ فیشھدون انہ قد بلغ ویکون الرسول علیکم شھیدا فذلک قولہ جل ذکرہ وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ ۲ہ

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوحؑ کو بلوایا جائیگا اور پوچھا جائیگا کیا آپ نے دین کی دعوت پیش کی ہے؟ تو حضرت نوحؑ فرمائیں گے اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو دعوت پیش کی ہے، تو حضرت نوحؑ کی امت سے پوچھا جائیگا کہ تمکو دعوت پہنچی تھی یا نہیں؟ تو نوحؑ کی امت جھوٹ بولکر کہیگی کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نوحؑ سے کہیگا۔ آپکے لئے کون گواہی دیگا؟ تو نوحؑ فرمائیں گے کہ محمدؐ اور انکی امت گواہی دیگی۔ تو امتِ محمدیہ گواہی دیگی کہ یقیناً نوحؑ نے تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے گواہ ہوں گے یہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسا ہی ہم نے تمکو عدل و انصاف والی امت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنجاؤ اور رسول تمہارے لئے گواہ بنجائیں۔

لہ سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳۔ ۲ہ بخاری ۲/۶۴۵ حدیث ۴۳۰۲۔

میدانِ محشر میں سورج کی گرمی

بخاری، مسلم اور ترمذی میں ایک لمبی حدیث شریف میں میدانِ محشر کے منظر کا ذکر ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تمام انسانوں کو اُٹھایا جائیگا اس وقت سورج کو بالکل قریب کردیا جائیگا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ صرف ایک یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ ہر شخص اپنے اپنے پسینہ میں ہوگا، کسی کا پسینہ اسکے ٹخنوں تک اور کسی کا گھٹنوں کے برابر اور کسی کا کمر کے برابر، اور کسی کا سینہ کے برابر، اور کوئی اپنے پسینہ میں تیرے گا۔ ان ہولناک اور پریشان کن حالات میں لوگ شفاعت کے لیے حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس جائیں گے، وہ عذر پیش فرمائیں گے پھر حضرت نوح ؑ کے پاس پھر حضرت ابراہیم ؑ کے پاس پھر حضرت موسیٰ ؑ کے پاس پھر حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس آئیں گے۔ جب تمام انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام عذر پیش کردیں گے، آخر میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر گذارش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ما تقدم وما تاخر تمام لغزشوں کو درگذر کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، اور آپ کو دُنیا ہی میں اس کی گارنٹی دیدی ہے کہ آج آپ کو کوئی سوال و جواب کا خطرہ نہ ہوگا جیساکہ دوسرے تمام پیغمبروں کو خطرہ ہے۔ اس کے بعد آپ ؐ اللہ سے شفاعت فرمائیں گے۔ (اس کی پوری تفصیل اسبابِ محبت میں سبب احسان کے تحت دیکھ لیجئے۔)

یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصد ہے کہ میدانِ محشر میں تمام لوگ سورج کی گرمی کی وجہ سے کس قدر حیران اور سرگرداں ہوں گے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن المقداد صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم	صحابی رسول حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا

القیامۃ ادنیت الشمس من العبادِ
حتی تکون قید میلٍ او ثنتین قال
فتصھرھم الشمس فیکونون فی
العرقِ بقدر اعمالھم فمنھم من
یاخذہ الی عقبیہِ ومنھم من یاخذہ
الی رکبتیہ ومنھم من یاخذہ الی
حقویہِ ومنھم من یلجمہ الجاما۔

تو سورج کو بندوں سے بالکل قریب کر دیا جائیگا حتیٰ کہ ایک
میل یا دو میل کے فاصلہ پر کر دیا جائیگا جس سے سورج کی
دھوپ میں لوگ بھنے جائیں گے۔ لوگ اپنے اپنے اعمال کے
اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے۔ کسی کا پسینہ اس کی ایڑیوں
تک اور کسی کا اسکے گھٹنوں تک اور کسی کا اسکی کمر تک
اور کسی کا اس کی ٹھوڑی تک یعنی اپنے پسینہ میں خود
تیرے گا۔

الحدیث [۱]

میدانِ محشر میں سات قسم کے لوگوں کو عرش کا سایہ

قیامت کے دن میدان محشر میں سورج کی گرمی کی وجہ سے تمام انسانوں کا کیسا خطرناک حال ہوگا۔ حضرت مقداد بن عمروؓ کی روایت سے آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ کس قدر پریشانی اور حیرانی کا عالم ہوگا۔ کہ لوگ اپنے اپنے پسینہ میں تیریں گے۔

لیکن ایسے خطرناک پریشان کن حالات میں اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیگا۔ عرش کا سایہ کیا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کے قدرتی ایئرکنڈیشن کی ہوا اور اے سی (A.C) کی ٹھنڈک حاصل ہوگی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء آیت ۵۷ میں فرمایا وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا۔ الآیۃ۔ ہم ان کو ایسی گہری اور گنجان چھاؤں میں کریں گے جو آفتاب کی دھوپ سے بالکل محفوظ ہوگی۔ ان ساتوں کی تفصیل سے قبل حدیث کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔ اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ حدیث شریف کی وضاحت ہوگی۔

---

[۱] ترمذی شریف ۱/۶۸ ۔

حدیث شریف ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے :۔

۳؎ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لاظل الا ظلہ الامام العادل، وشاب نشأ فی عبادۃ ربہ ورجل قلبہ معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجل طلبتہ ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجل تصدق اخفاء حتی لاتعلم شمالہ ما تنفق یمینہ ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ۔ الحدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطاء فرمائیگا جس دن عرش الٰہی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہوگا۔ ۱؎ حاکم عادل (عادل بادشاہ) ۲؎ وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہے ۳؎ وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے ۴؎ وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی کیلئے ملاقات کرتے ہیں اور اسی کے لئے جُدا ہوتے ہیں ۵؎ وہ شخص جس کو صاحبِ منصب خوبصورت عورت خواہش پوری کرنے کے لئے بُلائے اور وہ شخص یہ جواب دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ۶؎ وہ شخص جو خفیہ صدقہ کرتا ہے کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا بائیں کو معلوم نہیں۔ ۷؎ وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں۔

اس حدیث شریف کے اندر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سخت ہولناکی اور کٹھن حالت میں جبکہ تمام لوگ سورج کی تپتی ہوئی دھوپ میں بلبلا رہے ہوں گے، تو اسی حالت میں سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سایہ کی اے۔ سی ایئر کنڈیشن میں آرام اور راحت کا مقام عطاء فرمائیگا۔

ہم ان ساتوں کی تفصیل الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔

۱؎ بخاری شریف ۹۱/۱ حدیث ۶۵۱ — ۱۹۱/۱ حدیث ۱۴۰۵ — ۹۵۹/۲ حدیث ۶۲۳۰ — ۱۰۰۵/۲ حدیث ۶۵۴۸ — ترمذی شریف ۶۲/۲ —

۱؎ الاِمَامُ العَادِل حاکم عَادِل

حاکمِ عادل کو عرش کا سایہ کیوں ملیگا ؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ حاکم اس کو کہا جاتا ہے جس کو اپنے سے نیچے والوں پر پوری طرح اختیار حاصل ہوتا ہے، اور اس کے ماتحت کے لوگ اس کے اختیار سے باہر نہیں جا سکتے۔ اگر وہ ماتحت لوگوں پر ظلم بھی کرے، اُس پر دارو گیر کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اور اس قدر اختیارات کے باوجود صرف خوفِ خدا کی وجہ سے کبھی کسی پر ظلم اور بے انصافی کا معاملہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حاکم سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ عطا فرمائیگا۔

کُلُّکُم رَاعٍ

حاکم کا معنیٰ بہت زیادہ وسیع ہے۔ بادشاہ اپنی رعایا کا حاکم یعنی محافظ بھی نگراں بھی، اور آفیسر اپنے ماتحت والوں کا حاکم بھی محافظ بھی، نگراں بھی، گاؤں کا پردھان اپنے گاؤں والوں کا حاکم و محافظ۔ مہتمم اپنے مدرسے کے عملہ کا حاکم بھی، محافظ بھی، نگراں بھی، شوہر اپنے بیوی بچّوں کا حاکم بھی، محافظ بھی اور نگراں بھی۔ اور خادم اور غلام اپنے مالک کے مال کا حاکم و محافظ اور نگرانی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ماتحت کا حاکم اور محافظ ہوتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر انسان سے یہ سوال کریگا کہ تم نے اپنے ماتحت لوگوں کا حق کہاں تک ادا کیا۔ ان پر کیا کیا ظلم کیا، ان کی کہاں تک حفاظت کی، ان کے ساتھ کہاں تک خیر خواہی کی ؟ بادشاہ سے سوال ہوگا تم نے اپنی رعایا پر کیا ظلم کیا، کیا انصاف کیا، کیا حق ادا کیا ؟ آفیسروں سے سوال ہوگا۔ تم نے اپنے ماتحت لوگوں پر کیا ظلم کیا، کیا انصاف کیا، شہر و علاقہ کے حکام سے سوال ہوگا تم نے اپنے علاقہ پر کیا ظلم کیا، کیا انصاف کیا۔ کیا کیا رشوت لیکر انکا کام کیا ہے۔ اداروں کے ذمّہ داروں سے سوال ہوگا تم نے ادارہ اور اسکے عملہ کے ساتھ کیا کیا خیر خواہی اور انصاف کا معاملہ کیا۔ شوہر سے سوال ہوگا تم نے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کیا ظلم کیا، کیا انصاف کیا، ان کا کیا حق ادا کیا۔ حتیٰ کہ خادموں اور نوکروں سے بھی سوال ہوگا کہ تم نے اپنے مخدوم اور مالک کی چیزوں کی کہاں تک حفاظت کی، کیا نگرانی کی۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

ـه عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ الحدیث ـه

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپؐ سے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا نگراں ومحافظ ہے۔ اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ پس حاکم اپنی رعایا کا نگراں اور محافظ ہے، اس سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے بیوی بچوں کا نگراں ومحافظ ہے۔ اور اسے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور مال کی محافظ ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا اور خادم ونوکر اپنے مخدوم ومالک کے مال واسباب کا محافظ ہے اس سے اسکے بارے میں سوال ہوگا۔ غرضیکہ تم میں سے ہر ایک محافظ اور نگراں بھی ہے، اور ہر ایک سے اس کے بارے میں سوال بھی ہوگا ــــــــــ

(نوٹ) یہ حدیث شریف بخاری شریف میں آٹھ مقامات پر اور ترمذی شریف میں ایک مقام پر موجود ہے۔ سب کا حوالہ حاشیہ میں دیکھئے۔

حضرت عمرؓ کی عدالت

حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف چہار دانگ عالم میں مشہور ہے۔ حضرت عمرؓ کی عدلیہ سے دُنیا کی بڑی بڑی حکومتوں نے عدل وانصاف کا قانون بنایا ہے۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو چھوڑ کر بعد کے آنے والے کسی بھی حاکم کو حضرت عمرؓ کے عدل وانصاف کو عملی جامہ پہنانے میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی، کسی بھی حاکم کے اندر

ـه بخاری ۱/۱۲۲ حدیث ۸۸۲ - ۱/۳۲۳ حدیث ۲۳۰۹ - ۱/۳۴۷ حدیث ۲۴۸۳ - ۲۴۸۷ - ۱/۳۸۴ حدیث ۲۶۷۰، ۲/۷۷۹ حدیث ۴۹۹۲ - ۲/۷۸۳ حدیث ۵۰۰۵ - ۲/۱۰۵۷ حدیث ۶۸۵۵ - ترمذی شریف ۱/۲۹۹ -

رعایا کے لئے وہ دَرد تاریخ نے نہیں بتایا جو حضرت عمرؓ کے اندر غربا، مساکین اور کمزوروں کا دَرد رہا ہے۔ ہم حضرت عمرؓ کے صرف دو واقعے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

واقعہ ۱

بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن اسلمؒ کے والد حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ میں بھی تھا، وہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جوان عورت نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین میرا شوہر ہلاک ہوچکا ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور میں حضرت خفاف بن ایماء غفاری جو اہلِ حدیبیہ میں سے ہیں ان کی بیٹی ہوں، اس عورت کی پوری گفتگو اطمینان سے سُنی، اور فوراً ایک عمدہ ترین اونٹ اور اس پر دو بوری ضروریاتِ زندگی کا ساز و سامان لاد کر فوراً اسی وقت عورت کے حوالہ کر دیا۔ اس کام کے لئے کسی خادم کو بھی حکم نہیں فرمایا۔ از خود عورت کے حوالہ کرکے اس کو تسلّی دی۔ ؎

رعایا کے ساتھ ایسی نرمی اور عدل و انصاف دُنیا کے چھوٹے بڑے کسی حاکم سے سُننے میں نہیں آیا۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ ۲

علامہ عزّ الدین ابن الاثیرؒ نے اپنی کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصّحابہ" میں نقل فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے خادم اور آزاد کردہ غلام حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں: ایک رات حضرت عمرؓ مدینۃ المنورہ کی آبادیوں میں گشت فرمانے لگے میں بھی ساتھ تھا۔ مدینۃ المنورہ کے ایک کنارے میں ایک بیوہ عورت نے چولہا جلا کر اس پر ایک ہانڈی رکھدی۔ بچّے اس کے اِرد گِرد بھوک کے مارے روتے ہوئے بلبلا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے وہاں پہنچکر عورت سے حالات معلوم کئے تو عورت نے کہا کہ بچّے بھوکے ہیں۔ میں نے انکو بہلانے کے لئے چولہے پر پانی کی ہانڈی رکھدی ہے تاکہ بچّے یہ سمجھ کر بہل جائیں کہ کچھ پک رہا ہے اور اسی میں سو جائیں۔ جب عورت کی یہ بات حضرت عمرؓ نے سُنی تو وہاں بیٹھ کر بہت روئے۔ پھر اسی وقت فوراً صدقات کے بیت المال میں پہونچکر ایک بوری اناج اور کھانے میں ضرورت کی جو چیزیں

؎ بخاری شریف ۲/۵۹۹ حدیث ۴۰۱۰۔

ہوسکتی ہیں وہ سب لیکر خادم حضرت اسلمؓ سے فرمایا کہ اس کو میری پیٹھ پر لاد دو۔ خادم نے بہت اصرار کیا کہ حضرت مجھے اجازت مرحمت فرمائیے میں اٹھا کر لیجاؤں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تم سے اس بارے میں سوال نہ ہوگا۔ سوال تو مجھ سے ہوگا۔ اس لئے میں ہی لیجاؤں گا۔ میری پیٹھ پر لاد دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے خود اُٹھا کر اس عورت کے پاس لاکر حوالہ کر دیا۔ نیز اسی وقت حضرت عمرؓ نے ازخود اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر عورت اور اس کے بچوں کو کھلایا۔ حضرت اسلمؓ جو حضرت عمرؓ کے خادم تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی داڑھی کافی گنجان تھی، چولہے میں پھونک مارنے کی وجہ سے گنجان داڑھی میں دھواں جمع ہوچکا تھا، میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا[1] اللہ اکبر۔ یہ ہے حاکم عادل کا معاملہ جو اپنی ادنیٰ رعایہ کے ساتھ ہے۔

اسلام کا دوسرا حاکم عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کا دوسرا مردِ خدا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا نام نامی ہے۔ جنہوں نے حضرت عمرؓ کے بعد دُنیا میں حکومتِ عادلہ قائم فرمائی تھی۔ ان کی مدتِ خلافت زیادہ لمبی نہیں رہی۔ تقریباً صرف ڈھائی سال اپنے دورِ خلافت میں زندہ رہے۔ اس کے بعد خود ان کے خاندانِ بنو امیہ نے زہر دیکر شہید کر دیا تھا۔ مقام حمص میں مدفون ہیں۔

ان کی پوری مدتِ خلافت عبرت اور نیک نامی سے ایک عبارت ہے۔ ہم یہاں عبرت کے لئے صرف چار واقعات نقل کر دیتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

واقعہ ۱

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلافت پر فائز ہوئے تو ایک دفعہ ان کے مکان پر ان کے خاندانِ بنو امیہ کے لوگ اسلئے جمع ہوگئے کہ ان کو قرابت کی وجہ سے کوئی عہدہ ملیگا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سب کو یہ جواب دیا

---

[1] اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳/ ۶۶۲۔

کہ میرے نزدیک تم سب قرابتداروں اور ایک ادنیٰ مسلمان کے درمیان رتی برابر بھی فرق نہیں ہے۔
وہ چونکہ عدل وانصاف کی سطح پر نظامِ سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے اسلئے بنوامیّہ کے تمام ظالم نا انصاف حکّام کو معزول کردیا۔ اور تمام مسلمانوں کے درمیان حکومتِ عادلہ قائم فرمادی۔ اور جو فوجی دستہ اُن کی حفاظت کے لئے تھا اس سے کہہ دیا کہ میں عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں، مجھے حفاظتی دستہ اور اس بھیڑ کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب حالات دیکھ کر ان کے خاندان بنوامیّہ کے لوگ سخت خفا ہوگئے۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک دفعہ خطبہ میں یہ اعلان کردیا کہ عدل وانصاف قائم کرنے میں مجھے اگر اپنے خاندان کے لوگوں کو ایک طرف سے ذبح کرنا پڑے تو میں سب کو تہِ تیغ کردوں گا مگر بے انصافی نہیں کرسکتا۔

واقعہ ۲ ترمذی شریف میں حضرت ابوسلام حبشی سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو معلوم ہوا کہ میں حضرت ثوبان رضؓ سے حدیث حوضِ کوثر مرفوعاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل السند کے ساتھ بیان کرتا ہوں تو انہوں نے میری زبان سے سُننے کے لئے مجھے بُلوایا۔ میں نے اس حدیث کو ان کے سامنے بیان کردیا کہ حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا حوض شہر عدن سے اُردن کی راجدھانی عمّان تک اتنا لمبا چوڑا ہوگا کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ قیامت کے دن میدانِ محشر کی سخت دھوپ اور گرمی میں جو شخص اس میں سے ایک دفعہ پی لیگا تو جنت میں داخل ہونے تک دوبارہ پیاسا نہ ہوگا۔ اور اس حوض میں سب سے پہلے مہاجرین اور ایسے فقراء کو پینا نصیب ہوگا جن کے کپڑے پُرانے اور جن کے بال مشقت کی وجہ سے پراگندہ ہوں گے۔ جنہوں نے عیش وعشرت میں رہنے والی عورتوں سے شادی نہ کی ہو۔ اور جن کو مالداری اور سرداری نصیب نہ ہوئی ہو۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ حدیث شریف سُنی تو زار زار رونا شروع فرمایا، اور کہنے لگے کہ میرے کپڑے بھی اچھے اور زیب وزینت کی عورت عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ میرے نکاح میں ہے اور بادشاہت بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر

قسم کھاکر فرمایا کہ آج سے میں اس وقت تک غسل نہیں کرونگا جبتک میرا سر پراگندہ نہ ہوجائے۔ اور بدن کا کپڑا اس وقت تک نہیں دھوؤنگا جب تک گندا نہ ہوجائے۔[۱] چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پورے دورِ خلافت میں ایک ادنیٰ فقیر و مسکین کی طرح زندگی گذاری۔ اللہ اکبر

واقعہ ۳۱ حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا اور ان کو قبر کے پاس رکھا گیا تو ایک تیز ہوا چلی اور آسمان کی طرف سے ایک صحیفہ آکر گرا جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بَرَاءَۃٌ مِنَ اللّٰہِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنَ النَّارِ[۲] فادخلوھا بین اکفانہ ودفنوھا معہ الخ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیزؒ کے لئے جہنم سے براءت اور خلاصی کا اعلان ہے، تو اس صحیفہ کو ان کے کفن کے درمیان داخل کرکے ساتھ میں دفن کر دیا گیا۔

البدایۃ والنہایۃ ۲۱۰/۹

واقعہ ۳۲ بھیڑیئے اور بکری ایک چراگاہ میں

حضرت امام حماد بن زیدؒ، موسیٰ بن ایمن الراعیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن ایمن الراعی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں ایران کے مشہور علاقہ کرمان میں محمد عُیَینہ کی بکریاں چرانے پر مامور تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک چراگاہ میں بکریاں، شیر، بھیڑیئے ایک ساتھ چراکرتے تھے۔ کبھی کسی شیر یا بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ نہیں کیا، انسانوں سے جب ظلم اُٹھ گیا تو جانوروں اور درندوں سے بھی ظلم ختم ہوچکا تھا۔ مگر جس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ہوئی عین اسی وقت یہاں پر ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا۔ اسی وقت موسیٰ بن ایمنؒ نے اِنّا للّٰہ پڑھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کامل اور عبد صالح کی وفات یا ہلاکت ہوچکی ہوگی، ورنہ ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ عین اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ہوگئی

---

[۱] ترمذی شریف ۷۱/۲ البدایہ والنہایہ ۲۰۲/۹ [۲] البدایۃ النہایہ ۲۱۰/۹۔

تھی۔ البدایہ والنہایہ ۹/۲۰۳

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے حاکموں اور بادشاہوں کے لئے یہ بشارت دی ہے کہ ان کو میدانِ محشر میں عرش کا سایۂ نصیب ہوگا۔

ظالم بادشاہ

ترمذی شریف میں حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے گھر سے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ ایسے ظالم اُمراء اور حکّام پیدا ہوں گے جو لوگوں پر ظلم کریں گے۔ تو جو لوگ ان ظالم حکّام کے پاس جاکر اُن کے ظلم کی اعانت کریں گے اور ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے، ایسے لوگ مجھ میں سے نہیں ہوں گے اور میں ان میں سے نہیں ہوں۔ اور نہ ہی ایسے لوگ قیامت کے دن میرے پاس حوضِ کوثر پر آسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میدانِ محشر کی سخت گرمی اور پیاس کی حالت میں حوضِ کوثر سے پینا نصیب نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ان ظالم حکّام اور اُمراء کے پاس جاکر اُن کی ہاں میں ہاں نہیں ملائیں گے اور نہ ہی ظلم پر ان کی اعانت کرینگے۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ قیامت کے دن میدانِ محشر میں وہ لوگ میرے پاس حوضِ کوثر پر آکر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ اور ان کو حوضِ کوثر میں سے پینا نصیب ہوگا۔ [۱]
اور جس نے حوضِ کوثر میں سے ایک دفعہ پی لیا اس کو جنت میں داخل ہونے تک دوبارہ پیاس نہیں لگے گی۔ ایسے ظالم حکّام اور ان کے مُعاونین قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سایہ سے محروم ہوجائیں گے۔ اپنے اپنے پسینہ میں تیریں گے۔

حاکمِ عادل، شیطان کے پندرہ دشمنوں میں سے ایک ہے

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں وہب بن منبہؒ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے پوچھا کہ

۱ے ترمذی شریف ۲/۵۱۔

اے ملعون تیرے کتنے دشمن ہیں۔ تو شیطان نے جواب دیا کہ آپ اور آپ کی امت میں سے پندرہ قسم کے لوگ میرے دشمن ہیں۔

۱۔ اوّلھُمْ انت۔ ۔ سب سے پہلے دشمن آپ ہیں۔

۲۔ اِمَامٌ عَادِلٌ ۔ عادل بادشاہ اور عادل حکّام۔

۳۔ غنیٌّ متواضعٌ ۔ متواضع مالدار۔

۴۔ تاجرٌ صَادِقٌ ۔ سچّا تاجر۔

۵۔ عَالِمٌ متخشعٌ ۔ خشوع کرنیوالا یکسوٗ عالم۔

۶۔ مؤمنٌ ناصِح ۔ خیر خواہی کرنے والا مؤمن۔

۷۔ مؤمن رحیمُ القلب ۔ رحم دل، نرم دل مؤمن۔

۸۔ تائب ثابتٌ علی التوبَۃِ ۔ توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا۔

۹۔ متورّع عن الحَرَامِ ۔ حرام سے پرہیز کرنے والا۔

۱۰۔ مؤمن یدیم علی الطّہارۃ ۔ ہمیشہ طہارت پر رہنے والا مؤمن۔

۱۱۔ مؤمن کثیر الصَّدقۃ ۔ کثرت سے صدقہ کرنے والا مؤمن۔

۱۲۔ مؤمن حسن الخلق مع النّاسِ ۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق پیش کرنے والا مؤمن۔

۱۳۔ مؤمن ینفع النّاس ۔ لوگوں کو نفع پہنچانے والا مؤمن۔

۱۴۔ حَامِل القرآن یدیم علی تلاوتہٖ ۔ قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والا مؤمن۔

۱۵۔ قائمٌ باللیلِ والنّاسُ نِیَامٌ[۱] ۔ رات میں ایسے وقت تہجّد اور نفل پڑھنے والا جس وقت سب لوگ سو چکے ہوں۔

---

[۱] تنبیہ الغافلین / ۴۷۹۔

ظالم حاکم شیطان کے دس دوستوں میں سے ایک ہے

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے یہ نقل فرمایا کہ آپؐ نے شیطان سے یہ بھی معلوم فرمایا کہ میری امت میں تیرے دوست کون کون ہیں؟ تو شیطان نے کہا کہ میرے دوست دس آدمی ہیں

۱۔ سُلطان جائر۔	ظالم بادشاہ اور ظالم حکام۔
۲۔ غنی متکبر۔	متکبر مالدار۔
۳۔ تاجر خائن۔	خائن اور جھوٹا تاجر۔
۴۔ شاربُ الخمر۔	شرابی۔
۵۔ القتّات۔	چغلی کھانے والا۔
۶۔ صاحبُ الزّنا۔	زانی مرد اور عورت۔
۷۔ آکِل مالِ الیتیم۔	یتیم کا مال کھانے والا۔
۸۔ المتھاوِن بالصّلوٰۃ۔	نماز میں لاپرواہی کرنے والا۔
۹۔ مانع الزّکوٰۃ۔	اپنے مال میں سے زکوٰۃ نہ دینے والا۔
۱۰۔ الّذی یطیل الامل۔	وہ شخص جس کی امیدیں بہت لمبی ہوں۔

فھؤلاءِ اصحابی و اخوانی [1] یہی لوگ میرے ساتھی اور دوست اور میرے بھائی ہیں۔

یہ دس [illegible] لوگ ہیں جو شیطان کے دوست و احباب ہیں۔ ان میں سے ظالم حاکم کا نام [illegible] ہے۔ قرآن کریم میں فضول خرچی کرنے والوں کو بھی شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

اِنَّ المب[illegible] کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ [2]

اچھے حاکم اور بُرے حاکم کی پہچان

آپؐ نے فرمایا کہ اچھے حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت

---

[1] تنبیہ الغافلین/۴۸۰

[2] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۷۔

کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کریں، اور تم ان کے لئے دعاء کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دُعاء کرتے ہوں" اور بدترین حاکم وہ ہیں جو تم سے بغض و عناد رکھتے ہوں اور تم ان سے بغض و عناد رکھتے ہو، اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو۔

۵ عن عمر بن الخطابؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وَسَلم اَلَا اُخْبِرُکُمْ بخیارِ اُمَراءِکُمْ وشرارھم خیارھم الَّذِیْنَ تحبّونہم ویحبّونکم وتدعُونَ لَھُمْ ویدعونَ لکُمْ وشرارُ امراءِکم الَّذِیْن تبغضونہم ویبغضونکم وتلعنونھم ویَلعنونکم۔ الحدیث [۱]

حضرت عمرؓ سے مَروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ میں تم کو تمہارے اچھے سَربراہان اور بُرے سَربراہان کو بتلا دیتا ہوں، اچھے سَربراہ وہ لوگ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کریں، اور تم ان کے لئے دُعاء کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دُعاء کرتے ہوں، اور بُرے حُکام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں، اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں۔

۲ شَابٌ نَشَأَ فِی عِبَادَۃِ رَبِّہٖ، خدا کی عبادت میں پرورش پانیوالا جوان

میدانِ محشر کی سخت ترین دھوپ اور گرمی میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرش کا سایہ حاصل ہوگا ان میں سے دُوسرا آدمی وہ نوجوان مَردِ خدا ہے جس نے عنفوانِ شباب سے ہی اپنے مولیٰ اور حقیقی آقا کی عبادت میں پرورش پائی ہے۔ جوانی کی عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔

۵ درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ‏ وقتِ پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

جوانی میں عبادت کرنا پیغمبروں کا طریقہ اور عادت ہے۔ اور بُڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار اور متقی بن جاتا ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۲

جوان مجاہد کا واقعہ

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں اپنے والد کے واسطہ سے عبدالواحد بن زیدؒ کا بیان نقل فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ ردمیوں سے قتال اور مقابلہ کیلئے ہم تیاری کر رہے تھے اور یوم الاثنین یعنی پیر کے دن کے لئے روانگی طے ہوگئی، اس اثناء میں ایک پندرہ سالہ نوجوان جس کے والدین کے فوت ہوجانے کی وجہ سے وراثت میں اس کو مال اور جائیداد وغیرہ کثیر دولت حاصل ہو چکی تھی۔ اس کے سامنے ایک شخص نے یہ آیت کریمہ پڑھکر سنائی

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ الآیۃ[1] — بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے ان کی جان و مال اس شرط پر خریدتے ہیں کہ ان کو بدلہ میں جنت ملے گی۔

جب اس نوجوان نے یہ آیت کریمہ سنی تو مجھ سے کہا کہ اے عبدالواحد آپ گواہ رہئے میں نے اپنی جان اور ساری دولت اللہ کے ہاتھ یوں فروخت کردی ہے کہ مجھے جنت ملیگی۔ چنانچہ اس پندرہ سالہ نوجوان نے میدانِ کارزار میں اس پامردی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا کہ ایک مقام پر نو دیو طاقت پہلوانوں کو قتل کرنے کے بعد دشمنوں کے وار سے زخمی ہوکر گر پڑا۔ اور ابھی اس کی روح نکلنے والی تھی کہ میرا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اپنے خون میں مسکراتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔[2]

جوان ملازم کا واقعہ

امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب میں ایک جوان غلام و ملازم کا واقعہ نقل فرمایا — کہ ایک شخص نے ایک نوجوان غلام خریدا تو غلام نے شرطیں لگائیں۔

۱۔ جب فرض نماز کا وقت ہوجائے تو آپ مجھے فرض نماز پڑھنے سے منع نہیں کرسکتے۔

۲۔ میں آپ کا کام صرف دن دن میں کرسکتا ہوں رات میں کام سے آزاد رہوں گا۔

۳۔ آپ کے یہاں میرے لئے ایک الگ کمرہ ہوگا جس میں میرے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوسکتا۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۱۱۱۔ [2] تنبیہ الغافلین/ ۵۰۰۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کرلیں۔ اور گھر لیجا کر غلام سے کہا کہ گھر میں تم خود دیکھ لو کونسا کمرہ تم کو پسند ہے۔ تو اس غلام نے گھر کے تمام کمروں میں سے ایک نہایت خراب ویران سامرمت کے لائق کمرہ تھا اس کو پسند کیا۔ مالک نے کہا کہ ایسا خراب کمرہ کیا کروگے؟ تو غلام نے جواب دیا کہ اللہ کے یہاں خراب اور ویران کمرہ بستان اور باغیچہ ہے۔ اب وہ غلام دن میں مالک کی خدمت کرتا تھا، اور رات میں اس کمرہ میں تنہائی میں اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ ایک رات مالک نے سوچا کہ دیکھتا ہوں کہ یہ اس کمرہ میں کیا کرتا ہے، تو دیکھا کہ وہ نوجوان سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔ اور اس کے سر پہ آسمان وزمین کے درمیان نور کی قندیل لٹک رہی ہے۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا: اے بارالٰہ اگر مالک کی خدمت لازم نہ ہوتی تو میں رات ودن تیری ہی عبادت میں لگا رہتا۔ تو مالک نے اپنی بیوی کو یہ منظر دکھلایا اور مالک اور اس کی بیوی یہ منظر دیکھ کر خوب روئے، اور کہا کہ اللہ کے واسطے ہم نے تم کو آزاد کردیا تاکہ تم سارا وقت حقیقی آقا کی عبادت میں گذار سکو، تو فوراً نوجوان نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دُعاء مانگی اے اللہ یہ میرے اور آپ کے درمیان ایک راز تھا۔ اب راز فاش ہوجانے کے بعد زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

یا صاحب السر ان السر قد ظهر : ولا ارید حیاتی بعد ما اشتهر

اے رازداں بیشک اب راز دوسروں پر ظاہر ہو چکا ہے اور میں راز کھل جانے کے بعد زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

اے بارالٰہ اب تو مجھ کو موت دیدے۔ چنانچہ اسی وقت مُردہ ہوکر گر پڑا۔[1]

(اللہ اکبر ایک نوجوان میں کیسا اخلاص تھا)

صالح آدمی کی چار علامتیں

امام غزالیؒ نے نقل فرمایا کہ امام فضیل بن عیاضؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی کے نیک صالح ہونے کی کیا شرط ہے۔ تو فرمایا کہ چار باتیں لازم ہیں۔

---

[1] مکاشفة القلوب امام غزالی ص ۲۹۔

۱ اذا کانت النصیحۃ فی نیّتہٖ۔ ہمیشہ اس کی نیت لوگوں کی خیرخواہی میں ہو۔

۲ والخوف فی قلبہ۔ اس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔

۳ والصدق فی لسانہٖ۔ اس کی زبان سے صدق وسچائی کی باتیں نکلتی ہوں۔

۴ والعمل الصالح فی جوارحہٖ[1] اس کے اعضا وجوارح سے عملِ صالح کا صدور ہوتا ہو۔

۳ رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے

تیسرا آدمی جس کو قیامت کے دن میدانِ محشر کی سخت دھوپ اور گرمی اور پیاس کے عالم میں عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ وہ خوش نصیب شخص ہے جس کا دل ہر وقت خدا کی عبادت کے لئے مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔ مسجد میں جاکر ایک نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کے لئے انتظار کرتا ہے کہ کب نماز کا وقت آئیگا۔ کتنی دیر میں اذان ہونے والی ہے۔ تاکہ میں مسجد میں جاکر صفِ اوّل میں جگہ حاصل کرلوں، اور تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ اطمینان سے نماز ادا کرسکوں۔ ایسے شخص کو بھی میدانِ محشر میں عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

مسجد میں جاکر نماز کے انتظار کرنے والے کی فضیلت

بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماعت کے ساتھ ایک نماز کی فضیلت تنہائی کی ستائیس نمازوں کے برابر ہے[2] اور بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جماعت کے ساتھ ایک نماز کی فضیلت گھر میں یا بازار یا اور کہیں تنہائی کی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرکے نماز

---

[1] مکاشفۃ القلوب / ۳۸ ۔ [2] بخاری شریف ۱/۸۹ حدیث ۶۳۶ ۔

کے ارادہ سے مسجد کو جاتا ہے اس کے لئے ہر قدم پر ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور ایک گناہ معاف ہوتا جاتا ہے۔ اور جب مسجد میں جا کر نماز میں شرکت کر لیتا ہے تو جب تک نماز کی جگہ قائم رہتا ہے اس وقت تک ملائکہ رحمت اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۶ عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلوتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسۃ وعشرین ضعفا وذلک انہ اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت لہ بھا درجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ فاذا صلی لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ مادام فی مصلاہ اللھم صل علیہ اللھم ارحمہ ولا یزال احدکم فی صلوۃ ما انتظر الصلوۃ - الحدیث [۱]

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی جماعت کے ساتھ ایک نماز کی فضیلت اسکے گھر اور اُسکے بازار میں تنہا نماز پڑھنے سے پچیس (۲۵) گنا زیادہ ہے۔ اور یہ جب ہی ہوگا کہ جب اچھی طرح وضو کر کے پھر مسجد میں نماز کے لئے جاتا ہو۔ اور اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ پھر جب نماز پڑھتا ہے تو ملائکہ رحمت جب تک مصلّے پر رہیگا یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اور تم میں سے کوئی جب تک نماز کا انتظار کرتا رہیگا اُس وقت تک نماز ہی میں شمار ہوگا۔

(نوٹ) یہ حدیث بخاری شریف میں سات مقامات پر موجود ہے، جن کا حوالہ حاشیہ میں دیا گیا ہے۔

---

[۱] بخاری شریف ۱/۸۹ حدیث ۶۳۸، ۱/۳۰ حدیث ۱۷۶، ۱/۶۳ حدیث ۴۴۰، ۱/۶۹ حدیث ۴۷۲، ۱/۸۹ حدیث ۶۲۸، ۱/۹۰ حدیث ۶۵۰، ۱/۲۸۴ حدیث ۲۰۷۲، ۱/۵۸۴ حدیث ۳۱۲۵ ترمذی ۱/۴۵

حضرت اُسیدؓ بن حضیرؓ و عبادؓ بن بشرؓ کیلئے اندھیری رات میں روشنی

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے ایک روایت مروی ہے، فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرات صحابہ کرامؓ تھوڑی دیر کے لئے تشریف فرما ہوگئے اور اس رات ایسی تاریکی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ آدمی اپنے سے قریب کے لوگوں کو نہیں دیکھ پارہے تھے۔ اس سخت اندھیرے کی حالت میں حضرت اُسید بن حضیرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ اپنے اپنے گھر تشریف لیجانے لگے۔ اور دونوں مقبولِ بارگاہ شخصیات تھیں، کہ دونوں کے آگے آگے ایک غیبی نور کی روشنی اس طرح چمک رہی تھی جیسے ہائی پاور ٹارچ کی روشنی ہوتی ہے۔ اور جہاں سے دونوں کا راستہ الگ الگ جارہا تھا وہاں سے وہ روشنی دونوں طرف دو ہو گئیں اور دونوں کے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہونے تک دونوں روشنی بدستور باقی رہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن انسؓ ان رجلین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرجا من عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدھما عباد بن بشر واحسب الثانی اسید بن حضیر فی لیلۃ مظلمۃ ومعھما مثل المصابیح یضیئان بین ایدیھما فلما افترقا صار مع کل واحد منھما واحد حتی اتی اھلہ۔ الحدیث [۱]

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام میں سے دو آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سخت تاریک رات میں نکل پڑے ان میں سے ایک حضرت عباد بن بشرؓ اور دوسرے حضرت اُسید بن حضیرؓ تھے، تو ان دونوں کے ساتھ دو نور کی روشنی چراغ اور ٹارچ کی چمک کی طرح چمکتی ہوئی دونوں کے آگے آگے چلنے لگیں اور جب دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کرلیا تو دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک روشنی چلتی رہی حتی کہ دونوں اپنے اپنے گھر پہونچ گئے۔

---

[۱] بخاری شریف ۱/۶۶ حدیث ۴۶۰-۱/۵۱۴ حدیث ۳۵۱۰-۱/۵۳۷ حدیث ۳۶۶۸-

تاریکی میں مسجد جانے والوں کے لئے نورِ تام کی بشارت

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت بریدہ اسلمیؓ اور سہل بن سعدؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو لوگ مسجد جانے کی پابندی کرتے ہیں ان کے دل مسجد سے لگے رہتے ہیں حتیٰ کہ سخت ظلمت اور تاریکی میں بھی مسجد میں جاکر نماز ادا کرتے ہیں، ان کے لئے قیامت کی ظلمت میں نورِ تام کی بشارت ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۸ عن انس بن مالك قال قال رسُول	حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ رات کی تاریکی میں
الله صلى الله عليه وسلم بشر المشائين	مسجد جانیوالوں کو قیامت کے دن
في الظلم الى المساجد بالنور التام	نورِ تام کی بشارت دو۔

يوم القيامة - الحديث [له]

اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلادوں جس کے ذریعہ سے خطائیں اور گناہ مٹ جائیں اور درجات بلند ہوجائیں، تو صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور بتلائیے یا رسول اللہ، تو آپؐ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں

۱ سخت مشقت اور سخت ٹھنڈک میں کامل و مکمل وضو کرنا۔

۲ مسجد جانے میں قدموں کی کثرت ہونا، یعنی دُور سے مسجد میں آکر نماز پڑھنا۔

لہٰذا مسجد سے جتنی زیادہ دُور رہائش ہوگی اور وہاں سے پابندی سے مسجد آکر نماز ادا کیجائیگی اتنا ہی ثواب زیادہ ملیگا۔

له سنن ابن ماجہ مطبع رشیدیہ/ ۵۷۔ مطبع تھانوی/ ۵۶۔ سنن الترمذی ۱/ ۵۳۔ سنن ابی داؤد ۱/ ۸۳ باب ماجاء فی المشی الی الصلوٰۃ فی الظلم۔

۳ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

یہ تین کام ایسے ہیں جن سے گناہ مٹنے اور درجات بلند ہونے کے ساتھ ساتھ گناہوں اور معاصی سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور بعض روایات میں جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔

۹ عن ابی ھریرۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات قالوا بلی یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء علی المکارہ وکثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ فذلکم الرباط۔ الحدیث [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرات صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دیگا اور درجات بلند کر دیگا صحابہؓ نے کہا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ تو آپؐ نے فرمایا، مشقت اور ٹھنڈک کے باوجود کامل وضو کرنا اور مسجد جانے میں قدموں کی کثرت ہونا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

خلاصہ جو لوگ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتے ہیں، سخت سردی کے زمانہ میں پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہونے کے باوجود پوری طرح تین تین مرتبہ ہر عضو کو دھوکر وضو کرتے ہیں اور جن کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے اور جو لوگ تاریک اور اندھیری راتوں میں بھی مسجد جاکر نماز ادا کرتے ہیں ان سب لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

۴ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرنیوالے دو آدمی

چوتھا آدمی جس کو قیامت کے دن میدانِ محشر کی سخت دھوپ و گرمی میں عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا وہ خوش نصیب آدمی ہے جو کسی مسلمان سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔ جب ملاقات کرتا ہو تو خدا کی رضا کی خاطر ملاقات ہوتی ہے اور جب الگ ہوتا ہو تو بھی اللہ کی رضا کی خاطر الگ

---

[1] ترمذی شریف ۱/۱۸ –

ہوتا ہو بطور مثال اس کیلئے چند احادیث یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ شاید فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

جس سے دوستی ہو اس کو بتا دینا

حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کسی دوسرے بھائی سے محبت اور دوستی ہو جائے تو اس بھائی سے بتلا دے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں تاکہ جانبین سے تعلق بڑھ جائے۔

حضرت یزید بن نعامہ الضبیؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی اور دوست بنائے تو ایک دوسرے کا نام و نسب اور خاندان اور باپ دادا سب کے بارہمیں اچھی طرح نام بنام تعارف کرادے اس سے تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور پھر دونوں ایک دوسرے کے لئے معین و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہو جائے کہ کیسے آدمی سے دوستی ہو رہی ہے۔

۱۲ عن یزید بن نعامه الضبیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ [۱]

حضرت یزید بن نعامہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی سے مواخاۃ اور دوستی کرے تو اسکا نام اور اس کے باپ کا نام اور اسکے خاندان کے بارہمیں معلوم کرے۔

نیک دوست اور بُرے دوست

بخاری شریف میں حضرت ابوموسٰی اشعریؓ سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک صالح دوست اور برے دوست کی مثال یوں سمجھو۔ نیک دوست مشک و عنبر اور عطر فروخت کرنے والے کی طرح ہے۔ اس سے تین فائدوں میں سے کوئی ایک حاصل ہوگا۔

۱ تم اس سے مشک والا عطر خرید لوگے۔

۲ تم کو وہ بطور تحفہ عطر پیش کریگا۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۶۵۔

۳ تم اس دوست کے پاس بیٹھو گے تو تم کو اس کی خوشبو حاصل ہوتی رہیگی۔ بُرے دوست کی مثال بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہے اس سے تم کو دو نقصان ہوں گے ۔
۱ وہ تمہارے کپڑے جلا دیگا۔
۲ تمہیں اس سے بُری قسم کی بدبُو ملیگی ۔ لہٰذا نیک لوگوں سے دوستی ہونی چاہیئے۔ اور انہیں کی صحبت کو اپنے لئے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ شعر:۔

ے اے برادر دُور باش از یارِ بد ؎ یارِ بد بدتر شود از مارِ بد

اے بھائی بدترین دوست سے اپنے آپ کو دُور رکھا کرو اور بدترین دوست بدترین سانپ سے بھی بدتر ہے۔

صُحبتِ صالح ترا صالح کُند ؎ صُحبتِ طالح تُرا طالح کُند

نیکوں کی صحبت تم کو نیک بنا دیگی۔ بُرے لوگوں کی صُحبت تم کو بُرا بنا دیگی ۔

حدیث شریف مُلاحظہ فرمائیے۔

۱۱ عَنْ اَبِی مُوسٰیؓ عن النّبِی صَلّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلم قال مثل الجلیس الصَّالح وَالسُّوءِ کحَامِلِ المِسْكِ ونافخ الکیرِ فحَامِلِ المِسْكِ امّا اَنْ یحذیك وامّا ان تبتَاع منه وَامّا ان تجد منه رِیحًا طیّبَۃً ونافخ الکیر امّا اَنْ یحرق ثیابك وامّا ان تجد منه ریحًا خبیْثَۃً ؎

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نیک دوست اور بُرے دوست کی مثال مشک کے عطر فروش اور بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہے پس مشک اٹھانے والا یا تو تم کو تحفہ دیگا یا تم اس سے خریدو گے یا تم اس سے خوشبو پاؤ گے، اور بھٹی میں پھونک مارنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دیگا اور یا اس سے تمکو بدبُو حاصل ہوگی۔

؎ بخاری ۱/۲۸۲ حدیث ۲۰۵۴ - ۲/۸۳۰ حدیث ۵۳۱۹ - الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۲۴ -

المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اس کیساتھ ہوگا جس سے محبّت کرتا ہے

حضرت انسؓ سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا اور نماز کیلئے مصلیٰ پر تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کے بارے میں کس نے سوال کیا تھا تو سائل نے کہا کہ میں نے پوچھا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے تو سائل نے کہا یا رسول اللہ ؐ نہ میں نے زیادہ نمازیں پڑھ رکھی ہیں اور نہ ہی زیادہ روزہ رکھ رکھا ہے۔ بس صرف اتنی بات میرے اندر ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں تو اس پر آپؐ نے فرمایا:

۱۳۱۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ — کہ آدمی کا حشر اسکے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے اور تم بھی انہیں کے ساتھ ہوگے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔

جب آپؐ کا یہ ارشاد حضرات صحابہؓ نے سنا تو تمام صحابہ اس قدر خوش ہوئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے قبل صحابہؓ میں اس قدر خوشی کبھی بھی نہیں دیکھی۔[لہ]

(طوالت کی وجہ سے عربی عبارت نہیں لکھی جارہی ہے)

اللہ کیلئے محبت کرنیوالے قیامت میں نور کے منبروں پر ہوں گے

ترمذی شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک حدیث شریف مروی ہے جس کی عبارت مسند امام احمد میں کافی لمبی اور مفصل موجود ہے اسکا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے محبت کرنیوالے دو شخصوں کو قیامت کے دن سخت دھوپ و گرمی میں جبکہ عرش الٰہی کے سایہ کے علاوہ

لہ ترمذی شریف ۲/ ۶۴۔

کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیگا۔

اور قیامت کی ایسی ہولناک حالت میں ان کو نور کے ایسے ممبروں اور کرسیوں اور مناروں پر بٹھلایا جائیگا کہ ان کی شان و شوکت دیکھکر حضرات انبیاء علیہم السّلام اور صدیقین اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ ترمذی کی مختصر عبارت یہ ہے۔

۱۳ عن مُعَاذ بن جَبلؓ قال سمِعتُ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قَالَ اللّٰہ عزّوجلّ المتحابّون فی جلالی لہم منابر من نورٍ یغبطہم النّبیّون والشُّہداء۔ الحدیث ؎

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے واسطے آپس میں محبت کرنے والے نور کے منبروں پر ہونگے جن کو دیکھ کر حضرات انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

نوٹ: مسند امام احمد بن حنبل میں ص ۵/۲۲۹ الصّدّیقون کا لفظ اس حدیث میں مذکور ہے۔

نوٹ:۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ یہاں جس محبت کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اللہ کیلئے ہے۔ ہر قسم کی محبت اور دوستی مراد نہیں ہے۔ مدارس اور اسکولوں میں بڑے اور چھوٹے لڑکوں کے درمیان جو دوستی اور محبت ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کے درمیان گندی اور ناپاک حرکت نہیں ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ قطعًا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس سے طلبہ تعلیم سے کورے ہوجاتے ہیں۔ پڑھنے میں جو محنت ہونی چاہیئے وہ نہیں ہوپاتی۔

حضرت اقدس مولانا یحییٰ صاحب والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہما نے فرمایا کہ جس طالب علم کے اندر دوستی کا مرض ہوگا وہ چاہے کتنا ہی ذہین ہو وہ علم سے محروم ہوجائیگا۔ اور جس میں دوستی کا مرض نہیں ہے وہ چاہے غبی ہو اپنی محنت سے کچھ نہ کچھ حاصل کرلیگا۔

؎ ترمذی شریف ۲/۶۴، مسند امام احمد بن حنبل ۵/۲۲۹ حدیث ۲۲۳۵۲۔ ۵/۲۳۹ حدیث ۲۲۴۳۱۔

۵ رَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ:

جس آدمی کو خوبصورت اور اچھے منصب والی عورت خواہش پوری کرنے کو بلائے

پانچواں آدمی جس کو قیامت کے دن سخت دھوپ اور گرمی میں جبکہ عرش الٰہی کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، عرش کا سایہ نصیب ہوگا، وہ خوش نصیب آدمی ہے جس کو تنہائی کی حالت میں ایسی خوبصورت عورت خواہش پوری کرنے کے لئے اپنے پاس بُلائے جس کے حُسن و جَمال کے ساتھ اس کا خاندان اور اس کا منصب بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ مگر ایسی کشمکش کی حالت میں یہ مَردِ خدا اُس عورت کو یہ جواب دیتا ہے إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں یہ ایسا موقع تھا کہ خواہش پوری کرنے میں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی رُکاوٹ حائل نہیں تھی، مگر مَردِ خدا کے ایمان و یقین کی کوئی انتہاء نہیں کہ خوفِ خدا کی وجہ سے ساری خواہشیں قربان کرڈالیں اللہ تعالیٰ ایسے مَردِ باخدا کو بھی قیامت کے دن سخت گرمی میں اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیگا۔

خدا کے خوف سے خواہشِ نفس کو قربان کر دینا انبیاءؑ کی صفت

تنہائی کی حالت میں خوفِ خدا کی وجہ سے خوبصورت اور جمالِ بے مثال عورتوں کے پنجوں سے چھٹکارا پالینا پیغمبرانہ صفت اور اللہ تبارک تعالیٰ کی غیبی نصرت ہے۔ جب زلیخا حضرت [illegible] علیہ السلام کو دیکھ کر بے قابو ہوگئی تو غلط ارادہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے [illegible] بنا لینے کے لئے [illegible] آپ کو نہایت شاندار انداز سے بناؤ سنگار کرکے حضرت یوسف [illegible] السلام کے سامنے پیش کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے خدائے عالم الغیب، [illegible]ان اور دلیل تھی اور پیغمبرانہ صفات غالب آگئیں اور فرمایا معاذ اللہ، میں اللہ کی پناہ [illegible]ہوں۔

[illegible] مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ لَوْلَا أَنْ رَّأٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ الآية میں برہان سے [illegible] مُراد ہے

ﷺ سورۂ [illegible] آیۃ ۲۴

کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی صورتِ مثالی ان کے سامنے آ گئی تھی۔

بہرحال خدا کا یقین اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کی صورتِ مثالی اور اپنی پیغمبرانہ صفات یہ سب امور حضرت یوسف علیہ السّلام پر غالب تھے۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے:
کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ہم اسی طرح ان سے بُرائی اور فاحشات کو دُور کرتے ہیں
چنانچہ حضرت یوسف علیہ السّلام کسی طرح دروازہ کھول کر بھاگنے لگے اور عورت نے پیچھے سے کُرتہ پکڑ کر کھینچا، مگر حضرت یوسفؑ نے عورت کے پنجے سے خدا کی مدد سے بھاگ نکلنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ یہاں حضرت یوسفؑ کا پورا واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ایسے حالات میں جمالِ بے مثال عورتوں کے پنجوں سے اپنی عصمت و عفت کو بچا کر نکل جانا زبردست آزمائش اور امتحان ہے۔ اس میں جس نے کامیابی حاصل کر لی اس کو پیغمبروں کی صفت میں شامل کیا جائیگا۔ اور قیامت کے دن میدانِ محشر کی سخت ترین گرمی میں جبکہ کسی بھی چیز کا سایہ نہ ہوگا عرشِ الٰہی کا بہترین سایہ نصیب ہوگا۔

کفل کا واقعہ

بنی اسرائیل میں کفل نام کا ایک شخص تھا، اس کا واقعہ ہم نے "خدا کی مغفرت کا وسیع سمندر" کے عنوان کے ذیل میں مفصّل طور پر ذکر کیا ہے۔
یہاں حدیث شریف کی مناسبت میں مختصر واقعہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ کفل نامی شخص مالدار تھا اور ہر معصیت اور گناہ میں پیسہ خرچ کرتا تھا، ایک دفعہ ایک غریب عورت اس سے قرض لینے آئی تو اس نے کہا کہ میں تم کو اس شرط پر ساٹھ دینار دیتا ہوں کہ تم مجھ کو منہ کالا کرنے اور بدکاری کا موقع دو۔ عورت مجبور ہو کر آمادہ ہو گئی، اور جب کفل اس عورت پر منہ کالا کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو عورت کے ہاتھ پیر اور پورے بدن میں لرزا اور کپکپی طاری ہو گئی، تو کفل نے کہا: میں نے تم پر زور و زبردستی تو نہیں کی، عورت نے کہا نہیں، مگر میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا، لیکن اس پیسہ کی ضرورت نے مجبور کر دیا ہے، میرے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، ان کی خاطر آمادہ ہونا پڑا۔ جب کفل نے یہ سُنا تو فوراً عورت کو چھوڑ دیا اور خدا کا خوف غالب آگیا، اور عورت

سے کہا کہ میں نے تم کو وہ پیسہ یوں ہی دیدیا ہے، لیجاؤ اپنے بچوں کی ضرورت پوری کرلو۔ اور ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلی کہ اب آئندہ کبھی گناہ کا کام نہیں کرونگا۔ اس واقعہ میں کفل نے جو عین وقت میں اپنے نفس پر کنٹرول کرلیا وہ صرف خدا کے خوف سے کیا ہے۔ یہ بہت بڑی آزمائش اور امتحان ہے جس میں کفل کو کامیابی ہوئی ہے۔ اتفاق سے اسی رات کفل کا انتقال ہوا اور اس کے دروازہ کی چوکھٹ پر صبح کو لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت کردی ہے[1]، یہ بھی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سایہ کا مستحق ہے۔

نوجوان کے بدن سے ہر وقت خوشبو مہکنے کا واقعہ

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعیؒ نے فن تصوف میں ایک کتاب لکھی اس کا نام ''الترغیب والترہیب'' ہے، اس میں انہوں نے ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا کہ ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی تو اسکے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلا وجہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔؟ تو اس پر جوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی، تو سائل نے کہا، تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے، تو جوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں۔ سائل نے کہا کہ آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا۔

جوان نے اپنا واقعہ سُنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے، میں اُنکے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا اور والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنے لڑکے کو میرے ساتھ بھیجدیجئے۔ تاکہ میں اس کے ہاتھ سامان کی قیمت بھیجدوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا، اور اس میں ایک

---

[1] ترمذی شریف ۲/۷۶۔ ھکذا الترغیب والترہیب للیافعی ۱/۱۶۴ ع ۶۸۱

نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لئے صاف کر دو۔ میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مَل لیا۔ اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا کہ اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو، یہ مجنون ہے۔ میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس سے ایک صابون خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لئے۔ اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔ جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آکر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے۔ اور معصیت سے بچنے کے لئے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جارہی ہے۔ چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے۔ جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین [1]

نوجوان کے اپنے گناہوں کو کاپی میں نوٹ کرنے اور توبہ کرنے کا واقعہ

علامہ یافعیؒ نے الترغیب والترہیب میں ایک واقعہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک نوجوان سے نہایت بدکار تھا لیکن وہ جب بھی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا اس کو ایک کاپی میں نوٹ کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نہایت غریب اس کے بچے تین دن سے بھوکے تھے بچوں کی پریشانی برداشت نہیں کر سکی تو اس نے اپنے پڑوسی سے ایک عمدہ ریشم کا جوڑا عاریت

---

[1] الترغیب والترہیب للیافعی / ۱۶۵ ۔

پر لیکر اسے پہن کر نکلی تو اس نوجوان نے دیکھ کر اپنے پاس بُلایا، اور جب اس کے ساتھ بدکاری
کا ارادہ کیا تو عورت روتی ہوئی تڑپنے لگی، اور کہا کہ میں فاحشہ زانیہ نہیں ہوں، مگر میں مجبور
کی پریشانی کی وجہ سے اس طرح نکلی ہوں، اور جب تم نے مجھ کو بُلایا تو مجھے خیر کی امید ہوئی تو
اس جوان نے اسے کچھ دراہم و روپیہ دیکر چھوڑ دیا اور خود رونے لگا۔ اور اپنی والدہ سے آکر
پورا واقعہ سُنا دیا، اور اس کی والدہ اس کو ہمیشہ معصیت سے روکتی اور منع کرتی تھی، آج
یہ خبر سُنکر بہت خوش ہوئی، اور کہا بیٹا تو نے زندگی میں یہی ایک نیکی کی ہے اس کو بھی کاپی
میں نوٹ کرلے۔ بیٹے نے کہا کہ کاپی میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے، تو والدہ نے کہا کہ کاپی کے
حاشیہ میں نوٹ کرلے۔ چنانچہ حاشیہ میں نوٹ کرلیا، اور نہایت غمگین ہوکر سویا۔ اور جب
بیدار ہوا تو دیکھا پوری کاپی سفید اور صاف کاغذوں کی ہے، کوئی چیز لکھی ہوئی باقی نہیں رہی،
صرف حاشیہ میں جو آج کا واقعہ نوٹ کیا تھا وہی باقی ہے، اور کاپی کے اُوپر کے حصہ میں یہ آیت
لکھی ہوئی تھی اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ الآية [1] اس کے بعد اس نے ہمیشہ کے لئے
توبہ کرلی اور اسی پر قائم رہ کر مرا [2]

(نوٹ) یہ واقعہ ہے حدیث نہیں)

بے ریش لڑکوں سے اختلاط کی ممانعت

(۱) حضرت امام حسن بن ذکوانؒ فرماتے ہیں کہ تم مالداروں کے لڑکوں کے ساتھ مت بیٹھا کرو۔
تم کو ان میں ایسی صورت و شکل نظر آنے لگے گی جو کنواری اور دوشیزہ لڑکیوں کی شکل و صورت
ہوتی ہے، لہٰذا ان کے ساتھ اختلاط عورتوں کے ساتھ اختلاط سے بھی زیادہ فتنہ کا باعث
بن سکتا ہے۔ [3]

---

[1] سورۃ ہود آیت ۱۱۴ [2] الترغیب والترہیب للیافعی/ ۱۶۵ [3] الترغیب الترہیب للیافعی ۱/ ۱۶۰

(۲) حضرت امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کسی حمام میں ضرورت کے لئے داخل ہو گئے تو ان کی خدمت اور پانی وغیرہ بھر کر دینے کے لئے ایک خوبصورت قسم کا بے ریش لڑکا پہنچ گیا، تو امام موصوف نے اپنے تلامذہ اور متعلقین سے فرمایا کہ ان کو یہاں سے فوراً باہر نکالدو۔ اسلئے کہ میں اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے، اور اس قسم کے لڑکوں کے ساتھ ۱۲-۱۳ شیطان رہتے ہیں۔ [1]

(۳) حضرت امام عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ عبد القیس کا وفد آیا تو اس وفد میں ایک بے ریش خوبصورت لڑکا بھی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پیچھے بٹھا دو۔ اسلئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی قوم اسی قسم کے لڑکوں کے فتنہ میں مبتلا ہو گئی ــــ یہاں بہت زیادہ فکر کی بات یہ ہے کہ سید الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہر قسم کے گناہ اور برائی سے پوری طرح پاک اور معصوم ہیں وہ کس قدر اہتمام سے اس لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا کر امت کی تربیت کے لئے متنبہ فرما رہے ہیں۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس کوئی شخص اپنے بے ریش خوبصورت لڑکے کو ساتھ میں لیکر حاضر ہوئے تو فرمایا تم اس کو کیوں لائے۔ آئندہ دوبارہ اس کو میرے پاس لیکر مت آنا۔ لوگوں نے امام موصوف سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ اتنے اہتمام سے منع فرما رہے ہیں، تو جواب دیا کہ مجھے اپنے مشائخ اور اسلاف نے اس کی وصیت کی ہے، کبھی تمہاری مجلس میں کوئی بے ریش داخل نہ ہونے پائے۔

(۵) امام موصلیؒ نے فرمایا کہ غریب تر ایسے مشائخ نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ سب قطب و ابدال کے درجہ کے تھے۔ [2]

---

[1] الترغیب ۱/ ۱۶۰ ۔ [2] الترغیب والترہیب یافعی ۱/ ۱۶۰ ۔

۶۔ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِخْفَاءٍ: خفیہ طور پر صدقہ کرنے والا آدمی

چھٹا آدمی جس کو قیامت کے دن میدانِ حشر میں سخت ترین دھوپ اور گرمی کی پریشانی میں عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ وہ خوش نصیب آدمی ہے جو ایسے خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ نے جو خرچ کیا بائیں ہاتھ کو خبر نہیں۔ یعنی قریب سے قریب تر شخص کو بھی اس کی خیرات اور صدقہ کی خبر نہیں ہو سکی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایسا خفیہ صدقہ بہت زیادہ پسند ہے۔

مرنے کے بعد صدقہ جاریہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی نیکی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن تین قسم کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۱۔ صدقہ جاریہ۔ مثلاً مسجد یا مدرسہ بنا دیا ہے۔ جب تک اس میں نماز اور تعلیم کا سلسلہ باقی رہے گا ثواب کا سلسلہ بھی جاری رہیگا۔ اسی طرح لوگوں کے لئے پانی کا نل یا کنواں یا نگا بنا دیا ہے، تو جبتک اس میں سے لوگ پانی لیتے رہیں گے اس کو ثواب پہنچتا رہیگا۔ اسی طرح کسی غریب طالب علم کو خرچہ دیکر پڑھایا ہے، اور اس نے دین کی خدمت کرنا شروع کر دی ہے۔ یا طلباء یا علماء یا مدارس کو دینی کتابیں خرید کر دیدی ہیں، تو جبتک وہ کتابیں پڑھی جاتی رہیں گی ثواب پہنچتا رہیگا۔

۲۔ علمِ نافع ہے۔ اس نے ایسا علم حاصل کیا تھا جس علم کو اس نے خوب پھیلایا ہے اس کے اچھے اچھے تلامذہ پیدا ہو چکے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد ان شاگردوں نے اس کے علم کو زندہ رکھا اور سلسلہ در سلسلہ علم جاری ہوگیا۔ جیساکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے تلامذہ کے ذریعہ سے ان کے علوم تیرہ چودہ سو سال سے جاری ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہیں گے۔ اسی طرح کسی نے کتابیں لکھی ہیں تو جبتک ان کتابوں سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے ثواب پہنچتا رہے گا۔

جیساکہ حضرت امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور ائمہ حدیث نے حدیث کی مقبول ترین کتابیں لکھی ہیں۔ اور فقہار میں صاحب ہدایہ وغیرہ نے ایسی مقبول ترین کتابیں لکھ ڈالیں کہ مدارس دینیہ میں ہمیشہ ان کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

۳۔ نیک صالح اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے [illegible] کرتی رہے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱۳ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انقطع عنه عملهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ ۔ الحدیث [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ تین چیزوں کا [illegible] جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے [illegible] ولد صالح جو [illegible] کرتا رہیگا۔

ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ ہر انسان قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ کے نیچے ہوگا حتیٰ کہ تمام لوگوں کے درمیان حساب کتاب اور فیصلہ ہو جائے۔ [2]

اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے خوش اور تین قسم کے لوگوں سے ناراض

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں سے ناراض ہے۔ اور جن تین سے محبت رکھتا ہے، اور ان کو محبوبیت کا درجہ عطا فرماتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ کوئی شخص کسی قوم کے پاس اپنی ضرورت لیکر پہنچے تو اس قوم اور اس شخص کے درمیان کوئی

---

[1] مسلم شریف ۲/۴۱ حدیث ۱۶۳۱ ، مسند امام احمد ۲/۳۷۲ الترغیب والترہیب یافعی ۱/۸۲

[2] الترغیب والترہیب ۱/ ۸۲۔

رشتہ داری یا پرانا تعلق اور جانکاری کچھ بھی نہیں ہے، اور اس نے اس قوم سے جاکر اللہ کا واسطہ دیکر ضرورت کا سوال کیا تو تمام لوگوں نے انکار کردیا، مگر اس قوم میں سے ایک مردِ خدا ایسا نکلا کہ وہ پوری جماعت سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہوکر اس سائل کو نہایت خفیہ طور پر اس طریقہ پر دیدیا کہ صرف لینے والا سائل اور اللہ کو معلوم ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہوسکا۔

۲ کوئی قوم رات میں سفر کررہی ہے اور چلتے چلتے جب آخری رات ہوگئی اور سب لوگ تھکے ہارے کسی جگہ پہنچکر پڑاؤ ڈالا اور سب لوگ تھکاوٹ کی حالت میں بےخبری کی نیند میں سوگئے اور ان میں ایک مردِ خدا ایسا تھا کہ وہ بجائے سونے کے چپکے سے اٹھ کر دعاء اور اپنے مولیٰ سے سرگوشی اور قرآنی آیتوں کی تلاوت میں مشغول ہوگیا۔

۳ وہ شخص مردِ بہادر جو کسی سریہ اور لشکر میں ہو، اور دشمنوں کا مقابلہ ہوا، اس میں اس کے لشکر کو سخت شکست ہوجائے، اور سب لوگ راہِ فرار اختیار کرنا اور بھاگنا شروع کردیا اور یہ مردِ بہادر سینہ سپر ہوکر اس طرح دشمن کا مقابلہ کرنے لگا کہ یا شہید ہوتا ہے اور یا فتحیابی ہوتی ہے۔

یہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہے اور ان کو اپنا محبوب بنالیا ہے ان میں سے ایک وہ شخص بھی شامل ہے جو خفیہ صدقہ کرنے والا ہے، اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیگا۔

اور جن تین سے اللہ تبارک تعالیٰ سخت ناراض ہے وہ یہ ہیں۔

۱ الشیخ الزانی : بوڑھا ہوچکا ہے، اور ہڈیاں اور اعصاب سب کمزور ہوچکے ہیں، مگر کمینہ پھر بھی زنا کا عادی ہے۔ ایسے بڈھے سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔

۲ الفقیر المختال : متکبر فقیر، اپنے پاس کچھ بھی نہیں، لیکن پھر بھی دماغ آسمان پر ہے، ایسے فقیر سے بھی اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔

۳ الغنی الظلوم : ظالم مالدار : اللہ نے اُسے دولت دے رکھی ہے، مگر اس دولت کے

زور سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے مالداروں سے بھی سخت ناراض ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۵ عن ابی ذرؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ یحبہم اللہ وثلثۃ یبغضہم اللہ فامّا الذین یحبہم اللہ فرجل اتی قومًا فسألہم باللہ ولم یسألہم لقرابۃ بینہ وبینہم فمنعوہ فتخلّف رجل باعیانہم فاعطاہ سرًّا لا یعلم بعطیتہ الّا اللہ والذی اعطاہ وقوم ساروا لیلتہم حتی اذا کان النوم احبّ ممّا یعدل بہ فوضعوا رؤسہم فقام یتملّقنی ویتلو اٰیاتی ورجل کان فی سریۃ فلقی العدو فہزموا فاقبل بصدرہ حتی یقتل او یفتح لہ، والثلاثۃ الذین یبغضہم اللہ الشیخ الزانی والفقیر المختال والغنی الظلوم۔ الحدیث [۱]

حضرت ابوذر غفاریؓ آپؐ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے محبت رکھتا ہے، اور تین قسم کے لوگوں سے سخت ناراض اور بغض رکھتا ہے۔ جن تین سے محبت رکھتا ہے ان میں سے ۱ وہ شخص ہے جو کسی ایسی قوم میں آکر ضرورت کا سوال کرے جیسا سے اسکی کوئی قرابتداری نہیں ہے اور سبھی دینے سے انکار کر دیا، مگر ان میں سے ایک شخص ان سب سے الگ ہو کر چپکے سے اس سائل کو کچھ عطیہ اس طرح دیدیا کہ خدا تعالیٰ اور اس لینے والے کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ ۲ وہ قوم جو راتوں کو سفر کر رہی ہے جب سب لوگوں کو ہر شئی کے مقابلہ میں نیند محبوب ہو گئی۔ تھکے ہارے سب لوگ بے خبری کی نیند سو گئے۔ تو ان میں سے ایک چپکے سے اُٹھ کر مجھ سے سرگوشی کرنے لگا، اور دُعاؤں اور میری قرآنی آیتوں کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ ۳ وہ آدمی جو کسی لشکر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہا ہے اور سب لوگ شکست کھا کر بھاگنے لگے اور یہ شخص سینہ سپر ہو کر ایسا مقابلہ کیا کہ یا تو شہید ہوتا ہے یا فتح یابی ہوتی ہے۔ اور وہ تین آدمی جن سے اللہ ناراض ہے ان میں سے ۱ وہ بوڑھا آدمی جو زنا کا عادی ہے۔ ۲ وہ فقیر جو متکبر ہے ۳ وہ مالدار جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۸۴/۲۔

ریاکار سخی، قاری، مجاہد

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے ایسے نیک کام کرنے والوں سے سوال وجواب ہوگا کہ ان نیک کاموں کا ثواب بہت زیادہ اور ایسے لوگوں کے درجات بھی بہت بلند ہیں، لیکن ان لوگوں نے ان نیک اعمال کے کرنے میں رضاءِ الٰہی اور خدا کو خوش کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ دنیا میں لوگوں کے درمیان اپنی شہرت اور ریاکاری کا ارادہ کر رکھا تھا اس لئے ان نیک اعمال کا ثواب ایک دھیلہ بھر بھی نہ ملے گا۔ بلکہ اُلٹی سزا ہوگی۔

۱۔ وہ قاری اور حافظِ قرآن جو دن رات قرآن پڑھا کرتا تھا اس کو اللہ کے دربار میں لایا جائیگا اور پوچھا جائیگا ہم نے جو تم کو قرآن کا علم دیا تھا اس پر تم نے کیا عمل کیا؟ تو وہ جواب دیگا۔ اے اللہ میں نے تو دن رات قرآن کو اپنا مشغلہ بنا رکھا تھا، تو اللہ کی طرف سے جواب دیا جائیگا، تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو نے تو لوگوں میں شہرت اور دکھلاوے کے لئے کیا تھا، اور تمام ملائکہ بھی اس کو جھٹلائیں گے کہ تم کو دُنیا میں شہرت مل چکی ہے۔ اب یہاں تم کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔

۲۔ وہ مجاہد جس نے سینہ سپر ہو کر جہاد کیا ہے، اس سے کہا جائیگا۔ تم نے کیا کیا؟ وہ کہیگا، اے اللہ میں تو تیرے راستہ میں نکل کر تیرے دشمنوں سے لڑتے لڑتے آخر کار میں خود شہید ہوگیا تھا۔ تو اس کو جواب دیا جائیگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے جو کچھ کیا ہے صرف ریاکاری اور لوگوں میں شہرت کیلئے کیا تھا، اور تم کو دنیا میں اس کی شہرت مل چکی ہے۔ اس کو بھی اوندھے منہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

۳۔ وہ سخی اور صدقہ خیرات کرنے والا شخص جس کو اللہ نے خوب دولت دے رکھی تھی اور اس نے اللہ کے راستہ میں ہر طرف سے خوب خرچ کیا ہے۔ مگر مقصد صرف لوگوں میں شہرت حاصل کرنا تھا تو اس سے پوچھا جائیگا کہ تم کو ہم نے اتنی دولت دی ہے تم نے اس کو کیا کیا؟ تو جواب دیگا کہ اے اللہ

یں نے ان تمام مقامات میں خرچ کیا ہے جن میں خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ تو اللہ کی طرف سے جواب دیا جائیگا کہ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ سب صرف ریاکاری اور شہرت کے لئے کیا تھا کہ فلاں ایسا سخی ہے، ایسا ہے ویسا ہے۔ اور دنیا میں تم کو اس طرح شہرت مل چکی ہے۔ اب یہاں تم کو کچھ بھی نہ ملے گا، اور ملائکہ بھی اس کو جھٹلائیں گے۔ اور اوندھے منہ گھسیٹ کر اس کو بھی جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ ؎۱ جب یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو روتے روتے بیہوش ہو گئے اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ ؎۲

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ الآية ؎۳	جو لوگ دُنیا کی زندگی اور اسکی زینت کا ارادہ کرتے ہیں ہم ان کے اعمال کا بدلہ دُنیا ہی میں دیدیتے ہیں۔ اور ان کو دُنیا میں دینے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو آخرت میں جہنم کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملیگی۔ اور انہوں نے دُنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے اس کو برباد کر دیا ہے۔ اور اپنے کئے ہوئے اعمال کو خراب کر ڈالا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مال میں سے صدقہ کرنے سے مال میں کبھی کمی نہیں آتی بلکہ غیبی مدد ہوتی ہے، اور زیادتی اور اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرمایا جب کسی پر کوئی ظلم کرے اور وہ معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ مظلوم کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اور فرمایا جو شخص تواضع اختیار کریگا اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱۶۔ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ عفو و درگذر سے آدمی کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اور تواضع اور انکساری

؎۱ ترمذی ۲/۶۲ ؎۲ ترمذی ۲/۶۳ ؎۳ سورۂ ہود۔ آیت ۱۵ ۔

اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ - الحدیث [1] سے اللہ تعالیٰ آدمی کو بلندی عطا فرماتا ہے۔

۷ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا: تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا آدمی

ساتواں آدمی جس کو قیامت کے دن شدید گرمی میں عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا وہ خوش نصیب آدمی ہے اسکی تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کہ آنکھوں سے زار زار آنسو جاری ہو جائیں۔ اسلئے کہ تنہائی میں ذکرِ خدا میں آنسو جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اس عبادت میں کسی قسم کی ریاکاری نہیں ہے۔ اور جس عبادت میں ریاکاری نہو وہی درحقیقت خدا کی اصل عبادت ہے۔ اور اسی میں اخلاص ہے۔ اس لئے اللہ پاک اس سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

۵ میانِ عاشق و معشوق رمز یست ❊ کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

(عاشق و معشوق کے درمیان کیا تعلق کیا اشارہ کیا کنایہ ہے کراماً کاتبین فرشتوں کو بھی معلوم نہیں)

جس کے تنہائی میں آنسو نکل جائیں اس سے بڑھ کر خدا کا مخلص بندہ کون ہو سکتا ہے۔

تین قسم کی آنکھیں جہنم پر حرام ہیں

حضرت امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم کبیر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کے اندر ۲۱۶۰۸ حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ اور ۲۵ جلدوں میں کتاب ہے۔ اس کی جلد ۱۹ میں حدیث ۱۰۰۳ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ تین قسم کی آنکھوں پر جہنم حرام ہے۔

(۱) وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں بیدار رہ کر حفاظت اور نگرانی اور چوکیداری کا کام انجام دیتی ہے۔ یعنی سرحدِ اسلام کی حفاظت کے لئے رات میں بیدار رہ کر پہرہ دیتی ہے۔ یا کسی جگہ اسلامی لشکر رات گذار رہا ہے وہاں لشکر کی حفاظت کے لئے بیدار رہتی ہے، ایسی آنکھ جہنم پر حرام ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۲۳ -

ایسا شخص جہنم سے محفوظ رہے گا۔

(۲) وہ آنکھ جس سے خوفِ خدا کی وجہ سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر ایسے لوگوں میں پایا جاتا ہے جو تنہائی میں عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے حقیقی آقا سے خفیہ طور پر سرگوشی کرتے ہیں۔

(۳) وہ آنکھ جو غیر محرم اور اجنبی عورتوں سے اپنے آپ کو روکتی ہے۔ یعنی وہ شخص جو نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے اتفاق سے نگاہ پڑجائے تو فوراً نیچی کرلیتا ہے۔ اسی طرح اپنی آنکھوں کو ناجائز فلم، سنیما، ٹی وی، ٹیلی ویژن اور فحش پروگراموں کو دیکھنے سے حفاظت کرتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱۷ عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جدّه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ثَلَاثَةٌ لَا تَرَى اَعْيُنُهُم النَّارَ عَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ۔ الحديث[۱]	حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطے سے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی آنکھیں جہنم کی آگ نہیں دیکھیں گی۔ ۱ وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی ہو۔ ۲ وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روکر آنسو بہاتی ہو۔ ۳ وہ آنکھ جو حرام اور نامحرم کو دیکھنے سے رک جاتی ہو۔

ترمذی شریف میں ایک روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے روتا ہو، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں تھن سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ تھن کے اندر واپس جانا ناممکن ہے مگر ایسے شخص کا جہنم میں جانا ممکن نہیں۔ اور فرمایا اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یعنی وہ شخص دین کی خاطر اللہ کے راستہ

---

[۱] المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۶/۴۱۶ حدیث ۱۰۰۳، الترغیب والترہیب للمنذری ۳/ ۱۱۴ وبعضہٗ فی الترمذی ۱/ ۲۹۳۔

میں نکلا ہو۔ چاہے وہ طلبِ علم کے لئے نکلا ہو یا جہاد کے لئے نکلا ہو، یا دینی دعوت کیلئے نکلا ہو۔ یا کسی شیخ کامل کی صحبت کیلئے نکلا ہو۔ سب اس میں شامل ہیں۔ حدیث شریف یہ ہے:

۱۸؎ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا آدمی ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہو حتی کہ تھن میں دودھ کا واپس جانا ممکن ہے مگر اس کا جہنم میں جانا ممکن نہیں۔ اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

دو قطرے اور دو آثار اللہ کو بہت پسند

ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دو قطرے اور دو آثار بہت زیادہ محبوب ہیں۔ ان سے زیادہ کوئی دوسری چیز اللہ کو پسند نہیں ہے۔ دو قطرے یہ ہیں:

۱؎ آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے گرتا ہے۔ جو شخص خوفِ خدا کی وجہ سے روتا ہے اس میں ریاکاری نہیں ہوتی، اس لئے اللہ کو بہت پسند ہے۔

۲؎ خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا گیا ہو۔

اور دو آثار یہ ہیں:۔ ۱؎ وہ اثر جو اللہ کے راستہ میں ظاہر ہوا ہے۔ یعنی دینی دعوت، یا جہاد یا طلبِ علم کے لئے نکلا ہو اور اس میں پیدل چلنے کی وجہ سے پیروں میں ظاہر ہوگیا ہو۔

۲؎ وہ اثر جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی میں ظاہر ہوگیا ہو۔ یعنی نمازی کے سجدہ کے آثار یا سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے ہاتھ پیر پھٹ جانے سے ظاہر ہوتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

---

[۱] ترمذی شریف ۱/ ۲۹۲ ـ ۲/ ۵۷ ـ

۱۹ عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ شَیْئٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَۃُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃُ دَمٍ تُھْرَاقُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَثَرٌ فِی فَرِیْضَۃٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰہِ۔ الحدیث [1]

حضرت ابو امامہؓ سے آپؐ کا ارشاد مروی ہے کہ آپکا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو آثار سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ ۱ اللہ کی خشیت کی وجہ سے آنسو کا قطرہ ۲ خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا گیا ہے۔ اور بہرحال دو آثار میں سے ایک اثر وہ ہے جو اللہ کے راستہ میں ظاہر ہوا ہے، اور دوسرا وہ اثر جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی میں ظاہر ہوا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

بروز جمعہ

---

[1] ترمذی شریف ۱/۲۹۶، الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۱۱۴۔

۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

میدانِ محشر میں حساب و کتاب

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ. وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ. ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ. وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ. تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ. الآیة [1]

جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ہر شخص کو اپنی ہی فکر ہوگی جو اس کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے نہیں دیگی۔ کتنے چہرے اس دن نورِ ایمانی سے روشن ہونگے اور مسرّت سے خنداں اور شاداں ہونگے۔ اور کتنے چہروں پر اُس دن (کفر کی ظلمت کی وجہ سے) غم و رنج کی کُدورت چھائی ہوئی ہوگی۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے میدانِ محشر میں لوگوں کے جمع ہونیکے وقت کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس وقت ہر شخص اپنے اپنے فکر میں نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ دنیا میں جو رشتے وناتے ایسے تھے کہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی جان تک قربان کردیتے ہیں مگر محشر کے دن میدانِ محشر میں ہر شخص اپنی اپنی ایسی فکر میں مبتلا ہوگا کہ کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا۔ بلکہ اگر سامنے دیکھے گا تو گریز کریگا۔ انسان اپنے بھائی سے ماں باپ سے۔ بیوی سے اور اولاد سے بھاگتا پھریگا۔ اور دُنیا میں آدمی اپنے ماں باپ اور اولاد پر سب کچھ قربان کردیتا ہے۔ لیکن میدانِ محشر

[1] سورۂ عبس آیت ۳۴ تا ۴۱۔

یں ہر ایک کو اپنی اپنی فکر پڑی رہے گی اگر اُس دن کیلئے انسان نے دُنیا میں کچھ تیاری کر لی ہے تو نہایت خوش و خرّم کی حالت میں اسکا چہرہ روشن ہو کر چمکتا رہے گا اور اصحابُ الیمین میں شامل ہونیکی وجہ سے خوشی کے مارے سب کچھ بھول جائیگا اور جنہوں نے دنیا میں کچھ تیاری نہیں کی ہے اُن کے چہرے پھیکے پڑ جائیں گے اور اصحابُ الشمال کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں آنے کی وجہ سے غم و فکر کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصحابُ الیمین میں شامل فرمائے اور سُرخ رُوئی سے مالا مال فرمائے ۔ آمین۔

قیامت کے دِن پانچ سوالات سے پہلے اپنی جگہ سے قدم نہیں ہل سکتا

حضرت عدی ابن حاتمؓ سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے براہِ راست بات کریگا۔ درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا اس وقت جب آدمی اپنی دائیں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو ان نیکیوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کیا ہے اور جب بائیں طرف مُڑ کر دیکھے گا تو ان گناہوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کر رکھا ہے۔ اور سامنے کی طرف جب نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو جہنم کی آگ نظر آئیگی لے ایسی کشمکش کی حالت میں جب تک پانچ سوالات کے جوابات نہ دیں گے اس وقت تک اللہ کے دربار میں اپنے قدموں کو ہلا نہیں سکتے۔ اور یہ سوالات بھی نہایت سنگین ہوں گے جو حدیث پاک میں جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے۔

۱۔ عمر کے بارےمیں سوال کیا جائیگا کہ تم نے اپنی عُمرِ عزیز کس طریقے سے گذاری ہے۔ پوری زندگی میں عمر کا کتنا حصّہ نیکیوں میں گذارا ہے اور کتنا معصیت میں گنوایا ہے۔ اسلئے کہ انسان کی عمر اللہ پاک کی طرف سے امتحان کے واسطے ایک متعین وقت ہے۔ جیسا کہ مدارس، اسکولوں

لے ترمذی صـ۶۲)

کالجوں، یونیورسٹیوں میں امتحان کے سوالات کے جوابات لکھنے کیلئے تین چار گھنٹہ کا وقت دیا جاتا ہے۔ اگر اس وقت کو کام میں لاکر تمام سوالات کے جوابات بہترین انداز سے لکھ دے گا تو اس کو اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہوگی۔ تو اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو بھی کچھ سوالات کے جوابات لکھنے کیلئے عمر عزیز کا وقت دیا ہے۔ کسی کو پچاس سال کسی کو ساٹھ سال اور کسی کو ستّر سال یہ اللہ کے یہاں سے کئے گئے سوالات کے جوابات کی تیاری کیلئے وقت دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسُولؐ کے ذریعہ سے جتنے بھی احکام ہمارے اُوپر لازم کئے ہیں گویا وہ سب کے سب سوالات ہیں اور ان تمام احکام کو عملی جامہ پہنانا سوالات کے جوابات ہیں۔ جسطرح ایک طالب علم امتحان گاہ میں سوالات کے جوابات لکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ وقت ضائع نہیں کرتا ہے اسی طرح تمام انسانوں کو اپنی عُمرِ عزیز میں سے کوئی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ایک ایک گھڑی کو قیمتی سمجھ کر خدا کے احکام پر عمل کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ اس لئے اللہ پاک سب سے پہلا سوال یہ کریگا کہ اپنی عمر عزیز کو تم نے کہاں گنوایا ہے۔

۲ جوانی کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے اپنی جوانی کو کہاں صرف کیا۔؟

جوانی سے متعلق خاص طور پر اسلئے سوال کیا جائیگا کہ انسان جوانی کی حالت میں ہر کام صحیح طریقہ سے کرسکتا ہے۔ اس لئے کہ جوانی، تندرستی اور قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور قوت اور تندرستی دونوں چیزیں اس دُنیا کے اندر ایسی نعمت ہیں جن کا کوئی بدل نہیں ہے۔ بڑے بڑے ہسپتالوں میں جاکر دیکھ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز تندرستی ہی نظر آیگی آدمی صحت وتندرستی کیلئے اپنی حسبِ گنجائش دُور دراز شہروں اور مُلکوں کا سفر کرتے ہیں ہزاروں لاکھوں رُوپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ صرف ایک چیز یعنی تندرستی اور صحت کو حاصل کرنے کیلئے، اسی طرح جوانی کی قوت کتنی بڑی قیمتی چیز ہے۔ ہر بوڑھے اور کمزور کو معلوم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی قیمتی نعمت عطا فرمائی تھی اس زمانہ میں ہر طریقہ سے عبادت کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالےٰ جوانی کی قیمتی نعمت کے بارےمیں سوال کریگا کہ تم نے

اس کو کہاں صرف کیا ہے۔

۳۔ اپنے مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا، ہم نے جو رسولؐ کے ذریعہ حلال کا راستہ بتلا دیا تھا اس سے یہ مال حاصل کیا ہے یا حرام کے راستے سے حاصل کیا ہے۔

۴۔ جو مال و دولت ہم نے تم کو دی تھی تم نے اس کو کہاں خرچ کیا ہے جائز چیزوں میں خرچ کیا ہے یا ناجائز امور میں خرچ کیا ہے اور اپنی دولت میں سے آخرت کیلئے کیا جمع کیا ہے۔ تم نے اخلاص کے ساتھ اگر اپنے مال میں سے ایک کھجور بھی خرچ کی ہے ہم نے اسکو بڑھا کر پہاڑ کے برابر کر دیا ہے۔ اور یہ بھی سوال ہوگا کہ تم نے اس مال کو ناجائز چیزوں میں کیوں خرچ کیا۔ فضول خرچی کیوں کی اسطرح ہر انداز سے سوال ہوگا۔

۵۔ ہر مسلمان پر علم دین کا حاصل کرنا فرض ہے (طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ) ہر مسلمان مرد و عورت پر ضرورت کے مطابق علم سیکھنا فرض ہے۔ لہٰذا ہم نے جو علم تم کو عطا کیا ہے اسکے مطابق تم نے کتنا عمل کیا ہے۔ یہ پانچ سوالات ہیں جب تک ان تمام سوالات کے جوابات نہ دیدیگا اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے ساتھ بغیر سوال و جواب کے چشم پوشی کا معاملہ فرمائے۔ ہمارے اعمال تو ایسے نہیں جو دربار عالی میں پیش ہونیکے لائق ہوں۔ اگر چشم پوشی کا معاملہ نہ ہوا تو خیر نہیں۔ بس اس کی بے پناہ رحمت سے یہی امید ہے کہ ہم سب کو بغیر حساب و کتاب کے جنت نصیب فرمائیگا۔

حدیث شریف کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ عن ابن مسعودؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تزال قدما ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يُسْأَلَ عن خمس۔ عن عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں بنی آدم کے قدم اُس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے جب تک پانچ چیزوں سے متعلق سوال نہ کیا جائیگا ۱۔ اس کی عمر سے متعلق کہ اپنی عمر کو کہاں فنا کیا ہے

۱

وَعَنْ شَبَابِہٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ

الحدیث [۱]

[۲] اس کی جوانی سے متعلق کہ اس کو کس چیز میں گنوایا ہے۔ [۳] اور اسکے مال سے متعلق کہ مال کہاں سے کمایا [۴] اپنا مال کہاں خرچ کیا ہے [۵] جو علم اسکو حاصل ہوا تھا اسکے متعلق کہاں تک عمل کیا ہے۔

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کی روایت میں عَنْ شَبَابِہٖ کی جگہ پر عن جسمہٖ کا لفظ آیا ہے جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

خدا کے یہاں ہر انسان کی تین مرتبہ پیشی

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے دربار میں قیامت کے دن ہر انسان کی تین مرتبہ پیشی ہوگی۔ دو مرتبہ سوال وجواب ہوتے رہیں گے۔ پہلی مرتبہ میں بہت سے لوگ اپنے گناہوں کا انکار کرینگے اور دوسری مرتبہ میں گناہوں سے معذرت خواہی کریں گے کہ جی ہاں ہم سے ایسے ایسے گناہ صادر ہوچکے ہیں۔ اسطرح اقرار کرکے معذرت خواہی کریں گے۔ اور جب تیسری مرتبہ پیشی ہوگی تو نامۂ اعمال اُڑ اُڑ کر کے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔

اسی کو اللہ پاک نے قرآنِ مقدس میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا

[۲]

تو بہر حال جسکا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اس سے نہایت آسان حساب لیا جائیگا اور وہ اپنے لوگوں کے پاس نہایت خندہ پیشانی اور خوش ہوکر لوٹے گا اور بہر حال جسکا نامۂ اعمال اسکے پیچھے کی جانب سے اُلٹے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ بے شک موت موت کہکر پکارے گا۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۶۶ الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۲۱۳ [۲] سورۃ انشقاق آیت ۷ تا ۱۱)

اب نامۂ اعمال ہاتھوں میں پہنچنے کے بعد کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِي الْاَيْدِيْ فَاٰخِذٌ بِيَمِيْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ۔ الحديث [1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کی تین پیشی ہونگی۔ پہلی دونوں پیشیوں میں سوال وجواب اور معذرت خواہی ہوگی اور تیسری پیشی کے وقت لوگوں کے ہاتھوں میں نامۂ اعمال اُڑ اُڑ کر کے پہنچ جائیں گے کوئی اپنے داہنے ہاتھ سے لینے والا ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ سے لینے والا ہوگا۔

جس کے دائیں ہاتھ میں پہونچیگا وہ پھولے نہ سمائیگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں پہونچیگا اس پر غم ورنج کا پہاڑ ٹوٹ پڑیگا۔

ہر انسان کیلئے تین تین دفاتر

حضرت انس ابن مالکؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر انسان کیلئے تین تین دفاتر پیش کئے جائیں گے۔

۱ وہ رجسٹر اور وہ دفتر ہوگا جسکے اندر اسکے عمل صالح نوٹ کئے جا چکے ہیں۔

۲ وہ رجسٹر اور دفتر ہے جس میں اسکے گناہ نوٹ کئے جا چکے ہیں۔

۳ وہ دفتر جسمیں اللہ کی طرف سے اس کو دی گئی نعمتوں کو نوٹ کیا جا چکا ہے جن نعمتوں سے اس نے دنیا میں عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔

اب سب سے پہلے اس کے عمل صالح اور اللہ کی نعمتوں میں ادنیٰ نعمت کا مقابلہ کیا جائیگا۔ اور کہا جائیگا کہ اللہ کی نعمت کا ثمن ادا کرو قیمت ادا کرو تو ادنیٰ نعمت کے بدلے میں اسکے سارے نیک اعمال ختم ہو جائیں گے۔ اب صرف دو دفتر باقی رہ جائیں گے گناہوں کا دفتر

[1] ترمذی ۲/۶۸)

اور اللہ کی نعمتوں کا دفتر تو ایسی کشمکش کی حالت میں کہ انسان حیران اور پریشان اور بد حواس ہو کر رہ جائیگا۔ مگر اللہ پاک کہے گا اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں کو اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً کر دیا ہے، دوچند کر دیا ہے یعنی دس سے سات سو تک بڑھا دیا ہے اور تمہارے گناہوں سے درگزر کر دیا ہے اور جو نعمتیں میں نے تم کو دی ہیں وہ سب میری طرف سے بطور تحفہ کے ہیں۔ ان کا ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں لیں گے۔ جب اللہ کی طرف سے اس قسم کی فیاضی ہوگی تو انسان کے جان میں جان آجائے گی۔

۲۔ و روی عن انس ابن مالکؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یخرج لابن آدم یوم القیامۃ ثلاثۃ دواوین دیوانٌ فیہ العمل الصالح و دیوانٌ فیہ ذنوبہٗ و دیوانٌ فیہ النعم من اللہ علیہ فیقول اللہ عزوجل لِاَصْغَرِ نعمۃٍ فی دیوان النعم خذی ثمنک من عملہ الصالح فتستوعب عملہ الصالح ثم تنحی و تقول وعزتک ما استوفیت و تبقی الذنوب والنعم وقد ذھب العمل الصالح فاذا اراد اللہ ان یرحم عبدًا قال یا عبدی قد ضاعفت لک حسناتک وتجاوزت عن سیاٰتک ووھبت لک نعمی۔ الحدیث [1]

حضرت انس ابن مالکؓ سے حضورؐ کا ارشاد منقول ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر انسان کے لئے تین تین دفتر نکالے جائیں گے ۱۔ وہ دفتر جس میں اسکا نیک عمل ہوگا ۲۔ وہ دفتر جس میں اسکے گناہ ہوں گے ۳۔ وہ دفتر جس میں اسکو دی گئی اللہ کی نعمتیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ نعمتوں کے دفتر میں سے ایک چھوٹی سی نعمت سے کہیگا کہ تم اسکے نیک عمل سے اپنی قیمت وصول کر لو تو وہ چھوٹی نعمت اسکی تمام نیکیوں کو گھیر لیگی۔ پھر ایک طرف ہو کر کہیگی کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق وصول نہیں کیا ہے اور گناہ اور نعمتوں کے دفاتر باقی ہیں۔ اور نیک عمل ختم ہو گئے ہیں۔ جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ رحم و کرم کا ارادہ فرمائیگا تو اس سے کہیگا کہ اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں کو دوچند کر دیا ہے اور تیرے گناہوں سے درگزر کر دیا ہے۔ اور تجھ کو اپنی نعمتیں میں نے ہبہ کر دی ہیں۔

---

[1] (الترغیب والترہیب ۴/۲۱۴، ۴/۲۱۵)

پانچسو سال کی عبادت اللہ کی تھوڑی سی نعمت کے بدلے میں ختم

امام حاکم شہید نے مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت نقل فرمائی ہے، جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اور اس حدیث کو امام منذریؒ نے الترغیب والترہیب میں نقل کیا ہے۔ عربی عبارت کافی لمبی ہے اسلئے صرف اسکا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ شاید کسی کو فائدہ ہو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور یہ فرمایا کہ پچھلی امتوں میں سے اللہ کا ایک بندہ اپنے گھر بار عزیز واقارب مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر سمندر کے بیچ میں پہاڑ نما ایک ٹیلہ تھا۔ اسمیں جاکر عبادت کرنا شروع کردی۔ وہ سمندر اتنا وسیع تھا کہ اس ٹیلہ کی ہر جانب چار چار ہزار فرسخ دوری تک سمندر تھا وہاں پر کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی اور سمندر کا پانی بھی بالکل نمکین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسمیں ایک انار کا درخت اگا دیا اور انگلی کے برابر میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا۔ یہ عابد دن رات چوبیس ۲۴ گھنٹہ اپنی عبادت میں گزار دیتا تھا اور چوبیس گھنٹے میں انار کا ایک پھل کھالیتا تھا اور میٹھے پانی کے چشمہ سے ایک گلاس پانی نوش فرمالیتا اسی حالت میں پانچسو سال گزر گئے۔ پانچسو سال کے بعد جب اس عابد کی موت کا وقت آیا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ سجدے کی حالت میں اسکی روح پرواز کرجائے اور اس کی نعش کو مٹی وغیرہ ہر چیز پر حرام کردے اور قیامت تک سجدے کی حالت میں صحیح وسالم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی، سجدے کی حالت میں اس کی موت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ قیامت تک وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ کے دربار میں حاضر کیا جائیگا تو اللہ پاک فرشتوں سے فرمائیگا کہ میرے اس بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کر دو تو وہ عابد کہے گا (رَبِّ بَلْ بِعَمَلِی) کہ اے میرے رب بلکہ میرے عمل کے بدلے میں جنت میں داخل کر دیجئے کیونکہ میں نے پانچسو سال تک ایسی عبادت کی ہے جسمیں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ بھی نہیں تھا تو اللہ پاک پھر فرمائیگا کہ میری رحمت سے داخل کر دو تو یہ بندہ کہے گا کہ میرے عمل کے بدلے میں داخل کیجئے، تو اس پر اللہ پاک فرمائیگا کہ اس کے عمل اور میری دی ہوئی نعمتوں کا موازنہ کرو تو موازنہ کرکے دیکھا جائیگا کہ اللہ نے جو اس کو بینائی عطا فرمائی ہے، صرف بینائی کی نعمت اس کی پانچسو سال کی عبادت کا احاطہ کر لیگی اُس کے بعد پورے جسم میں کان کی نعمت، زبان کی نعمت، ہاتھ کی نعمت، ناک کی نعمت، پیر کی نعمت، دل ودماغ کی نعمت، ان سب کا بدل باقی رہ جائیگا۔ پھر ان کے علاوہ جو پانچسو سال تک اللہ نے میٹھا پانی پلایا ہے اور انار کا پھل کھلایا ہے ان تمام کا بدل باقی رہ جائیگا تو اللہ پاک فرمائیگا کہ اس کی پانچسو سال کی عبادت تو صرف نعمت بصر کے بدلے میں ختم ہوگئی ہماری باقی نعمتوں کا بدل کہاں ہے۔ لہٰذا اس کو جہنم میں داخل کر دو تو فرشتے اُسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لیجانے لگیں گے تو وہ چلّانے لگے گا۔ رَبِّ بِرَحْمَتِكَ اَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ: اے میرے رب محض اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے۔ تو اللہ کی طرف سے کہا جائیگا کہ تجھے تو اپنی پانچسو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا، اب تیری عبادت کہاں چلی گئی ۔ اور خطرناک سمندر کے بیچ میں، میں نے تجھے انار کے پھل کھلائے اور پانچسو سال تک مسلسل میٹھا پانی پلایا میری ان نعمتوں کے بدلے میں تم کیا لائے ہو تو وہ کہے گا۔ اے اللہ آپ اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمائیے آپ کی رحمت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ پھر آخر میں جب حجت تمام ہوجائیگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میری رحمت و میرے فضل کے ذریعہ اسکو جنت میں داخل کر دو تو پھر وہ اللہ کی رحمت ہی کے ذریعہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔[۱]

[illegible]

بھائیو! اگر اللہ نے کسی کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ یہ جو اللہ نے موقع عنایت فرمایا ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام اور توفیق ہے اگر اللہ کی طرف سے توفیق نہ ہو تو موقع ہونے کے باوجود انسان عمل نہیں کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ اور حضرت عارف باللہ قاری صدیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہما کا بیان

پانچسو سال کی عبادت ایک گلاس پانی کے عوض میں

حدیث کے اس مضمون کو احقر نے حضرت اقدس مولانا قاری طیب صاحب نور اللہ مرقدہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت عارف باللہ مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی زبان سے کئی مرتبہ سنا ہے اور حضرت قاری طیب صاحبؒ کی یہ تقریر خطبات حکیم الاسلام میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ ان دونوں حضرات نے اس واقعہ میں اتنے اضافے کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جب اس عابد کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمائیگا تو وہ عابد اپنے دل دل میں کہے گا کہ میں نے پانچسو سال تک ایسی عبادت کی ہے جسمیں ریاکاری کا شائبہ تک نہیں ہے اور اب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جنت میں داخل کر رہا ہے۔ اور میری پانچسو سال کی عبادت کا ذکر تک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیگا اس کو جنت کے بجائے جہنم میں لیجاؤ اور جہنم سے اتنی دوری پر کھڑا کردو کہ اس کے اور جہنم کے درمیان پانچسو سال کی مسافت ہو جب اتنی دوری پر کھڑا کر دیا جائیگا تو جہنم کی طرف سے گرم لو چلے گی جس سے اس عابد کا حلق خشک ہو جائیگا اور پیاس کے عالم میں سخت پریشانی میں مبتلا ہو جائیگا۔ اسی اثناء میں ایک دست غیب نمودار ہوگا جسمیں ایک گلاس پانی ہوگا یہ عابد اسکو دیکھکر چلا چلا کر کہیگا کہ

یہ پانی مجھے دیدیا جائے تو ایک آواز آئیگی کہ پانی مل سکتا ہے مگر اس کی قیمت ہے مفت میں نہیں ملیگا تو یہ عابد کہیگا کہ اس کی قیمت کیا ہے تو آواز آئے گی کہ اس کی قیمت پانچسو سال کی ایسی عبادت ہے جسمیں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو تو یہ کہیگا کہ میرے پاس ایسی عبادت موجود ہے لہٰذا میں پانچسو سال کی عبادت دیدیتا ہوں مجھے یہ پانی پلا دیا جائے چنانچہ پانچسو سال کی عبادت کے بدلے میں یہ پانی خرید کر پی لیگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اسکو پھر اب میرے پاس لاؤ چنانچہ اللہ کے دربار میں حاضر کیا جائیگا تو اللہ پاک فرمائیگا کہ تجھے تو اپنی پانچسو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا اور پانچسو سال عبادت کی قیمت ایک گلاس پانی تم نے خود تجویز کی ہے اور ہم نے جو پانچسو سال تک تم کو انار کا پھل کھلایا ہے اور میٹھا پانی پلایا ہے تم اس کے عوض میں کیا لائے ہو۔ تو وہ عابد اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر فریاد کریگا کہ اے اللہ اب بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تیری رحمت اور فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

(نوٹ) یہ تشریح احقر نے صرف مذکورہ دونوں بزرگوں سے سنی ہے۔ اور حضرت قاری طیب صاحب نور اللہ مرقدہ حدیث کا حوالہ بھی دیا کرتے تھے مگر اپنی کوتاہ دستی کی بنا پر حدیث کی کتابوں میں احقر کو دستیاب نہ ہو سکا۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب اللہ کے فضل سے ہی سب کچھ ہوتا ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے اسکا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا عمل اسکو نجات نہیں دے سکتا تو ایک صحابیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا آپؐ کا عمل بھی آپ کیلئے باعث نجات نہ ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا عمل بھی مجھ کو نجات نہیں دے سکتا لیکن اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ رکھا ہے

کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ نجات کا اور تقرب کا معاملہ کیا ہے وہ سب کا سب اپنے فضل و رحمت کے ذریعہ سے کیا ہے اسلئے کسی کو اپنے نیک اعمال پر گھمنڈ اور خوش فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ جو کچھ بھی نیک عمل ہو رہا ہے وہ بھی بہت کم ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور نیک عمل کرتے رہنا چاہیئے اور اللہ کے فضل و رحمت کی امید رکھنی چاہیئے۔

۷۲ عن ابی هریرة رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انه قال لن ینجی احدًا منکم عَمَلُهٗ قال رَجُلٌ وَلا ایاک یا رَسُوْلَ الله قال وَلا اِیَّایَ اِلَّا ان یتغمّدَنِی الله منه برحمةٍ ولکن سَدِّدُوا۔ الحدیث [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اسکا عمل نجات نہیں دلا سکتا تو ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول آپ کو بھی آپ کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا تو حضورؐ نے فرمایا جی ہاں مجھکو بھی مگر اللہ مجھکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیگا لیکن تم عمل کرتے رہو۔

اب یہاں یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ کا فضل کس کے ساتھ شامل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کئے بغیر بے چین رہتا ہے۔ اور اسی میں اسکو سکون ملتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کا فضل اسکے شامل حال ہے۔ اور جو شخص برائی میں مبتلا رہتا ہے اور برائی ہی میں اسکا جی لگتا ہے اور عمل صالح سے فرار اختیار کرتا ہے نیک عمل کی توفیق نہیں ہوتی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی اللہ کا فضل اسکے ساتھ شامل حال نہیں ہے۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق نیک عمل میں کبھی پیچھے نہیں رہنا چاہیئے بلکہ نیکی کرتے رہو اور اللہ سے قرب حاصل کرتے رہو۔

عملِ صالح کی توفیق

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو موت سے قبل عمل صالح کی توفیق عطا کرتا ہے۔

---

[1] مسلم شریف ۲/۳۷۶

۵ عن انسؓ انّ النبیﷺ قال اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔ الحدیث ۱؎	حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ کیساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو مرنے سے پہلے نیک عمل کی توفیق دیدیتا ہے۔ (اللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ التوفیق بالعَمَلِ الصَّالِح)

حَدیثِ بطاقہ۔ میزانِ عَدل میں کلمۂ شہادت سَب پر بھاری

اس امت میں سے جنہوں نے گناہِ کبیرہ کرکے توبہ نہیں کی یا دُوسروں کا حق مار کھایا اور انکا حق ان کو واپس نہیں کیا اور نہ ہی معاف کرایا۔ یا دوسروں پر ظلم کرکے اُن سے معافی تلافی نہیں کرائی۔ ان کو اپنے اپنے گناہوں کے حساب سے جہنم کی سزا ملیگی ۲؎

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے کچھ لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت اور نرمی کا معاملہ کریگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ تمام مخلوق کے درمیان میں سے امتِ محمدیہ میں سے بعض لوگوں کو الگ کرلیا جائیگا اور پھر اُن میں سے ہر ایک کے سامنے ان کی معصیت اور بُرائیوں کے ننانوے ۹۹ دفاتر پیش کرکے کہیگا کہ تم بتلاؤ کہ اسمیں ہمارے محافظ فرشتوں کی طرف سے کوئی ظلم وزیادتی تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کوئی چیز بڑھا چڑھا کر تو نہیں لکھی؟ تو وہ لوگ جواب دیں گے۔ اے اللہ انہوں نے تو کوئی ظلم نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیگا کہ کیا تمہارے لئے کوئی عذر یا نیکی ہے؟ تو یہ لوگ کہیں گے۔ اے اللہ نہ کوئی اشکال ہے؟ اور نہ ہی کوئی نیکی ہمارے پاس موجود ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کہیگا کیوں نہیں؟ آج تمہارے اُوپر کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی کو ارشاد فرمایا ہے۔

۱؎ ترمذی شریف بروایت انسؓ ۲/۹۲ ۲؎ الترغیب والترہیب ۴/۱۲۶

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَاظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ الآیۃ [۱]	آج ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائیگا اور آج کسی پر کوئی ظلم و بے انصافی نہ ہوگی یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اور کہیگا تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ یہ کہکر ایک پرچی نکالکر پیش کریگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا اور کہیگا کہ اب تمہاری معصیت اور گناہوں کے ننانوے ۹۹ دفتروں کو اس کے مقابلہ میں میزانِ عدل میں رکھو تو وہ لوگ کہیں گے۔ اے اللہ کہاں یہ پرچی اور کہاں ننانوے ۹۹ دفاتر؟ تو اللہ تعالیٰ کہیگا تم پر ظلم نہ ہوگا۔ لہٰذا ایک پلڑے میں ننانوے ۹۹ دفاتر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ پرچی رکھی جائے گی۔ پھر دیکھا جائیگا تو وہ پرچی ننانوے ۹۹ دفاتر پر بھاری ہو جائے گی۔

اسلئے کہ اللہ عزّوجل کے نام کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائے

۱۶ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص يقول سمعت رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم يقول انّ اللہ سيخلّص رجلاً من امّتي على رؤس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلاً كلّ سجلٍ مثل مدّ البصر ثمّ يقول اتنكر من هذا شيئاً اظلمك كتبتي الحافظون	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپؐ سے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ یقیناً میری امت میں سے ایک آدمی کو قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے سے الگ کرکے اسکے سامنے معصیت و گناہوں کے ننانوے ۹۹ دفاتر پیش کئے جائیں گے اور ہر ایک دفتر تا حدِ نگاہ پھیلا ہوا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیگا کہ کیا انمیں سے کسی کا تم کو انکار ہے؟ کیا ہمارے محافظ فرشتوں نے کچھ بڑھا چڑھا کر لکھ کر تم پر ظلم کیا ہے؟ تو وہ شخص کہیگا اے اللہ کوئی ظلم نہیں ہوا۔

[۱] سورہ مؤمن ۲۴ آیت ۱۷)

يقول لا يا ربّ فيقول أفلك عذرٌ فيقول لا يا ربّ فيقول بلىٰ إنّ لك عندنا حسنةً وانّه لا ظلم عليك اليوم فيخرج بطاقة فيها أشهد ان لا اله الا الله وأشهد أنّ محمّدًا عبده ورسوله. فيقول أحضر وزنك فيقول يا ربّ ما هٰذه البطاقة مع هٰذه السّجلّات فقال فانّك لا تظلم قال فتوضع السّجلّات في كفّةٍ والبطاقة في كفّةٍ فطاشت السّجلّات وثقلت البطاقة ولا يثقل مع اسم الله شيءٌ۔
الحديث [1]

پھر اللہ پاک کہیگا. اب تم کو کوئی عذر ہے وہ کہیگا نہیں اے میرے رب. تو اللہ پاک کہیگا کیوں نہیں؟ ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج تم پر کوئی ظلم نہ ہوگا چنانچہ ایک پرچی نکالیں گے اسمیں لکھا ہوا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ تو اللہ پاک کہیگا اب تم ننانوے دفاتر کے وزن کو پیش کرو تو وہ بندہ کہیگا اے میرے رب کہاں یہ پرچی اور کہاں ننانوے ۹۹ دفاتر؟ تو اللہ پاک کہیگا بیشک آج تم پر ظلم و بے انصافی نہ ہوگی. فرماتے ہیں گناہوں کے وہ ننانوے ۹۹ دفاتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچی دوسرے پلڑے میں تو ننانوے ۹۹ دفاتر ہلکے پڑجائینگے۔ اور کلمہ شریف کی پرچی بھاری ہوجائیگی اسلئے کہ اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی شئی بھاری نہیں ہوسکتی ۔

دیکھو اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ چاہے ایسا بھی معاملہ کریگا کہ صرف کلمہ گو ہونیکی وجہ سے جنت نصیب کریگا. لیکن ایسا سب کے ساتھ نہیں کریگا بلکہ اکثروں کے ساتھ تو وہی قانون وضابطہ کا معاملہ کریگا کہ گناہوں کی سزا پہلے ملیگی اس کے بعد جنت میں داخل کریگا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کے ساتھ چشم پوشی کا معاملہ فرمائے ۔

آخرت میں سب سے بڑا مفلس کون ہوگا؟

ایک حدیث شریف خاکسار نے (اللہ کی مغفرت کی وسعت کے نام سے)

---

[1] ترمذی شریف ابواب الایمان ۲/۹۲ مسند امام احمد بن حنبل ۲/۲۱۳ ، ۲/۲۲۱)

جو مضمون ہے اسمیں ذکر کردی تھی ۔ لیکن یہاں بھی اسکا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تم تبلاؤ کہ سب سے بڑا مفلِس اور کنگال کون ہے؟ تو صحابۂ کرام نے فرمایا کہ ہم میں تو مفلِس وہی ہے کہ جس کے پاس نہ رُوپیہ پیسہ ہو اور نہ ہی ضروریاتِ زندگی کا سَامان ہو۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں مفلِس وہ نہیں ہے جسکو تم مفلِس سمجھتے ہو بلکہ میری امت میں مفلِس اور قلاش وہ ہے جس نے خوب عبادت کی کبھی اس کی نماز قضا نہیں ہوئی ۔ نوافل کا پابند، تہجّد کا پابند، صوم وزکوٰۃ کا پابند ہر نیک کام کرتا رہا، مگر بداخلاق بھی ہے، اورکسی کو گالی بکدی، کسی کو تھپڑ ماردیا۔ کسی پر تہمت لگائی، کسی کی غیبت کی، کسی کا مال کھالیا۔

اس کو قیامت کے دن اس کی تمام عبادات کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ اوران تمام لوگوں کو بھی لایا جائیگا جن پر اس نے ظلم کیا ہے اور ظلم وزیادتی کے عوض میں اسکی نیکیاں اُن لوگوں کو دیدی جائیں گی ۔ اور جب تمام نیکیاں دینے کے بعد بھی مظلومین کا حق باقی رہ جائیگا تو مظلومینؓ کی معصیت اور گناہوں کو اس کے سرڈالدیئے جائیں گے ۔ آخرکار اس کی نیکیاں لیکر یا اپنی معصیت اس پر ڈالکر یہ سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے ۔ اور وہ شخص دوسروں کی معصیت اور گناہوں کو لیکر جہنم میں جائے گا ۔

تو آپؐ فرماتے ہیں کہ میری امت کا سب سے بڑا مفلِس یہی شخص ہوگا ۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

ے عن ابی ھُریرۃؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسَلّم قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ المفلسُ قالوا المفلِسُ فینا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ لادرھم لہٗ ولا متاع قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ عَلیہِ وسلم المفلِسُ مِنْ اُمتِی

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلِس کون ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ہم میں مفلِس وہی ہے جس کے پاس (درھم) پیسہ نہ ہو۔ اور نہ ہی زندگی کا سامان ہو۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت میں مفلِس وہ ہے جو قیامت کے دن صوم وصَلوٰۃ

مَن یأتی یوم القیامۃ بصلوٰۃٍ وصیامٍ وزکوٰۃٍ ویأتی قد شتم ھٰذا واکل مال ھٰذا وسفک دم ھٰذا وضرب ھٰذا فیقعد فیقتص ھٰذا من حسناتہ وھٰذا من حسناتہ فإن فنیت حسناتہ قبل أن یقتص ما علیہ من الخطایا اُخِذ من خطایاھم فطرح علیہ ثم طرح فی النار۔ الحدیث [1]

اور صدقہ خیرات ساتھ لیکر آئیگا اور ساتھ ہی ان حرکات کو بھی لیکر آئیگا کہ اس کو گالی دے چکا اور اسکا مال کھایا اور اسکا خون بہایا اور اس کو مارا تو اس کو بیٹھا کر اس کی نیکیوں سے اسکا بدلہ دلوایا جائیگا۔ اور اسکا بدلہ دلوایا جائیگا تو اگر تمام بدلہ چکانے سے پہلے اسکی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان لوگوں کی معصیت اور خطائیں لیکر اسکے سر ڈالی جائیں گی۔ پھر اس کو جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔

چلّانے کی وجہ سے دو آدمیوں کو جہنّم سے نکال کر آزمائش کرنا

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کے اندر دو آدمی اس قدر چلّانے لگیں گے کہ ان کی چیخ و پکار کی وجہ سے ایک ہنگامہ پیدا ہوجائیگا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ دونوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم فرمائیگا اور ان سے پوچھیگا کہ تم اس قدر کیوں چلّا رہے تھے؟ تو دونوں کہیں گے کہ اے پروردگار تیری رحمت کی امید سے چلّا رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت تم کو حاصل ہوگئی اور اس کیلئے تم کو یہ کرنا ہوگا کہ تم اپنے آپ کو جہنم میں ڈالدو۔ جہاں تم پہلے تھے۔ تو دونوں ساتھ میں جائیں گے۔ مگر دونوں میں سے ایک اپنے آپ کو جہنم میں ڈالدیگا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جہنم کو ٹھنڈا کر دیگا۔ اور دوسرا اپنے آپ کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اُس سے کہیگا کہ تم نے ڈالا کیوں نہیں؟ تو وہ جواب دیگا اے اللہ اس امید پر ایسا نہیں کیا کہ جب تو نے ایک دفعہ جہنم سے نکالدیا ہے تو دوبارہ داخل نہیں کریگا، تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں داخل فرمادیگا۔ پہلے والے کو اسلئے کہ اس نے اللہ کے حکم

---

[1] ترمذی شریف ۲/۶۷

یں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ اس کی تعمیل کی: اور دوسرے کو اسلئے کہ اس نے اللہ کی رحمت پر پوری طرح یقین اور بھروسہ رکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ اپنی رحمت سے جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔

عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان رجلین ممن دخل النار اشتد صیاحھما فقال الرب تبارک وتعالیٰ اخرجوھما فلما اخرجا قال لھما لای شیٔ اشتد صیاحکما قالا فعلنا ذلک لترحمنا قال رحمتی لکما ان تنطلقا فتلقیا انفسکما حیث کنتما من النار فینطلقان فیلقی احدھما نفسہ فیجعلھا علیہ بردًا و سلامًا ویقوم الاٰخر فلا یلقی نفسہ فیقول لہ الرب ما منعک ان تلقی نفسک کما القی صاحبک فیقول یارب انی لارجو ان لا تعید فیھا بعد ما اخرجتنی فیقول لہ الرب لک رجاؤک فیدخلان الجنۃ جمیعًا برحمۃ اللہ۔
الحدیث [۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہونگے انہیں سے دو آدمی کی آواز بہت زیادہ شدت کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ دونوں کو نکالنے کا حکم دیگا جب نکلیں گے تو ان سے کہیگا کہ کس لئے تمہاری آواز اتنی سخت ہوگئی ہے تو دونوں کہیں گے کہ اسلئے کیا ہے تاکہ تو ہم پر رحم کا معاملہ کرے تو اللہ کہیگا تمہارے لئے میری رحمت اسطرح ہوگی کہ دونوں جاکر اپنے آپ کو جہنم میں ڈالدو جہاں پر تم تھے تو دونوں چلیں گے اور انمیں سے ایک جہنم میں کود پڑیگا اللہ اس کیلئے جہنم کو ٹھنڈا کر دیگا اور دوسرا اللہ کی رحمت کی امید میں انتظار کرتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ کہیگا جیسے تمہارے ساتھی نے اپنے کو ڈالدیا ہے ویسے تم نے کیوں نہیں ڈالا تو وہ کہیگا اے اللہ اس امید میں کہ تو جہنم سے نکالنے کے بعد دوبارہ واپس نہیں ڈالے گا۔ تو اللہ کہیگا کہ تیری امید کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے یہ کہکر دونوں کو جنت میں داخل کر دیگا۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۸۷)

(۱۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایمان افروز نصیحت۔ تخلیق انسانی کا مقصد اور رزقِ خدا میں انسان حیران

وَذَکِّرۡ فَاِنَّ الذِّکۡرٰی تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝ مَاۤ اُرِیۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ یُّطۡعِمُوۡنِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ ۝

اے محمدؐ آپ لوگوں کے سامنے نصیحت کی باتیں پیش کرتے رہا کریں، اسلئے کہ نصیحتوں سے مؤمنین کو ایمانی فائدہ پہنچتا ہے۔ ہم نے جنات اور انسان کو صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ میں اُنسے رزق روزینہ نہیں چاہتا، اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مخلوق مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے پناہ روزی دینے والا ہے اور مضبوط طاقت والا ہے۔

ایمان افروز نصیحت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم السّلام اور ان کے بعد ان کے نائبین یعنی حضرات علماء کرام پر یہ ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے کہ وہ امت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قانونِ شریعت اور احکام خداوندی پیش کرتے رہا کریں۔ اور جنت وجہنم، وعدہ اور وعید، عذاب وراحت کی باتیں بار بار پیش کرتے رہا کریں اور ایمان افروز نصیحتوں کے ذریعہ سے اسلامی شریعت کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہا کریں۔ اس سے بہت سے ایسے انسان جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں وہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں، اور جو پہلے سے دائرہ اسلام میں داخل ہیں اور ان کو ایمان کی دولت پہلے سے حاصل ہے مگر ان کا معاشرہ اور تہذیب وتمدن بگڑ چکا ہے ایسے لوگ اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے اور حضرات انبیاء علیہم السّلام کے حالات اور اللہ والوں کے دینی مجاہدہ اور اللہ کے یہاں ان کا اعزاز اور ان کے اجر وثواب کا ذکر سن کر اپنے معاشرہ کو

سُدھارنے اور اپنے حالات بدلنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ بے نمازی نمازی بن جائیں گے۔ جن کی صورت و شکل مسلمانوں جیسی نہیں ہے وہ مسلمانوں کے طور وطریقے اپنائیں گے۔ جن کا معاشرہ اسلامی معاشرہ سے بہت دور ہے وہ اسلامی معاشرہ اپنانے لگیں گے۔ جن کا عقیدہ کمزور ہے ان کا عقیدہ صحیح اور مضبوط ہوجائیگا۔ جو لوگ دن ورات شراب وکباب جُوا، لاٹری، سینما اور فحاشی، ٹی وی وغیرہ میں پھنسے رہتے ہیں وہ یہ سب خرافات چھوڑ دیں گے۔ اور جن لوگوں کی نگاہوں میں بے حیائی کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ حیادار بن جائیں گے۔ جن مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی کوئی اہمیت نہیں ہے ان کے دلوں کے اندر اسلامی تعلیمات کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ ہزارہا بے داڑھی داڑھی والے بن جائیں گے، کھڑے ہوکر پیشاب کرنیوالے بیٹھکر پیشاب کرنے لگیں گے۔ محرموں اور غیر محرموں کے درمیان امتیاز پیدا ہوجائیگا۔ جن بھائیوں میں پڑوسی، رشتہ دار اعزہ واقرباء کی ہمدردی نہیں ہے وہ ہمدردی کرنے لگیں گے۔ اور جن جوانوں نے ماں باپ کے حقوق نہیں پہچانے وہ پہچاننے لگیں گے۔

اور اگر معاندین حضرات انبیاء علیہم السّلام اور ان کے بعد ان کے نائب علماء کرام کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہ لیں اور اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا نہ کریں تو ان لوگوں کا عناد اس تذکیر و تبلیغ میں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ وہ لوگ اپنے کردار کا وبال خود بھگتیں گے۔ لیکن ان نصیحتوں سے ہدایت قبول کرنے والے مسلمانوں کو ضرور نفع پہونچیگا۔ اس لئے کہ ہر مسلمان کے دل میں ایمان کا نور ہوتا ہے۔ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اے محمدؐ آپ لوگوں کے سامنے نصیحت کی بات پیش کرتے رہا کریں اسلئے کہ نصیحتوں سے مؤمنین کو ایمانی فائدہ پہنچتا ہے۔

عبرتناک مثال

اب اس کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی نے لکڑیاں جمع کیں، پھر اس میں آگ لگادی، اور وہ جل کر راکھ بن گئی۔

اور جب تازہ تازہ آگ جلکر راکھ بنجاتی ہے تو اُوپر سے دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس میں آگ نہیں ہے، حالانکہ اندر آگ ہوتی ہے۔ جب آپ راکھ پر پھونک ماریں گے تو راکھ کے ہٹ جانے سے اندر سے آگ نظر آنے لگے گی۔ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے کہ گناہ کرتے کرتے ایمان کے نور پر سیاہ دھبّہ پڑتا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا لوہے کا زنگ ہے کہ زنگ کے بڑھتے بڑھتے اس پر زنگ ہی زنگ نظر آنے لگتا ہے، اسی طرح ایمان کے اس نور پر پورے طریقہ سے سیاہی اور زنگ کا پردہ پڑجاتا ہے آخر کار دیکھنے والے کو دھوکہ ہوجاتا ہے کہ شاید یہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اور نتیجہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ مؤمن ہوتے ہوئے اُسے ایمان کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ نماز سے فرار اختیار کرتا ہے، زکوٰۃ دینے سے گریز کرتا ہے، روزہ رکھنے سے کتراتا ہے۔ حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ پڑوسیوں، عزیزوں اور غریبوں کا کیا حق ہے اس پر توجہ نہیں ہوتی۔ مگر اسکے برخلاف ظلمت کا ہر کام کرنا اس کے لئے آسان، شراب پینا، بدکاری کرنا، سینما دیکھنا، سود کھانا، دوسروں پر ظلم کرنا، یہ سب کام آسان ہوجاتے ہیں۔ گویا کہ اسکے ایمان کے نور پر ایسا پردہ پڑچکا ہوتا ہے جیسا کہ آگ کے اُوپر راکھ کا ڈھیر ہے۔
مگر جب ایسے مسلمانوں کے سامنے اللہ اور رسُول کی باتیں بار بار آنے لگتی ہیں، اور اچھی نصیحتیں اسکے کانوں میں بار بار پڑنے لگتی ہیں تو جس طریقہ سے راکھ کے ڈھیر میں پھونک مارنے سے راکھ اڑجانے سے اندر سے آگ نظر آتی ہے اسی طریقہ سے ایمان افروز نصیحتوں کی پھونک مارنے سے ایسے مسلمان کے ایمان کے نور پر جو زنگ آچکا تھا وہ اڑتا چلا جاتا ہے، آہستہ آہستہ اندر سے نور کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پھر گناہ کرنا اس کے لئے مشکل ہوجاتا ہے۔ اور ہر نیک کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ مسجد میں جانا آسان، سینما میں جانا مشکل، دینی کام میں پیسہ خرچ کرنا آسان اور خرافات میں پیسہ خرچ کرنا مشکل۔ غرضیکہ تمام بُرے کام چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے، اور ہر نیک کام کا اختیار کرنا اس کے لئے خوشی کا باعث بنجاتا ہے۔ اس کو حدیث پاک کے اندر ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

عن ابی هُریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا اَذْنَبَ کَانَتْ نکتۃ سَوْدَاءُ فی قلبہٖ فان تَابَ وَنَزَعَ و استغفر صقل قلبہٗ۔ فان زاد فزادتْ فذٰلك الران الّذی ذکرہٗ فی کتابہٖ "کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ" ۔ لہ

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دل میں ایک سیاہ دھبّہ پڑجاتا ہے پھر اگر توبہ کرلیتا ہے اور ایسے گناہوں سے باز آجاتا ہے اور اللہ سے استغفار کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہوں میں بڑھتا جاتا ہے تو اس کے اس زنگ میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ہرگز ایسا نہیں بلکہ انکے دلوں پر ان کے اعمالِ بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

تخلیقِ انسانی کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے انسان وجنات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل میں اٹھارہ ہزار مخلوقات پیدا فرمائی ہیں۔ ان میں سے تین قسم کی مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے منتخب فرمایا۔ انسان، جنات اور فرشتہ۔ قرآن کریم میں خاص طور پر انسان اور جنات کا تذکرہ ہے فرشتوں کا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کی غذا ہی عبادت ہے۔ جبکہ انسان وجنات کے ساتھ خواہشاتِ نفسانی بھی لگی ہوئی ہیں۔ بلکہ اکثر وبیشتر انسان وجنات پر خواہشات کا غلبہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر نہیں فرمایا، صرف انسان وجنات کا ذکر فرمایا۔ صاحبِ روح المعانی نے حضرت زید بن اسلمؓ سے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان وجنات کو دو قسموں پر بنایا ہے۔ ۱۔ اہلِ سعادت ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو آسان فرمادیا ہے۔ ۲۔ اہلِ شقاوہ۔ ان کے لئے معصیت

لہ مسند امام احمد بن حنبلؒ ۲/۲۹۷، سنن ابن ماجہ شریف مطبع رشیدیہ ص۳۲۳ مطبع تھانوی ص۳۱۳۔

آسان اور عبادت مشکل ہے [1] مگر اللہ نے تمام ہی انسان وجنات کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اندر ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [2] (ہم نے انسان اور جنات کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان، جنات اور فرشتہ ان تینوں مخلوق کو بہتّر حصوں میں تقسیم کیا، ان میں سے بہتّر حصے فرشتوں کی تعداد میں ہو گئے اور ایک حصہ انسان وجنات کی تعداد میں آیا۔

پھر انسان وجنات کو تہتّر حصوں میں تقسیم کیا گیا، ان میں بہتّر حصے جنات کی تعداد میں چلے گئے۔ اور ایک حصہ انسان کی تعداد میں آیا، پھر اس ایک حصہ کو تہتّر حصوں میں تقسیم کیا گیا، ان میں سے بہتّر حصے ایسے ہیں جنہوں نے حضرات انبیاء علیہم السّلام پر ایمان نہیں لایا۔ اور ایک حصہ وہ ہے جس نے حضرات انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لایا ہے۔ اور پھر جس حصہ نے حضرات انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لایا ہے اس کو تہتّر حصوں میں تقسیم کیا گیا، ان میں سے بہتّر حصے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اور ان میں سے ایک حصہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیگا۔

چنانچہ حدیث پاک کے اندر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ یہود بہتّر قسم کی بُرائیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح نصاریٰ بھی بہتّر قسم کی بُرائیوں کی بنا پر بہتّر حصوں میں بٹ گئے۔ اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ انہیں سے بہتّر فرقے اپنی بداعمالیوں کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ اور ایک فرقہ جنت میں جائیگا۔ صحابہؓ کرام نے معلوم کیا کہ وہ کونسا فرقہ ہے جو جنت میں جائیگا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو فرقہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلنے والا ہے وہی جنت میں جائیگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنتی فرقہ میں شامل فرمائیں اور بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل فرمائیں۔

---

[1] تفسیر روح المعانی مطبع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ ۱۷/۳۸ [2] سورۂ ذاریات آیت ۵۶۔

مسلمانوں کیلئے لمحۂ فکریہ

بہت فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ جیساکہ اُوپر کی آیتِ کریمہ سے واضح ہوچکا لیکن پھر انسانوں میں ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ایمان لانیوالوں کے مقابلہ میں بہتر گنا زیادہ ہے۔ پھر جنہوں نے ایمان لایا ہے ان میں سے بھی بہتر گنا وہ ہیں جو آیتِ کریمہ کے صحیح معنی میں نہیں اُترتے ہیں، اور خدا کی نافرمانی کی بنا پر یہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اگرچہ صحیح حدیث شریف کے مطابق یہ بہتر فرقے سزا پانے کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی شفاعت کے ذریعہ سے جہنم سے رہا ہوکر جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آیت کریمہ کے تقاضہ کو پورا کرکے صحیح طور پر عبادت کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم رہ جاتی ہے۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اس مضمون کی دو حدیثوں میں موجود ہے۔ جو ہم یہاں نقل کردیتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ انّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلی اللّٰہ علیہ وَسَلم قال تفرقت الیھودُ علیٰ اثنتین وَ سَبْعِین فرقۃ والنصاریٰ مثل ذٰلک وتفترق امّتی علیٰ ثلٰث وسَبْعِین فرقۃ [1]
ھٰذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور نصاریٰ بھی اسی طرح بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائیگی۔

عن عبد اللّٰہ بن عمروؓ قال قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللّٰہ عَلَیہ وَسَلم لیاتینّ علیٰ امّتی مَا اتی علیٰ بنی اسرائیل حذو النّعل بالنّعل حتیٰ انْ کان منھم من اتیٰ امّہ علانیۃ لکان فی امّتی من یصنع ذٰلک وان بنی اسرائیل

حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاصؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میری امت پر وہ تمام حوادثات اور اچھے بُرے اعمال بالکل اسی طرح پیش آئیں گے جیساکہ بنی اسرائیل میں آچکے ہیں حتیٰ کہ اگر بالفرض ان میں سے کسی نے اپنی ماں

---

[1] ترمذی شریف ۲/۹۲۔

تفرقت علی اثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ ھذا حدیث حسن غریب مفسر۔ [۱]

کے ساتھ برسرعام منہ کالا کیا ہے (العیاذ باللہ) میری امت میں بھی ایسا کرنے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔ ان میں سے بہتر فرقے بنی اسرائیل کی طرح بداعمالی کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ اور ایک فرقہ جنت میں۔ صحابہ کرامؓ نے جنتی فرقہ معلوم کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ وہ فرقہ ہے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر چلنے والا ہے۔

اللہ ہی حقیقی رزّاق ہے

اس کے بعد آیت کریمہ میں یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کو انسانوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، انسان عبادت کریگا تو اسی کا فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں ہے۔ نہ ہی اللہ کو رزق چاہیے نہ ہی دولت، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو انسانوں کے ظاہری و اندرونی اعمال کو چاہتا ہے۔ کہ انسان اللہ کے حکم کی کہاں تک تعمیل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حساب دینے والا ہے۔ لینے والا نہیں ہے۔ اور اللہ نے خود ارشاد فرمایا کہ وہ بہت بڑا رزاق ہے۔ اس کے دینے کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اور اسکی قوت ایسی بیمثال اور مضبوط ترین قوت ہے جہاں تک انسانی دماغ کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ اگر خدا کی ذات پر پورا پورا یقین ہو جائے تو انسان کو مارا مارا سرگرداں پھرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

یہاں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا واقعہ نقل کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام کا واقعہ

نفحۃ العرب کے نام سے ایک کتاب ہے جو عربی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دعاء کے مطابق پوری دنیا کی سلطنت عطا فرمائی۔ انسان وجنات اور ان سے

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۹۳۔

بڑھ کر ہواؤں پر بھی ان کی حکومت چلنے لگی۔ انہوں نے اس کے بعد ایک دُعا فرمائی یا الٰہی آپ مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں تمام مخلوق کو ایک سال مکمل کھانا کھلاؤں، تو اللہ نے حضرت سلیمانؑ پر وحی نازل فرمائی کہ آپ اس پر قادر نہیں، تو حضرت سلیمانؑ نے پھر دعا فرمائی کہ صرف ایک ہفتہ کی اجازت دیجئے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ آپ اس پر بھی قادر نہیں، تو پھر دعا مانگی کہ صرف ایک دن کی اجازت دیجئے تو اللہ نے کہا کہ تم اس پر بھی قادر نہیں۔ جب حضرت سُلیمانؑ نے مزید اصرار فرمایا تو ایک دن کی اجازت دیدی گئی، تو حضرت سلیمانؑ نے انسان و جنات کو حکم دیا کہ روئے زمین کے تمام گائے بیل اور بکریاں اور تمام حلال پرندے وغیرہ کو جمع کریں۔ اور ایسے بڑے بڑے دیگ تیار کریں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "قُدُوْرٍ رّٰسِیٰت اور جِفَانٍ کَالْجَوَابِ" وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور جِفَانٍ کالجواب کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے بڑے لگن جو تالاب کی طرح ہوں[1] چنانچہ تمام جانوروں کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا، اور ہواؤں کو حکم فرمایا کہ فریج اور کولر کی طرح ٹھنڈی ہو کر کھانے کی اشیاء کے اُوپر چلتی رہیں۔ تاکہ کھانا خراب نہ ہو۔ اور ایسا لمبا دستر خوان بچھا دیا کہ اس کی لمبائی بھی ایک مہینہ کی مسافت اور چوڑائی بھی ایک مہینہ کی مسافت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کونسی مخلوق سے شروع کریں گے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ پانی کی مخلوق سے۔ تو اللہ نے بحر محیط سے ایک مچھلی بھیجی تو مچھلی نے حضرت سُلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے ضیافت کا دروازہ کھول دیا ہے اور آج میں آپ کی مہمان ہوں۔ چنانچہ حضرت سُلیمانؑ نے حکم فرمایا کہ کھانا سامنے سے شروع کرو۔ تو اس مچھلی نے تمام کھانا شروع سے آخر تک ختم کر دیا، اور آواز دی کہ اے سلیمانؑ مجھے اور کھلایئے اور میرا پیٹ بھر دیجئے تو حضرت سُلیمانؑ نے کہا کہ تم نے سارا کھانا ختم کر دیا اور ابھی تک تیرا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ تو مچھلی نے نہایت ظریفانہ جواب دیا کہ کیا مہمان کیلئے میزبان کا ایسا ہی جواب ہوتا ہے۔ بیشک میرا خدا روزانہ تین مرتبہ پیٹ بھر کر کھلاتا ہے۔[2]

---

[1] سورۂ سبا آیت ۱۳   [2] نغمۃ العرب ص۱۱۱ تا ص۱۱۲۔

اور آج کے دن آپ کی وجہ سے پیٹ بھر کر تین مرتبہ کھانے سے محروم رہ گئی، اور آپ کی ضیافت کی وجہ سے میرا حق مارا گیا، تو حضرت سلیمانؑ کو احساس پیدا ہوا اور سجدہ میں گر گئے، اور کہنے لگے کہ مخلوق کے رزق کا متکفل اے اللہ تو ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ رزق کس طرح آتا ہے اور کیسے میسر ہوتا ہے انسان سوچنے پر بھی قادر نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ — سورۂ ذاریات [1]

میں ان سے رزق روزینہ نہیں چاہتا، اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مخلوق مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے پناہ روزی دینے والا ہے۔ اور وہی مضبوط طاقت والا ہے۔

خدا کی قدرت کے سامنے ہر چیز بے بس

اب اس کے ذیل میں جامع الترمذی اور شعب الایمان بیہقی کی ایک ایسی روایت پیش کرنا مفید ثابت ہوگا کہ اس روایت کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندوں کے اوپر مختلف انعامات وعنایات کا ذکر ہے۔ اور نہایت عبرتناک حدیث شریف ہے۔ اس حدیث پاک پر غور کرنے کے بعد انسان کے لئے اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنا اور ہر معاملہ میں خدا کی طرف متوجہ ہونا نہایت آسان ہو سکتا ہے۔ اور حدیث بھی حدیث قدسی ہے۔ اور عجیب وغریب ایمان افروز ارشادات اس حدیث پاک کے اندر موجود ہیں۔

حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ جبرئیل امینؑ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ اسکے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف انداز اور مختلف طریقے سے احساس دلایا ہے کہ اگر اللہ تبارک تعالیٰ سے ہدایت کا طلبگار رہے تو اللہ تعالیٰ انسان کو گمراہ ہونے نہیں دیگا۔

---

[1] سورۂ ذاریات آیت ۵۷ – ۵۸ –

اسی طرح انسان اگر صرف اللہ ہی سے مانگا کرے تو اللہ تعالیٰ انسان کو اس طریقہ سے عطا فرمائیگا کہ خود حیران اور ششدر ہو کر رہ جائیگا کہ یہ کہاں سے آرہا ہے۔ اسی طرح انسان ہمیشہ گناہوں میں پھنسا رہتا ہے، لیکن اگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار رہیگا تو اللہ تعالیٰ انسان کو گناہوں سے پاک وصاف رکھیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انسان وجنات کی آفرینش سے جتنے انسان وجنات دنیا میں پیدا ہو کر گذر چکے ہیں اور جتنے دنیا میں موجود ہیں اور جتنے دنیا میں آنے والے ہیں یہ سب کے سب اللہ کے فرماں بردار بن جائیں، کوئی بھی گناہ کرنے والا نہ رہے سب متقی اور پرہیز گار ہو جائیں تو سب کا متقی وپرہیز گار بن جانا اللہ کی حکومت میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر یہ سب کے سب نافرمان بن جائیں تو ان سب کا نافرمان بن جانا اللہ کی حکومت میں مچھر کے پر کے برابر بھی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

اور اسی طرح اگر سب اکھٹے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اپنی تمناؤں اور آرزؤں کے مطابق مانگیں اور سب کو دیدیں تو اللہ کی دولت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئیگی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک مثال دیکر ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تم میں سے کوئی سمندر میں سے گذرے اور سوئی کی نوک سمندر پر رکھ کر اٹھا کر دیکھ لے کہ سمندر میں کتنا پانی رہ گیا ہے اور سوئی کی نوک میں کتنا پانی آیا ہے .... تو اللہ کی دولت میں سے سب کی جھولیاں بھردینے کے باوجود اتنا بھی نہیں جاتا۔ جتنا سوئی کی نوک میں آیا ہے۔

ان الذی انت ترجوہ وتأملہ — من البریۃ مسکین بن مسکین

فاسترزق اللہ عما فی خزائنہ — فانما الامر بین الکاف والنون[1]

یہ دونوں اشعار حضرت شیخ الاسلام مدنی علیہ الرحمہ کے ہیں۔ وہ ان اشعار کو کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ جن کو بابائے دار العلوم دیوبند کہا جاتا تھا انہوں نے اپنی کتاب نفحۃ العرب کے اندر ان اشعار کو نقل فرمایا ہے۔

---

[1] نفحۃ العرب ص ۲۵۶)

اور اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

بیشک وہ شخص جس سے امید اور آرزوئیں رکھتا ہے وہ تو مخلوق میں سے فقیر کا بیٹا فقیر ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے اس کے بے پناہ خزانہ میں سے رزق مانگا کرو، اسلئے کہ اللہ کے یہاں معاملہ لفظ "کن" کے کاف اور نون کے درمیان میں ہے۔ کہ کاف کہنے کے بعد نون سے پہلے پہلے حکم الٰہی کا نفاذ ہوجاتا ہے۔

انسان کی بے بسی اور خدا کی قدرت کی شان میں حدیث قدسی

اور جس حدیث شریف پر روشنی ڈالی جارہی تھی وہ ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

عن ابی ذر الغفاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل علیہ السلام انہ قال یا عبادی کلکم ضال الا من هدیته فسئلونی الهدی اهدیکم وکلکم فقیر الا من اغنیت فسئلونی ارزقکم وکلکم مذنب الا من عافیت فمن علم منکم انی ذو قدرة علی المغفرة فاستغفرنی غفرت لہ ولا ابالی، ولو ان اولکم واٰخرکم وجنکم وانسکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم اجتمعوا علی اتقی قلب عبد من عبادی ما زاد ذلك فی ملکی جناح بعوضة ولو ان اولکم واٰخرکم وجنکم وانسکم وحیکم ومیتکم

حضرت ابوذر غفاریؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، اور آپؐ جبرئیل امینؑ سے اور حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر وہ شخص گمراہی سے بچ جاتا ہے جس کو میں ہدایت عطا کرتا ہوں، لہٰذا مجھ سے تم ہدایت مانگا کرو۔ میں تمہیں ہدایت سے سرفراز کرونگا۔ اور تم میں سے ہر ایک فقیر اور کنگال ہے۔ مگر وہ شخص بے نیاز ہوسکتا ہے جس کو میں بے نیاز بناتا ہوں۔ لہٰذا مجھ سے مانگا کرو میں اپنے بے پناہ خزانہ میں سے تمہیں دیا کرونگا۔ تم میں سے ہر شخص گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ شخص گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جس کی میں عافیت سے حفاظت کرتا ہوں، لہٰذا تم میں سے جسکو اس بات کا یقین ہے کہ میں مغفرت کرنے پر کامل قدرت رکھتا ہوں، پھر اس یقین کیساتھ مجھ سے

وردطبکم ویابسکم اجتمعوا فی صعید واحد فسأل کل انسان منکم مابلغت امنیتہ فاعطیت کل سائل منکم مانقص ذلک من ملکی الا کمالوان احدکم مرّ بالبحر فغمس فیہ ابرۃ ثم رفعھا الیہ ذلک بانی جوّاد واحد ماجد افعل ما ارید عطائی کلام وعذابی کلام انما امری لشیئٍ اذا اردت ان اقول لہٗ کُنْ فیکُوْنُ
ھٰذا حدیثٌ حسنٌ لہ

مغفرت مانگے میں اس کی مغفرت کردیتا ہوں، اور میرے اوپر کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہے۔ اور اگر تمہارے پہلے لوگ تمہارے بعد کے لوگ تمہارے جنات اور تمہارے انسان، تمہارے زندے تمہارے مُردے تمہارے مالدار تمہارے غریب سبکے سب میرے ایک متقی بندے کی طرح متقی اور پرہیزگار بنجائیں اور کوئی نافرمان نہ رہے تو تم سبکا متقی پرہیزگار بن جانا میری حکومت میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں کرسکتا۔ اور اگر تمہارے پہلے کے لوگ تمہارے بعد کے لوگ تمہارے جنات تمہارے انسان تمہارے زندے تمہارے مُردے تمہارے مالدار تمہارے فقیر سبکے سب میرے ایک نافرمان بندے کی طرح سبکے سب بدبخت اور نافرمان بن جائیں کوئی بھی نیک نہ رہے تو تم سبکا نافرمان اور بدبخت بنجانا اللہ کی حکومت کو مچھر کے پر کے برابر بھی کمی اور نقصان نہیں کرسکتا۔ اور اگر تمہارے پہلے کے لوگ، تمہارے بعد کے لوگ، تمہارے جنات، تمہارے انسان، تمہارے زندے تمہارے مُردے تمہارے مالدار تمہارے فقیر سبکے سب ایک جگہ اکھٹے ہوکر ایک ساتھ اپنی اپنی آرزؤں اور تمناؤں کے مطابق مجھ سے مانگیں اور میں سب کی جھولیاں بھر دوں تو میری حکومت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئیگی۔ البتہ تم اس کی ایک مثال سمجھو کہ اگر تم میں سے کوئی بحر سمندر پر گذرے، اس میں سوئی کی نوک ڈبو کر اٹھا کر دیکھے کہ سمندر میں کتنا پانی رہ گیا ہے اور سوئی کی نوک میں کتنا آیا ہے میری دولت میں سے اتنا بھی نہیں جاتا۔ یہ اسلئے کہ میں بہت بڑا سخی ہوں، ہر چیز میرے پاس میسر ہے، اور بہت برگزیدہ ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میرا دینا بھی صرف کہنا ہوتا ہے اور میرا عذاب بھی صرف کہنا ہوتا ہے۔ بیشک میں جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا حکم صرف اتنا ہوتا ہے کہ بس اس کیلئے لفظ "کن" کہدیتا ہوں تو فوراً ہوجاتا ہے۔

لہ شعب الایمان للبیہقی ۵/۵۰۴ حدیث ۷۰۸۸ - ۷۰۸۹ ۔ ترمذی شریف ۲/۷۶ ۔

سب کو اپنی اپنی آرزوئں کے مطابق نہ دینے میں خدا کی حکمت

یہاں انسانوں کے دلوں میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں یقیناً کمی نہیں ہے۔ آخروہ سب کو اپنی اپنی تمناؤں کے مطابق کیوں نہیں دیتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا دیتا ہے جتنا وہ ہضم کرسکتا ہے۔ زیادہ دینے میں ہضم نہیں کرسکتا۔ ناجائز خرچ کرنے لگے گا، اور یادِ خداوندی سے غافل ہوجائیگا، اور آہستہ آہستہ دنیا کے اندر فساد اور بگاڑ پیدا کرڈالیگا۔ دنیا کے اندر پچھلی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ نمرود، شدّاد اور فرعون وغیرہ دولت کے گھمنڈ میں آخر کار خدائی کا دعوٰی کر بیٹھے، اور خدا کو سرے سے بھول بیٹھے۔ یہ صرف دولت کو ہضم نہ کرسکنے کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ شوریٰ کے اندر ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے رزق ودولت کو پھیلا دیا ہوتا اور بے اندازہ روزی دیکر خوش عیش عطا فرماتا توسب طغیان اور تمرد اختیار کرکے دنیا میں اودھم مچاتے، نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے۔ جو سامان دیا جاتا کوئی بھی اس پر قناعت نہ کرتا، حرصِ دنیا اور زیادہ بڑھ جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا سب کو بے پناہ دولت نہ دینا اس کی شانِ عالی کی شایانِ شان حکمت ہے۔

رومیؒ فرماتے ہیں:

خوش نمایم نالۂ شبہائے تو ✧ ذوقہا دارم بزاری ہائے تو

ترجمہ: تمہارا راتوں کو رونا مجھے بہت پسند ہے۔ میں تمہاری گریہ وزاری کا بہت شوق وذوق رکھتا ہوں تو اگر اللہ تعالیٰ سب کو دولت مند بنا دیتا تو اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنیوالا کوئی نہ ہوتا اور یہ اللہ کو پسند نہیں ہے کہ انسان اللہ سے کچھ نہ مانگے اور گریہ وزاری نہ کرے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا — اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے رزق کو پھیلا دیتا تو روئے زمین

فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ۔ [1]

میں اودھم مچاتے، لیکن اللہ تعالیٰ سب کے لئے ایک انداز سے رزق اتارتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے اور ان کو دیکھتا ہے۔

ہر مؤمن کیلئے آسمانوں میں دو دروازے

ترمذی شریف کے اندر سورۂ دخان کی تفسیر کے تحت حضرت انسؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں ہر مؤمن کیلئے دو دروازے متعین ہیں۔ ایک دروازہ سے اس کا رزق دنیا میں اترتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا عمل آسمانوں میں پہنچتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بدعمل ہے تو دونوں دروازے زندگی بھر اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں کہ اس بدبخت کا رزق یہاں سے اتر رہا ہے اور اس کا بُرا عمل یہاں سے اٹھایا جارہا ہے۔ اور اگر بدعمل نہیں ہے بلکہ نیک صالح آدمی ہے تو یہ دونوں دروازے زندگی بھر اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔ دروازے کے خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دروازوں پر جو فرشتے متعین ہیں وہی خوش ہوتے ہیں۔ اور جب یہ نیک صالح شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو ان دروازوں پر جو متعین فرشتے ہیں قیامت تک اس کے لئے روتے رہتے ہیں۔ اور بدبخت اور بدعمل آدمی کے مرنے پر دنیا میں بھی اس کے لئے رونے والے نہیں ہیں اور آسمانوں میں بھی رونے والے نہیں ہیں۔ اور نیک صالح آدمی کے لئے دنیا میں بھی رونے والے ہیں اور آسمانوں میں بھی رونے والے ہوتے ہیں۔ اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کیساتھ بیان فرمایا ہے۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مؤمن الا وله بابان باب يصعد منه عمله وباب ينزل

حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں ہر مؤمن کیلئے دو دروازے متعین ہیں، ایک سے اس کا عمل اُوپر کو جاتا ہے اور

---

[1] سورۂ شوریٰ آیت ۲۷

منه رزقه فاذا مات بکیا علیه فذلك قوله فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔ [1]

دوسرے اس کا رزق دنیا میں اترتا ہے۔ پھر جب یہ شخص مرجاتا ہے تو دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔ یہ قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے جو اللہ کا ارشاد ہے کہ ان بُرے لوگوں پر آسمان وزمین نہیں روئیں گے اور نہ ہی انکو عذاب میں مہلت دی جائے گی۔

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ❊ لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

ترجمہ: میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں ان کی طرح نیک صالح نہیں ہوں۔ امید ہے کہ مجھے بھی اس کی بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ نیک لوگوں کی طرح نیک صالح بنا دے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۱۶۱

(۱۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

آج مُسلمان پریشان کیوں ؟

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ؕ [1]

یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے آپ کو نہ بدلے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر آفت نازل کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ واپس نہیں لوٹتی اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے بندوں پر ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی رَوِش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ اور جب کوئی قوم اپنی رَوِش خود بدل لیتی ہے تو خدا کی طرف سے آفت آتی ہے پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور نہ ہی کوئی مدد اس وقت کام آتی ہے۔

جب تک مُسلمان خدا تعالےٰ کے قانون کے مُطابق چلتے رہے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حکم کے تابع کر رکھا تھا اس وقت تک دُنیا میں مُسلمانوں کا عروج تھا، مُسلمان فاتح قوم کہلایا جاتا تھا، دُنیا کی سُپر طاقتیں اُنکے مقابلہ میں زیر و کے درجہ میں تھیں۔ قیصر و کسریٰ کا دبدبہ جو چہار دانگ عالم میں گونج رہا تھا۔ مُسلمانوں کا نام سُنکر ان کے تاج و تخت لرز اُٹھے۔

---

[1] سورۃ رعد ۱۱

لیکن جب سے مسلمانوں میں عیش وعشرت، خواہشات نفسانی کی پیروی کا سلسلہ شروع ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پاس ولحاظ نہیں رہا۔ اسلامی تہذیب وتمدن معاشرہ سے ختم ہوتا گیا، مسلمان ہر طرح سے پریشانی میں مبتلا ہونے لگے، اور آیت کریمہ کا یہ منظر سامنے آنے لگا۔

رسول اللہؐ کی تین پیشین گوئیاں

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى ۔ (الحدیث) [1]

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں اسلام کا صرف اور صرف نام باقی رہیگا (اس کی روح ختم ہو جائے گی) اور قرآن کے صرف اور صرف حروف باقی رہیں گے عمل نہ رہیگا اور مسجدیں خوب عمدہ عمدہ بنیں گی۔ حالانکہ وہ ہدایت اور نمازیوں سے ویران رہیں گی۔

پہلی پیشینگوئی

اس حدیث پاک میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے تین پیشین گوئیاں فرمائی ہیں امت پر ایک ایسا دور اور ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں اسلام کا صرف اور صرف نام باقی رہے گا۔ مگر اسلام کی روح ختم ہو جائے گی۔ مسلمان نام کے رہ جائیں گے۔ مسلمان اپنی اسلامی ذمہ داری محسوس نہیں کریں گے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا، مسلمان اسلامی شعار سے دور ہوتے جائیں گے غیر اسلامی تہذیب سے قریب ہوتے جائیں گے۔ جیسے غیر مسلم نماز

---

[1] شعب الایمان ۲/۳۱۱ حدیث ۱۹۰۸ ، مشکوٰۃ شریف ۱/۳۸

نہیں پڑھتا ہے تو مسلمان بھی نماز نہیں پڑھیگا۔ غیر مسلم شراب پیتا ہے تو مسلمان بھی شراب پئے گا۔ غیر مسلم جوا کھیلتا ہے تو مسلمان بھی جوا کھیلے گا، غیر مسلم سودی کاروبار میں مبتلا ہے تو مسلمان بھی مبتلا ہوگا، غیر مسلم سینما دیکھتا ہے تو مسلمان بھی دیکھیگا، غیر مسلموں کے گھروں میں ٹی وی ٹیلیویژن ہے تو مسلمانوں کے گھروں میں اس سے قیمتی ٹیلیویژن ہوگا۔ غیر مسلموں کی عورتیں بے پردہ سڑکوں پر پھرتی ہیں تو مسلمانوں کی عورتیں بھی ایسی عریانیت کا شکار ہو جائیں گی۔ غرضیکہ مسلمانوں کو اپنے اسلامی شعار، اسلامی تہذیب، اسلامی رہن سہن اسلامی قوانین، اسلامی ذمہ داری کا کوئی احساس باقی نہیں رہیگا۔

بلکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں! غیر مسلم کا معاشرہ رہن سہن بچوں کی تربیت کس طرح دے رہے ہیں۔ اور مسلمان کیسی تربیت دے رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی اجنبی شہر میں پہونچ جائے اور اس کو مسلم ہوٹل اور مسلم آبادی کی تلاش ہے تو بڑا آسان راستہ یہ ہے کہ جس گلی سے گذر ہو رہا ہے اگر اس میں پُر سکون ماحول ہے نہایت صاف ستھرا علاقہ ہے۔ اگر کوئی بچہ نظر آجائے اسکے چہرہ سے سنجیدگی ٹپک رہی ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ غیر مسلموں کا علاقہ ہے یہاں مسلم ہوٹل نہیں ملیگا۔

اور اگر جس گلی سے گذر ہو رہا ہے وہ گلی صاف ستھری نہیں ہے اور وہاں سڑکوں پر شور و شغب ہے اور بچے کھیلتے کودتے نظر آرہے ہیں، آپس میں گالم گلوچ لڑائی جھگڑے خوب نظر آئیں تو یہ علامت ہے کہ یہ مسلم علاقہ ہے یہاں مسلم ہوٹل مل جائے گا۔

کتنی بڑی غیرت اور افسوس کی بات ہے؟ کیا اسلام نے ہمکو یہی سکھایا ہے اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نام کے رہ جائیں گے۔

جیسے یہودی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جسکا نام یہودی ہے۔ نصرانی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جسکا نام نصاریٰ ہے۔ عیسائی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام عیسائی ہے۔ سکھ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام سکھ ہے۔

برہمن یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جسکا نام برہمن ہے۔ ہریجن یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام ہریجن ہے۔ کریچن یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام کریچن ہے۔ چینا یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جسکا نام چینا ہے۔ ٹھاکر یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام ٹھاکر ہے۔ تو مسلمان بھی یہ سمجھنے لگے گا کہ ہم ایک قوم ہے جس کا نام مسلمان ہے۔

لیکن مسلمان ہونے پر کیا ذمہ داری ہے اس کی خبر نہ ہوگی۔ کوئی دین اور اسلام کی بات پیش کریگا تو اُسے حقارت سے دیکھا جائیگا اس کا مذاق اُڑایا جائے گا۔ اُسے بھی اپنے ساتھ ڈوبنے پر مجبور کیا جائے گا! اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یَبْقیٰ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ کہ اسلام صرف نام کا باقی رہیگا اس کی حقیقت اور اس کی رُوح ختم ہو جائے گی۔

ابھی کچھ عرصہ قبل احقر کا [illegible] ہوا جو پنجاب و ہریانہ کا بڑا مشہور شہر ہے۔ وہاں جمعہ کے دن ایک نوجوان سے [illegible]۔ بات چیت پر اسکا نام معلوم کیا گیا۔ اس نے کہا کہ میرا نام منگت ہے۔ احقر نے [illegible] بھائی منگت کیسا نام ہے؟ تو اس نے کہا کہ پورا نام منگت خاں ہے۔ احقر نے کہا کہ بھائی نماز پڑھ لیا کرو تو اُس نے بڑے زور سے کہا کہ میں جمعہ پڑھ لیتا ہوں۔ گویا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ جمعہ پڑھکر اللہ تعالیٰ پر اس نے بڑا احسان کر رکھا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کا حال۔

مسلمان پریشان کیوں؟

اس وقت پوری دُنیا میں مسلمان پریشان کیوں؟ مسلمانوں پر ہر طرف سے مظالم کیوں ڈھائے جارہے ہیں۔ ایشیا کے ملکوں میں سے کسی ملک میں کوئی قوم پریشان ہے اس کا نام مسلمان ہوگا۔ یورپ کے ممالک میں کسی ملک میں کوئی قوم پریشان ہے اس کا نام بھی مسلمان ہوگا۔ افریقہ کے ملکوں میں سے کسی ملک میں کوئی قوم پریشان ہے اسکا نام بھی مسلمان ہوگا۔

اَمریکہ کے ممالک میں سے کسی ملک میں کسی قوم پر مظالم کیئے جارہے ہیں اس کا نام بھی مُسلمان ہوگا چاہے یوگو سَلاویہ یا شیشان وچیچنیا ہو، اندلس ہو یا فسلطین کہیں بھی کوئی قوم پریشان ہے۔ اس پر طرح طــرح سے مظالم کئے جارہے ہیں پتہ چلے گا کہ اس کا نام مُسلمان ہے۔ کیا کبھی ان حالات میں مُسلمانوں نے اپنی ذمّہ داری کا احسَاس کیا ہے ؟ کیا کبھی اپنی کمزوریوں اور خدا تعــالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی کا احسَاس کیا ہے ؟

نماز اللہ تعــالیٰ نے مُسلمانوں پر فرض کی ہے غیــر مسلموں پر نہیں ۔ روزہ اللہ تعــالےٰ نے مُسلمانوں پر فرض کیا ہے غیــر مُسلموں پر نہیں، زکوٰۃ اللہ تعــالیٰ نے مُسلمانوں پر فرض کی ہے غیــر مُسلموں پر نہیں ۔ حج اللہ تعــالےٰ نے مُسلمانوں پر لازم کیا ہے غیــر مسلموں پر نہیں ۔ اچھا اخلاق اچھا معــاشرہ کا حکم اللہ تعــالیٰ نے مُسلمانوں کو فرمایا غیــر مُسلموں کو نہیں ۔

لہٰــذا اگر کوئی غیــر مُسلم نماز پڑھتا ہے اُس کی نماز درست نہیں ۔ رُوزہ رکھتا ہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ۔ مَال کی زکوٰۃ نکالیگا اس کی زکوٰۃ معتبر نہیں ۔ حج کریگا تو اس کا حج صحیح نہیں ۔ اسلئے کہ اللہ تعــالیٰ نے اُسے اسکا مکلّف ہی نہیں بنایا ہے ۔

اس کی مثال یوں سمجھو ۔ آپ کے دوؔ ملازم ہیں آپ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمکو دہلی جَانا ہے مگر وہ حکم عدولی کرکے گیا نہیں پھر دوســرے دن بھی کہَا کہ تمکو دہلی جَانا ہے پھر بھی نہیں گیا بار بار کہَا مگر جَانا نہیں ۔ تو ایسی صورت میں آپ اس ملازم کو ضرور کوئی نہ کوئی سزا دیں گے یا اس کو برطرف کردیں گے یا اس کی تنخواہ کاٹ لیں گے ۔ مگر اسں ملازم کو دہلی نہ جَانے کی سزا نہیں دیں گے، جس کو دہلی جَانے کا حکم نہیں کیا ہے ۔

تو اسی طرح اللہ تعــالیٰ نے مُسلم اور غیــر مُسلم دوؔ قسم کے انسانوں میں سے صرف مُسلمانوں کو احکامِ شــریعت اور قوانینِ اسلام کا پابند بنَایا ہے ۔ غیر مُسلموں کو

نہیں۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں کریگا تو کیا دنیا میں اللہ پاک سزا نہیں دے سکتا؟

آج دنیا میں ہر طرف سے مسلمانوں کو جو ستایا جا رہا ہے ان پر جو مظالم کئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں پر تباہی اور بربادی دیکھنے میں آرہی ہے کیا وہ ہماری بداعمالی اور خدا کے حکم عدولی کی سزا نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت ممکن ہے شاید یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے ہم سب کشمکش کی زندگی میں مبتلا ہیں۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ الآیۃ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا ہے۔ جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدل لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ اللہ ہمیں اپنے اعمال درست کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

دوسری پیشین گوئی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ: ایسا زمانہ اور ایسا وقت آنے والا ہے کہ جس میں قرآن کریم کے صرف اور صرف حروف باقی رہ جائیں گے۔

قرآنِ عظیم کی روح باقی نہیں رہے گی۔ قرآنِ کریم خوب دستیاب ہوگا۔ قرآنِ کریم کے پڑھنے والے قرآن کریم کے رٹنے والے۔ قرآن کریم پڑھنے والے طلبہ بھی ہوں گے۔ قرآن کریم کے حفاظ بھی ہوں گے۔ مگر قرآنِ کریم کو عملی زندگی میں داخل کرنے والے صفر کے درجہ میں ہوں گے۔ آج حافظِ قرآن آپ ایسے دیکھ رہے ہوں گے کہ ان کی صورت ان کی شکل ان کا لباس۔ ان کا حلیہ۔ ان کے اعمال، ان کا چال چلن کسی بھی چیز سے پتہ نہیں چلتا کہ عرش معلیٰ سے اترا ہوا، لوحِ محفوظ سے منتقل ہونے والا بشارۂ کونین۔ تاجدارِ دو جہاں کے واسطے سے امت کو پہونچنے والی خدائے پاک کی امانت انکے سینہ میں موجود ہے۔

افسوس کی بات

کئی مرتبہ احقر کو دھوکہ ہوا۔ رمضان المبارک میں تراویح پڑھنے کیلئے جارہا تھا۔ مسجد سے باہر چند نوجوان بیڑی سیگریٹ کے ساتھ کھڑے کھڑے بات کررہے تھے۔ کسی کے چہرے پر داڑھی نہیں احقر نے سمجھا تھا کہ یہ غیر مسلم نوجوان ہونگے۔ اسلئے ان کو سلام بھی نہیں کیا۔ حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انہیں نوجوانوں میں سے ایک نماز میں احقر کے بغل میں کھڑے ہوکر تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو لقمہ دینے لگا یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا۔ اللہ پاک مجھے معاف فرمائے کہ ایک حافظ قرآن کو صورت و شکل کی وجہ سے مسلمان بھی نہ سمجھ سکا۔

یہ شروع شروع کے واقعات تھے۔ بعد میں تو ایسے حُلیے کے بے شمار حافظوں سے ملاقات ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کہنے سننے اور پڑھنے لکھنے سے زیادہ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ظاہری حلیہ کی اہمیت

حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے اجلّ خلیفہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق دامت برکاتہم بڑے خوبصورت انداز سے بیان فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو صرف اتنی بات زیادہ یاد رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے تمہاری ظاہری صورت کو نہیں دیکھتا، بھائی یہ بات تو ان لوگوں کو کہنے کا حق ہے جن کی ظاہری صورت و شکل، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی طرح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر داڑھی تھی تمہارے چہرے پر بھی اسی طرح داڑھی ہو۔ تمہاری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی طرح ہو تب تو تمہارا یہ کہنا مفید ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے ظاہر کو نہیں ورنہ تمہارا یہ کہنا خود تمہارے لئے ہلاکت کا باعث بنے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی کبوتر ہے۔ اس کا ظاہر اس کا پَر ہے اور اس کا باطن اس کا گوشت، اس کی ہڈی، اس کا پورا جسم ہے۔

اب اگر اس کا پر کاٹ دیا جائے تو اس کے جسم پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن کیا وہ اپنے آپ کو دشمنوں سے بچا بھی سکتا ہے یا نہیں؟

ہر شخص اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس کبوتر کی ظاہری صُورت بدل جانے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دشمنوں سے حفاظت نہیں کرسکتا کہ ہوا میں پرواز کرکے بھاگنے پر قادر نہیں۔ دشمن آسانی سے اُسے پکڑ کر کھا جائیگا۔ اسی طرح شیطان ہمارا دشمن ہے، اس سے حفاظت کیلئے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو ظاہری حُلیہ کی حفاظت کو واجب قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس طرح ظاہر کی حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے ایک کبوتر ہلاکت تک پہونچ جاتا ہے اسی طرح ظاہری حُلیہ کی حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے ہمکو بھی شیطان ہلاکت تک بآسانی پہونچا سکتا ہے۔

دیکھنے میں خوب آتا ہے کہ جن لوگوں کی ظاہری صورت و شکل درست نہیں ہے وہ عام طور پر تقویٰ اختیار نہیں کرپاتے شیطان ان کو آسانی سے پٹی پڑھا دیتا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ جن لوگوں کا ظاہری حُلیہ صحیح ہے وہ سو فی صد متقی ہیں، بلکہ ان میں سے بھی بعض بُرائی میں مبتلاء ہوجاتے ہیں مگر کم ہوتے ہیں یہ ایسا ہے کہ جیسا پر والے کبوتر کو بھی کبھی شکاری موقع پاکر پکڑ لیتا ہے لیکن پر والے کو ایسی آسانی سے پکڑ نہیں سکتا جیسی بے پر کو پکڑ سکتا ہے۔

آپ اِسکا سروے کرکے دیکھیں۔ جتنے مُسلمان سینما ہال میں سینما دیکھتے ہیں ایمیں ظاہری حُلیہ کے اعتبار سے باشرع کتنے ہوتے ہیں اور بے شرع کتنے ہوتے ہیں پانچ فی صد بھی شکل سے باشرع مل سکتے ہیں اور پچانوے ۹۵ فِی صد آپ کو بے شرع ملیں گے۔ اِسی طرح شراب خانوں کا سروے کریں گے تو ۹۹ فی صد بے شرع اور بے داڑھی کے ملیں گے۔ ایک فِی صد بھی داڑھی والا مشکل سے ملیگا۔ لہٰذا اگر ۹۹ فی صد بھی شرعی داڑھی رکھ لیا ہوتا تو شراب خانے میں اُن میں سے بھی بجائے ۹۹ فی صد کے صرف ایک فی صد رہ جاتا۔

اور سینما ہال میں بجائے ۹۵ کے ۵ فی صد یا اس سے کم ہو جاتا تو کیا یہ ظاہری شکل وصورت کا فائدہ نہیں ہے؟ کیا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری حلیہ درست رکھنے کا جو حکم فرمایا ہے اس کے پیچھے بے شمار فوائد نہیں ہیں، جو لازمی طور پر ہر ایمان دار ان فوائد کو محسوس کرے گا۔

اسی وجہ سے جسکا ظاہری حلیہ درست نہیں ہے وہ چاہے کتنا بڑا قاری ہو۔ چاہے کتنا بڑا عالم ہو۔ چاہے اس کو کتنا اچھا قرآن یاد ہو۔ مگر اسے نماز پڑھانے کا حق نہیں اسکی موجودگی میں ایک کم پڑھے لکھے باشرع کو امامت کا حق ہو جاتا ہے!

قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا مقصد ہی اس کے مطابق زندگی بنانا اور اسکے مطابق عمل کرنا ہے۔ اگر عمل نہیں ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اسلئے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشین گوئی فرمائی کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں قرآن یاد کرنے پڑھنے والے ہوں گے۔ اس کی روح اور اس پر عمل باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے

عاملِ قرآن کی فضیلت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھکر اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور عمل کے ارادہ سے قرآنِ کریم پڑھتا ہے۔ اس کیلئے دو بشارتیں ہیں۔

۱۔ ایک بشارت اس کے والدین کیلئے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیگا کہ اس تاج کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی کہیں زیادہ ہوگی۔ بلکہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مثال دیکر بتلایا کہ کسی بلب یا لیمپ کو کھلی فضاء میں جلانے سے جتنی روشنی محسوس ہوتی ہے اس سے زیادہ کسی کمرے یا ہال میں جلانے سے ہوتی ہے۔ تو فضاء میں سورج کی جس قدر روشنی ہم کو محسوس ہو رہی ہے اس کا اندازہ سب کو ہے۔ اب اگر سورج کو کسی ہال میں داخل کر دیا جائے تو کس قدر روشنی ہوگی۔

آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والے کے والدین کے سر پر جو تاج رکھا جائیگا اس کی روشنی اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

۲۔ دوسری بشارت خود اس کیلئے ہے جو قرآن کریم پڑھکر اس پر عمل کرتا ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا مقام ملیگا۔ اس کو مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہر شخص خود اندازہ لگالے کہ جب اسکے والدین کو اتنا بڑا مقام ملیگا تو خود اس کو کتنا بڑا مقام ملنا چاہیئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قرآن کریم کے حفاظ اور اس کے عاملین کا مقام ہے، پھر ایسے مقام سے اپنے آپ کو کیسے اُتار رہے ہیں۔ حدیث شریف ان الفاظ سے مروی ہے۔

۲۔ عن معاذ الجهنیؓ قال قال رسول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهٰذَا (الحديث) ؎۱

حضرت معاذ جہنیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اسکے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو تو تمہیں کیا گمان ہے — اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

حافظِ قرآن کا درجہ

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا۔ (الحديث) ؎۲

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جاویگا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔

؎۱ ابوداؤد شریف ص۲۰۵ ج۱، مشکوٰۃ شریف ص۱۸۶ ؎۲ ابوداؤد شریف ص۲۰۷ ج۱، ترمذی شریف ص۱۱۹ ج۲، مشکوٰۃ شریف ص۱۸۶

قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں۔ اس حدیث پاک میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو حافظ قرآن کریم کو صحیح طور پر حروف کی ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرتا ہے اس کو قیامت کے دن بلا کر کہا جائیگا کہ جس طرح دنیا میں قرآن کریم کو حسین آواز اور ترتیل کیساتھ پڑھا کرتے تھے اسی طرح ایک ایک آیت پڑھتے جاؤ اور جنت کے ایک ایک درجہ پر چڑھتے جاؤ۔ قرآن کریم کی آخری آیت تمہارا آخری درجہ ہوگا۔

گذشتہ حدیث شریف میں قرآنِ کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ عمل کو لازم کہا گیا ہے۔ اور اس حدیث شریف میں حُسنِ آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا کہ جو حافظِ قرآن، قرآن کریم کو خوب اچھی طرح حروف کی ادائے گی کے ساتھ ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو! اس کو ۶۶۶۶ درجات نصیب ہوں گے۔

عُلومِ نبوّت حافظِ قرآن کی پسلیوں میں

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔ اس کیلئے مناسب نہیں ہے کہ لہو ولعب میں اور بے کار وقت گذاری کرنے والوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کردے۔ جب اللہ تعالیٰ نے علومِ نبوّت سے نواز رکھا ہے۔ تو نہایت ضروری ہے کہ بہترین اخلاق پیدا کرے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے قرآن کریم پڑھ رکھا ہے اس نے نبوت کے علوم کو اپنی پسلیوں میں داخل کرلیا ہے۔ حدیث شریف ان الفاظ سے مروی ہے۔

۴ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن عمروؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ سلم قَالَ مَنْ قَرأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اِسْتَدْرَجَ النُّبُوَّۃَ بَیْنَ جَنْبَیْہِ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُوحیٰ اِلَیْہِ لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَن یجدَّ مَعَ مَنْ یجِدُّ وَلَا یجھل مَعَ مَن یجھل

عبد اللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوّت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حامل قرآن کیلئے مناسب نہیں کہ غصّہ والوں کے ساتھ غصّہ کرے یا جاہلوں کے

وفی جوفہٖ کَلَامُ اللّٰہِ۔ (الحدیث) ؎۱ ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے

قرآن سے دُنیا کمانے کا حشر

عَنْ بُرَیْدَۃَ عن اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَوَجْھُہٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْہِ لَحْمٌ۔ ؎۲

حضرت بریدہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اسکا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

اس حدیث پاک کے اندر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری اور شہرت یا نذرانہ اور حصُولِ دُنیا کے لئے اسٹیج گرم کرنے والے قاری کی سخت مذمّت فرمائی ہے۔ قیامت کے دن ایسے قاریوں کے چہرے پر کوئی گوشت نہ رہیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری کائنات میں اشرف الاشیاء قرآنِ کریم ہے۔ اور انسان کے بدن میں اشرفُ الاعضاء چہرہ ہے جب اس نے دُنیا کے اندر اشرف الاشیاء کو دُنیا کی معمولی چیز کو حاصل کرنے کیلئے ذریعہ بنایا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے اعضاء میں سے اشرفُ الاعضاء کو رونق سے محروم کر دیگا۔ اور جب چہرے پر گوشت نہ رہیگا تو نہایت بدصُورت ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ سے دُنیا حاصل کرنے والوں کو نہایت بدصُورت بنا کر اٹھائیگا۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا زکریا صاحب قدس سرّہٗ العزیز نے فضائل قرآن میں ایک حدیث شریف کا مفہوم نقل فرمایا ہے کہ عنقریب ایک ایسی جماعت آنے والی ہے جو قرآنِ کریم کو خوب سنواریں گے ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دُنیا کے واسطے ہوگا۔ آخرت سے ان لوگوں کو

؎۱ شعبُ الایمان للبیہقی ج۲ ص۵۲۲ حدیث ۲۵۹۱ ؎۲ شعبُ الایمان للبیہقی ج۲ ص۵۳۳ حدیث ۲۶۲۵ ـ

کچھ بھی سروکار نہ ہوگا[1]

ایسے لوگوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دوسری پیشین گوئی فرمائی ہے وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس زمانہ میں قرآنِ کریم کے صرف حروف باقی رہ جائیں گے اُس کی رُوح ختم ہو جائے گی۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اور قرآن کریم کے مُطابق عملی زندگی بنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

جو لوگ قرآنِ کریم کو اشاعتِ دین کیلئے، عبادت کیلئے تلاوت کا مشغلہ بنائے رکھے ہیں۔ اور تلاوتِ قرآن کے ذریعہ سے حصُولِ دینا کو ناجائز سمجھتے ہیں الحمدللہ وہ لوگ فقر و فاقہ میں مبتلاء نہیں ہوتے۔ اور جن لوگوں نے تلاوتِ قرآن کو ذریعۂ معاش بنالیا ہے وہ لوگ دُنیا میں کوٹھیاں نہیں بنا پائے۔ دُنیا بھی برباد، آخرت بھی برباد، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود نہ بدل جائے۔"

نوٹ:۔ یہاں کسی کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ تلاوتِ قرآن کے ذریعہ سے اُجرت حاصل کرنا کسی بھی طریقہ سے جائز نہیں ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ تعلیم قرآن کے ذریعہ سے بھی اُجرت حاصل کرنا ناجائز ہے۔ اسلئے کہ تلاوت اور چیز ہے۔ تعلیم اور چیز ہے۔ دونوں بالکل الگ الگ دو چیزیں ہیں۔

تیسری پیشین گوئی

آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی

ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس زمانہ میں لوگ مسجدیں خوبصورت انداز سے تعمیر کریں گے۔ اور کثرت کے ساتھ تعمیر کریں گے مگر وہ مسجدیں ہدایت سے دُور ہوں گی۔ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ویران ہوں گی۔

---

[1] مُستفاد فضائل قرآن مجید ص۵۶

آج کل کے زمانہ میں دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں مساجد میں جگہ نہیں ملتی۔ اور وہ بھی پہلے عشرہ تک۔ پھر دوسرے اور تیسرے عشرہ تک مسجدیں خالی ہونی شروع ہوجاتی ہیں۔ اور جوں ہی رمضان گذر گیا مسجدیں نمازیوں سے یتیم ہوگئیں۔ جو ہمارا آپ کا مشاہدہ ہے۔ اگر رمضان میں ایک مسجد میں دو سو نمازی ہوتے ہیں تو رمضان کے ختم ہونے کے بعد دو سو کی جگہ پر دس نمازی مشکل سے ہوتے ہیں۔ اگر رمضان میں دو ہزار نمازی ہوتے ہیں تو رمضان ختم ہونے کے بعد چالیس پچاس نمازی مشکل سے ہوتے ہیں۔ کیا مسجدیں صرف رمضان کیلئے اور تراویح کیلئے تعمیر کی جاتی ہیں۔ بلکہ مساجد کا اصل مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان فرض نمازوں کو مسجدوں میں جاکر جماعت کے ساتھ ادا کریں اور فرض نمازیں رمضان اور غیر رمضان ہر زمانہ میں یکساں طور پر حکم رکھتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسجدیں بارہ مہینوں میں سے گیارہ مہینے نمازیوں سے یتیم ہوجائیں۔ اور صرف رمضان میں آباد نظر آتی ہیں۔ اور وہ بھی خاص طور پر تراویح کی سنت ادا کرنے کیلئے۔ اور یہ بذاتِ خود ایک مستقل غلطی ہے کہ لوگوں نے فرض نمازوں پر تراویح کی سنت کو فوقیت دے رکھی ہے۔ اور پورا سال مسجدیں گویا کہ خالی پڑی رہتی ہیں۔ اسی کو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسجدیں خوب تعمیر ہونگی۔ مگر وہ صحیح معنی میں نمازیوں سے ویران رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور تمام مسلمانوں کو مساجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ تعمیرِ مسجد کی فضیلت نہیں بلکہ تعمیرِ مسجد کی فضیلت اپنی جگہ بدستور باقی ہے۔ جو شخص اللہ کو خوش کرنے کیلئے مسجد تعمیر کریگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے جنت کے اندر اپنی شایانِ شان محل تعمیر کردے گا۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عن عثمان بن عفانؓ قال انی سمعتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقُولُ

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سُنا ہے کہ جو شخص اللہ کو خوش کرنے کیلئے مسجد

مَنْ بَنیٰ مَسْجِدًا یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (الحدیث) [۱]

تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اپنی شایانِ شان مکان بنا دیتا ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تین پیشین گوئیاں ہیں ہم تمام مسلمانوں کو ان پیشین گوئیوں کو سامنے رکھکر اپنی زندگی سدھارنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کی ہدایت پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

یہ امّت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے؟

اس امّت کی تنزّلی اور تباہ کُن حالات پر کس قدر حیرت ہے، اگر اس امّت کی حفاظت کیلئے اللہ اور رسول کی طرف سے جو اسباب بتلائے گئے ہیں اگر امّت نے ان اسباب کو مضبوطی سے اختیار کر لیا ہے تو کبھی یہ امّت ہلاک نہیں ہو سکتی اور اس امت کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے بیچ میں ایسے مضبوط اساس اور قلعے موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے امّت پر کبھی کوئی آنچ نہیں آنا چاہیئے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ امّت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے کہ اس امّت کا اوّل میں ہوں اور ان کے بیچ میں مہدی ہونگے۔ اور ان کے آخر میں حضرت عیسیٰؑ ہوں گے۔ پھر بھی اگر یہ امّت ہلاکت کی طرف جائے تو یہ اُنکے سیاہ اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاکت و مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا جب تک وہ خود مبتلا نہ ہو جائے تو پھر "خود کردہ را علاج نیست"، آقائے نامدار علیہ السّلام کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ

حضرت جعفر صادقؒ اپنے والد امام باقرؒ سے اور وہ اپنے دادا حضرت حسینؓ سے نقل فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ امّت

---

[۱] مسلم شریف ۱/۲۰۱، بخاری شریف ۱/۶۴ حدیث ۴۴۵ ۔

اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسْطُهَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُهَا لٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ۔ (الحدیث)[۱]	کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اوّل میں ہوں، اور اس کے بیچ میں مہدیؑ ہوں اور اس کے آخر میں عیسیٰؑ ہوں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر حیرت کا اظہار فرمایا کہ اس امت کی حفاظت میں آگے پیچھے اور بیچ میں ہدایت کے مضبوط مضبوط ستون ہیں، پھر بھی اگر بھٹک جاتے ہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

ایک حدیث شریف میں آپؐ کا ارشاد ہے، چاہے یہ امت ہلاکت کی طرف جاتی رہے پھر بھی اس امت میں ہمیشہ ایک جماعت انشاء اللہ ایسی رہے گی جو اللہ کے حکم اور اسلام کے جھنڈے کو تھامے رہنے والی ہوگی جو ان کو ذلیل کرنے اور کمزور کرنے کی کوشش کریگا وہ کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ نہ ان کو کوئی نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی انکی مخالفت میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاوِیَۃَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَامَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (الحدیث)[۲]	حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہیگی جو اللہ کے حکم کو تھامنے والی ہے۔ ان کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو ان کی رسوائی کے پیچھے پڑیں گے۔ اور نہ وہ لوگ جو ان کی مخالفت میں رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم اسی حالت میں آجائے یعنی قیامت قائم ہوجائے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۲/۵۸۳ [۲] بخاری شریف ۱/۵۱۳ حدیث ۳۵۱۲

۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چار حدیثیں اسلام کی بنیاد

بتاریخ ۲۵ شعبان ۱۴۲۰ھ ہردوئی میں حضرت اقدس محی السنۃ مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے یہاں حضرت والا کے حکم سے یہ تقریر کی گئی ہے جس کو جناب مولانا مفتی شفیق احمد صاحب سیتاپوری نے قلمبند کرلیا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ناظرین کو انشاء اللہ اس سے فائدہ ہوگا۔

انسان کی تین ذمّہ داریاں۔ خدا کی تین بشارتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

(سورۂ احزاب آیت ۷۰-۷۱)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچ بولا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست فرمائیگا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیگا۔ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً عظیم ترین کامیابی حاصل کریگا۔

انسان کی تین ذمہ داریاں

حضرات علماء کرام، مہمانان عظام، عزیز طلبہ، بھائیو، بزرگو اور دوستو!

میں اس لائق نہیں ہوں کہ یہاں آپ حضرات کے سامنے کچھ عرض کرسکوں۔ حضرت والا کے سامنے میرے اندر اس بات کی جرأت نہیں ہے لیکن حضرت والا نے حکم فرمایا ہے اس لئے کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ تو خود رُشد و ہدایت کا مرکز ہے۔ یہاں ہندوستان اور بیرونِ ہند، افریقہ، امریکہ، بنگلہ دیش، پاکستان اور نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ آکر استفادہ کرتے ہیں۔ بھائیو! وعظ و تقریر بہت ہوتی ہے اور لمبی لمبی ہوتی ہے، لیکن اگر سُنکر عمل نہیں ہے تو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسلئے اللہ پاک سے دُعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خاکسار سے کچھ ایسی باتیں کہلادے جو ہم سب کے لئے ہدایت ونجات کا ذریعہ بن سکیں۔ میں نے ابھی خطبہ میں ایک آیتِ کریمہ تلاوت کی ہے۔ اس آیت کے اندر اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میرے بندے تین باتوں کی ذمہ داری لے لیں تو میں ان کے لئے تین باتوں کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ جو تین کام بندوں پر اللہ نے لازم فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایمان کی دولت سے سرفراز ہونا

پہلا کام یہ ہے کہ بندے ایماندار بن کر مؤمنین کاملین کی جماعت میں داخل ہوجائیں۔ بھائیو! اصل چیز ایمان ہے۔ بغیر ایمان کے انسان کو کوئی عمل فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ایمان کے بغیر آدمی چاہے کتنی نمازیں پڑھ لے، روزہ رکھ لے، نیک کام کرلے، سب کے سب بیکار اور بے سُود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کافر نیک کام کرتا ہے تو اللہ رب العٰلمین اپنے قاعدے اور ضابطے کے تحت اسکے عمل کو بھی بیکار اور ضائع نہیں کرتا ہے بلکہ اس کو بدلہ دینے کا طریقہ یہ اپنایا ہے کہ اس کو اس عمل کا بدلہ دُنیا ہی میں دیدیتا ہے۔ اور آخرت میں اس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ مُسلم شریف میں حضرت انس رضؓ سے ایک روایت مروی ہے: اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو نیک عمل کا بدلہ آخرت میں ضرور عطا کریگا، اور دُنیا میں

بھی اس کا کچھ نہ کچھ نفع عطا کرتا ہے۔ اور کافروں کو نیک اعمال کا بدلہ مکمل طور پر دُنیا میں دیدیا جاتا ہے۔ آخرت کیلئے باقی نہیں رکھا جاتا۔ حدیث شریف ان الفاظ سے مروی ہے۔

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللّٰہ لایظلم مؤمنًا حسنۃً یعطی بھا فی الدُّنیا ویجزی بھا فی الآخرۃ و امّا الکافر فیطعم بحسنات ما عمل بھا لِلّٰہ فی الدُّنیا حتّٰی اِذا افضٰی اِلَی الآخِرۃ لم تکن لہٗ حسنۃ یجزی بھا۔ (الحدیث) [۱]

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقینًا اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی میں کمی کرکے اس پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کا صلہ دُنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں اسکا اَجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ اور بہرحال کافر کی نیکیوں کا بدلہ دُنیا میں دیدیتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچیگا تو کوئی نیکی باقی نہیں رہیگی جس کا بدلہ اس کو مل سکے۔

اس لئے پہلی چیز ایمان ہے کہ مؤمن کامل بن کر مؤمنین کی جماعت میں داخل ہوجاؤ۔

۲ دوسرا کام تقویٰ اختیار کرنا

دوسری بات جس کی ذمہ داری اللہ نے بندوں پر ڈالی ہے وہ ہے تقویٰ۔ کہ ایمان لاؤ اور پھر تقویٰ اختیار کرو۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقویٰ نام ہے "حرام اور ممنوع امور سے بچنے اور نیت کو درست کرنے کا۔ اگر نیت صحیح ہے تو چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اُحد پہاڑ کے برابر ہوجائیگا۔ اور اگر نیت درست نہیں ہے تو بڑے سے بڑا عمل بھی "کالعھن المنفوش" کے درجہ میں ہوجائیگا۔ اسکی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

پانچ لاکھ احادیث میں سے چار حدیثوں کا انتخاب

ایک بہت بڑے محدّث ہیں امام ابوداؤد سجستانیؒ۔ ان کو پانچ لاکھ احادیث زبانی

[۱] مسلم شریف ۲/۳۷۴

یاد تھیں، انہوں نے ان پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو کو منتخب کرکے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ ابوداؤد شریف ، اور ابوداؤد شریف کے مقدمہ میں لکھا ہے خود امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب ابوداؤد میں چار ہزار آٹھ سو احادیث لکھی ہیں جو بالکل صحیح ہیں یا صحیح کے مثل ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان میں سے چار احادیث انسان کے دین کیلئے کافی ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ان چار احادیث کے تقاضوں کو زندگی کا نصب العین بنالے۔ انہیں کے مطابق چلتا رہے تو پوری شریعت اس کی زندگی میں داخل ہو جائے گی۔

مقدمہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

قال ابوداؤد کتبتُ عن رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلَّم خَمسمِائۃ الف حَدیث انتخبتُ مَا ضمنتہٗ وجمعتُ فی کِتَابی ھٰذَا اَربعۃ الاف وثمان مِائۃ حَدیث من الصّحیح ومایشبہ ویقارنہ ویکفی الاِنسان لدینہٖ من ذٰلك اربعۃ اَحادیث[1]

امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ میں سے پانچ لاکھ حدیثیں یاد کیں پھر ان میں سے میں نے اپنی اس کتاب ابوداؤد میں صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع کی ہیں جو صحیح ہیں یا صحیح کی طرح ہیں۔ انہیں سے انسان کے دین کیلئے صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔

جن چار حدیثوں کی امام ابوداؤد نے نشان دہی کی ہے انہیں سے ہر ایک کی وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے۔

پہلی حدیث

ان میں سے پہلی حدیث جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں سات مقامات میں نقل فرمایا ہے جو بعینہٖ لکھی جاتی ہے۔

عَلقمۃ بن وقاصٍ اللّیثی یقول سمِعتُ عُمربن الخطابؓ علی المنبر یقول سمعتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللّٰہ علیہِ وَسَلَّم یقُول

حضرت علقمہ ابن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تمام اعمال کا دارومدار

---

[1] مقدمہ ابوداؤد ۱/۵۔

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰی۔ (الحدیث) لہ

نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملیگا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

بھائیو! بات یہی ہے کہ اگر عمل کرتا ہے اور نیت درست ہے تو تمام اعمال کا ثواب اس کو پورا پورا ملیگا بشرطیکہ وہ عمل بھی درست ہو۔ جب تک دونوں کا صحیح ہونا ثابت نہ ہوگا اُسوقت تک کوئی فائدہ نہ ہوگا جب نیت درست ہوگی تو اعمال بھی درست ہونگے۔ اور جب انسان کے اعمال درست ہوجائیں گے تو اس سے انسان کو تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل ہوجاتا ہے تصوّف کا جو سلسلہ ہے وہ صرف نیتوں کو درست کرنے کیلئے ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ قدس سرہٗ نے آپ بیتی میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کے درمیان انتہائی نفرت تھی دونوں ایک دوسرے کو دیکھکر خار کھاتے تھے۔ اور دونوں دارالعلوم دیوبند میں آتے تھے۔ مولانا زکریا صاحبؒ تو اس وجہ سے آتے تھے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ اور پھر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رہ سے دلی وابستگی تھی، اس وجہ سے حضرت شیخ الحدیثؒ کا دارالعلوم بکثرت آنا ہوتا تھا۔ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ بھی دارالعلوم دیوبند کثرت سے آیا کرتے تھے کیونکہ وہ بھی شوریٰ کے ممبر تھے اور وہ سیاسی لیڈر اور رئیسؒ الاحرار بھی تھے جب دونوں دیوبند میں جمع ہوجاتے تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ، حضرت شیخؒ کو دیکھکر فرماتے ہیں کہ اس شخص کا وجود ہی روئے زمین پر بوجھ ہے اسکا مرنا ہی اچھا ہے۔ اور اس کیلئے زمین کا نیچے والا حصّہ ہی زیادہ اچھا ہے۔ جب حضرت شیخ رہ انکے اس جملے کو سُن لیتے تو اپنے پاس جو طلبہ اور متعلقین ہوتے ان سے فرماتے کہ مولانا سے کہدینا کہ تمہارا دارالعلوم میں آنا جانا جائز نہیں، تمہارا دارالعلوم میں ٹھہرنا جائز نہیں، دارالعلوم کا کھانا

لہ بخاری شریف ۱/۲ حدیث ۱، بخاری شریف ۱/۱۳ حدیث ۵۴)

جائز نہیں۔ اسلئے کہ دارالعلوم میں چندہ تم جیسے سیاسی لوگوں کیلئے نہیں آتا ہے۔ یہ سلسلہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ حسنِ اتفاق سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نے بڑے حضرت رائے پوری حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت کا ارادہ فرمالیا۔ اس وقت بڑے حضرت رائے پوریؒ کمزوری اور ضعف کی وجہ سے خود بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کو اس وقت بیعت کرنیکا مکلّف بنا رکھا تھا۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور حضرت شیخؒ کے درمیان بہت اچھے دوستانہ تعلقات قائم تھے اور دونوں کے بارہمیں یہ مشہور تھا کہ دونوں ایک گاڑی کے دو بیل ہیں۔ اور جب کوئی سہارنپور ہوکر رائے پور جاتا تو اس سے معلوم کرتے کہ تم حضرت شیخؒ سے مل کر آئے ہو چنانچہ انہوں نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ سے بھی معلوم کیا۔ تو اب انکے پاس کوئی جواب نہیں تھا خاموش رہے اور دل ہی دل میں ارادہ بنالیا کہ کم ازکم فرضی ملاقات کرلیا کریں گے۔ پھر اس کے بعد ایک مرتبہ پشاور اور پنجاب اور سہارنپور سے ہوکر کلکتہ جانے کا ارادہ ہوا تو اس بار درمیان میں سہارنپور اُتر کر رائے پور میں ڈیڑھ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہوا لیکن جب وہاں جائیں گے تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ معلوم کریں گے کہ حضرت شیخؒ سے مل کے آئے ہو تو جواب دینا پڑیگا اسلئے اس بار سوچا کہ جب سہارنپور پہونچیں گے تو اسٹیشن سے اُتر کر حضرت شیخؒ سے صرف مصافحہ ملالوں گا۔ چنانچہ جب سہارنپور پہونچے تو اسٹیشن پر اتر کر سیدھے مظاہر العلوم پہونچ گئے۔ اور حضرت شیخؒ کا معمول دن میں مطالعہ کرنیکا تھا چنانچہ انہوں نے جاکر خادم سے عرض کیا کہ مجھ کو حضرت شیخؒ سے صرف مصافحہ کرنا ہے۔ اسوقت شیخؒ کے خادم مولوی نصیرالدین صاحب تھے۔ چنانچہ خادم نے جاکر حضرت سے عرض کیا کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب آئے ہیں۔ وہ صرف آپ سے مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت حضرت شیخؒ اپنے دارالمطالعہ میں تھے، پوچھا کہ ان کو صرف مصافحہ کرنا ہے۔ یا کوئی اور

بات کرنا ہے اگر صرف مصافحہ کرنا ہے تو آجائیں اور بات کرنا ہے تو مغرب کے بعد بات کرسکتا ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ صرف مصافحہ کرنا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بُلا لو۔ اور حضرت شیخؒ خود آکر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ خادم بُلانے آیا تو انہوں نے جا کر صرف مُصافحہ کیا اور چل دیئے۔ لیکن چلتے چلتے فرمایا کہ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب سوچ کر رکھ لینا میں آپ سے ڈو دن کے بعد آکر جواب لے لوں گا تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فرمائیے۔ تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تصوف کس بَلا کا نام ہے۔

تو حضرت شیخؒ نے اسی وقت فرمایا کہ اس کا جواب ابھی لیتے جائیے!

ڈو دن کے بعد آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ بتلاؤ! تو حضرت نے فرمایا کہ تصوّف نام ہے تصحیح نیت کا، نیتوں کا صحیح کرنیکا نام ہی تصوّف ہے کہ امورِ شرعیہ تین قسموں پر ہیں ۱ عبادات اور کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتی کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ان میں سے کوئی بھی بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی ۲ معاملات ان میں نیت لازم تو نہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت ہو تو ثواب ملیگا۔ مثلاً تجارت کر کے بیوی بچوں کی ضرورت پوری کرینگے ان کا حق ادا کریں گے۔ انکو حرام سے بچائیں گے تو ثواب ملیگا ۳ عبادات اور معاملات کے درمیان مشترک امور جیسے بیاہ شادی کہ انمیں اگر حرام سے بچنے اور حصُولِ اولاد کی نیت ہو تو عبادت کا ثواب ملیگا تو معلوم ہوا کہ پوری شریعت کا مدار نیتوں کو صحیح کرنے پر ہے۔

تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ ہکا بکا رہ گئے اور کوئی اعتراض نہ بن پڑا اور سوچتے ہوئے سہارنپور سے رائے پور چلے گئے۔ اور وہاں جا کر صرف ایک دن قیام فرمایا اور دوسرے دن سہارنپور آگئے۔ اور آکر حضرت شیخؒ سے مغرب کے بعد ملاقات فرمائی تو فرمایا کہ میں جب پشاور سے چلا تو دل میں سوچتا ہوا چلا تھا کہ میں یہاں آکر آپ سے یہ سوال کرونگا آپ یہ جواب دیں گے تو میں اس پر یہ اعتراض کرونگا اگر یہ جواب دیں گے تو یہ اعتراض کرونگا۔ ذہن میں ایک مناظرے کا خاکہ تیار کر کے چلا تھا لیکن آپ نے ایسا جواب دیا کہ

مجھ سے کوئی اعتراض ہی نہ بن پڑا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا! مولانا قیامت تک اس پر آپ کو کوئی اعتراض نہ ملیگا۔ مولانا! اسی کیلئے اتنا پاپڑ بیلنا پڑتا ہے۔ جو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ سے شروع ہو کر حدیث جبرئیل۔ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ پر ختم ہوتا ہے۔ حضرات اکابر کے یہاں جو محنت کرائی جاتی ہے اس کا اصل مقصد یہی ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ سے کام شروع ہوتا ہے اور حدیث جبرئیل کے آخری حصہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" پر اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ کہ تم اس طرح عبادت کرو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیئے کہ اللہ رب العالمین تم کو دیکھ رہا ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی تکمیل یہاں آکر ہوتی ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ چنانچہ اپنے دو لڑکوں کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تربیت میں دیدیئے۔ اور بعد میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ان کو بیعت کی اجازت بھی دیدی تھی! اور پچھلا بُعد اور دُوری بالکل ختم ہو گئی تھی۔

دوسری حدیث

دُوسری حدیث جس کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اصل دین میں سے شمار فرمایا ہے۔ وہ ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں نقل کی گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔ (الحدیث)[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے۔

اگر کوئی اچھا مُسلمان بننا چاہتا ہے تو وہ لایعنی اور فضول باتوں سے احتراز کرے۔ اور

---

[۱] بخاری شریف ۱/ ۱۲ حدیث ۵۰، مُسلم شریف ۱/ ۲۷۔

[۲] ابن ماجہ شریف ۲۸۶، ترمذی ۲/ ۵۸، مسند امام احمد بن حنبل ۱/ ۲۰۱، شعب الایمان للبیہقی ۴/ ۲۵۵ حدیث ۴۹۸۷، ۷/ ۴۱۵ حدیث ۱۸۰۵، ۱۸۰۶ حدیث ۱۰۸۰۶۔

لایعنی باتوں میں بکواس کرنا، دوسروں کو گالی دینا، دوسروں کی غیبت کرنا، خواہ مخواہ چوراہوں پر بھیڑ لگانا، ہوٹل بازی کرنا یہ تمام باتیں شامل ہیں، مسلمان کو ان سے احتراز کرنا لازم ہے۔
اور جو شخص لایعنی اور فضول باتوں میں پڑجاتا ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری کی ادائے گی میں کورا ہوجاتا ہے! اور لوگوں کے درمیان معاشرہ اور ماحول میں ناقابلِ اعتبار اور لوگوںکی نگاہوں سے گراہوا ہوتا ہے! اس کی کہیں عزت نہیں ہوتی۔ اسکا اخلاق سب سے زیادہ گندہ ہوتا ہے۔
اور اچھا اخلاق بنانا کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو! اللہ پاک ہم سب کی لایعنی باتوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین
اسلام اور تربیتِ اولاد کے نام سے ایک کتاب ہے اسمیں حضرت عمرؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک ایسی قوم سے ملے جو کچھ کام کاج نہ کرتے تھے تو انہوں نے ان سے فرمایا: تم لوگ کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو متوکلین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو۔ متوکل تو درحقیقت وہ شخص ہے، جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچکر بیٹھ کر یہ نہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا فرمادے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے۔ اور حضرت عمرؓ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غرباء و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات وخیرات پر تکیہ کرکے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ فرمایا اے غرباء وفقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاو۔ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔
(اسلام اور تربیت اولاد ۲/۳۴۳)

تیسری حدیث شریف

تیسری حدیث شریف بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن النعمان بن بشیر یقول سمعتُ

حضرت نعمان ابن بشیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ وَبَیْنَہُمَا مُشْتَبِہَاتٌ لَایَعْلَمُہُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُہَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ وَعِرْضِہٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُہَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ (الحدیث) لہ

میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بیشک حلال چیزیں بھی واضح اور یقیناً حرام بھی واضح ہیں اور ان دونوں کے مابین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا حکم بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں لہٰذا جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچے گا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کریگا اور جو شخص شبہات میں واقع ہوتا ہے وہ حرام میں مبتلا ہو جائیگا۔

بھائیو! اللہ اور رسُولؐ نے حلال چیزوں کو واضح کر کے بیان فرما دیا ہے جیسے کہ روٹی، چاول پھل، فروٹ، سبزی، ترکاری حلال جانوروں کا گوشت اور ان کے انڈے اور اسی طرح تمام کھانے کی چیزیں اور جائز باتیں، جائز نگاہیں اور جائز تصرفات سب کو واضح کر دیا ہے اور اس کا ایک وسیع ترین میدان ہے جس کو ہر مؤمن سمجھتا ہے۔ اور اسی طرح اللہ اور رسُولؐ نے حرام چیزوں کو بھی واضح کر کے قرآن و حدیث میں بیان فرما دیا ہے جیسا کہ شراب، خنزیر میتہ، دم مسفوح، سُود اور ربوا، جھوٹ، غیبت، تہمت، زنا، چوری، اور ظلم و زیادتی، وغیرہ ہے۔ اور اسکا بھی ایک وسیع ترین میدان ہے جس کو ہر مؤمن سمجھتا ہے۔ لہٰذا حلال پر عمل کرنا بھی آسان ہے۔ اور حلال چیزوں کو اختیار کرنا بھی آسان ہے۔ اور اسی طرح حرام چیزیں بھی واضح ہیں۔ اسلئے ان واضح ترین حرام چیزوں سے بچنا بھی آسان ہے۔

مگر وہ چیزیں جن کے بارہمیں شریعت کے اندر کوئی واضح حکم منقول نہیں ہے، نہ اس کے حلال ہونے کے بارہمیں صراحت ہے اور نہ ہی ان کے حرام ہونے کے بارے میں تو ایسی چیزوں کے بارہمیں اگر ہر مُسلمان اپنے اپنے قیاس اور اندازے سے عمل کرنے لگے کہ جب کبھی ضرورت محسوس ہو یا خواہش ہو تو ایسی چیزوں کو اختیار کرنے لگے تو ایسے لوگ آہستہ آہستہ کھلی ہوئی حرام چیزوں میں بھی مُبتلاء ہو سکتے ہیں۔ اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لہ بخاری شریف ۱/۱۳ حدیث ۵۲، مسلم ۲/۲۸ ترمذی ۱/۲۲۹، ابو داؤد ۲/۴۷۳

مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ :۔ جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوجاتا ہے وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائیگا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی مشتبہ چیزوں کے بارےمیں شریعت کا کیا فیصلہ ہے تو ان کے بارےمیں شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ واضح حکم معلوم ہونے سے پہلے انمیں سے کسی چیز کو اختیار کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے تو انکا واضح حکم کہاں سے معلوم ہوگا؟

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انکا واضح حکم ایسے علماء سے معلوم کرو جو فقیہ اور مفتی بھی ہوں اور متقی اور عابد بھی ہوں وہی ایسی چیزوں کا واضح حکم سمجھ سکتے ہیں۔ ہر مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا ہر مسلمان کو اپنی رائے اور اجتہاد سے ایسی چیزوں میں حکم شرعی سمجھنے اور نکالنے کا حق نہیں ہے بلکہ علماء راسخین اور مفتیانِ کرام ان چیزوں کا جو حکم بتلائیں اسی کے مطابق ہر مسلمان کو عمل کرنا لازم ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ نَزَلَ بِنَا اَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ بَيَانُ اَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ شَاوِرُوْا فِيْهِ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَا تُمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ۔ (الحدیث) (۱)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر ہمارے سامنے ایسا معاملہ پیش آجائے [illegible] امر یا نہی کے متعلق شریعت میں کوئی حکم یا ذکر نہیں ہے تو ہمارے لئے اسمیں کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بارےمیں ایسے علماء سے مشورہ لیا کرو جو فقیہ [illegible] عابد اور متقی بھی ہوں اور [illegible] نہ چلایا کرو۔

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ شریعت کے احکام میں [illegible] اور جانکاری سے کام لینے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ معتبر علماء اور مفتیان کرام کی [illegible]

---

(۱) مجمع الزوائد [illegible]

مشورہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اسلئے کہ مشتبہ چیزوں کا شرعی حکم یہی فقہاء اور مفتیانِ کرام ہی سمجھ سکتے ہیں۔

راسخین فی العلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر ارشاد فرمایا وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ، ان مشتبہ چیزوں کا حکم صرف اللہ جانتا ہے اور وہ علماء کرام جان سکتے ہیں جنہیں علومِ شرعیہ کا رسوخ حاصل ہے۔ اور ایسے علماء کے اندر چار باتیں لازم ہیں۔

۱۔ اَلتَّقْوٰى فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ — اسکے اور اللہ کے درمیان تقویٰ کا معاملہ ہو۔

۲۔ اَلتَّوَاضُعُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ — اسکے اور لوگوں کے درمیان تواضع کا معاملہ ہو۔

۳۔ الزُّهْدُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدُّنْيَا — اسکے اور دنیا کے درمیان زہد کا معاملہ ہو۔ یعنی دنیا سے بے رغبتی اسکے اندر موجود ہو۔ دینی مسائل بتلانے میں دنیا مقصود نہ ہو۔

۴۔ والمجاهدةُ فيما بينَهُ وَبَيْنَ النَّفْسِ۔ — اسکے اور اس کے نفس کے درمیان مجاہدہ کا معاملہ ہو یعنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ ہو۔ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اپنی انسانی خواہشات کو پس پشت ڈال دیتا ہو۔ [۱]

ایک حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے متقی ہونے کیلئے اتنا کافی ہے، کہ وہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کی حفاظت کرے اس مضمون کی مفصل حدیث شریف احقر کے اس رسالہ میں موجود ہے "جو رسول اللہ کے نصائح" کے عنوان کے ذیل میں ایک مضمون ہے "سب سے بڑا عابد کون ہے"؟ اسکے تحت موجود ہے جو اسی کتاب کا ایک جزء ہے۔

چوتھی حدیث شریف

لایکونُ المؤمنُ مؤمنًا حتّٰی یرضٰی لِاَخیهِ مَا یَرضَاهُ لنفسِه۔ [۲]

کوئی مؤمن اسوقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک اپنے دوسرے مؤمن بھائی کے لئے ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

---

[۱] تفسیر خازن ۱/۲۱۱ [۲] مقدمہ ابوداؤد ص۵

یہ حدیث شریف انہی الفاظ کے ساتھ ابوداؤد شریف کے مقدمہ میں موجود ہے۔ لیکن احقر کو اپنی کمزوری کی وجہ سے ابوداؤد شریف میں نہیں ملی اور نہ ہی صحاح کی دوسری کتابوں میں ملی۔ ہاں البتہ اسکے ہم معنی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ دستیاب ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (الحدیث) [۱]	حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اسوقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

اس حدیث پاک پر اگر کوئی مسلمان عمل کرتا ہے تو پورے معاشرہ کے اندر اسکی جود و سخاوت اور اسکا اعتماد مسلّم ہو جائیگا۔ قبیلہ میں، کنبہ میں، محلّہ میں، علاقے میں ہر جگہ اس کے ذکر خیر کا چرچہ ہوگا کہ جو آدمی اپنی پسندیدہ چیزیں دوسروں پر قربان کرے گا اس سے اچھا آدمی کون ہو سکتا ہے، اس سے بڑا ایمان دار کون ہو سکتا ہے۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کو کمال ایمان کی علامت بتلایا ہے۔

اور آج ہمارا حال اس کے پاس پاس بھی نہیں ہے ہم اپنے لئے عمدہ سے عمدہ چیز پسند کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اسکا مستحق سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اسکا حق دار نہیں سمجھتے، اور نہ ہی اسکے لائق سمجھتے ہیں، اور جو گھٹیا ترین چیزیں اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہیں وہ دوسروں کے حصہ میں مقرر کرتے ہیں، بس اپنا حصہ عمدہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہمارا حال یہاں تک پہونچ چکا ہے کہ ہم چاہتے ہیں سب کچھ ہمیں کو ملے دوسروں کو کچھ بھی نہ ملے۔ اگر دوسروں کو کچھ چیز ملتی ہوئی نظر آجائے تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ کسی حیلے سے خود لے لیں۔ اور دوسرے بھائی کو نہ ملے۔

آج یہ ہمارا حال ہے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ وہ مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جسکا یہی نظریہ ہو۔ بلکہ مؤمن کامل ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ جس چیز

---

[۱] بخاری شریف ۱/۶ حدیث ۱۳، السنن کبریٰ للنسائی ۶/۵۳۹ حدیث ۱۱۷۷۰، مسلم شریف ۱/۵۰

کا اپنے آپ کو مستحق سمجھے۔ دوسروں کو بھی اسکا مستحق اور اہل سمجھے۔ لیکن دوسرے لوگوں کے مستحق ہونے کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو عنایت فرمایا ہے۔ تو اسکا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہم جیسے لوگ اور بھی موجود ہیں۔ مگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمکو نصیب فرمایا ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضورؐ کا ارشاد ہے، کہ تمہارے اُوپر ضروری ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائیوں کا خیال رکھو اور خاص طور پر اپنے پڑوس کا خیال رکھو۔ اگر گھر میں کوئی عمدہ کھانا بن جائے تو پڑوس میں بھی ایک ڈونگا بھیجو۔ اگر تمہارے یہاں پھل فروٹ آئیں تو پڑوس کو بھی کھانے میں شریک کرو۔ اور اگر اتنی گنجائش نہیں ہے کہ پڑوس میں بھی بھیج سکو تو اسے چھپاکر لاؤ اور گھر میں بچوں کے ہاتھوں میں دے کر باہر نکلنے مت دو، تاکہ پڑوس کے بچے دیکھکر کبیدہ خاطر نہ ہوجائیں اور تم اپنے گھر کو اتنا اُونچا نہ کرو جس کی وجہ سے تمہارے پڑوس کے گھر کی ہوا رک جائے۔ ہاں! البتہ اگر پڑوسی اجازت دیدے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم کے اندر اس مضمون کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو۔

ولا تستطیل علیہ بالبناء فتحجب عنہ الریح [illegible] ولا تؤذہ واذا اشتریت [illegible] فان لم تفعل فادخلہا [illegible] ولدک لیغیظ [illegible] [illegible] بقتار [illegible] [illegible] لہ منہا۔ لہ

اور تم اپنی عمارتوں کو اتنی اُونچی نہ بناؤ جس سے تمہارے پڑوس کی ہوا رک جائے۔ ہاں البتہ اگر پڑوس اجازت دیدے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جب تم پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو کچھ پڑوس میں بھی بھیج دو، اور اگر دینے کی گنجائش نہیں ہے تو گھر میں چھپا کر لاؤ۔ اور اس کو لیکر تمہارے بچے باہر نہ نکلیں جن کو دیکھ کر پڑوسی کے بچے کبیدہ خاطر ہوجائیں اور اپنی ہانڈی کی بو کے ذریعہ ان کو ایذا مت پہونچاؤ۔ ہاں البتہ کچھ پڑوس میں بھی بھیجنا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

لہ احیاء العلوم ۲/۱۲۷ ۔

خلاصہ یہ کل چار حدیثیں ہمارے سامنے آئیں ان چاروں حدیثوں کو دوبارہ مطالعہ کرکے دیکھ لیجئے۔ آپ کو نظر آئیگا کہ پوری شریعت ان چاروں احادیث شریفہ کے دائرے میں داخل ہے۔

اسلام کی تعلیمات چار امور کے درمیان محدود ہیں۔

۱ عبادات ۲ اخلاقیات ۳ معاملات ۴ معاشرہ۔

پہلی حدیث شریف میں عبادات درست کرنے کی تعلیم ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں اخلاق درست کرنے کی تعلیم ہے۔ اور تیسری حدیث میں معاملات درست کرنے اور حرام وحلال کے درمیان احتیاط رکھنے کی تعلیم ہے۔ اور چوتھی حدیث شریف میں معاشرہ رہن سہن آپس کی ہمدردی اور دوسروں کی غمخواری اور صلہ رحمی کی تعلیم ہے۔ لہٰذا پوری شریعت انہیں چار حدیثوں کے اندر آچکی ہے۔ اسلئے جو شخص ان چار حدیثوں کے تقاضوں پر عمل کریگا اس کی زندگی میں پوری شریعت داخل ہوجائے گی۔ اس لئے امام ابوداؤدؒ نے یہی فرمایا ہے۔ کہ ایک مسلمان کے اسلام کی تعلیمات کے دائرہ میں زندگی گذارنے کیلئے یہی چار حدیثیں کافی ہیں۔ بس ان چار حدیثوں کو یاد کرلو اور ان کے مطابق عمل کرلو تو زندگی بن جائے گی۔

تیسرا کام تیسرا وہ کام جس کے کرنے پر اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ بندے سچ بولا کریں جھوٹ نہ بولا کریں اسلئے کہ جھوٹ ہر برائی کی جڑ ہے۔ جب انسان جھوٹ بولنے کی جرأت کریگا تو پھر کسی بھی برائی سے نہیں رکے گا۔ ہر برا کام کرکے جھوٹ بولیگا اور لوگوں سے یہ کہتا پھریگا کہ میں نے نہیں کیا بلکہ دوسروں کی گردن پر رکھے گا۔ اور الزام تراشی، چوری، ڈکیتی، زنا، حرام خوری، سب کام کرڈالیگا اور جھوٹ بول کر اپنا دامن بچانے کی کوشش کریگا اسلئے جھوٹ کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے بچنے کا حکم فرمایا اور اسکی سزا بھی

بہت سخت مقرر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے آیتِ کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ الآیۃ فرما کر انسان کی ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری یہ ڈالی ہے کہ جب بھی بولو تو سچ بولا کرو، جھوٹ نہ بولو۔ اور انسانی معاشرہ میں جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہوتا ہے اسے نہایت حقیر اور ردّی سمجھا جاتا ہے اسکی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور جو شخص سچ بولنے میں مشہور ہو جاتا ہے معاشرہ میں اسکی عزت ہوتی ہے، اس کی ہر بات معتبر مانی جاتی ہے۔ اس کی باتوں میں وزن ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی عقیدت ہوتی ہے اس سے دِلی محبّت ہوتی ہے سب لوگ اس کے ہمدرد ہوتے ہیں اور انشاء اللہ جیسے دنیا میں اس کی عزّت ہے آخرت میں بھی عزّت ملے گی۔

خدا کی تین ذمّہ داریاں اور بشارتیں

جب انسان مذکورہ تینوں کاموں کی ذمّہ داری ادا کریگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے لئے تین قسم کے انعامات اور بشارتوں کا اعلان کرتا ہے انمیں سے دو انعام اس دُنیا کے اندر عطا کرتا ہے اور ایک انعام آخرت میں دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ ان تمام انعامات کو یہاں الگ الگ سُرخیوں سے بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۔ اعمال کی اصلاح

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مجھ پر ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرلو۔ اور سچ بولنے کے عادی بن جاؤ تو میں تمہارے لئے یہ ذمّہ داری لیتا ہوں کہ میں تمہارے اعمال کو درست کر دونگا اور جس کے اعمال درست ہیں وہ دُنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیاب ہوتا ہے۔

مسلمان اپنے اعمال کو درست کرنے کیلئے کیا کیا نہیں کرتا۔ دُور دراز کا سفر کرتا ہے۔ مدارس میں داخلہ لیکر دس بارہ سال قربانیاں دیتا ہے۔ خانقاہوں اور بزرگوں اور علماء کے یہاں وقت لگاتا ہے تبلیغی جماعت میں چالیس دن، چار ماہ اور سال بھر کا

جان مال اور وقت خرچ کرکے چلہ لگاتا ہے۔ یہ ساری قربانیاں صرف اعمال کی اصلاح اور زندگی کو سُدھارنے کیلئے دیتا ہے۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں تمہارے اعمال کو درست کردونگا۔

اسی کو یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

۲۔ مغفرت کا اعلان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مذکورہ تینوں کاموں کی ذمہ داری ادا کروگے تو میں دُنیا میں تمہاری مغفرت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس دُنیا کے اندر کوئی انسان گناہوں سے، خطاؤں سے، لغزشوں سے پاک نہیں ہے۔ ہر انسان سے گناہوں کا صُدور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صِرف پیغمبروں کو اُس سے پاک فرمایا ہے۔ اور پیغمبروں کے علاوہ اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، علماء کرام، عوام وخواص کوئی بھی گناہوں اور لغزشوں سے پاک نہیں ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بشارت کا اعلان فرمایا ہے کہ اگر تم مذکورہ تین کام کرلوگے تو میں تمہارے کئے ہوئے تمام گناہوں کو درگذر کردوں گا اور دُنیا میں تمہاری مغفرت کا اعلان کرتا ہوں۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

۳۔ آخرت میں عظیم ترین کامیابی کا اعلان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مذکورہ تینوں کاموں کی ذمہ داری لیتا ہے دُنیا میں تو وہ دونوں بشارتیں حاصِل ہوتی ہیں جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اور آخرت میں اس کیلئے عظیم ترین کامیابی کا اعلان ہے۔ اور اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ اور دُنیا کی کامیابی وقتی اور عارضی ہوتی ہے اسلئے حقیقی کامیابی جسے کہا جا سکتا ہے وہ آخرت کی کامیابی ہے۔ اور جو شخص ایمان لائے گا اور پھر تقویٰ اختیار کرے گا۔

اور سچ بولنے کا عادی ہوجائیگا وہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے دائرہ میں رہے گا اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں اعلیٰ ترین کامیابی کا اعلان ہے اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ الآیۃ۔ سے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(۱۸)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تخلیقِ انسانی کے مدارج و مراحل

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ [1]	ہم نے انسان کو منتخب مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر ہم نے اس کو نطفہ کی شکل میں ایک مضبوط اور محفوظ ٹھکانہ میں رکھا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون بستہ کی شکل میں بنایا پھر اس خونِ بستہ کو گوشت کے لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل دی، پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت کا لباس پہنا دیا، پھر اس کو خوبصورت ایک نئی مخلوق کی شکل میں تیار کر دیا۔ اللہ کی ذات بڑی برکت والی ہے جو سب سے بہتر شکل میں پیدا کرنے والا ہے۔ پھر بیشک اسکے بعد تم مرجانے والے ہو۔ پھر بیشک تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسانی کے مراحل بیان فرمائے ہیں۔ نظامِ خداوندی کے تحت تخلیقِ انسان دو طریقہ سے ہوتی ہے۔

۱ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ۲ اولادِ آدم کی تخلیق۔ ان دونوں کی تفصیلی وضاحت سے انسان کو اپنی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے، اور خدا کی قدرت کا عجیب و غریب منظر سامنے آسکتا ہے۔

---

[1] سورۃ مؤمنون آیت ۱۲ — ۱۶ تفسیر روح المعانی مطبع دار الفکر ۱۳/ ۱۱۱

پہلا مرحلہ تخلیق آدم علیہ السّلام

حضرت آدم علیہ السّلام کو اللہ پاک نے مترتب مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا ہے۔ صاحب روح المعانی نے تفسیر روح المعانی میں سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۱ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ کی تفسیر کے تحت نقل فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کے پتلے کے گارے میں چار چیزوں کو شامل فرمایا ہے جن کو عناصرِ اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی مٹی۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ ان چاروں کے مجموعہ سے آدمؑ کا پُتلہ تیار ہوا ہے۔ حضرات علماء نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اس کو نقل فرمایا ہے:

خُلِقَ اٰدمُ مِنْ تُرَابٍ وَمَاءٍ وَهَوَاءٍ	حضرت آدمؑ کو مٹی، پانی۔ ہوا، آگ کے مجموعہ سے پیدا کیا گیا ہے
وَنَارٍ وَهٰذَا كُلُّهٗ اذا اخلط صار	اور جب ان چاروں کو مخلوط کیا جاتا ہے تو مٹی کا گارا بنجاتا
طینًا لازبًا یلزم بعضه بعضًا[1]	ہے کہ ایک جزء دوسرے سے جُدا نہیں ہوسکتا۔

ان عناصرِ اربعہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی صفت رکھی ہے کہ یہ چاروں چیزیں جب ایک جگہ مل جاتی ہیں تو ان کے درمیان ایسا انضمام اور جوڑ پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے ان چاروں قوتوں میں سے کوئی ایک قوت ختم ہوجائے تو انسان کو موت آجاتی ہے۔ بدن میں پانی نہ ہو تب بھی موت آتی ہے، حرارت نہ ہو تب بھی موت آتی ہے۔ ہوا نہ ہو تب بھی موت آتی ہے۔

تخلیق کی چار قسمیں

جس طرح انسان کا وجود چار چیزوں کے مجموعہ سے ہوا ہے اسی طرح اللہ نے انسان کو چار طریقہ سے پیدا فرمایا ہے۔

۱۔ بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کو اللہ نے بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا ہے۔

۲۔ بغیر ماں کے پیدا کیا۔ جیسا کہ حضرت حوّا کو اللہ نے بغیر ماں کے حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا فرمایا ہے۔

---

[1] تفسیر روح المعانی مطبع مصطفائی ۲۳/۵۰۵ سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۱

حدیث میں آتا ہے کہ بالکل اُوپر کی پسلی سے پیدا کیا ہے۔ حدیث شریف میں اس کا ثبوت ہے:

عن ابی هُرَیرة قال قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلی اللّٰه علیه وسلم اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خیرًا فَاِنَّ المرأة خُلِقَتْ مِنْ ضلعٍ وَاِنَّ اعوجَ شیءٍ فی الضّلع اعلاه فاِن ذهبتَ تقیمهٗ کسرتهٗ وَاِنْ ترکته لم یزل اعوج فاستوصُوْا بالنِّسَاءِ۔ [1]	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر کا معاملہ کیا کرو اسلئے کہ عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی اُوپر والی ہے۔ عورتوں کو اُوپر والی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے وہ ٹیڑھی ہی رہیگی۔ اس ٹیڑھے پن کی حالت میں ان کیساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرو۔

صاحب روح المعانی نے تفسیر روح المعانی کے اندر حضرت حوّا کی پیدائش کے دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں اور نقل فرما کر ان سب کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ [2]

۳۔ بغیر باپ کے پیدا کیا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔

۴۔ ماں باپ کے ذریعہ سے پیدا کیا۔ جیسا کہ دیگر تمام انسانوں کو ماں باپ سے پیدا فرمایا ہے۔

اللہ کی قدرت کے عجائبات میں انسانی عقل حیران ہے کہ ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہونے کو اگرچہ انسان فوراً مان لیتا ہے اور اس کا یقین بھی کرلیتا ہے، لیکن اس کی حقیقت واَسرار و رموز کے سمجھنے میں عقلِ انسانی حیران و ششدر ہے۔ اور بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے میں اسی طرح بغیر ماں کے پیدا کرنے میں یا بغیر باپ کے پیدا کرنے میں انسانی طبیعت ماننے پر جلدی تیار نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ انسان کے عقل و فہم سے بہت بلند و بالاتر ہے۔ مگر قرآن وحدیث کے نصوصِ قطعیہ کی شہادت کی وجہ سے انسان کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۶۹ حدیث ۳۲۲۱ ۔ مسلم شریف ۱/۴۷۵ [2] تفسیر روح المعانی مطبع دار الفکر ۴/۲۸۵ مطبع مصطفائی ۴/۱۸۰ سورۂ نساء آیت ۱۔

روئے زمین پر انسان کی خلافت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بہت سرسبز و شاداب اور دلکش بنایا ہے۔ دنیا کی ہر پیداوار، دنیا کا ہر سرمایہ اور ہر دولت کی طرف انسان کا دل کھنچتا ہے۔ اور دُنیا کے ہر حسن و جمال میں انسان کے لیے کشش رکھی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس دنیا کا خلیفہ اور نائب بنایا ہے، اور پورا اختیار انسان کے ہاتھ میں دیا ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق کو انسان کے تابع اور خادم بنایا ہے۔ تمام مخلوق انسان کی زندگی کے لئے معاون اور مددگار ہیں۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو انسان کے کسی نہ کسی کام میں نہ آتی ہو۔ سانپ بچھو تک بھی انسان کے کام میں آتے ہیں۔ حکیموں اور طبیبوں کے پاس جانے سے معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ سارا اختیار انسان کو دینے کے بعد اللہ نے انسان پر کچھ ذمہ داریاں لازم فرمائی ہیں۔ جو انسان ان ذمہ داریوں کو پورا پورا ادا کرتا ہے وہی اللہ کے نزدیک مقامِ عبدیت میں پہنچ کر قبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ نے انسان کو اختیارات بھی دیئے اور ان پر ذمہ داریاں بھی عائد فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر نگاہ ڈال رکھی ہے کہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریاں کہاں تک ادا کر رہے ہیں، اور ساتھ میں یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ تم مقامِ عبدیت کو جب ہی پہونچ سکتے ہو کہ جب دو چیزوں میں تمہارا دل نہ لگے۔

۱۔ دنیا کی دولت اور اسکے اُوپر پورا اعتماد رکھنا۔ تو جو شخص دُنیا کی دولت سے خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے اور پورا اعتماد دولت پر کرتا ہے، اور ہر وقت دولت کی فکر میں لگا ہوا ہے اور اسی کا ورد ہے، اسی کا وظیفہ ہے، اور خدا کی یاد سے غافل ہے، تو ایسا شخص کبھی مقامِ عبدیت اور بندگی کو نہیں پہونچ سکتا۔ دنیا میں تو ناکام رہے گا ہی، آخرت میں بھی پریشانی اور تباہی میں مبتلا ہوگا۔ اور اسکے برخلاف جو شخص دنیا بھی کماتا ہے دولت بھی جمع کرتا ہے، تجارت اور کاروبار بھی کرتا ہے، لیکن خدا کے حکم کے مطابق دولت کا حق ادا کرتا ہے اور خدا

کی یاد سے غافل نہیں رہتا ہے، ہر وقت خدا کی یاد لگی رہتی ہے۔ اور دولت کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے پاس ایک امانت ہے، جس کے ہم صرف منتظم ہیں، مالک نہیں، تو ایسا شخص دولت مند ہونے کے باوجود مقام عبدیت کو پا سکتا ہے۔ جیسے حضرت عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت امام ابو حنیفہ وغیرہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

۲۔ عورتوں کے ساتھ دل نہ لگایا جائے۔ شادی بھی کی جائے، بیوی کے ساتھ بھی رہا جائے، اس کا حق بھی ادا کیا جائے، اس کی تمام ضروریات پوری کی جائیں، مگر اس کے ساتھ دل نہ لگایا جائے۔ ہر وقت اسی کا وظیفہ نہ پڑھا جائے۔ گھریلو زندگی گذارنے میں سب کام کئے جائیں، مگر دل اللہ کے ساتھ لگا رہے۔ یہ بیوی پر بھی لازم ہے شوہر پر بھی لازم ہے۔ بیوی کا حق ادا کرتا رہے۔ حلال کی فکر کرتا رہے۔ حرام کا ارادہ نہ کیا جائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے تو مقام عبدیت کو پہنچنا آسان ہو جائیگا اور خدا کے ساتھ دل لگانا آسان ہو جائیگا۔ اس کے برخلاف ہر وقت عورتوں کے ساتھ مخلوط زندگی رہے۔ ہیجان اور شہوت پرستی کا مریض بن جائے، حرام و حلال کا لحاظ و پاس نہ رہے۔ تو ایسی صورت میں انسان کا تقویٰ ختم ہو جاتا ہے۔ انسان انسانیت سے نیچے اتر کر جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ آجکل کے زمانے میں جتنے معصیت اور بے حیائی کے اسباب دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں یہ سب کے سب عورت و مرد کے ناجائز اختلاط کی بنا پر ہو رہے ہیں، جس سے انسانوں کے دلوں سے خدا کا خوف ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور ان بے حیائی کی باتوں پر روک تھام کرنے والوں کو بیوقوف کہا جاتا ہے۔ اور ان کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے۔

بھائیو، ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہوئے ہیں، ہم کو ان کی بات ماننی چاہئے۔ اور ہر وقت اللہ ہی کی یاد کرنی چاہئے۔ بڑے بڑے متقی بے حیائی اور اختلاط کی زندگی کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ دل لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ان کا حق ادا نہ کیا جائے بلکہ ان کا حق ادا کرنا فرض ہے۔

اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الدنیا خضرۃ حلوۃ وان اللہ مستخلفکم فیہا فناظر کیف تعملون الا فاتقوا الدنیا واتقوا النساء۔ [1]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے فرمایا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک دُنیا نہایت سرسبز و شاداب اور دلکش ہے، اس کے حصول میں لذت ہے۔ اور بیشک اللہ نے تم کو دنیا کے اندر خلیفہ بنایا ہے۔ پھر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ تم دُنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ یعنی ان دونوں کے ساتھ دل نہ لگاؤ۔

انسانوں کی چار چار قسمیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف انداز اور مختلف مزاج اور مختلف خیالات کا پیدا کیا ہے۔ ترمذی شریف میں ایک لمبی حدیث شریف ہے، جس میں انسانوں کو ایمان وکفر کے اعتبار سے چار قسموں پر اور مزاج کے اعتبار سے چار قسموں پر اور معاملات کے اعتبار سے چار قسموں پر پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ ہم اس حدیث شریف کے ہر ہر جزء کو الگ الگ عنوانات کے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ شاید اس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے گا۔

ایمان وکفر کے اعتبار سے انسان کو چار قسموں پر پیدا کیا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایمان وکفر کے اعتبار سے چار قسموں پر پیدا فرمایا ہے۔

۱۔ وہ لوگ جو مومن کے گھر میں ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایمان کی حالت میں جیتے ہیں، اور ایمان کی حالت ہی میں دُنیا سے گذر جاتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو کافر گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں، کفر کی حالت میں جیتے ہیں، اور کفر کی حالت میں ہی دنیا سے گذر جاتے ہیں۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۲

۳۔ وہ لوگ جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایمان کی حالت میں جیتے ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو کفر لیکر جاتے ہیں۔

۴۔ وہ جو کفر کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں اور کفر کی حالت میں جیتے ہیں، اور ایمان کی حالت میں دنیا سے گذر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ایمان کامل پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

اَلَا اِنَّ بنی آدم خلقوا علیٰ طبقات شتّیٰ فمنہم مَن یّولد مؤمنًا ویحییٰ مؤمنًا ویموتُ مؤمنًا۔ ومنہم مَن یولد کافرًا ویحییٰ کافرًا ویموت کافرًا۔ ومنہم من یولد مؤمنًا ویحییٰ مؤمنًا ویموتُ کافرًا۔ ومنہم من یولد کافرًا ویحییٰ کافرًا ویموت مؤمنًا۔ الحدیث[1]

آگاہ ہو جاؤ کہ بنی آدم کو مختلف درجات اور طبقات پر پیدا کیا گیا۔ بعض میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں، ایمان کی حالت میں زندہ رہتے ہیں، اور ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کفر کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں اور کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں، اور کفر کی حالت میں دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایمان کی حالت میں جیتے ہیں اور کفر لیکر دنیا سے جاتے ہیں۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کفر کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں، کفر کی حالت میں جیتے ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو ایمان لیکر جاتے ہیں۔

مزاج اور غصہ کے اعتبار سے انسان کی چار قسمیں

انسان کی طبیعت اور انسان کا مزاج اور انسان کے عادات، غصہ اور صبر وضبط کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے چار قسموں پر پیدا فرمایا ہے۔

۱۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو بہت اچھے اور قابل تعریف ہیں جن کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے حلم

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۳

و بُردباری کی بہترین صفت ودیعت رکھی ہے۔ ان کو جلد غصہ نہیں آتا ہے۔ اور اگر آتا ہے تو بہت دیر میں آتا ہے، اور غصہ آنے کے بعد جلدی سے ختم بھی ہوجاتا ہے، اس غصہ پر اڑے نہیں رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ دنیا کے انسانوں میں بہترین انسان ہیں۔ ان کے اندر خیر کی صفت غالب رہتی ہے۔

۲۔ کچھ وہ لوگ ہیں جن کو بہت جلد غصہ آجاتا ہے، مگر غصہ آنے کے بعد دیر تک باقی نہیں رہتا، بہت جلد ختم ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہے، نہ قابلِ تعریف ہے اور نہ قابلِ مذمت۔ جیسے غصہ جلد آنے کا خطرہ رہتا ہے ایسے ہی جلد ختم ہوجانے کی خوشی بھی ہوتی ہے۔

۳۔ وہ لوگ جن کو بہت جلد غصہ آتا ہے، اور ذرا ذرا سی باتوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور غصہ آنے کے بعد جانے کا سوال نہیں ہوتا، اسی غصہ پر اڑے رہتے ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ نہایت شریر اور انسانوں میں سب سے بدترین انسان ہوتے ہیں۔ ان کے غصہ اور شر کی وجہ سے دوسرے لوگ ہمیشہ خطرے میں رہتے ہیں، اور ان سے کٹے کٹے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات سے ہماری حفاظت فرمائے آمین

۴۔ کچھ وہ لوگ ہیں جن کو غصہ دیر میں آتا ہے، اور غصہ آنے کے بعد جلد ختم بھی نہیں ہوتا۔ دیر میں ختم ہوتا ہے۔ تو دیر میں غصہ آنا تو اچھا ہے مگر دیر میں جانا اچھا نہیں ہے۔ یہ لوگ بھی نہ قابلِ تعریف ہیں نہ قابلِ مذمت۔ اسلئے کہ معاملہ برابر سرابر ہے۔ اس کو حدیث شریف کے اندر ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

اَلَا واِنَّ منہم بطیئ الغضب سریع الفیئ ومنہم سریع الغضب سریع الفیئ فتلک بتلک — اَلَا واِنَّ منہم سریع الغضب بطیئ الفیئ - الا وخیرھم	بیشک انسانوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جن کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد ختم ہوجاتا ہے، اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کو جلد غصہ آتا ہے اور جلدی سے ختم بھی ہوجاتا ہے ان کا معاملہ برابر سرابر ہے، اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کو [illegible] ہے اور دیر میں ختم ہوتا ہے۔ اور بیشک انہیں

بطیئ الغضب سریع الفیئ وشرھم سریع الغضب بطیئ الفیئ [1]

سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلدی ختم ہوجاتا ہے۔ اور بدترین وہ لوگ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے مگر دیر میں ختم ہوتا ہے۔

(نوٹ) اس حدیث شریف میں چوتھی قسم کا ذکر عبارت میں مذکور نہیں ہے لیکن عبارت سے مستنبط ہوتا ہے۔

غصہ کا علاج

جس شخص کو غصہ آتا ہے اس کو اپنے غصہ کا علاج ڈھونڈنا چاہئے۔ جب انسان میں غصہ آجاتا ہے تو عقل ٹھکانے پر نہیں رہتی، اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا ہے، اسلئے زبان سے غلط صحیح ہر طرح کی بات نکل جاتی ہے۔ اور کبھی ہاتھ سے بھی زیادتی ہوجاتی ہے، اسلئے غصہ آتے ہی فوراً آدمی کو چوکنا ہوجانا چاہئے، اور اس کو روکنے کا طریقہ اپنا لینا چاہئے۔ اس کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آرہا ہے یا تو فوراً اس کو ہٹادیا جائے، اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے اور دماغ میں یہ بات لے آئے کہ یہ شخص جس قدر میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ کا قصوروار ہوں۔ اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کردیں ایسا ہی مجھ کو بھی چاہئے کہ میں اس کا قصور معاف کردوں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تیز غصہ آجائے تو کئی بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ [2] پڑھ لیا کرے۔ اور یہ بھی ایک علاج ہے کہ پانی پی لے [3]، اور اگر ہوسکے تو وضو کرلے، اور اگر شکل بنجائے تو غسل کرلے۔ اسلئے کہ غصہ انسان کی تخلیق میں جن چار جزوں کو جمع کردیا گیا تھا ان میں سے جزء ناریہ یعنی آگ غالب آجاتی ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے قلب میں آگ کے انگارے کیطرح ایک چیز ہے جس کے اثرات غصہ کے وقت میں گردن کی شہ رگ اور پیشانی اور آنکھوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آگ کی صفت اُوپر کو جانا ہے، نیز آگ کی صفت حرارت ہے۔ لہٰذا دو چیزوں کے ذریعہ سے اس آگ کو بجھانے میں مدد مل سکتی ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۳ [2] بخاری شریف ۲/۹۰۳ حدیث ۵۸۷۷ [3] اختری بہشتی زیور ۷/۱۴

۳ پانی کے ذریعہ سے۔ یعنی پانی پی لے یا وضو کر لے یا غسل کر لے۔

۴ نیچے کو ہو جانے سے۔ اگر کھڑا تھا تو بیٹھ جائے۔ اگر بیٹھا تھا تو لیٹ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیٹنے سے بھی غصہ کم ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک کے اندر غصہ کے علاج کے لئے اس قسم کے الفاظ آئے ہیں:

الا وان الغضب جمرة فی قلب ابن آدم اما رأیتم الی حمرة عینیه و انتفاخ اوداجه فمن احس بشیئ من ذلك فلیلصق بالارض۔ الحدیث [۱]	اور آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک غصہ بنی آدم کے قلب میں آگ کی ایک چنگاری ہے کیا دیکھتے نہیں ہو غصہ والے آدمی کی آنکھوں کی سرخی اور اس کے رگوں کے پھولنے کو جب تم میں سے کوئی اس طرح کے غصہ کا احساس کرے تو فوراً زمین سے چمٹ جائے اس سے غصہ جاتا رہتا ہے۔

معاملات کے اعتبار سے انسان کی چار قسمیں

دنیا کے اندر انسانوں کے اچھے بُرے ہونے کا اصل مدار ان کے معاملات پر ہے۔ اگر کسی کے معاملات، لین دین اچھے ہیں تو دنیا میں ایسے لوگ سب سے اچھے اور بہترین انسان سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی اور جن کے معاملات خراب ہیں وہ چاہے اپنے طور پر کتنے ہی بڑے عبادت گذار اور تہجد گذار کیوں نہ ہوں معاشرہ میں ایسے لوگوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح معاملات اور لین دین کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱ وہ لوگ جن کے معاملات نہایت اچھے ہوتے ہیں، جب کسی سے قرض لینا ہو یا اُدھار معاملہ کرنا ہو تو نہایت اچھے انداز سے معاملہ کرتے ہیں۔ اور جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو وقت سے پہلے بہت اچھے انداز سے صاحب حق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کسی کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ ہر شخص پیش کش کر کے ایسے لوگوں سے معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضور اکرم

---

[۱] ترمذی شریف ۲ ۴۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے لوگوں کی بہت اچھی تحسین فرمائی ہے۔ کہ انسانوں میں یہ بہترین انسان ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو معاملہ کرتے وقت اچھے انداز اختیار نہیں کرتے ہیں۔ لیکن جب ادائیگی کا نمبر آتا ہے تو بہت اچھے انداز سے ادا کر دیتے ہیں، کسی قسم کی تاخیر اور ٹال مٹول نہیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا معاملہ برابر سرابر ہے۔ نہ قابلِ مذمّت ہے نہ ہی قابلِ تعریف۔

۳۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو معاملات کے وقت میں بھی بھونڈے انداز اختیار کرتے ہیں۔ اور جب ادائیگی کا نمبر آتا ہے تو اس وقت بھی ٹال مٹول اور پریشان کرتے ہیں۔ یہ لوگوں میں نہایت بدترین لوگ ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسانوں میں نہایت گھٹیا اور بدترین انسان ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جو معاملہ کرتے وقت نہایت اچھے انداز اختیار کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ شخص تو فرشتہ صفت ہے۔ اور جب ادائیگی کا نمبر آتا ہے تو سب سے بڑا مکار ثابت ہوتا ہے۔ اور لینے کے بعد راستہ بھی بھول جاتا ہے۔ دُعا سلام بھی ختم کر دیتا ہے۔ اور پچھلے تعلقات، آنا جانا سب منقطع ہو جاتے ہیں۔ ایسے بے وفا اور احسان فراموش لوگوں کی وجہ سے انسان کا معاشرہ سب سے زیادہ خراب ہوتا ہے۔ ایسے لوگ انسانوں کے درمیان معاشرہ اور ماحول میں بھی بدتر سمجھے جاتے ہیں۔ اور اللہ کے یہاں بھی بدترین ثابت ہوں گے۔ اگرچہ اپنے طور پر کتنے ہی عبادت گذار اور تہجّد گذار کیوں نہ ہوں۔ اس کو حدیث شریف کے اندر اس قسم کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔

الا وانّ منہم حسنُ القضاء حسنُ الطلب ومنہم سیّئُ القضاءِ حسنُ الطلب ومنہم حسنُ القضاء سیّئُ الطلب فتلك بتلك ـ الا وانّ منہم سیّئُ القضاءِ

آگاہ ہو جاؤ بیشک انسانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی ادائیگی اچھی ہے اور لین دین بھی اچھا ہے، اور کچھ لوگ تو وہ ہیں جنکی ادائیگی اچھی ہے لیکن لین دین اچھا نہیں ہے بھونڈا انداز ہے، تو ایسے لوگوں کا معاملہ برابر سرابر ہے۔ اور بیشک کچھ لوگ وہ ہیں جنکی ادائیگی

سَیّئُ الطلب اَلَا وخیرکم حسنُ القضاء وحسنُ الطلب اَلَا وشرکم سَیّئُ القضاء و سَیّئُ الطلب۔ [1]

نہایت خراب اور لین دین بھی نہایت خراب ہے، دونوں طرف بدمعاملگی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ انسان ہے جسکی ادائیگی اور لین دین اچھا ہے، اور بیشک لوگوں میں سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جنکی ادائیگی بھی خراب ہے اور لینے کے وقت کا معاملہ بھی خراب ہے۔

بَدمعَاملہ اور بَداخلاق عابد کا حشر اور امّت محمدیہ کا مفلِس

یہاں مزید افادہ کے لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ شاید اس سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ وہ ہیں جو خوب عبادت کرتے ہیں۔ تہجد پڑھتے ہیں۔ راتوں کو روتے ہیں۔ نوافل میں مصروف رہتے ہیں، اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ بہرحال اللہ کے مقرر کردہ تمام فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔ اور نفلی عبادات میں بھی ان کا بہت اونچا مقام ہے۔ لیکن ان کے معاملات نہایت خراب ہیں، اور اعزّا و اقرباء اور دوست واحباب کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ نہیں کرتے، اور نہایت بَدزبان اور بَداخلاق ہیں۔ بات بات پر گالی بکتے ہیں، اور دوسروں کے عیوب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں، حلال کمائی کی فکر نہیں کرتے ہیں، کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں، اور کسی پر ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے بڑے مفلس یہی لوگ ہوں گے۔ انہوں نے زندگی بھر عبادت کرکے جو نیکیاں حاصل کی ہیں وہ تمام نیکیاں دوسروں کو دیدینا پڑیں گی۔ جس کو گالی دی ہے، جس پر تہمت لگائی ہے جس کا مال کھایا ہے، اور جس کا مال لیکر دھوکہ دیا ہے، اور جسکو مارا ہے،

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۳

ان سب کو ان ظلموں کے عوض میں اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی۔ اور جب تمام نیکیاں ختم ہو جائینگی تو ان لوگوں کی برائیاں اور گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔ آخر کار اس کی نیکیوں کو لیکر دوسرے لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور یہ شخص دوسروں کی برائیاں اور گناہوں کو لیکر جہنم میں جائیگا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے بڑے مفلس ایسے ہی لوگ ہوں گے جو بالکل خالی ہاتھ ہوں گے۔ اس کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

عن ابی هریرةؓ انّ رسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وسلّم قال: اَتَدْرُوْنَ مَنِ المفلس؟ قالوا المفلِسُ فینا یا رَسُولَ اللہِ مَنْ لا دِرْهَمَ لهٗ ولامتاع، قالَ علیهِ السّلام المفلِسُ من اُمّتِی مَنْ یَاتِی یومَ القیامَةِ بصَلٰوةٍ وصیَامٍ وزکٰوةٍ ویَاتِی قد شَتَمَ هٰذا واکلَ مَالَ هٰذا وسفكَ دمَ هٰذا وضربَ هٰذا فیقعد فیقتصّ هٰذا من حَسَناتِه وهٰذا من حَسَناتِه فان فنیت حَسَناتُهٗ قبل ان یقتصّ ما علیه من الخَطَایا اخذ مِنْ خَطَایَاهُمْ فطُرِحَ علیه ثم طُرِحَ فی النَّار۔ [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے کہ جسکے پاس روپیہ پیسہ نہو اور ساز وسامان نہو تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نمازوں کی عبادت، روزوں کی عبادت، زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کی عبادتوں کے ساتھ اللہ کے دربار میں پیش ہوگا۔ اور حال یہ ہے کہ اس نے اس کو گالی دی ہے اور اسپر تہمت لگائی ہے اور اسکا مال کھایا ہے اور اسکا خون بہایا ہے۔ اور اسکو مارا ہے تو اس کو بٹھا کر اسکی نیکیوں میں سے اس کو بدلہ دلایا جائیگا ہوتے ہوتے جب تمام لوگوں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کے گناہ لیکر اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۶۷۔

دنیا میں بدمعاملہ شخص کی ذلت

دنیا کے ماحول اور معاشرہ کے اندر ایسے شخص کی کوئی حیثیت اور کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے جس کا معاملہ درست نہو۔ لوگوں سے قرض لیکر نہیں دیتا ہے۔ اُدھار لیکر ٹال مٹول کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے۔ یہ دنیا کے اندر سب سے بڑا بیوقوف اور ناسمجھ آدمی ہے۔ اس لئے کہ جب کسی سے ایک دفعہ اُدھار لیکر ٹال مٹول یا قرض لیکر ادائیگی میں ٹال مٹول کریگا تو اس کو دوبارہ کبھی قرض اور اُدھار نہیں دیا جائیگا۔ آہستہ آہستہ وہ بدمعاملگی میں معاشرہ کے اندر معروف ومشہور ہوجائیگا۔ ایک زمانہ ایسا آجاتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی شخص معاملہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ چاہے اس کے گھر میں فاقہ ہوجائے۔ قومی ہمدردی کی بنا پر اگر کسی کو کچھ دینا ہوگا تو دیدیگا لیکن کوئی شخص اس کو قرض نہیں دیگا۔ وہ مارا مارا پھرتا رہیگا اور معاشرہ کے اندر ذلیل وخوار بن کر رہ جائیگا۔ اور شریعت کا یہ حکم ہے کہ اتنا قرضہ لینا جائز نہیں جتنا وقت کے اندر اندر ادا کرنے کی قدرت نہ ہو۔

دنیا میں اچھا معاملہ کرنے والوں کی عزت

اور دنیا میں ایسے شخص کا اعزاز واکرام ہوتا ہے جو کسی سے اُدھار لیکر وقت سے پہلے ادا کردیتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ معاشرہ میں اس کی دیانت داری اور نیک معاملگی مشہور ہوجاتی ہے۔ آخر کار ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ معاشرہ اور ماحول میں ہر شخص کو اسکے اوپر اعتماد ہوجاتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کو قرضہ دینے کے لئے پیش کش کرتے ہیں۔ یہ دنیا کے اندر سب سے بڑا عقلمند اور دانشمند اور ہوشیار آدمی ہے۔ اس کو آئندہ کا بھی فکر ہوتا ہے۔ دنیا میں معاملہ ایک مرتبہ نہیں ہوتا بلکہ بار بار کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا واقعہ ہے کہ ان کے یہاں ایک ایک وقت میں بعض دفعہ کئی کئی ہزار آدمی مہمان ہوتے تھے، خاص طور پر رمضان میں تو مہمانوں کی عجیب غریب بھیڑ ہوتی تھی۔ اور غیر رمضان میں بھی دونوں وقت سینکڑوں کی تعداد میں ان کے یہاں مہمان

ہوا کرتے تھے۔ چلتا پھرتا آدمی بھی کھانا کھانے کے لئے شیخ کے یہاں پہونچ جاتا تھا۔ کسی نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس دستِ غیب ہے۔ بظاہر نہ کوئی ایسا کاروبار ہے اور نہ ہی ایسی بڑی جائیداد ہے، آخر یہ پیسہ کہاں سے آتا ہے، تو حضرت شیخ نے جواب دیا کہ میرے پاس دو دستِ غیب ہیں :

۱؎ ایک دستِ غیب تو یہ ہے کہ جب میرے پاس پیسہ ختم ہو جاتا ہے تو میں کسی سے متعین وقت تک کے لئے قرض لیتا ہوں، اور وقت آنے سے پہلے پہلے دوسرے سے لیکر کے اس کا قرضہ ادا کر دیتا ہوں اور دوسرے کا وقت آنے سے پہلے تیسرے سے لیکر ادا کر دیتا ہوں۔ تو اس طریقہ سے میرے قرض کا سلسلہ لوگوں کے درمیان گھومتا رہتا ہے۔ کسی کو مجھ سے تکلیف نہیں ہوتی، وعدہ سے پہلے میں ادا کر دیا کرتا ہوں۔ اور آج یہ صورتِ حال ہے کہ ہر شخص مجھے قرض دینے کے لئے پیشکش کرتا ہے مگر میں ہر شخص سے لیتا بھی نہیں۔ میں تو چند افراد سے اپنا معاملہ رکھتا ہوں۔

۲؎ دوسرا دستِ غیب یہ ہے کہ میں خرچ کرتے وقت گنتا نہیں اور خرچ کرتا رہتا ہوں، جب بالکل ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا انتظام کرتا ہوں، اور ہر وقت اللہ سے دعا بھی کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیبی خزانہ سے پورا کرتا رہے۔

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہوشیار اور عقلمند بن جائیں اور اپنے معاملات کو درست فرمالیں۔ کہ اگر کسی نے پچھلی زندگی میں اپنا معاملہ خراب کر رکھا ہے تو وہ فوری طور پر دوسروں کے حقوق ادا کر دے۔ اور پچھلی زندگی میں اپنے کئے ہوئے پر نادم ہوکر توبہ کرلے۔

تخلیقِ انسانی کا دوسرا مرحلہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے وجود کے لئے نظامِ قدرت کے تحت سات مراحل متعین فرمائے ہیں۔ ۱؎ حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ سے ارشاد فرمایا۔

۲۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے بعد دوسرے تمام انسانوں کو انسانوں سے پیدا فرمایا۔ حضرت حوّا کو حضرت آدم علیہ السّلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو حضرت مریم علیہا السّلام سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ اس کے علاوہ بقیہ تمام انسانوں کو ماں باپ دونوں کے ذریعہ سے پیدا فرمایا۔ اور اس پیدائش کے اندر اللہ تعالیٰ نے نظامِ قدرت کا ایک بہترین سلسلہ انسانوں کے سامنے پیش فرمایا کہ مرد کے صلب سے نطفہ کی شکل میں رحمِ مادر میں منتقل فرماکر محفوظ فرمایا۔ اور رحمِ مادر میں اس نطفے کی پرورش کا سلسلہ شروع فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ سے ارشاد فرمایا۔

۳۔ اس نطفہ کو چالیس دن تک رحمِ مادر میں پرورش فرماکر خون بستہ کی شکل دیدی جس کو اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً سے ارشاد فرمایا۔

۴۔ پھر اس خون بستہ کو چالیس دن تک پرورش فرماکر گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں منتقل کردیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً سے ارشاد فرمایا۔

۵۔ پھر اس خون کے لوتھڑے کو اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک پرورش فرماکر ہڈی کی شکل دیدی جس کو اللہ تعالیٰ نے فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا سے ارشاد فرمایا ہے۔

۶۔ پھر اس ہڈی کو چالیس دن تک پرورش فرماکر اسکے اُوپر گوشت کا لباس پہنایا جس کو اللہ تعالیٰ نے فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا سے ارشاد فرمایا ہے۔

۷۔ پھر اس ہڈی کو گوشت کی پرورش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس میں جان ڈال دی۔ اور ایک بہترین خوبصورت انداز سے نئی مخلوق تیار فرمائی جو انسانوں کی صورت میں دنیا کے اندر موجود ہے۔ [۱]

انسان چاند سے زیادہ خوبصورت مخلوق ہے

اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوق پیدا فرمائی ہے ان میں سب سے زیادہ

---

[۱] سورۂ مؤمنون آیت ۱۱ تا ۱۴ —

خوبصورت انسان ہی کو پیدا فرمایا، اس کی بناوٹ اور اس کا حسن وجمال عجیب وغریب کشش کا باعث ہے۔ قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ڈھانچے میں پیدا کیا ہے۔ امام قرطبیؒ نے اس پر ایک واقعہ لکھا ہے، کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتے تھے، ایک دن انہوں نے بیوی سے محبت میں یہ کہہ دیا کہ تم بہت خوبصورت ہو، اگر تم چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو تو تمہیں تین طلاق ہیں۔ اس وقت انہوں نے اپنے جذبہ میں کہہ تو دیا لیکن بعد میں احساس ہوا کہ میں نے غلط کہا، کیونکہ میری بیوی تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی۔ اور اُدھر بیوی شوہر سے الگ ہو کر پردہ میں بیٹھ گئی۔ اب وہ اس زمانہ کے علماء کے پاس جا جا کر مسئلہ معلوم کرنے لگے۔ جس سے بھی پوچھا اس نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمہاری بیوی پر طلاق پڑ گئی۔ بیوی سے چونکہ بہت محبت تھی اسلئے مارے مارے پھرنے لگے۔ آخر کار امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو حضرت امام صاحب کے شاگرد نے جواب دیا کہ آپ کی بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ جاؤ ساتھ رہو۔ جب یہ جواب ملا تو ان کی جان میں جان آگئی، اور انہوں نے ان علماء سے بیان کیا جنہوں نے طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اب ان سب علماء نے امام صاحب کے ان شاگرد کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے کیسے بتایا ہے کہ اس کی بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ تو اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بھائی میں نہیں کہتا کہ اس کی بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے، سورۂ والتین پڑھ کر دیکھو، اس میں تمہیں ملے گا کہ اس کی بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ [1] ہم نے تمام مخلوق میں سے انسان کو سب سے زیادہ خوبصورت ڈھانچے میں پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی خوبصورتی کا اعزاز صرف انسان کو بخشا ہے۔ کسی اور مخلوق کو اتنا بڑا اعزاز نہیں دیا ہے۔ چاند بھی

---

[1] تفسیر قرطبی ۲۰/۷۷، سورۂ والتین آیت ۴ —

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس کے بارے میں کہیں بھی اللہ نے ارشاد نہیں فرمایا کہ وہ انسان سے زیادہ خوبصورت ہے۔ لہٰذا اس کی بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اسلئے طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد کا یہ استدلال سُنکر ان علماء کی آنکھیں کھُل گئیں۔ تو میرے بھائیو اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے وہاں اللہ نے انسان کو دنیا کا خلیفہ اور نائب بھی بنایا ہے۔ اور جیسے دنیا کا خلیفہ و نائب بنایا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر انسان کو اعلیٰ درجہ کی خوبصورتی کا اعزاز بھی دیا ہے۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو نظامِ حکومت کے ذریعہ سرفرازی عطا فرمائی ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام مخلوق کو انسان کے تابع اور فرماں بَردار بنایا ہے۔ ہم نے ماقبل میں حدیث ترمذی وَاِنَّ اللّٰہَ مستخلفکم فیہا کے تحت یہ مضمون بیان کر دیا ہے۔

شیخ سعدیؒ کا ارشاد

انسان کو منی کے ایک ناپاک نطفے سے پیدا فرمایا۔ جب تک یہ نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے اس وقت تک انسان اس سے کتنی گھن اور نفرت کرتا ہے۔ مگر یہی ناپاک نطفہ جب نظامِ قدرت کے مَراحل طے کرنیکے بعد ایک خوبصورت شکل میں انسان بن جاتا ہے، تو اس کے ساتھ گھن اور نفرت کے معاملہ کے بجائے اُسے چومتا ہے، پیار کرتا ہے۔ سینے سے لگاتا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب اور پیارا بن جاتا ہے۔ یہ خدا کی شانِ قدرت ہے ـــ شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں قدرت کی اس نشانی کو ایک خوبصورت تشبیہ دیکر فرمایا ہے۔

؎ ازاں قطرۂ لولوی لالہ کند ؛ وزیں صورت سروبالا کند

انہیں ناپاک نطفوں اور قطروں سے اللہ تعالیٰ لعل اور موتی کی طرح خوبصورت انسان پیدا کرتا ہے، اور انہیں ناپاک قطروں کے انسان کو خوبصورتی اور سربلندی کے مناروں پر پہونچا دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی ذہانت

امام قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے

کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شبِ قدر کی تعیین پر صحابہؓ میں مذاکرہ ہوا۔ اکابر صحابہ سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ بتلاؤ شبِ قدر کس تاریخ میں ہوتی ہے۔ سب نے اللہ اعلم کہہ کر لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس مجلس میں سب سے چھوٹے حضرت ابن عباسؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں، تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا کہ اے امیرالمؤمنین اللہ نے آسمان سات پیدا کیے اور زمینیں سات پیدا کیں۔ اور انسان کی تخلیق بھی سات درجوں میں فرمائی، اور انسان کی غذا بھی سات چیزیں بنائیں، لہٰذا میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں شب ہوگی۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ عجیب استدلال سُن کر پورے مجمع سے فرمایا کہ آپ لوگوں سے وہ بات نہ ہوسکی جو اس لڑکے نے کی ہے جس کے سَر کے بال بھی ابھی مکمل نہیں ہوتے۔

تخلیق انسان کے سات درجات وہ ہیں جو ہم نے ابھی ماقبل میں سورۂ مؤمنون کی آیت ۱۱ تا ۱۴ کے ذیل میں بیان کیے ہیں۔ اور انسان کی سات غذائیں سورۂ عبس آیت ۲۷ تا ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَاَنۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضۡبًا وَّزَيۡتُوۡنًا وَّنَخۡلًا وَّحَدَآئِقَ غُلۡبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔ [۱]

ہم نے انسان اور جانوروں کے لیے سات قسم کی غذائیں پیدا کی ہیں ۱ اناج ۲ انگور ۳ ترکاری ۴ زیتون ۵ کھجور۔ ۶ گنجان باغ اور ان کے پھل ۷ گھاس اور سبزیاں۔

انسان کو قبیلہ قبیلہ اور الگ الگ برادری میں پیدا کرنے میں خدا کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن کن مراحل اور کس کس دَور سے گذار کر وجود بخشا ہے۔ یہ آپ نے سُن لیا ہے۔ اب یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو الگ الگ قبیلہ اور الگ الگ خاندان اور الگ الگ برادری میں کیوں پیدا فرمایا، اور اس میں کیا راز ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ برادری کے اعتبار سے انسان کی شرافت و بلندی یا ان کی رذالت

---

[۱] تفسیر قرطبی ۱۲/۷۵ ـ (نوٹ) یہاں سات غذاؤں سے وہ غذا مُراد ہیں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔

کا مدار ہے۔ یہ نہایت غلط عقیدہ ہے۔ شرافت ورذالت کا سارا مدار تقویٰ و طہارت پر ہے۔ اگر کوئی قبیلہ انسان کے عرف اور ماحول ومعاشرہ میں بلند اور فائق سمجھا جاتا ہے۔ اور خاندانی اور نسبی برتری کی وجہ سے اس خاندان کے لوگوں کو خوش فہمی اور فخر ہے۔ اللہ کے یہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اسی طرح کوئی دوسرا قبیلہ معاشرہ اور عرف اور ماحول میں کمزور یا نیچا سمجھا جاتا ہے تو یہ صرف ماحول اور معاشرہ کے اعتبار سے انسان کی غلطی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ ایسے قبیلہ کے لوگ اللہ کے نزدیک ان قبیلہ کے لوگوں کے مقابلہ میں نہایت بلند اور برتر اور مقبولِ بارگاہ ہوتے ہیں۔ جن قبائل کے لوگ اپنے آپ کو خاندانی اور برادری کے اعتبار سے بلند و برتر سمجھتے ہیں — اس لئے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق بلندی اور برتری کا سارا مدار تقویٰ پر ہے۔ جس شخص نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا چاہے وہ کسی بھی قبیلہ کا ہو، اللہ کے نزدیک وہی سب سے زیادہ مقرب اور بلند و بالاتر اور مقبولِ بارگاہ ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو عرف، ماحول اور معاشرہ میں بلند و برتر سمجھا جاتا ہے، اور خود اس کو اپنی خاندانی بہتری کا احساس بھی ہے، لیکن تقویٰ وطہارت اور عملی کردار کی وجہ سے ظاہری حلیہ اور صورت وشکل کے اعتبار سے بالکل کورا ہے، اس کا عمل سنت کے خلاف اور تقویٰ وطہارت کا اسکو پاس و لحاظ بھی نہیں، اور اس کی ظاہری صورت اور حلیہ بھی سنتِ رسول علیہ السلام کے خلاف ہے۔ اس کی زندگی نے پیغمبر کی سنت کو مٹا رکھا ہے۔ باہر سے آنے والا اجنبی شخص اچانک دیکھنے کے بعد تردد میں پڑجاتا ہے کہ یہ شخص مسلمان بھی ہے یا نہیں ہے۔ اس کی زندگی کا حال تو یہی ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو دوسرے قبیلہ کے لوگوں کے مقابلہ میں بلند و برتر سمجھتا ہے تو اس سے بڑا احمق دنیا میں کون ہوسکتا ہے؟ اس کی خوش فہمی نے اسے اللہ کے نزدیک نہایت رذیل وخسیس اور گھٹیا بنا رکھا ہے۔ اس کو اپنی بھی خبر نہیں — حدیث پاک میں آیا ہے:

من بطأ به عملهٗ لم يسرع به نسبهٗ [1] — حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمل کے اعتبار سے پیچھے رہ جاتا ہے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

[1] ترمذی شریف ۲/۱۲۳ ابواب القراءت

اللہ کے یہاں بلندی وعزّت وشرف کا مدار تقویٰ پر

اس دنیا کے اندر کسی کے نسب نے اس کو اللہ کے نزدیک مقبولِ بارگاہ نہیں بنایا۔ اور پیغمبر زادگی بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی۔ اگر عمل صحیح ہوتا ہے تو سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر عمل درست نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو پیغمبر کا بیٹا ہونے کا کوئی شرف حاصل نہیں ہوا۔ اسلئے کہ عمل درست نہیں تھا۔ سعدیؒ نے لکھا ہے

چوں کنعاں راطبیعت بے ہنر بود ؛ پیغمبر زادگی قدرش نیفزود

جب کنعان کی عادت اور عمل خراب ہوا تو پیغمبر کا بیٹا ہونے کے باوجود اللہ کے یہاں اس کی عزّت اور قدر نہیں ہو سکی۔ تو قبیلہ قبیلہ پیدا کرنے کا مقصد اپنے خاندان کے لوگوں کو پہچان کر ان کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کو آسان کرنا ہے۔ اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس اعتراض کا جواب دیا ہے، اور فرمایا کہ سب سے بلند وبرتر لوگوں کے درمیان وہ انسان ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ہو، چاہے وہ حسب نسب کے اعتبار سے کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو یا نومسلم ہو، ایسے لوگ مقبولِ بارگاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات کے اندر ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ؕ الآية[ا]	اے انسانوں ہم نے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمکو جماعت وقبیلہ کے اعتبار سے الگ الگ بنایا ہے تاکہ تم آپس میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور خبر رکھتا ہے۔

صلہ رحمی کی برکت

اور حدیث پاک کے اندر حضورؐ کا ارشاد موجود ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے نسبِ خاندان کا علم رکھا کرو تاکہ اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی

[ا] سورۂ حجرات آیت ۱۳ ۔

کرسکو۔ اور صلہ رحمی خونی رشتہ داروں اور عزیز واقارب کے ساتھ ہمدردی کرنے کا نام ہے۔
اور صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین قسم کی بشارتوں کا اعلان ہے۔
۱: صلہ رحمی کرنے سے گھر والوں اور خاندان میں محبت پیدا ہوتی ہے۔
۲: صلہ رحمی کرنے اور ہمدردی کرنے سے مال و دولت میں برکت ہوتی ہے۔
۳: صلہ رحمی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے — حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی علیه السلام قال تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثراة فی المال منسأة فی الاثر۔ الحدیث [1]

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اپنے نسب و خاندان کے لوگوں کی اس طرح پہچان رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرسکو۔ بیشک صلہ رحمی سے خاندان میں محبت بڑھتی ہے، اور مال میں برکت ہوتی ہے، اور عمر میں بھی برکت ہوتی ہے کہ اس سے عمر لمبی ہوتی ہے۔

برادرانہ تعصب اور حسب ونسب کی برتری

جو لوگ خاندانی شرافت اور حسب نسب کی برتری پر فخر کرتے ہیں، اور اپنے خاندان اور حسب و نسب کو اونچا ثابت کرکے ماحول اور معاشرہ میں دوسرے قبائل پر اپنی برتری ظاہر کرتے ہیں۔ اور ایسی شکلیں اختیار کرتے ہیں کہ ہم جو بھی کرلیں اللہ کے یہاں ہماری دار و گیر نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیں خاندانی برتری حاصل ہے۔ اور دوسرے قبائل کے لوگوں کو حقیر، ذلیل، گھٹیا اور نیچا سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی خوش فہمی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہی خوش فہمی ان کو جہنم کا ایندھن بنادے۔ بہت ممکن ہے کہ میری اس گفتگو پر بعض ایسے افراد اعتراض اور نکتہ چینی کریں جو اپنے بارے میں خاندانی برتری اور عزت و شرافت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ ایسے بھائیوں سے میری گذارش ہے کہ یہ ناچیز و خاکسار و خاکستر بھی حسب و نسب کے اعتبار سے ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے

---

[1] ترمذی شریف ۲/۱۹ ۔

جو معاشرہ اور ماحول میں اونچے سمجھے جاتے ہیں۔

خاندانی حسب و نسب اور اُونچ نیچ کا جھگڑا زمانۂ جاہلیت میں بہت زور پر رہا ہے۔ خاص طور پر قریش کے لوگ دوسرے قبائل کے مقابلہ میں اپنے کو عزّت و شرف کے اعتبار سے بلند و برتر سمجھتے تھے اور فخریہ اشعار بھی پڑھتے تھے، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن صحابہؓ کے سامنے ایک وعظ فرمایا، اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب اللہ تعالےٰ نے تمہارے اندر سے جاہلیت کے تعصب اور خاندانی اور قبائلی برتری کو ختم کر دیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں میں مساوات اور برابری قائم کردی ہے۔ اب صرف عمل کی چھوٹائی بڑائی کی تقسیم ہے۔ باقی تمام تقسیمیں مٹ گئی ہیں۔ اللہ کے یہاں کل انسان دو قسموں پر ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں، نبی کی سنت کو اپنی زندگی میں داخل کر لیا ہے۔ خاندانی عزّت و شرافت ان کے نزدیک کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ تقویٰ ہی سب کچھ ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے یہاں عزّت و شرف کے مناروں پر ہوں گے۔

۲۔ وہ لوگ جنہوں نے فسق و فجور کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اللہ اور رسُول کی نافرمانی ان کے اعمال اور ان کی زندگی سے ظاہر ہوتی ہے، ایسے لوگ اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے بدبختی کا نتیجہ بھگتیں گے۔ چاہے حسب و نسب کے اعتبار سے کیسے ہی اُونچے قبائل سے تعلق رکھتے ہوں۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد ہیں، اور حضرت آدم علیہ السّلام کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ اور جو انسان مٹی سے پیدا ہوئے ہیں ان کو آخر کار مٹی ہی بننا ہے۔ غرور و فخر سے کیا حاصل ہوگا۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عمرؓ انَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خطبَ يوم فتح مَكّة فقال يَا ايُّهَا النَّاسُ انَّ اللهَ قد اذهبَ عنكم

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وعظ فرمایا اس میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جاہلیت کے قومی غرور و تعصب کو تمہارے اندر سے دُور کر دیا ہے اور

عُبیۃ الجاھلیۃ وتعاظمھا بآبائھا فالناس رجلان رجلٌ برٌّ تقی کریمٌ علی اللہ ورجلٌ فاجرٌ شقیٌ ھینٌ علی اللہ، والناسُ بنوآدمَ وخلق اللہ آدمَ من تراب قال اللہ یآایھا الناسُ إنّا خلقنٰکم من ذکرٍ وّ اُنثٰی وجعلنٰکم شعوباً وّ قبائل لتعارفوا إنّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم إنّ اللہ علیمٌ خبیرٌ

زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے کے باپ دادا پر برتری اور فخر کو مٹا دیا ہے۔ اب لوگ دو قسم کے ہیں ۱۔ وہ جو نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اللہ کے نزدیک محترم و معزز ہیں ۲۔ بدکار ظالم بدبخت ہیں جو اللہ کے نزدیک نہایت معمولی اور ہیچ ہیں۔ اور انسان سب حضرت آدم کی اولاد ہیں، اور اللہ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے انسانوں ہم نے تمکو ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو جماعت اور قبیلہ کے اعتبار سے الگ الگ بنایا ہے، تاکہ تم اپنے قبیلے کے لوگوں کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ مکرم اور محترم وہ ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور خبر رکھتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا ارشاد

اب یہاں نسبی بلندی اور فخر و مباہات کی اسلام میں کیا حقیقت ہے۔ اس کے متعلق حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خود کی لکھی ہوئی کتاب "نقش حیات" کی عبارات بلفظہٖ نقل کر دینا امت کیلئے فائدہ سے خالی نہیں۔ حضرت مدنیؒ نقش حیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت امام زین العابدینؒ کی والدہ ماجدہ حضرت شہربانوؒ شاہان فارس کی اولاد میں سے تھیں جو اسیر ہو کر آئی تھیں۔ سادات حسینیہ سب انہی کی اولاد ہیں۔ اسی طرح اور ائمہ سادات میں بھی یہی باتیں پائی جاتی ہیں۔ شیوخ صدیقیہ اور فاروقیہ وغیرہ میں بھی یہ بات ملتی ہے۔ خود حضرت اسماعیلؑ جن سے تمام سلاسل عربیہ کا انتساب ہے، حضرت ہاجرہ کے بطن سے ہیں۔ جن کے متعلق مشہور یہی ہے

---

۵ ترمذی ۲/۱۶۲ ـ

کہ وہ باندی تھیں۔ شرفاء اور سادات مجاز جن کو اپنے نسب پر بڑائی اور غرور ہمیشہ رہا ہے۔ اور شاہان ترک ان کا بیحد احترام کرتے ہیں۔ ان میں بہت سے نفوس باندیوں کے بطن سے ہیں۔ یہ چیز ہندوستانی شرفاء کی غلط ہے۔ اور غالباً ہندوؤں کے پڑوس سے پیدا ہوئی ہے۔ ہندوستان میں جو مسلمان باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ عموماً عورتیں باہر سے اپنے ساتھ نہیں لائے۔ یہاں ہی نکاح یا ملک یمین کے ذریعہ سے سلسلۂ تناسل جاری کیا۔ پھر بعد میں ایسے تقییدات کہاں تک صحیح کہے جا سکتے ہیں۔ قدیمی زمانہ سے ہماری ان سادات اور شیوخ میں بھی رشتہ داری چلی آتی ہے جو کہ شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ اور یہ مرض اودھ کی شیعی حکومت کی وجہ سے تمام یوپی اور بالخصوص اودھ میں بہت پھیلا۔ اور اگر اس زمانہ میں چند اکابر اولیاء اللہ خاندان میں نہ ہوتے تو غالباً ہمارا خاندان بھی اس لعنت سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ تاہم آخر میں بغیر اس کے چارہ نہ ہو سکا کہ نانا حسن علی شاہ صاحب مرحوم نے جو کہ اپنے زمانہ میں تمام خاندانی جائیداد کے متولی اور متصرف تھے ایک امام باڑہ بنا دیا اور چھ محرم کی شب کو مہندی نکالنا اور بڑے تزک و احتشام سے تمام شہر میں روشنی اور باجوں کے ساتھ گشت کرانا جاری کر دیا جس کا بقیہ اب تک چلا آرہا ہے۔ نیز خاندان کے ہر گھرانہ میں تعزیہ رکھنا جاری ہوا جو کہ ہمارے بچپن تک چلتا رہا۔ الحمدللہ آہستہ آہستہ یہ مصیبت تمام خاندان سے اٹھ گئی، مگر مہندی کی لعنت اب تک مرتفع نہ ہوئی۔ نیز شیعوں سے رشتہ داری بھی تقریباً بند ہو گئی۔ اگرچہ قدرے قلیل اب بھی باقی ہے۔ نسبی تفاخر اور غرور یقیناً نہایت قبیح مرض ہے۔ جس کے ازالہ کے لئے اسلام نے نہایت جدوجہد کی ہے۔ بارگاہ خداوندی میں عملی جدوجہد کی ہی پوچھ تاچھ ہے۔ نسب بغیر عمل صالح اور بغیر اخلاق کاملہ اور عقائد صادقہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

اسلام کے نصب العین میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جو سربلندی اور رفعت حاصل ہوئی، ابولہب اور ابوجہل، امیہ اور ولید کے انساب عالیہ نے اس کا کروڑواں حصہ بھی حاصل نہ ہونے دیا۔ ان سرداران قریش کے غرور نے ان کو دوزخ کا کندہ بنا کر چھوڑا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باوجود بعد نسبی اپنے اخلاص اور سچی قربانیوں کی بنا پر خلیفہ اول اور صدیق اکبر

بنکر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مگر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو باوجود قرب نسبی یہ شرافت حاصل نہ ہوسکی۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

افسوس کہ مسلمانانِ ہند میں اب تک یہ جھوٹا غرور اور غلط گھمنڈ چلا آتا ہے جس کو اذہان و قلوب سے بالکل ہی نکل جانا چاہئے تھا۔ (نقش حیات ۱/۱۷ تا صـ۱۸۔)

حضرت سیدالعارفین سید احمد شہیدؒ کا ارشاد شیخ الاسلامؒ کے قلم سے

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز نے نقش حیات کے اندر برادری اونچ نیچ سے متعلق حضرت قطب العارفین سید احمد شہیدؒ کا ارشاد اپنے قلم سے نقل فرمایا ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اس فارسی عبارت کو اردو ترجمہ کے ساتھ نقل کردینا امت کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ جو حسب ذیل ہے۔

از جملہ بقایائے رسوم جاہلیت کہ دریں امت مرحومہ کمال انتشار و غایت شہرت یافتہ و ارباب خاندان عالی مثل سادات و پیرزادہ ہا دراں گرفتار اند۔ افتخار بمکارم آبار و مناقب اجداد است، و اعتماد بر شفاعت ایشاں حتی کہ بسبب ہمیں افتخار و اعتماد و تواضع و انکسار را کہ شعار اہل اسلام است، و تقوٰی و صلاح را کہ افضل مناقب اہل ایمان است نسیاً منسیاً ساختہ و بجائے آں تکبر و تبختر و جرأت بر اظہار بدعت و ارتکاب منکرات حاصل نمود۔

جاہلیت کی رسومات میں سے منجملہ ان رسومات کے جو امت محمدیہ میں مکمل طور پر پھیلی اور انتہائی شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں، جنکے اندر اونچے اونچے خاندان مثلاً سادات اور پیرزادے گرفتار اور مبتلا ہیں۔ آبار و اجداد کے اخلاق و شرافت پر فخر کرنا اور انکی شفاعت پر بھروسہ کرلینا کہ جسکے سبب ان تمام چیزوں کو چھوڑنا اور بھلا دینا جو اہل اسلام کے شعائر اور اہل ایمان کے بہترین مناقب میں سے ہیں مثلاً تواضع وانکساری، تقوٰی و طہارت، عفت و پاکدامنی وغیرہ ان چیزوں کو گلے سے لگانے کے بجائے فخر و تکبر کرتے ہیں اور بدعات کے اظہار پر دلیری سے کام لیتے ہیں۔ منکرات و معاصی کا کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں۔

وکلام اللہ وکلامِ رسولؐ را پس پشت خود انداختہ اند۔ (نقش حیات ۱/۱۸)	نیز کلام اللہ اور فرمانِ رسولؐ کو بے اعتنائی کے ساتھ پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت سید صاحبؒ باوجودیکہ سادات میں سے ہیں۔ بہت بڑے پیرزادے ہیں، اور تکیہ رائے بریلی کے مشہور و معروف خاندان سے وابستہ ہیں۔ ان کے اسلاف میں سے بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ مگر مذکورہ بالا الفاظ میں کس مؤثر پیرائے میں اس نسبی تفاخر کی شناعت بیان کرتے ہیں۔ سخت ضرورت ہے کہ اس خیالِ خام کو دماغ سے نکال دیا جائے، اور اپنے اعمال و اخلاق و عقائد کو درست کیا جائے، تاکہ کمالات اور قربِ خداوندی کی وہ بے بہا نعمتیں حاصل ہوں جن سے نہ صرف نجات ہو سکے، بلکہ تمام خاندان کے لئے دینی و دنیوی عزت و افتخار کی شرافت ملے، اور پروردگارِ عالم اپنی رضا و خوشنودی سے نوازے۔

نسبوں پر فخر کرنے والے نہ صرف عملی میدان میں کسلمند اور لنگڑے ہوتے ہیں بلکہ ان کے اخلاق و عقائد بھی بگڑ جاتے ہیں۔ جہالت اور بے کمالی کا بھوت، دُنیا پرستی اور نفس پروری کا شیطان ان پر سوار ہو جاتا ہے۔ بیہودہ اور غلط اوہام کے اس قدر متوالے ہو جاتے ہیں کہ تمام مسلمانوں حتیٰ کہ اہلِ علم و تقویٰ کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، ناشائستہ کلمات اور رنج دہ افعال و معاملات سے دوسروں کا سامنا کرتے ہیں۔ جو لوگ نسبی حیثیت سے کچھ کم یا گرے ہوئے ہوتے ہیں، خواہ کتنے ہی متقی عالم اور پرہیزگار ہوں ان کی توہین و تذلیل میں انتہائی دلیری عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر اسلامی تعلیمات اور اسلافِ کرام کے طریقوں سے بالکل خلاف ہے۔ احادیث میں مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تحقیر کرنے سے سخت منع کیا گیا ہے، اور اسکی عظمت و ہمدردی پر زوردار حکم وارد ہوا ہے۔ (نقش حیات ۱/۱۹)

برادری اور نسب پر فخر کرنے والوں کی بدنصیبی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں کو اپنے خاندانی حسب و نسب کی برتری بیان کرنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ اور آپس میں دوسرے قبائل کی حقارت اور اپنے باپ دادا کی برتری بیان کرتے رہتے ہیں، اور ان کو اسکا خیال نہیں ہوتا ہے کہ انکے باپ دادا اور وہ جہنم کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو ایک مثال دیکر بتلایا کہ گوبر کی گندگی اور نجاست میں ایک قسم کے کیڑے ہوتے ہیں، اور وہ کیڑے گوبر اور گندگی کھاتے ہیں۔ گوبر اور گندگی کھاتے وقت ان کیڑوں کی ناک میں غلاظت لگ جاتی ہے پھر وہ کیڑے اس غلاظت کو اپنی ٹانگوں اور پنجوں سے جھاڑتے ہیں تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوبر کے کیڑے جو غلاظت اپنی ناک سے جھاڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک باپ دادا پر فخر کرنے والوں کی حیثیت گوبر کے کیڑے کی ناک میں جو غلاظت ہے اس سے بھی گھٹیا اور بدتر ہے۔ اب جو لوگ ایسے باپ دادا کے ذریعہ سے نسبی برتری اور خاندانی بلندی بیان کرتے ہیں، ان کی نادانی اور بیوقوفی کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے کہ کتنی بیوقوفی کی بات ہے، بلکہ اللہ کے نزدیک تو سب سے باعزت اور محترم وہی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ہے، چاہے کسی بھی خاندان کا ہو۔ آخر سب ہی حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں ۔ اس لئے غور و فکر کرنے کی بات ہے۔ بجائے ان لغو بات میں پڑنے کے ہر شخص کو اپنی آخرت کا فکر کرنا چاہئے۔ ان فضول اور لغو باتوں میں پڑکر اپنے اعمال کو برباد نہ کریں۔

حدیث شریف ان الفاظ سے مروی ہے:

عن ابی هُرَيرةَ عن النبی صلی الله عليه وَسلم قال ليَنتهين اقوام يفتخرون بآبائهم الذين ماتوا انما هم فحم جهنم	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ قوم جو اپنے ان باپ دادا پر فخر کرتی ہے جو مرکر جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں

اولیکونن اھون علی اللہ من الجعل الذی یدھدہ الخراء بانفہ ؎ وہ یاتو اپنی اس حرکت سے باز آجائیں یا یہ لوگ اللہ کے نزدیک غلاظت کے اس کیڑے سے بھی بدتر اور گھٹیا ہوجائیں گے جو کیڑے اپنی ناک سے غلاظت جھاڑتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جو ماحول اور معاشرہ میں برتر سمجھا جاتا ہے اگرچہ اللہ کے نزدیک اس برتری کا اعتبار نہیں۔ اور اگر اس شخص نے تقویٰ اور پرہیز گاری میں اعلیٰ درجہ حاصل کرلیا ہے۔ معاملات میں، عبادات میں معاشرہ میں شریعت اور سنت نبوی کے کے مطابق اس کی زندگی ہے۔ نسبی برتری اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اس کے نزدیک اصل چیز تقویٰ ہے، تو سونے پر سہاگہ ہے۔ دنیا میں بھی عزت و شرف کی زندگی ہے اور آخرت میں بھی مقبول بارگاہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات اور سنت نبوی کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

اب آخر میں یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ اب تک برادری اور نسب سے متعلق جو باتیں کہی گئی ہیں قرآن وحدیث کے مطابق اللہ اور رسول کی باتیں کہی گئی ہیں، اگر کسی کو ان باتوں پر اشکال اور اعتراض ہے تو وہ اپنے بارے میں فکر کرے کہ کس پر اشکال کر رہا ہے اور کس پر اعتراض کر رہا ہے، احقر نے اپنی طرف سے کوئی بھی بات نہیں کہی ہے، اس لئے احقر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قومیت اور علاقائیت کا تعصب

مؤمن کو گالی دینا فسق اور گناہِ کبیرہ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور مسلمان کو قتل کرنا

؎ ترمذی شریف ۲/۲۳۲ ۔

کفر تک پہونچادیتا ہے۔

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ [1]

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اور مسلمان سے قتال کرنا کفر ہے۔

حبشی کہنا گالی

اور گالی کی تعریف یہ ہے کہ کسی قوم کو ایسے الفاظ کے ساتھ موسوم اور متصف کیا جائے جو الفاظ وہ قوم اپنے حق میں معیوب اور عار سمجھتی ہو۔ اسی طرح کسی شخص معین کو قومیت اور پیشہ میں ایسے الفاظ کے ساتھ متصف کیا جائے جو الفاظ وہ شخص اپنے حق میں معیوب اور عار سمجھتا ہو۔ مثلاً علاقائیت کے اعتبار سے کسی حبشہ کے رہنے والے کو حبشی کہنا معیوب تھا، حبشی لوگ اپنے آپ کو ایسے الفاظ سے موسوم کرنے میں تکلیف محسوس کرتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کچھ عرصہ تک حبشہ میں رہ چکا ہو ایسے شخص کو حبشی کہنا معیوب سمجھا جاتا تھا، وہ اس کو اپنے حق میں گالی سمجھتا تھا، لہٰذا کسی حبشہ کے آدمی کو حبشی کہکر پکارنا جائز نہ ہوگا۔

بہاری کہنا گالی

اسی طرح عربی لوگ عجمیوں کو حیثیت کے اعتبار سے گھٹیا سمجھتے تھے، لہٰذا کسی عربی کے لئے کسی عجمی کو عجمی کہکر پکارنا گالی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہندوستان میں بہار کے لوگوں کے لئے لفظ بہاری کہہ کر پکارنا معیوب ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کی حیثیت عرفیہ گھٹ گئی ہے۔ لہٰذا کسی بہار کے رہنے والے کو بہاری کہہ کر پکارنا گالی ہوگی ہاں البتہ صوبۂ بہار کے کسی بھی ضلع کی طرف منسوب کرنے میں جو الفاظ استعمال کرتے ہیں ان الفاظ کی حیثیت عرفیہ نہیں گھٹی ہے اپنی جگہ باقی ہے۔ اس لئے ان الفاظ کے ساتھ منسوب کرکے پکارنا گالی نہ ہوگی۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۱۲ حدیث ۴۸ بخاری شریف ۲/۸۹۳ حدیث ۵۸۰۹ ۲/۱۰۴۷ حدیث ۶۷۹۷ –

قصائی کہنا گالی

اسی طرح قومیت کے اعتبار سے بعض قوموں کے لئے جو الفاظ کسی زمانہ میں استعمال کئے جاتے تھے، آج ان الفاظ کی حیثیت عرفیہ گھٹ گئی ہے، وہ قوم ان الفاظ کے ساتھ منسوب کرنے کو اپنے لئے معیوب اور باعثِ عار سمجھتی ہے، اس لئے ان اقوام کو ان الفاظ کے ساتھ منسوب کرنا گالی ہوگی۔ مثلاً ہندوستان کے اندر جو قوم گوشت کا کام کرتی ہے ان کے لئے لفظ قصائی گالی ہوگی۔ لہٰذا کسی ایسے مسلمان کو قصائی کہہ کر پکارنا جائز نہ ہوگا جو اس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اسکے برخلاف لفظ قریشی کہہ کر پکارنا معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ وہ لوگ اس کو اپنے لئے باعثِ عزت سمجھتے ہیں۔ اس لئے قریشی کہہ کر پکارنا چاہئے، اور قصائی کہہ کر پکارنا گالی ہوگی۔

جولاہا کہنا گالی

اسی طرح جو قوم کپڑا بننے کا کام کرتی ہے اس کو جولاہا کہہ کر پکارنا معیوب اور باعثِ عار ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ ان کے حق میں گالی ہے۔ لیکن اسکے برخلاف اس قوم کو انصاری کے لفظ کے ساتھ منسوب کرنا باعثِ عار نہیں ہے۔ بلکہ لفظ انصاری کو وہ قوم اپنے لئے تعارف کا لفظ سمجھتی ہے، اس لئے ان کو انصاری کہہ کر پکارنا چاہئے۔ جولاہا کہہ کر پکارنا گالی ہوگی۔ یہ چند مثالیں ہیں، اسی طرح دیگر تمام اقوام کے بارے میں بھی حکمِ شرعی یہی ہے۔ یہ جو بات کہی جارہی ہے۔ یہ حدیث نبوی کے عین مطابق ہے۔ اس لئے اس کے ذیل میں چند حدیثیں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب اصحابِ سفینہ حبشہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو ایک واقعہ پیش آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ جو جعفر ابن ابی طالب کی بیوی تھیں انکے ساتھ حبشہ ہجرت کرکے تشریف لے گئی تھیں، اور اصحابِ سفینہ کے ساتھ حضرت اسماءؓ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کرکے آئیں، تو ایک دفعہ حضرت اسماءؓ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس تھیں جو حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ جب حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو حبشیہ ہے اور یہ تو بحریہ ہے۔ جب حضرت عمرؓ کی زبان سے حضرت اسماءؓ نے یہ جملہ سنا تو ان کو

سخت غصہ آیا، اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی اور کوئی چیز نہیں پیوں گی جب تک حضورؐ سے آپ کی شکایت نہ کروں گی۔ جب حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے یہ شکایت کردی، تو حضورؐ نے حضرت اسماءؓ کی دلجوئی فرمائی اور فرمایا کہ عمرؓ کے مقابلہ میں تمہاری فضیلت زیادہ ہے۔ کیونکہ تم نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے صرف ایک مرتبہ ہجرت کی ہے۔ یہ حدیث شریف کافی لمبی ہے، اسکے منتخب الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔

عن ابی موسٰی قال دخلت اسماء بنت عمیس وھی ممن قدم ھنا علی حفصة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم زائرة وقد کانت ھاجرت الی النجاشی فیمن ھاجر فدخل عمرؓ علی حفصة واسماء عندھا فقال عمر حین رای اسماء من ھذہ قالت اسماء بنت عمیس قال عمرؓ الحبشیة ھذہ البحریة ھذہ قالت اسماء نعم الی قولہ فغضبت وقالت الی قولہ وایم اللہ لا اطعم طعاما ولا اشرب شرابا حتی اذکر ما قلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث [1]	حضرت ابو موسٰی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی زیارت کرنے کے لئے تشریف لے گئیں، اور وہ مکہ مکرمہ سے نجاشی کے پاس حبشہ ہجرت کرنے والوں میں تھیں، تو حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس اس وقت تشریف لے گئے جب حضرت اسماءؓ وہاں تھیں تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کون ہے، تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ یہ بنت عمیسؓ ہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو حبشیہ ہے اور یہ تو بحریہ ہے، سمندر سے آنیوالی ہے۔ حضرت اسماء نے بگڑ کر فرمایا: جی ہاں، سخت غصہ میں ہوکر۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس وقت تک کھانا کھاؤں گی اور نہ کوئی چیز پیوں گی جب تک آپکی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کروں گی۔

دیکھئے حضرت اسماءؓ نے حبشیہ کا لفظ اپنے لئے معیوب اور گالی سمجھا، اس لئے ان کو سخت غصہ آیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت بلالؓ کے درمیان کچھ گفتگو ہوگئی تو دوران گفتگو حضرت ابوذرؓ نے حضرت

---

[1] بخاری شریف ۱/۶۰۷ حدیث ۴۰۷۵۔

بلالؓ کو کہہ دیا کہ یَا ابن السَّوْدَاءِ: اے کالی عورت کے بیٹے، تو حضرت بلالؓ کو یہ بات گراں گذری انہوں نے اس کو اپنے لئے گالی سمجھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی، تو حضورؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو سخت تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم نے اپنے اس بھائی کو گالی دی ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ انہوں نے سچ کہا ہے کہ واقعۃً میں نے ان کو گالی دی ہے، اسپر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ تمہارے اندر جاہلیت کی صفت موجود ہے۔

حضرت بلالؓ کی ماں تو کالی تھیں، حضرت ابوذرؓ نے بظاہر کوئی بات غلط نہیں کہی، بلکہ سچ بات یہی تھی، مگر معاشرہ میں کالی عورت اپنے لئے اس بات کو معیوب اور عار سمجھتی ہے، کہ دوسرا آدمی اسے کالا کہے، اگرچہ وہ فی نفسہٖ کتنی ہی کالی کیوں نہ ہو، مگر اس کے لئے یہ قابلِ برداشت نہیں ہے اور نہ ہی اولاد کے لئے۔ اس لئے کہ کالی کا لفظ وہ لوگ اپنے لئے گالی سمجھتے ہیں۔

اندھا اور لنگڑا کہنا گالی

اسی طرح کسی لنگڑے کو لنگڑا اور کسی نابینا کو اندھا کہنا بھی گالی ہے۔ اسی طرح کسی لنجے کو لنجا کہنا بھی گالی ہے۔ بھائیو ہم سب مسلمان اس قسم کی باتوں کو اہم نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ بہت معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کی وجہ سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔ اگر کبھی غلطی سے کسی مسلمان بھائی کو اس طرح کا جملہ کہدیا جائے تو فوراً اس سے معافی مانگ لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا۔ اللہ کے نزدیک سب یکساں ہیں، اور عزت و شرف کا تعلق صرف تقویٰ پر ہے۔ اس مضمون کی حدیث شریف بخاری شریف میں مختلف الفاظ کے ساتھ تین مقامات میں ہے جن کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی ذر رضؓ الی قولہٖ فقال کَانَ بَیْنِیْ وبَیْنَ رجُلٍ کَلَامٌ وکانت امّہٗ عجمیّۃً فَنِلْتُ منہا فذکرنی اِلَی النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقَالَ لی اَسَابَبْتَ فلاناً قلتُ نعم

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک آدمی یعنی حضرت بلالؓ کے درمیان سخت ہمکلامی ہوگئی۔ اور انکی ماں عجمیہ تھیں، میں نے انکی ماں کو عیب لگایا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت پہنچادی تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے انکو گالی دی

قَالَ اَفَنِلْتَ مِنْ اُمِّهٖ وَاَفْعَيَّرْتَهٗ مِنْ اُمِّهٖ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّكَ اِمْرَءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ [1]

میں نے کہا جی ہاں، پھر فرمایا کہ تم نے ان کو ماں کا عیب لگایا، میں نے کہا جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اندر جاہلیت کی صفت موجود ہے۔

وفی العینی والفتح ان الرّجُلَ المذکور ھو بلال المؤذن قلت لہ' یا ابن السّودَاءِ۔ [2]

عمدۃ القاری اور فتح الباری کے اندر اس کی صراحت ہے کہ جس سے گفتگو ہوئی تھی وہ حضرت بلالؓ تھے جو حضورؐ کے مؤذن تھے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ اے کالی عورت کے بیٹے۔

میرے بھائیو اور دوستو! احادیث شریفہ اور حضرات صحابۂ کرامؓ کے ان واقعات سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ آج اس قسم کی باتیں ہماری زبان زد ہیں۔ ہمارے نزدیک اس قسم کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ چیز بہت بڑے گناہ کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور اپنی آخرت بنانے کی فکر عطاء فرمائے۔

نہ کالے کو دیکھو نہ گورے کو دیکھو ٭ پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو ٭ تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ٭ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ میں خود نیک نہیں ہوں، مگر خدا پر یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک لوگوں سے محبت کی بنیاد پر نیک بنا دے)

مسئلہ کفارت کے ذریعہ سے اشکال کا جواب

یہاں اشکال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک تمام بنی آدم برابر درجہ کے ہیں، بلندی

---

[1] بخاری شریف ۱/۹ حدیث ۳۱ ۱/۳۴۶ حدیث ۲۴۷۵ ۲/۸۹۳ حدیث ۵۸۱۵ ۔

[2] فتح الباری بیروت مطبع اشرفیہ دیوبند ۱/۷، ۱ مطبع دارالریان ۱/۱۰۸ عمدۃ القاری مطبع دارالفکر ۱/۳۱۰ ۔

اور برتری کا مدار صرف تقویٰ پر ہے۔ تو حضرات فقہار نے بیاہ شادی میں کفارت کا مسئلہ کیوں رکھا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک برتری اور بلندی کا سارا مدار تقویٰ ہی پر ہے۔ لیکن اسلام میں جو بیاہ و شادی میں برادری اور کفارت کا لحاظ رکھا ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ کوئی قوم اللہ کے نزدیک بلند و برتر ہے، اور کوئی قوم گھٹیا اور نیچی ہے۔ بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کے لئے ہر قوم کو الگ الگ پیدا کیا ہے۔ اور قبائل و خاندان الگ الگ ہیں۔ اور یہ بات دنیا کے ہر انسان کو معلوم ہے کہ ہر قبیلہ کا رہن سہن، کھانا پینا، طرز گفت گو اور محاورے سب الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی ایک گاؤں میں دو برادری کے لوگ ہیں تو ان کے محاورے ان کے الفاظ اور رہن سہن، کھانا پینا سب الگ الگ ہوتا ہے، تو اس لئے اگر کسی ایک قبیلہ اور برادری کی لڑکی دوسرے قبیلہ اور دوسری برادری میں جاتی ہے تو وہاں جاکر اس برادری کا رہن سہن، گفت گو، کھانا بنانے اور کھانا کھلانے کے اعتبار سے شوہر کی مرضی کے مطابق نبھاؤ نہیں کرسکے گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ میاں بیوی کے درمیان ہر قدم پر ہر گفت گو میں لڑائی اور جھگڑے کا سلسلہ شروع ہوجائیگا، آخر کار اس لڑائی کا سلسلہ دونوں طرف کے خاندان میں پہونچ جائیگا، اب دونوں خاندان میں بھی لڑائی ہوسکتی ہے۔ اور بہت جلد طلاق واقع کرنے کا واقعہ بھی پیش آسکتا ہے۔ اسکے برخلاف اگر لڑکی اپنے قبیلہ اور برادری میں پہنچتی ہے تو اپنے ماحول میں گھل مل جاتا اس کے لئے آسان ہوتا ہے۔ یہ ماحول اور گفت گو اور معاشرہ اور کھانے پینے کے معاملات کے ناموافق نہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا معاملہ پیش نہیں آتا، بلکہ اگر طلاق کا معاملہ پیش آجائے تو کسی اور وجہ سے آسکتا ہے۔ اور شریعت نے میاں بیوی کے جوڑ کے بقار کا بہت زیادہ لحاظ رکھا ہے۔
اس لئے شریعت نے برادری کفو اور برابری کا لحاظ بیاہ شادی کے اندر رکھا ہے، تاکہ فتنہ کم ہو، اور یہ لحاظ صرف فتنہ کے سدِ باب کے لئے رکھا ہے۔ اس لئے نہیں کہ برادری اونچ نیچ کا اللہ کے نزدیک اور شریعت کے نزدیک اس کا اعتبار ہے۔

دوسرا اشکال:۔ اس پر ایک دوسرا اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ عرف و معاشرہ میں جن برادریوں کو

اونچا سمجھا جاتا ہے، ان کی لڑکیوں کی شادی دوسری برادریوں میں کیوں نہیں ہوتی۔ اور اس کے برخلاف جن برادریوں کو ماحول اور عرف میں کمزور اور چھوٹا سمجھا جاتا ہے ان کی لڑکیوں کی شادی ان برادریوں میں کیوں جائز ہے جن کو ماحول میں اونچا سمجھا جاتا ہے۔ ؟

جواب:۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت کسی قبیلہ کے لوگ پڑھ لکھ کر ہوشیار ہو جاتے ہیں تو ان کے یہاں کے رہن سہن کا طریقہ، کھانے پینے کا معیار، گفتگو کا سلیقہ بہت اچھا اور ممتاز ہو جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ ایسے قبیلہ کے لوگ اپنے آپ کو عزت و شرف کے اعتبار سے دوسرے قبیلہ کے مقابلہ میں بلند و برتر سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسے کہ مغل بادشاہوں کے زمانہ میں جو لوگ پڑھ لکھ کر سرکاری عہدوں پر فائز ہو جاتے تھے یا سرکار اس قوم سے خوش ہو جاتی تھی تو ان کو خان بہادر کا لقب دیدیتی تھی۔ بہت سی خان و پٹھان برادریوں کا سلسلہ کہیں راجپوت سے ملتا ہے اور کہیں کسی اور قبیلہ سے ملتا ہے۔ اس طریقہ سے یہ لوگ، اپنے آپ کو بلند و برتر سمجھ لیتے ہیں۔ اور یہ سمجھنا ان کی اپنی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں وحی کے ذریعہ سے ان کو کوئی بلند مرتبہ نہیں دیا گیا ہے۔

اور اس کے بالمقابل اگر کسی دوسرے قبیلہ کی برادری کے لوگوں نے اس طرح پڑھ لکھ کر اپنے معاشرہ کو عمدہ نہیں بنایا ہے تو ظاہر بات ہے کہ سلیقہ سیکھی ہوئی لڑکی بے سلیقہ خاندان میں آکر نبھ نہیں سکتی، وہ ہر اعتبار سے اپنے شوہر کو گری ہوئی نگاہ سے دیکھے گی۔ اور شوہر اور اس کے ماں باپ اور اسکے بھائی بہن کا ماحول، گفتگو، رہن سہن اس لڑکی کو پسند نہیں آئیگا۔ ایک نفرت کا سلسلہ فوری طور پر پیدا ہو سکتا ہے۔ اور بہت جلد بات بات پر فتنہ اور جھگڑا ہونے لگے گا۔ آخر کار طلاق کا واقعہ پیش آجائیگا۔

اور اسکے برخلاف بے سلیقہ خاندان کی لڑکی ہے، وہ سلیقہ مند قبیلہ میں جاتی ہے تو وہاں لڑکی اپنے آپ کو شوہر کے مقابلہ میں فائق نہیں سمجھے گی۔ اس کو ہر معاملہ میں شوہر کی بات ماننی ہوگی۔ لہٰذا دونوں کے درمیان نبھاؤ آسان ہو جائے گا۔

اس لئے ایسے قبیلہ کی لڑکی کی شادی جو ماحول میں کمزور سمجھا جاتا ہے دوسرے ایسے قبیلہ میں جائز ہے جو قبیلہ اپنے آپ کو عزت و شرف میں برتر سمجھتا ہے۔ اور اس کے برخلاف اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں نبھاؤ مشکل ہے۔ لیکن شریعت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ لڑکی کے والدین اگر راضی ہوجائیں تو پھر یہاں بھی جائز ہے۔ اسلئے کہ وارثین جس لڑکے کو پسند کریں گے اس کو اپنے ماحول میں برابر سمجھتے ہوں گے۔

عالم دین کا کفو

اگر کوئی شخص پڑھ لکھ کر عالم دین بن جاتا ہے تو وہ دُنیا کی کسی بھی برادری کا ہم کفو بن جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس کا اعتبار ہے کہ عالم دین بڑی سے بڑی برادری کا ہم کفو بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ پڑھ لکھ کر اس کے اندر اعلیٰ سے اعلیٰ سلیقہ اور ہوشیاری آگئی ہے۔ لہٰذا یہ ہر طرح کی سلیقہ مند لڑکی کو نبھالیگا۔ اسی حکمت اور راز کی بنا پر شریعت نے برادری اور کفو کا مسئلہ رکھا ہے۔ اس لیے نہیں رکھا کہ کوئی برادری فی نفسہٖ اونچی اور کوئی برادری فی نفسہٖ نیچی ہے۔ اللّٰہُ اکبر کبیرًا والحمدُ للّٰہِ کثیرًا وسُبحانَ اللّٰہِ بُکرۃً وّاَصِیلًا۔

وَاللّٰہُ یَعلَمُ مَا تَصنَعُونَ۔

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ بروز جمعہ

حدیث معادن النّاس سے اشکال کا جواب

کسی کو یہ بھی شبہ ہوسکتا ہے کہ حدیث "معادن الناس" میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو جاہلیت کے زمانہ میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے۔ اور جو جاہلیت کے زمانہ میں اچھے نہیں سمجھے جاتے تھے، اور معاشرہ اور رہن سہن میں کمزور تھے وہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی کمزور ہیں۔ لہٰذا اس حدیث شریف سے کسی کو یہ کہنے کا موقع مل سکتا ہے کہ برادری اور اونچ نیچ کو تو سرکار نے بیان فرمایا ہے۔

جواب:۔ تو اس شبہ کا جواب سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس حدیث شریف میں دیا ہے۔ لوگوں نے سوال یہ کیا تھا کہ "من اکرم النّاس" لوگوں میں سب سے اچھا اور عزت و شرف میں بلند و برتر کون ہے؟ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں میں سب سے بڑا متقی اور پرہیزگار ہے وہی لوگوں میں سب سے بڑا مکرم و محترم ہے۔
پھر لوگوں نے سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام لوگوں میں سب سے بڑے مکرم اور باعزت ہیں، حالانکہ ان کو غلام بھی بنا لیا گیا تھا، جیل میں بھی داخل کر دیا گیا تھا، اس کے بعد بھی سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، اس لئے سب سے بڑے مکرم اور قابلِ احترام تھے
لوگوں نے پھر سوال کیا، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں رہن سہن اور عزت و شرف میں بلند اور برتر سمجھے جاتے تھے وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس وقت قابلِ اعزاز اور قابلِ احترام بن سکتے ہیں جب کہ انہوں نے علم اور تقویٰ کے اعتبار سے اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہو۔ اور اگر علم اور تقویٰ نہیں ہے تو اسلام میں داخل ہونے کے بعد دوسرے مسلمانوں سے فضیلت میں کسی طرح بھی بڑھے ہوئے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اگر ایسے قبیلہ کے لوگ اسلام لے آئے جنھیں زمانۂ جاہلیت میں چھوٹے اور کمزور سمجھے جاتے تھے۔ اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد علم اور فضل کے اعتبار سے اعلیٰ مقام حاصل کرلیں۔ تو وہ ایسے قبیلے کے مسلمانوں سے مکرم اور باعزت ہوں گے جو زمانۂ جاہلیت میں اپنے آپ کو بلند اور برتر سمجھتے تھے۔ لہٰذا حدیث معادن سے جو شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب خود اس حدیث شریف میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ آج سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان سے جاہلیت کی برتری اور اونچ نیچ کو ختم کرکے سب کے درمیان مساوات اور برابری فرمادی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وتعاظمہا بآبائہا۔ [۱]
اس پر تفصیلی گفتگو ہم ماقبل میں پیش کر چکے ہیں۔

---

[۱] ترمذی شریف ۱۹۲/۲، ۲۳۲/۲۔

حدیث معادن ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قیل یا رسولَ اللہِ مَنْ اکرم النّاسِ قال اتقاھم فقالوا لیس عن ھذا نسألک قال فیوسف نبیّ اللہ ابن نبیّ اللہ ابن خلیل اللہ قالوا لیس عن ھذا نسألک قال فعن معادنِ العرب تسألونی قالوا نعم قال فخیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں اکرم کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ان میں جو سب سے بڑا متقی ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں پوچھتے تو حضورؐ نے فرمایا کہ سب سے بڑے مکرم حضرت یوسفؑ ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، نبی کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کے پوتے ہیں، اور حضرت ابراہیم خلیلؑ کے پڑپوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم یہ بھی سوال نہیں کرتے، تو حضورؐ نے فرمایا کہ شاید تم عرب قبائل کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہو، ان کی جاہلیت میں جو بلند اور برتر قبیلے کے لوگ تھے وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جب ہی بلند اور برتر اور افضل ہو سکتے ہیں جب علم اور تقویٰ ان کے اندر آجائے۔

آخری گذارش

اب میں اپنی بات حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ”نقشِ حیات“ کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں، جو بلفظہٖ نقل کی جاتی ہے۔

(الف) کوئی مسلمان کم از کم لفظ اللہ زبان سے نکالنے میں کوتاہی نہیں کرتا خواہ ایک ہی دو مرتبہ ہو۔ اور یہ لفظ نہایت ہی بڑا مرتبہ رکھتا ہے، اور اس کا اجر و ثواب بے حد اور بے پایاں ہے۔ اس لفظ پاک کی وجہ سے کہنے والے میں بھی بڑائی و عظمت آجاتی ہے۔

(ب) ابتدا میں ہر شخص خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نطفہ (منی کا قطرہ) پھر علقہ (خون کا جما ہوا قطرہ) پھر مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) پھر بے جان انسانی ڈھانچہ پھر جاندار ایسا ڈھانچہ تھا کہ اس میں کچھ سمجھ نہ تھی، اور چلنے پھرنے بولنے وغیرہ تمام ضروریاتِ زندگی اور اسبابِ شرف و

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۷۳ حدیث ۳۲۴۳ ۱/۴۷۸ حدیث ۳۲۶۲ ۱/۴۷۹ حدیث ۳۲۷۱ ۲/۶۷۹ حدیث ۴۵۰۲۔

عزّت سے عاجز و بے کار تھا۔ اور ان تمام باتوں میں تمام انسان برابر ہیں۔ ہر انسان کو اپنی تمام ابتدائی حالتوں کو سوچنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ان حالتوں کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے فخر و تکبر اور دوسروں کی حقارت کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں۔

(ج) انسان کو اپنا انجام سوچنا چاہئے۔ روحانی حیثیت سے خاتمہ ایک عظیم الشان امر ہے۔ جس پر تمام زندگانی اور اس کے اعمال و اخلاق اور عزّت و شرافت وغیرہ کا مدار ہے۔ اگر خاتمہ بہتر ہوا تو دنیاوی تمام عمر شرافت و عزّت والی ہے۔ اور تمام اعمال سُوارت ہیں۔ اور اگر خدا نخواستہ خاتمہ خراب ہوا تو اعمال اکارت ہوگئے۔ اور شرافت نسبی تو درکنار، شرافتِ انسانی بھی مٹ گئی۔ اور اسفل السافلین میں داخل ہوگئے۔ اور سور سے ذلیل تر حیوانات سے بھی گر گیا۔ اور دوزخ کا کندہ بن گیا، مگر اس خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کیسا ہوگا۔ کہیں خدا نخواستہ اس مغرور اور گھمنڈی انسان شریف النسب کا خاتمہ بُرا نہ ہوجائے۔ اور وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہوجائے۔ اور کہیں اس شخص کا خاتمہ جس کو یہ رذیل اور ذلیل کہتا تھا بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ اور احسن ہوجائے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین اور اصحابِ نجات میں سے ہوجائے۔ اور جسمانی حیثیت سے بھی مرنے کے قریب جبکہ ہوش و حواس اور عقل و قوت میں فرق آگیا تو کوئی شرف باقی نہ رہا۔ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡــًٔا ۔

اور روح نکلنے کے بعد تو جسمِ انسانی خواہ شریف کا ہو یا رذیل کا، بادشاہ کا ہو یا فقیر کا، قوی کا ہو یا ضعیف کا، جس حالت پر پہونچ جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے، جماد محض ہو کر پھولتا پھٹتا ہے۔ سڑتا گلتا ہے، کیڑے پڑجاتے ہیں، سخت بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ پیپ اور لہو بہتا ہے۔ اور زمین میں ملکر مٹی ہوجاتا ہے۔ یہاں نہ شرافت نسبی کچھ فرق کرتی ہے، نہ دولت و ثروت نہ حکومت و قوت۔

(د) رحمت اور انعامِ خداوندی کی بے نیازی اور وسعت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ دم کے دم میں ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو سمندر بنادے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ عامی مسلمان کو قطب الاقطاب

بنادے جاہل کو عالم، اور دیوانہ کو افلاطون کردے تو کچھ مستبعد نہیں۔ ایک چرواہا جیسا جہل اُمّیت گردیا[1] و اصبحتُ عربیاً عالِماً کا نعرہ لگانے لگے تو کیا بعید ہے کہ ایک اسّی برس کے آتش پرست اور بتوں کے پجاری کو نعمتِ ایمان عطا کر کے قطبِ زماں اور غوثِ دوراں بنادے تو کچھ بعید نہیں۔ نا قابل کو قابل بنانا اور نااہل کو اہل کر دینا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ؎

داد حق را قابلیت شرط نیست　　　　بلکہ شرط قابلیت داد ہست

خلاصہ یہ کہ فخر بالانساب جو مسلمانوں میں ہر جگہ اور بالخصوص ہندوستان میں اور بالاخص سادات اور پیرزادوں اور شیوخ میں پایا جاتا ہے۔ نہایت جھوٹا، تکبر اور بہت سی خرابیوں کا باعث ہے۔ باوجودیکہ اسلام نے اس کی جڑ کھود ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی، مگر بدقسمتی سے اس کا قلع قمع نہیں ہوا، بلکہ ہندوستان میں آکر برادرانِ وطن کی دیکھا دیکھی اور بڑھ گیا۔ حقیقی کمال علم و عمل عمدہ اخلاق اور اللہ کی رضا جوئی ہی میں ہے۔ جسکی بنا پر اسلافِ کرام کو شرف و امتیاز اپنے ہمعصروں اور اخلاف پر حاصل ہوا تھا۔ ان کی اولاد اور احفاد کو بھی اگر اخلاف کا اتباع اور ویسے اعمال و اخلاق وغیرہ حاصل ہوں تو اس کے مستحق ہیں کہ ان کو خلف صدق اور سپوت کہا جا سکے۔ ورنہ مثل پسر حضرت نوح علیہ السلام ناخلف اور کپوت ہی شمار ہونگے۔

شکر گذاری کا موقع

اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ انہیں وجوہ سے مجھ کو بہت ڈر لگتا ہے اور تسخر معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ اعمال و اخلاق اور اس کم مائیگی پر سید یا پیرزادہ اپنے کو کہوں یا لکھوں اور اپنی اس سند پر فخر کروں، مگر اس میں بھی چونکہ شک نہیں ہے کہ غیر اختیاری نعماءِ الٰہیہ میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے یعنی جیسے کہ انسان کا پیدا ہونا، تمام اعضاء کا صحیح و سالم ہونا، خوبصورتی اور اعضاء کا تناسب، ذکاوت و حافظہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہیں جنمیں بندہ کے اختیار اور ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور ان پر بندہ کو ہمیشہ شکر گذار رہنا چاہئے، اور تحدیث بالنعمت کرنا اور دل میں سوچنا اور اللہ تعالیٰ کو شکر گذاری سے خوش کرنا چاہئے۔ اسی طرح

---

[1] گردیا۔ گردی ایک قوم ہے جو نہایت جاہل اور ان پڑھ ہے۔

یہ شرافت نسبی بھی ایک غیر اختیاری نعمت اور عطیہ خداوندی ہے، اس پر شکر گذاری کرنا ضروری ہے۔
(نقش حیات ۱/۲۰، ۲۲، جدید ۱/۳۰ تا ۳۳)

اللّٰہ اکبر کبیرًا والحمد للّٰہ کثیرًا وسبحان اللّٰہ بکرۃً وّ اصیلًا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

شبیر احمد عفا اللہ عنہ ۱۳ شعبان ۱۴۲۰ھ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ، اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (الآية) [1]

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے بیشک آپ کا پروردگار ہی اس شخص کو خوب اچھی طرح جانتا ہے جو اسکے راستے سے بھٹک جاتا ہے اور وہی ہدایت کے راستے پر چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

داعی کا منصب اور اس کی ذمہ داری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ سے دعوت وتبلیغ کے کام کرنے والوں کو نہایت اہمیت کے ساتھ تین باتوں کی ھدایت فرمائی ہے۔

پہلی بات

دین کی دعوت دینے والے اور ھدایت کی راہ پر بلانیوالے کو اخلاص، ہمدردی اور شفقت، حسن اخلاق، دلسوزی، نرم خوئی کی صفات سے آراستہ ہونا چاہیئے، جب وہ لوگوں کے سامنے دینی دعوت کی بات پیش کریں تو نہایت مؤثر اور رقت آمیز نصیحتوں سے پیش کیا کریں، جس سے پتھر کے دل بھی موم ہو جائیں۔

---

[1] سورۃ النحل آیت ۱۲۵

مُردہ دِلوں میں جان پڑجائیں اس کی نصیحت آمیز باتیں اور ترغیب وترہیب کے مضامین اور بشارت و وعید کی روایتیں سُنکر قوم جھرجھری لیکر کھڑی ہوجاتے، اور مؤثر وعظ اور پند ونصیحت سے عمل کی ایسی اسٹیم قائم ہوجائے جو بڑی اُونچی عالمانہ تحقیق کے ذریعہ ممکن نہ ہو یہ ایسے لوگوں سے ممکن ہوسکتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو پہلے سے مٹا رکھا ہے۔ اور جن کے دلوں میں ہمیشہ اپنی کمزوری کا احساس اور ھدایت کا داعیہ ہو اور اپنے آپ کو ذکر وشغل میں ہمیشہ مشغول رکھا ہو، فضول اور لایعنی باتوں سے گریز کر رکھا ہو۔

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے: "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ" : اسمیں حکمت سے قرآن وسُنّت مُراد ہیں۔ اسلئے داعی کے اُوپر لازم ہے کہ جب متکلم بن کر بات کرے تو صِرف قرآن وسُنّت کو پیشِ نظر رکھکر بات کرے، اور غلط سلط موضوع اور ضعیف روایات سے کام نہ لے۔ اس سے بہت بڑا نقصان یہ ہوجاتا ہے کہ ان غلط سلط موضوع اور کمزور باتوں کو عام مسلمان اپنا دین سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے الموعظۃ الحسنۃ کا لفظ جو استعمال فرمایا ہے اسمیں اس بات کی ھدایت کی گئی ہے کہ جب بھی کسی کے سامنے دعوت کی بات پیش کی جائے تو نہایت خیرخواہی کا انداز اختیار کیا جائے جس سے مخاطب کے دل سے شکوک وشبہات دُور ہوجائیں۔ اور اس کا دِل پوری طرح مطمئن ہوجائے۔

دوسری بات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ کے اندر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا میں ہمیشہ کچھ لوگ ایسے رہتے ہیں جنکا کام ہر چیز میں اُلجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے، ایسے لوگ نہ حِکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں، اور نہ ہی وعظ ونصیحت سُنتے ہیں اور نہ ہی ان کو اپنی اصلاح مطلوب ہوتی ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلے میں بحث ومناظرہ کا بازار گرم کریں اور ان لوگوں کی گفتگو سُنکر بسا اوقات اہلِ فہم وانصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں۔

اور ان کو بغیر بحث و مباحثہ کے کسی بات میں تسلی نہیں ہوتی، جب ایسے لوگوں کے سامنے دین کی دعوت پیش کی جائے اور رشد و ھدایت کی بات کہی جائے اور وہ بحث و مباحثہ کے ساتھ سامنے آجائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے داعی کو مخاطب کرکے فرمایا وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" کہ اگر ایسا موقع آجائے تو ایسے لوگوں کو جواب دیکر مطمئن کرنے میں بہترین طریقے سے تہذیب و شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ انکی بحث و مباحثہ کا جواب دو۔ اور اپنے حریف مقابل کو بہترین اسلوب سے جواب دینے کی کوشش کرو اور خواہی نہ خواہی دل آزار، اور دل خراش باتیں مت کیا کرو جن سے مناظرہ کا بازار گرم ہوجائے اور معاملہ طول کھینچے۔ بلکہ مقصود افہام و تفہیم اور احقاقِ حق ہونا چاہیئے۔ رعونت خشونت بداخلاقی، سخن پروری، ہٹ دھرمی سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

تیسری بات

اللہ تعالیٰ نے داعی کو یہ نصیحت کی ہے کہ دعوت و تبلیغ کے راستے اختیار کرنے میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہیئے اس کی ھدایت اور طریقے پر اپنا کام کرتے رہنا چاہیئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا اور کس نے نہیں مانا۔ ہمارا کام حکمِ خدا کی تعمیل ہے۔ منوانا ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ وہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کریگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے "اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ" بیشک آپ کا رب ہی اس کی راہ سے بھٹکنے والوں کو بخوبی جانتا ہے اور وہی ان لوگوں کو بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے جو ھدایت کی راہ پر ہیں۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو ۹۵۰ سال تک ایمان کی دعوت پیش کی اور اپنا کام کرتے رہے اور کہتے رہے مان جاؤ! کامیاب ہوجاؤ گے ورنہ خدا کا عذاب آنے والا ہے۔ مگر قوم نے مان کر نہیں دیا اور قوم کے نہ ماننے کیوجہ سے

حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنا کام نہیں چھوڑا بلکہ اپنا کام جاری رکھا اور قوم کا انجام اور نتیجہ [illegible] ——— مولانا رومیؒ نے دو شعر میں نوح علیہ السّلام اور انکی قوم کی بات کو بہترین انداز سے پیش فرمایا ہے۔

نوح نو صد سال دعوت می نمود ٭ دم بدم انکارِ قومش می فزود

نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نو سو سال تک اپنی قوم کو دین کی دعوت پیش کی اور اُن کی قوم کا انکار برابر بڑھتا چلا گیا۔

لیک دعوت وارد است از کردگار ٭ با قبول و ناقبول ورا شکار

لیکن دعوت کا کام تو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اسے کرتے رہنا ہے۔ لوگ قبول کریں یا نہ کریں ——— اسلئے کہ ماننا اور قبول کرنا اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے داعی کو منوانے کا ذمّہ دار نہیں بنایا اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" (الآیۃ)[1]

آپ جسکو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے مگر اللہ جسکو چاہے ہدایت عطاء کرتا ہے۔ اگر ہدایت یافتہ بنانا داعی کے بس کی بات ہوتی تو ابو طالب ضرور کلمہ پڑھ کر جاتا، مگر یہ کام داعی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسلئے ابو طالب دُنیا سے کلمہ سے محروم ہو کر گیا ہے۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت افسوس اور صدمہ بھی ہوا۔

خلاصہ یہ تین باتیں دعوت و تبلیغ کے کام کرنے والے کے اندر لازمی طور پر ہونی چاہیئں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بات بھی نہ ہو تو داعی اپنے دعوت کے کام میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دعوت کی قسمیں دعوت کی دو قسمیں ہیں (۱) دعوتِ اصلاح (۲) دعوتِ ایمان۔ اور جن لوگوں کو دعوت پیش کی جائے وہ بھی دو

---

[1] سورۃ قصص آیت ۵۶

قسموں پر ہیں ـــــــــ

اُمّتِ دعوت یعنی وہ لوگ جن کے پاس ابھی تک ایمان واسلام کی دعوت نہیں پہونچی اور وہ لوگ اسلام سے رُوشناس نہیں ہیں ایسے لوگ شروع اسلام میں تھے۔ اور بعد میں جب اسلام پھیلا اور اسلام کا شہرہ چہار دانگ عالم میں پھیل چکا ہے اور پوری دُنیا میں اسلام کا ظہور ہو چکا ہے۔ تو ایسی قوم بہت کم رہ گئی ہے۔ جس نے اسلام کا نام نہ سُنا ہو۔

اُمّتِ اجابت وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے اُن کو مالا مال کر دیا ہے۔ تو امّتِ دعوت کو ایمان کی دعوت پیش کرنے کو دعوتِ ایمان کہا جاتا ہے۔ جو شروع اسلام میں فرض یا واجب کے درجہ میں تھی۔ اور ظہورِ اسلام کے بعد یہ دعوت فرض یا واجب نہیں رہی ہے بلکہ موقع پاکر اس دعوت کا کام کرنا مستحب اور فضیلت کے درجہ میں ہے۔

اور امّتِ اجابت میں یعنی مُسلمانوں میں اسلامی مُعاشرہ اور اسلامی تہذیب میں، اور عقائد میں، عبادات میں، اخلاقیات میں، بگاڑ پیدا ہو جانے کی وجہ سے ان کو اصلاح کی دعوت دینے کو دعوتِ اصلاح کہا جاتا ہے۔ اور یہ دعوت تا قیامت فرض کفایہ کے درجہ میں رہیگی۔ اسلئے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کے اندر بگاڑ اور خرابیوں کا سلسلہ رہا بھی ہے اور رہے گا بھی۔ اور فرضِ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ امّت میں سے کچھ لوگ دعوتِ اصلاح کی خدمت انجام دیتے رہیں۔ اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (الآیۃ)[1]

یعنی تم میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہنی چاہیئے جو نیک کام کی دعوت دیتی رہے۔

---

[1] سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ اور یہی لوگ کامیابی اور مراد کو پہونچنے والے ہیں۔

ایک اشکال کا جواب

جب تبلیغ والے کسی کو دعوت دینے کیلئے جاتے ہیں اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان کی دعوت دینے آئے ہیں تو وہ اشکال کرتا ہے کیا ہم مومن نہیں ہیں؟ آپ ہم کو ایمان کی دعوت دینے آئے ہیں کیا ہمارے ایمان میں آپ کو شک ہے؟ —— تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ کبھی دعوتِ اصلاح کو دعوتِ ایمان کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ ایمان بولکر اصلاح مراد لیا جاتا ہے —— امام بخاریؒ نے ایسی اصطلاحات بہت استعمال کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں اس قسم کی اصطلاحات کثرت کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ" یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو ضائع نہیں کریگا —— یہ آیتِ کریمہ اس وقت نازل ہوئی تھی جب قبلہ بدل گیا تھا۔ تو تحویلِ قبلہ سے پہلے جن لوگوں نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا فرمائی ہے اور بیت اللہ کی طرف قبلہ بدلنے سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔ ان کے بارے میں یہودیوں نے طعنہ وتشنیع شروع کردی کہ اتنی مدت تک جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی ہیں وہ سب ضائع ہوگئی ہیں اس سے کمزور مسلمانوں کے دلوں میں بھی شبہ پیدا ہونے لگا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو ضائع نہیں کریگا۔ اور مسلمانوں کے دلوں سے شکوک وشبہات دور ہوگئے تو دیکھئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور نیک اعمال کیلئے ایمان کا لفظ استعمال فرمایا ہے —— تو اسی طرح تبلیغ والے بھی ایمان کا لفظ بول کر اصلاحِ اعمال مراد لیتے ہیں۔ اسلئے کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے۔

ہدایت کے تین راستے

دنیا میں تمام مسلمان اپنی اصلاح کے محتاج ہیں اور اصلاح کے اصولی طور پر

دو راستے ہیں۔ راہِ نبوت اور راہِ ولایت۔

۱۔ راہِ نبوّت

راہِ نبوّت کا مطلب یہ ہے کہ علومِ ظاہری اور علومِ نبوّت کا راستہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو اسلئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ حضراتِ انبیاء علیہم السّلام نوعِ انسانی کو راہِ نبوّت کا حامل بنائیں "یعنی علومِ ظاہرہ اور علومِ نبوّت کے دائرہ میں رہ کر اُمورِ شریعت کا عامل بنائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو اولاً ایمان لانیکا مکلّف بنایا پھر ایمان کے دائرہ میں رہ کر اُمورِ شرعیہ پر عمل کرنیکا حکم فرمایا اور تمام انبیاء علیہم السّلام کو اللہ نے انہیں علومِ ظاہرہ اور علومِ شریعت کو دیکر دُنیا میں مبعوث فرمایا ہے —— اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور ان کی امت کو انہیں علومِ ظاہرہ کا مکلّف بنایا۔

۲۔ راہِ ولایت

راہِ ولایت کا مطلب یہ ہے کہ علومِ تکوینیہ اور علومِ باطنہ کا حامل ہوجائے اور ایسا علم اور ایسا عمل جس کی حقیقت کو ہر انسان نہیں سمجھ سکتا، بظاہر غلط معلوم ہوگا لیکن در پردہ اس کی کوئی حقیقت ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ علوم عطا فرمائے تھے۔

چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت خضر علیہ السّلام کے ساتھ سفر شروع کردیا تو مسلسل ایسے واقعات حضرت موسیٰؑ کے سامنے آنے لگے جو بظاہر غلط ہیں۔ لیکن حقیقت میں پسِ پردہ وہ صحیح بھی تھے جیسے حضرت خضرؑ کا کشتی کی لکڑی کا توڑ دینا، بظاہر غلط تھا مگر پسِ پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی، اسی طرح بچہ کو قتل کردینا، بظاہر غلط تھا، لیکن پسِ پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی اور اسی طرح غدار قوم کی دیوار کو سیدھا کر دینا۔ بظاہر غلط تھا مگر پسِ پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی۔

تو حاصل یہ ہے کہ راہِ نبوّت راہِ موسیٰؑ ہے۔ اور راہِ ولایت، راہِ خضرؑ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو راہِ موسیٰؑ اور راہِ نبوّت کا مکلّف بنایا ہے۔ راہِ خضرؑ اور راہِ ولایت

کا مکلف نہیں بنایا۔

اسلئے راہِ نبوّت، راہِ ولایت سے زیادہ افضل اور زیادہ اَرْفع اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ اب ہمارے سامنے اس زمانہ میں ھدایت کے تین راستے ہیں۔

۱۔ مدارسِ اسلامیہ کا راستہ ! اس میں صرف علومِ نبوّت کی تعلیم دے کر راہِ نبوّت کا عامِل بنایا جاتا ہے۔

۲۔ خانقاہوں کا راستہ ! اسمیں راہِ نبوّت کے ساتھ راہِ ولایت بھی سکھائی جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی راہِ ولایت تک پہونچ جاتا ہے تو اسکے لئے راہِ نبوّت پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اسلئے خانقاہوں میں قیل و قال کی اجازت نہیں ہوتی چاہے اپنی جگہ کتنا بڑا عالِم کیوں نہ ہو۔ شیخ جو کہے گا آنکھ بند کرکے اسی پر عمل کرنا ہوگا۔ ورنہ شیخ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا بشرطیکہ شیخ صاحبِ شریعت اور صاحبِ نِسبت ہو۔ آج کل کے زمانہ میں جو جاہل پیر بیٹھے ہوئے ہیں نہ وہ راہِ ولایت میں ہیں اور نہ ہی راہِ نبوّت میں بلکہ لوگوں کو فِسق و فجور میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایسے لوگوں سے حفاظت فرمائے۔

۳۔ تبلیغی جماعت کا راستہ ! اس راستے میں علومِ شریعت کے ایک جُز پر عمل کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور علومِ شریعت میں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔

۱۔ مسائل و احکام ۔

۲۔ فضائل و اخلاق ۔

اسمیں صرف فضائل سکھائے جاتے ہیں مسائل و احکام نہیں اسلئے کہ فضائل کے ذریعہ سے اَن پڑھ اور کم علم لوگوں کے اندر دین کی ترغیب جلد پیدا ہوجاتی ہے مسائل و احکام چونکہ مشکل ہیں۔ اسلئے اس راستے کے اندر مسائل نہیں سکھائے جاتے ہیں اور نہ ہی مسائل سکھانے والے ہوتے ہیں بلکہ صرف فضائل سکھائے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں دین پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اسلام کے فرائض پر عمل کرنا نہایت آسان ہوجاتا ہے۔

بہت جلد بے نمازی نمازی بن جاتا ہے، شرابی شراب ترک کردیتا ہے، جواری جوا ترک کردیتا ہے، چور چوری ترک کردیتا ہے، بے داڑھی، داڑھی رکھ لیتا ہے، حرام پر جری حرام ترک کردیتا ہے۔

اگرچہ عالم دین اور شیخ کامل کا درجہ اس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی وہاں تک پہونچنا ممکن ہے۔ لیکن اس راستے میں لگنے کے بعد ایک مسلمان کیلئے دین پر چلنا آسان ہوجاتا ہے۔

ان تینوں راستوں میں سے سب سے افضل اور بنیادی راستہ مدارس اسلامیہ کا ہے۔ اسی سے علوم نبوت کی شعائیں پھیلتی ہیں۔ قَالَ اللّٰہ وقَالَ الرَّسُول کے حاملین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین پیدا ہوتے ہیں۔ العُلماءُ ورثۃُ الاَنبِیاء، علماء انبیاءؑ کے وارثین اور نائبین ہیں۔ انکا درجہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں پا سکتا۔ لیکن ہر مسلمان کا باقاعدہ مدارس میں داخلہ لیکر علوم شریعت کا حامل بننا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب بننا آسان نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس کام کیلئے تسلسل کے ساتھ دس بارہ سال پندرہ سال مدارس میں لگانا لازم ہوجاتا ہے ـــــــــ اسکے بعد دوسرے نمبر کا درجہ خانقاہوں کا ہے۔ اسمیں صاحب نسبت اور صاحب شریعت اور عامل بالسنۃ شیخ کامل لوگوں کو شریعت کا عامل بناتا ہے اور اسمیں علماء اور عوام دونوں قسم کے لوگ آکر شیخ کامل سے استفادہ کرسکتے ہیں مگر اسمیں رہ کر بھی منزل مقصود تک پہونچنے میں کافی وقت لگانا پڑتا ہے۔ نیز سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کا ایک شیخ کے پاس جاکر مدتوں قیام کرنا اور پھر پوری طرح استفادہ کرنا مشکل ترین مسئلہ ہے بلکہ اسمیں بہت مخصوص مخصوص اور گنے چنے افراد آکر استفادہ کرسکتے ہیں۔ اور کرتے رہتے ہیں۔ زمانہ سے یہی مشاہدہ ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر میں تبلیغی جماعت کا راستہ ہے۔ یہ راستہ نمبر تین پر ہے لیکن نہایت سہل اور آسان راستہ ہے۔ اسمیں آدمی تین دن کیلئے جاکر دین کی چند باتیں سیکھ کر آسکتا ہے۔ دس دن کیلئے جاکر کچھ سیکھ کر آسکتا ہے۔ اور چالیس دن کیلئے جاکر کچھ سیکھ کر اس پر عمل

کی مشق کرکے آسکتا ہے۔ کوئی چار مہینے کیلئے جاکر کوئی سال بھر کیلئے جاکر کچھ سیکھ کر عمل کی مشق کرکے آسکتا ہے۔ یہ ایسا آسان راستہ ہے کہ آدمی جب چاہے اپنی اصلاح کیلئے نکل سکتا ہے اسلئے عامۃ المسلمین کی عمومی اصلاح اور عمومی ھدایت کیلئے نہایت سہل راستہ ہے اگر کوئی چاہے موقع بہ موقع اسمیں شریک ہوکر بہت آسانی کے ساتھ اپنی زندگی کی اصلاح کرسکتا ہے۔

تبلیغی جدّوجہد میں اکابر علماء کی شرکت

جب حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تڑپ اور دلسوز انداز سے تبلیغی دعوت کا سلسلہ شروع فرمایا تو بڑے بڑے علماءِ دین اور بزرگانِ دین اور مفتیانِ کرام نے ان کے ساتھ شریک ہوکر تبلیغی اجتماعات میں عامۃ المسلمین کے سامنے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کے اس کام کا تعارف کرایا۔ خلوت میں، جلوت میں ہر طرح سے اس کام کے خیر و برکات سے امت کو روشناس فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی علیہ الرحمہ نے دیوبند سے سفر کرکے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ میوات کے علاقے میں اجتماعات میں شرکت فرمائی

اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مفتیٔ اعظم ہند دہلی سے بار بار حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ دہلی اور اطرافِ دہلی اور میوات کے علاقوں میں اجتماعات میں شرکت فرماتے رہے[1]

اسی طرح حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رح اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رح اور حضرت امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور حضرت مولانا قطب میاں صاحب فرنگی محلی رح ان حضرات نے لکھنؤ کے اجتماعات میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شرکت فرمائی۔

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۴۳

اسی طرح دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم حضرت مولانا حافظ عمران صاحب اور حضرت مولانا عبد الحنان صاحب اور حضرت مولانا جان صاحب مجددی، اور حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ اور دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور مولانا محمد شفیع صاحبؒ، مہتمم مدرسہ عبد الرب دہلی اور مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاد دار العلوم دیوبند اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ، اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہم نے اپنے اپنے علاقوں سے سفر کر کے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ دہلی کے اجتماعات میں شرکت فرما کر تقریریں بھی کیں ـــــ عامۃ المسلمین کو اس کام کی اہمیت سے روشناس فرمایا[1]

نیز حضرت مولانا عبید اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو جب پہلی مرتبہ افغانستان روانہ فرمایا تو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے افغانستان میں اپنے تلامذہ کے پاس خطوط روانہ فرمائے کہ مولانا عبید اللہ صاحب کو میں بھیج رہا ہوں۔ آپ لوگ افغانستان کی عوام کو اس کام سے واقف کار کرنے میں مولانا عبید اللہ صاحبؒ کی بھرپور اعانت کریں ـــــ چنانچہ وہاں کے بڑے بڑے علماء نے مولانا عبید اللہ صاحبؒ کے ساتھ ہو کر افغانستان کے مختلف علاقوں میں عوام کو اس کام سے روشناس کرایا۔

نیز حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ہر وقت ساتھ رہنے والے ہونہار نوجوان علماء تھے۔ حضرت مولانا احتشام الحسن صاحبؒ کاندھلوی جنہوں نے تبلیغی چھ نمبر کی ترتیب دی تھی۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ، حضرت مولانا سید ابو الحسنؒ ندوی، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا حسن شاہ صاحبؒ حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ، حافظ مقبول احمد صاحبؒ، یہ سب حضرات علماء کرام ہر

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۳۶ تا ص۱۷۷)

وقت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ ان کے ہاتھ پیر بنے ہوئے تھے۔ اور انہیں حضرات نے کبھی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ اور کبھی الگ الگ، عرب دُنیا میں جاکر عربوں کو اس کام سے روشناس کرایا ـــــ حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب رحمہ کاندھلوی بہت بڑے عالم بھی تھے اور عربی زبان کے ماہر بھی تھے، شاہزادوں سے ملاقات کرکے اس کام کی اہمیت ان کے دلوں میں ڈالی۔ پھر عرب دُنیا میں یہ کام کرنا آسان ہوگیا۔ شاہ خالد کے آخری دور میں آزادانہ کام کرنے پر پابندیاں شروع ہوگئیں اور اب تو غیر مقلدین اور سلفی جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔ ان کا سخت ترین غلبہ ہے ان کے غلبہ کی وجہ سے حجازِ مقدس میں اس کام پر اور زیادہ پابندی آگئی ہے۔ اور حنفی مسلک کے علماء کو نہایت غلط نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور تبلیغی جماعت کے اکابر علماء اور حنفی مسلک کے مفتیان کرام کیلئے حجاز مقدس کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ حجازِ مقدس کی سرزمین میں دوبارہ حنفی مسلک کے علماء اور رہنماؤں کیلئے آزادانہ علمی میدان فراہم فرمادیں۔ اور ہمیں تبلیغی جماعت اور تبلیغی دعوت کو آزادانہ طور پر حجازِ مقدس میں عام کرنے کا میدان فراہم فرمادیں۔

بانیٔ تبلیغ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ اور اپنے بھائی حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری وغیرہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے آخر میں دیوبند تشریف لاکر حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل فرمائی۔

حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۶ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں میرے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں شریک درس رہے۔ اور بخاری شریف

اور ترمذی شریف حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ سے پڑھی ہے۔ اور ۱۳۲۶ھ کے آخر میں دورۂ حدیث شریف سے ہماری فراغت ہوئی اور مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پورا سال ہمارے ساتھ شریک درس تھے۔[1]

اور فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی خدمت کا سلسلہ جاری فرمایا اور دہلی میں ان کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ ان کے والد صاحب کی جگہ پر بنگلہ والی مسجد میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا محمد صاحبؒ کی جگہ پر کام کرنے کے لئے لایا گیا —— یہاں دہلی تشریف لانے کے بعد دہلی کے اطراف اور میوات کے علاقہ میں مکاتب کے قیام کا سلسلہ شروع فرمایا پھر آہستہ آہستہ عوام میں دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بھی شروع فرمایا جو ان کو دینی فکر اور کڑھن تھی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ عوام میں دعوتی سلسلہ شروع فرمایا اور ہر طرف سے بڑے بڑے علماء نے ان کے ساتھ مل کر اس کام میں شریک ہوکر عامۃ المسلمین کے درمیان دین کی دعوت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

آج الحمدللہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا لگایا ہوا باغ چہار دانگ عالم میں پھیل چکا ہے۔ دنیا کا کوئی مسلمان اس کام سے ناآشنا نہیں رہا [illegible] دنیا میں عالم گیر سطح پر اللہ نے اس کام کو قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے اور [illegible] سے عوام مسلمانوں میں جو دین آرہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت اقدس مولانا منظور نعمانی صاحب نوراللہ مرقدہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے علوم و معارف سے کافی متاثر رہا، ان کے بعد کبھی کسی کے علم سے مرعوب ومتاثر نہ ہوسکا لیکن حضرت مولانا الیاس صاحبؒ

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص [illegible]

کی خدمت میں جب حاضری نصیب ہوئی تو محسوس ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا علم عطا ہوا ہے جو مدرسہ اور کتب خانہ کا علم نہیں ہے اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں وہی علم محسوس ہوا ـــــ اور ان کی تقریروں کو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے مواعظ سے بڑی قریبی مشابہت تھی۔

اور حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیائے اسلام کے دینی علمی اور روحانی حلقوں کو بہت قریب سے دیکھنے اور برتنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقابل نہیں دیکھا۔

اور حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا یوسف صاحب کو قریب سے دیکھا، دور سے دیکھا، سفر میں دیکھا، حضر میں دیکھا، خلوت میں دیکھا، جلوت میں دیکھا، عمومی اجتماعوں میں دیکھا، خصوصی محافل و مجالس میں دیکھا، ان کی روح پرور باتیں سنیں، ان کی پرشکوہ تقریریں سنیں، ان کی تقریر کی محفل میں بسا اوقات ایک دن میں آدمی کی کایا پلٹ ہوجاتی تھی [۱]

تبلیغی دعوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ — وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ۔ (الحدیث) [۲]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک دین اسلام بے سروسامانی اور اجنبیت کی حالت میں شروع اسلام میں پھیلا ہے اور عنقریب اسی بے سروسامانی اور اجنبیت کے ساتھ دوبارہ ظہور پذیر ہوگا اور دنیا میں پھیلے گا۔ لہٰذا اجنبیت اور بے سروسامانی کے ساتھ دین اسلام پھیلانے والوں کیلئے جنت کی بشارت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کی اصلاح کریں گے۔ ان سنتوں کو لوگوں نے میرے بعد بگاڑ دیا تھا

---

[۱] بیانات حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب مرتب مفتی روشن شاہ صاحب ناشر... [۲] ترمذی شریف ۲/۹۱

اس حدیث شریف پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ صحابۂ کرام شروع اسلام میں نہایت نہتے اور بے سروسامانی کے عالم میں اپنی جان اور مال اور وقت کو قربان کر کے غیر مسلموں کے سامنے ایمان کی دعوت پیش کیا کرتے تھے اور اس کام کیلئے دور اور قریب، شہر اور دیہات کا سفر کرتے تھے اور گلی کوچوں میں لوگوں کے پاس جاجا کر ایمان کی دعوت پیش کیا کرتے تھے۔ اور جس قوم کے سامنے بھی اسلام کی دعوت پیش کی جاتی تھی وہ قوم اسلام کو ایک اجنبی اور انوکھی چیز سمجھتی تھی لیکن صحابہؓ کی مقدس اور پاکباز جماعت کی روحانی باتوں اور انکے اخلاق اور کردار کو دیکھ دیکھ کر غیر قوم بخوشی اسلام قبول کر لیا کرتی تھی۔ اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "بَدَأَ الاِسْلَامُ غَرِیبًا" سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ اسلام کی ترقی اور فتوحات کا سلسلہ ایک لمبے دور تک چلتا رہا اس کے بعد مسلمان دُنیا کی دولت اور عیش پرستی کا شکار ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے معاشرہ سے اسلامی معاشرہ، اور اسلامی رہن سہن، اور احکامِ شرعیہ کی پابندیاں ختم ہوتی چلی گئیں۔ آخر کار وہ دور آگیا ہے جو آج ہمارے سامنے ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ جب مسلمانوں میں بگاڑ آجائیگا اور میری سنتیں مٹ جائیں گی اور مسلمانوں کو اسلامی طریقے پر زندگی گذارنے کا کوئی فکر نہیں رہے گا۔ اور شریعت کے احکام پر عمل کی کوئی تڑپ نہیں رہے گی اور مسلمانوں کے عقیدے خراب ہونے لگیں گے۔ اور مسلمانوں کے معاشرہ میں شرک و بدعات عام ہو جائیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت تیار کرے گا۔ جو جماعت بے سروسامانی اور اجنبیت اور انوکھے انداز اور اسی نہج پر مسلمانوں کے معاشرہ اور اسلامی زندگی کو زندہ کرنے کے لئے نکلے گی جو انداز شروع اسلام میں تھا کہ جسطرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ اپنی جان و مال اور وقت خرچ کر کے دعوتِ ایمان کیلئے نکلا کرتے تھے، اور سفر کیا کرتے تھے۔ اسی طریقے پر یہ جماعت بھی اپنی جان و مال اور وقت خرچ کر کے بوریا بستر لیکر بگڑے ہوئے حالات

کے سُدھارنے کے واسطے دعوتِ اصلاح کا فکر لیکر نکلے گی۔

اس جماعت کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیعُود غریبًا کما بدأ فطوبیٰ للغُرباء وھم الذین یصلحون ما افسد الناسُ مِنْ بَعْدِی مِنْ سُنَّتِی کے الفاظ سے پیشین گوئی فرمائی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی برحق ہے۔ آج دنیائے اسلام میں بڑے سے بڑے تجربہ کار، تاریخ نگار سروے کرکے دیکھ لیں کہ آپؐ کی اس پیشین گوئی کا مصداق کون سی جماعت بن سکتی ہے۔ ہمیں تو اس پیشین گوئی کا مصداق اس جماعت کے علاوہ اسی نہج پر کوئی دوسری جماعت نظر نہیں آتی ـــــ اسلام جس عالمگیر انداز سے چہار دانگ عالم میں پھیلا تھا اسی ہمہ گیر انداز سے اس وقت دنیائے اسلام کے اندر تبلیغی دعوت کا کام بھی پھیلا ہوا ہے۔

مذکورہ حدیث شریف کے اندر تبلیغی دعوت کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیشین گوئی بھی ہے اور بشارت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دعوت کے اس کام کو اسی نہج پر باقی رکھے جس نہج پر تبلیغ اکابر اور مقدس علماء نے جاری کیا تھا۔ آمین

تبلیغی جماعت پر اعتراضات

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تبلیغی دعوت اور کام کرنے والی جماعت پر جو عمومی اعتراضات لوگ کرتے رہتے ہیں۔ نہایت عالمانہ شان سے ان کے اطمینان بخش جوابات اپنے قلم سے لکھ دیئے ہیں۔ یہاں پر احقر مختصر طور پر صرف تین اعتراضات کے جوابات نقل کر رہا ہے شاید ان سے کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کو فائدہ پہونچے گا۔

اعتراض ۱: غیر عالم کی تقریر

درس نظامی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی کتاب الطلاق میں ایک صفحہ پورا غلط چھپا ہوا تھا۔ اور یہ کتاب ہندوستان کے مشہور کتب خانہ رحیمیہ سے چھپی تھی۔ اور اس کتب خانہ کے مالک ایک بہت بڑے عالم منطق وفلسفہ کے ماہر حضرت مولانا اسحٰق صاحب رائے پوری تھے۔ احقر نے دار العلوم دیوبند کی طالب علمی کے زمانہ میں اس غلطی کو لیکر مولانا موصوف سے گذارش کی کہ آپ اس کو صحیح کر کے چھاپیں۔ اس پیش کش کی وجہ سے مالک کتب خانہ احقر سے بہت محبّت کرنے لگے تو انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کا ایک خط دکھایا کہ مالک کتب خانہ مذکور نے تبلیغی جماعت پر ایک اعتراض لکھ کر شیخ کے پاس بھیجا تھا۔ اعتراض یہ تھا کہ حدیث پاک میں آیا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُصُّ اِلَّا اَمِیْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ۔ الحدیث [1]

اس حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ وعظ و تقریر یا تو حاکم کریگا یا مامور یعنی علماء اور یا متکبّر۔ تو حضرت شیخؒ کے پاس مولانا موصوف نے اس حدیث شریف کے بعد یہ ارشاد لکھ کر بھیجا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ وعظ وتقریر کرنے والے صرف تین ہی قسم کے لوگ ہوں گے۔

۱: حاکم ۲: عالم ۳: متکبّر۔ تو یہ جو تبلیغ میں نکل کر لمبے لمبے وعظ وتقریر کرنیوالے ہیں وہ نہ حاکم ہیں اور نہ ہی عالم ہوتے ہیں، تو آخر یہ کس قسم میں داخل ہیں؟ کیا یہ تیسری قسم میں داخل نہیں ہیں؟ کیا ان کے لئے وعظ وتقریر جائز ہو سکتی ہے؟

حضرت شیخؒ کا جواب

اس پر حضرت شیخؒ نے یہ جواب لکھا کہ آپ کا اعتراض اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ واقعتہً غیر عالم کو واعظانہ اور خطیبانہ انداز سے یا قرآن وحدیث کے نصوص کے ذریعہ سے بیان کرنا جائز نہیں۔ اگر اسی انداز سے بیان کریں گے تو متکبّرین میں داخل ہوں گے۔ لیکن

---

[1] مشکوٰۃ شریف صہ ۳۵

دعوت وتبلیغ سب کے لئے جائز ہے۔ اور دعوت وتبلیغ کے لئے جن باتوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ تبلیغ کے چھ نمبر کے دائرہ میں داخل ہیں۔ اور تبلیغ کے پیشواؤں اور بزرگوں کی طرف سے ہمیشہ یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ تم لوگ چھ نمبر کے حدود میں رہکر دعوت وتبلیغ کا کام کرنا۔ اب اگر کوئی غیر عالم واعظانہ اور خطیبانہ انداز اختیار کرتا ہے، یا قرآن وحدیث کے نصوص سے خطاب کرتا ہے۔ یا بے ثبوت باتوں کو واعظانہ انداز میں بیان کرتا ہے تو وہ اس کی اپنی ذاتی غلطی ہے۔ اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور اس کی وجہ سے پورے تبلیغی مکتب فکر پر کوئی الزام نہیں ہے۔

شیخؒ کے اس جواب پر مولانا موصوف کو بڑی تشفی ہوئی اور احقر نے ایک زمانہ تک حضرت شیخؒ کے اس جواب کو نوٹ کرکے اپنے پاس رکھا تھا، جو یہاں لکھ دیا ہے۔

اعتراض ۲ تبلیغی کام کو جہاد کیسے کہا جا سکتا ہے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کے بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا۔ اہل علم کی طرف سے اس اشکال کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے۔ اس لئے کہ جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفًا زیادہ معروف ہے۔ لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے۔ اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے۔ جس کا درجہ مجبوری اور آخری درجہ قتال بھی ہے۔ قتال اصل مقصود نہیں۔ بدرجہ مجبوری ہے۔ تفسیر مظہری میں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاد کے فضیلت تمام نیکیوں پر اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے۔ پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائیگا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات

میں داخل ہوں گی۔ اور اس سے زائد افضل علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ کی تعلیم ہے۔ اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔ فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالف کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں آدمی بلکہ لاکھوں بے نمازی پکے نمازی بن گئے۔ سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی مساعی سے مسلمان بن گئے جہاد کی لغوی اور شرعی تحقیق یہ ناکارہ اپنی کتاب اوجز المسالک شرح موطا امام مالک اور لامع الدراری علی جامع البخاری کے حاشیہ پر تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ جہاد کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور شرعاً مشقت کا اٹھانا کفار کے قتال میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدۂ نفس پر بھی آتا ہے۔ اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے، اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی اور کفار سے جہاد پر بھی ہوتا ہے۔ زبان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ ابن عربی نے ترمذی شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا مذہب یہ ہے کہ جہادِ اکبر نفس کا جہاد ہے۔ اور قرآن پاک کی آیت وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور حدیثِ پاک میں ہے کہ وہ اصل مجاہد نہیں جو دور کے دشمن سے جہاد کرے اصل مجاہد وہ ہے جو اس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں الیٰ اٰخر ما بسط فی الاوجز۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں جہادِ اکبر کا مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ باجیؒ نے لکھا ہے کہ "سبیل اللہ" کا لفظ تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ حدیث "رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر"

مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے۔ اہل علم حوالہ دیکھنا چاہیں تو لامع الدراری کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے "التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف" میں تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیت جَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ، میں حضرت جابرؓ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت غزوہ سے واپس آئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم بہت اچھا آنا آئے کہ جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے۔ ان روایات میں جو کچھ ضعف ہے وہ اوّل تو فضائل میں معتبر ہوتا ہے، اور تعدّد طرق سے مندفع ہو جاتا ہے۔

علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں ہے کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ چونکہ مقاصد لعینہٖ ہیں، وہ جہاد سے افضل ہیں۔ اسلئے کہ جہاد کی اصل غرض ایمان اور اعمالِ حسنہ ہی پر عمل کرانا ہے۔ لامع کے حاشیہ میں ابن عابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ اس میں ذرا بھی تردّد نہیں کہ ادائے فرائض پر مواظبت اپنے اوقات میں جہاد سے افضل ہے۔ اسلئے کہ وہ فرضِ عین ہے اور جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے قائم کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے۔ اسلئے اس کا حسن لغیرہٖ ہے اور نماز کا حسن لعینہٖ، اسلئے یہ افضل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش بھی نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے کی جائیگی وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کی جائے گی۔ امام بخاریؒ نے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے پر بابُ المشی الی الجمعۃ میں حضرت ابو عبسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے من اغبرّت قدماہ فی سبیل اللّٰہ حرّم اللّٰہ علی النّار جو شخص کہ اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دیتے ہیں۔

اگر امام بخاریؒ اس حدیث پاک سے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلّغین اللہ کے راستہ میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خدمت کے لئے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر کیا الزام ہے۔

آگے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اہل علم پر بڑا تعجب ہے کہ وہ فی سبیل اللہ

کے لفظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں۔ جبکہ نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ (تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ۲۲ تا ۲۴)

اعتراض ۳ موجودہ تبلیغ سابق طرز پر نہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں کہ ایک احمقانہ جاہلانہ اعتراض یہ بھی کانوں میں پڑا کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اور صلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں، لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلویؒ کے طرز پر نہیں رہی اسلئے اب یہ ضلالت و گمراہی ہے۔ ؟

میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ دارالعلوم دیوبند اسی طرز پر باقی ہے جو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے دور میں تھا۔؟ کیا مظاہر علوم سہارنپور اب اسی طریقہ اور اصول پر ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دور میں تھا؟ کیا موجودہ جمعیۃ علماء ہند وہی جمعیت ہے جو حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کے دور میں تھی؟ کیا موجودہ خانقاہیں وہی ہیں جو حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے زمانہ میں تھیں؟ اور اگر وہ نہیں تو کیا یہ ساری گمراہی وضلالت ہیں؟ تو کیا یہ سارے ہی ادارے اور ان جیسے سارے ہی ادارے اب ضلالت و گمراہی بن گئے؟

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اسکے بعد کا زمانہ، اسلئے خیر القرون سے جتنا بھی بعد ہوتا جائیگا، ظاہر ہے کہ وہ صلاح و فلاح، خیر و برکات ہرگز نہیں رہ سکتیں جو سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھیں۔ تو کیا اب اسلام کو ضلالت و گمراہی کہا جائیگا۔ ؟

مشکوٰۃ شریف میں بخاری شریف کی روایت سے نقل کیا ہے حضرت زبیر بن عدیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج ظالم کے مظالم کی شکایت کی تو انہوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ کوئی زمانہ تم پر ایسا نہیں آئیگا کہ اسکے بعد والا اُس سے زیادہ بُرا نہ ہو۔ میں نے حضور اقدسؐ سے یہی سُنا ہے۔ حضرت امام زہریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں دمشق میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ حضور اقدسؐ کے زمانہ کی کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو تم نے بدل نہ دی ہو۔ ایک نماز رہ گئی تھی اُسے بھی ضائع کردیا۔ (یہ دو حدیثوں کا مشترک مضمون ہے) بخاری میں نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہوجاؤ۔ لیکن عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور بہ کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرلیں گے تو نجات پالیں گے۔ (مشکوٰۃ ص۳۱)

مشکوٰۃ میں بروایت ترمذی حضرت انسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ پاک تشریف آوری ہوئی، مدینہ پاک کی ہر چیز روشن ہوگئی۔ اور جس دن نبی کریمؐ کا وصال ہوا ہر چیز بے نور ہوگئی۔ اور حضورؐ کے دفن کے بعد ہم ہاتھ مٹی سے جھاڑنے بھی نہیں پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا۔ اسلئے اکابر کے دور کی برکات اور ان کے انوار بعد میں ڈھونڈنا یا بعد والوں کو ان کے معیار پر جانچنا نادانی کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ میں تو پچاس سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اکابر میں سے جو بھی گیا اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ گیا۔ وہ برکات، انوار خیرات جو ان اکابر کے دور میں تھیں بعد میں نہ مل سکیں۔ مفتی محمود صاحب نے اس نوع کے ایک اعتراض پر اپنے ایک نجی خط میں جو چشمۂ آفتاب میں چھپ بھی گیا ہے بڑی شدت سے نکیر کی ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے۔ اور دائرۂ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے۔ اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت

کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے، ہر قسم کے آدمی اس میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں، اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے، اسلئے بے علم اور باعلم، ذہین اور غبی، نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے۔ کسی سے اگر کوتاہی ہوجائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائیگا۔ (تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص۱۱۶ تا ص۱۱۸)

انصاف کی بات

دینی مدارس اور خانقاہ اور تبلیغ یہ تینوں راستے ہدایت کے لئے بہترین ذرائع اور وسیلے ہیں ان میں سے ہر ایک میں دین کے حاملین اور قائدین ہی ذمہ دار ہوتے ہیں، اور دین حاصل کرنے کے لئے یہ تینوں بہترین راستے ہیں۔ اور ان تینوں میں اچھے اور نیک لوگ ہوتے ہیں، لیکن ہر اچھوں کے ساتھ برے بھی ہیں۔ اور اچھائی کے ساتھ خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور تبلیغی جماعت میں علماء سے زیادہ عوام ہوتے ہیں۔ اور پڑھے لکھوں سے زیادہ اَن پڑھ ہوتے ہیں اس لئے اس میں اچھوں کے ساتھ برے بھی ہوتے ہیں، اور اُن سے نیکیوں کے ساتھ برائیاں اور اصولوں کے ساتھ بے اصولیاں بھی کثرت سے ہوں گی۔ تو کیا کسی کی بے اصولی اور غلطی کی بنا پر پورے مکتبِ فکر کو غلط کہا جاسکتا ہے، اور پوری جماعت پر غلطی کا اِلزام انصاف کی بات نہ ہوگی۔ جیسے کہ خانقاہوں میں اچھے لوگ ہوتے ہیں، تو کیا اچھے لوگوں کے ساتھ خانقاہوں میں برے لوگ بھی نہیں ہوتے۔ ایک دو آدمی برے بھی ضرور ہوتے ہیں، تو کیا ان کی وجہ سے پوری خانقاہ کے اُوپر برائیوں کا الزام آسکتا ہے۔؟

اسی طرح مدارس کے اندر کیا سَو فی صد تمام لوگ اچھے ہی ہوتے ہیں۔؟ اگر سَو طلبہ ہیں

ان میں ایک دو ضرور بُرے بھی ہوتے ہیں۔ تو کیا ایک دو بُرے ہونے کی وجہ سے اور ایک دو سے غلطیاں ہونے کی وجہ سے سب کے اُوپر غلطی کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں — یہ نہایت بے انصافی کی بات ہے۔ بلکہ بُرائیوں پر خیر اور خوبیاں غالب ہیں۔ اور جب سب میں خوبیاں غالب ہیں تو ہمیں خوبیاں دیکھنا چاہئے۔ جو کچھ بُرائی اور غلطی ہوتی ہے اس پر اڑے نہیں رہنا چاہئے۔ بلکہ جس سے غلطی ہوجائے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ پاک ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا خواب

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کیساتھ ہم نظام الدین پہونچے تو (چچا جان) حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنا ایک خواب سُنایا۔ کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں آگے آگے چل رہا ہوں اور میرے پیچھے مولانا زکریا صاحبؒ اور انکے پیچھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ چل رہے ہیں۔ پھر اس خواب کی تعبیر شاہ عبدالقادر صاحب سے معلوم کی، تو انہوں نے اپنے لہجہ میں فرمایا کہ اس کی تعبیر شیخ الحدیثؒ ہی دیں گے، تو چچا جانؒ میری طرف متوجہ ہوگئے۔ تو میں نے سوچکر یہ بتلایا کہ یہ تو سمجھ میں آیا ہے کہ میرا آپ کے پیچھے پیچھے چلنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں حتی الامکان آپ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپ کی پیروی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت سہارنپوریؒ میرے پیچھے پیچھے کیوں چل رہے ہیں؟ تو اس پر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر وہ نہیں ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ بلکہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میرے کام میں جو رکاوٹیں آتی رہتی ہیں ان میں مجھے تمہاری

پشت پناہی حاصل ہے۔ اور تم کو حضرت سہارنپوریؒ کی پشت پناہی حاصل ہے۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے چند ملفوظات

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے چند ملفوظات جن کو حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے حضرت کی خدمت میں رہ کر قلمبند فرمایا ہے بلفظہٖ نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ شاید ان ملفوظات کو پڑھنے کے بعد ہر خاص و عام مسلمان کو دینی فائدہ ہوگا۔

ملفوظ ۱ ابتداءِ اسلام کی دعوت

ایک بار فرمایا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ اسلام کے زمانہ میں (جب دین ضعیف تھا اور دنیا قوی تھی) بے طلب لوگوں کے گھر جا جا کر ان کی مجالس میں بلا طلب پہنچکر دعوت دیتے تھے، طلب کے منتظر نہیں رہتے تھے۔ بعض مقامات پر حضرات صحابہ کو از خود بھیجا ہے کہ فلاں جگہ تبلیغ کرو۔ اس وقت وہی ضعف کی حالت ہے۔ تو اب ہم کو بھی بے طلب لوگوں کے پاس خود جانا چاہیئے۔ ملحدوں، فاسقوں کے مجمع میں پہنچنا چاہیئے۔ (پھر خشکی غالب ہوگئی اور بات نہ کر سکے تو فرمایا) مولانا تم میرے پاس بہت دیر میں پہونچے، اب میں تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بس جو کچھ کہہ دیا اسی میں غور کرتے رہیئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص۵)

ملفوظ ۲ ذکر و تسبیح

ایک بار فرمایا۔ میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ اور تیسرا کلمہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ) اور صبح و شام سَو سَو بار درود شریف و استغفار و تلاوتِ قرآن مع تصحیحِ قرارت اور نوافل میں تہجّد کی تاکید اور اہلِ ذکر کے پاس جانا، علم بدون ذکر کے ظلمت ہے، اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ص۵۰-۵۱)

ملفوظ ۳۲ ذکر نہ ہو تو فتنہ ہے

ایک دن بعد نماز فجر جبکہ اس تحریک میں عمل حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا۔ اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ با آواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا۔ اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا۔ کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بیکار ہوگی، اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا (گویا یہ علم و ذکر دو بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جا سکتی) بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان محض رسمی اور اسمی ہیں۔ اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو تو وہ بھی سراسر ظلمت ہے۔ اور علی ھذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔

الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے، اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلہ کار بنا لیتا ہے۔ لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں فراموش نہ کیا جائے۔ اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے۔ ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائیگی، اور خدا نہ کردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ صـ ۳۹ تا ۴۰)

ملفوظ ۳۳ تین طبقوں سے خصوصی ملاقات کا مقصد

فرمایا:- ہماری تبلیغ میں کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت سے جانا چاہیئے۔

۱ علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔

۲۔ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں میں دینی باتوں کے پھیلانے کے ذریعہ اپنی تکمیل اور اپنے دین میں رسُوخ پیدا کرنے کے لئے۔

۳۔ مختلف گروہوں میں متفرق خوبیاں جذب کرنے کے لئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ص۷۵)

ملفوظ ۵ علم سے عمل نہ ہو تو ظلمت

فرمایا — علم سے عمل پیدا ہونا چاہئے، اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہئے، جبھی علم، علم ہے اور عمل، عمل ہے۔ اگر علم سے عمل پیدا نہ ہو تو سَراسَر ظلمت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دِل میں نہ پیدا ہوئی تو بھُس بھُسا ہے۔ اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

ملفوظ ۶ اپنی کوتاہیوں کو سمجھو

فرمایا — علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے۔ اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے، اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے۔ لیکن اگر اسکے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر علمی کِبر و غرور ہے۔ اور جو اہلِ علم کے لئے بڑا مہلک ہے۔ ع "کار خود کن کار بیگانہ مکن"

(ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ص۱۹)

اللہ تبارکؐ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم مُسلمانوں کو آقائے نامدار علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام کی سنّت اور ان مقدس اور پاکباز بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا نصیب فرمائے اور آسان فرمائے، اور اپنی بارگاہ میں قبولیت کی سَعادت سے مَالامال فرمائے۔ آمین۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ؞ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

اللہ اکبر کبیرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کثیرًا وَسُبْحَانَ اللہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

۲۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امت میں بلاء اور مصیبت کی پندرہ۱۵ علامات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ امت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جب میری امت میں پندرہ قسم کی برائیاں آئیں گی تو امت کی خیر نہیں، اور بلائیں اور آسمانی مصیبتیں اسطرح پے درپے آنا شروع ہوجائیں گی جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹ جانے کی وجہ سے تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے تمام دانے نکل جاتے ہیں اسی طرح تسلسل کے ساتھ بلائیں حوادثات آسمانی آفتیں آنے لگیں گی۔ اس کے متعلق پہلے حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے، اس کے بعد اس کے متعلق انشاء اللہ عبرتناک معلومات سامنے آجائیں گی۔

۱ عن علیؓ بن ابی طالبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلۃ حلّ بہا البلاء قیل وما ھی یارسول اللہ قال اذا کان المغنم دولا والامانۃ مغنما والزکوٰۃ مغرما واطاع الرجل زوجتہ وعق امہ وبر صدیقہ وجفا اباہ وارتفعت الاصوات فی المساجد، وکان زعیم

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کریگی تو امت پر بلا اور مصیبتیں آپڑینگی تو پوچھا گیا کہ یارسول اللہؐ وہ کیا کیا برائیاں ہیں۔؟ تو فرمایا۱ جب مال غنیمت کو اپنے لئے دولت سمجھ لیا جائیگا۔ ۲ اور لوگوں کی امانت کو اپنے لئے غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔ ۳ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو تاوان سمجھ لیا جائیگا ۴ اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا ۵ اور آدمی اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا ۶ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیکی اور رواداری کا معاملہ کریگا ۷ اور اپنے باپ کیساتھ

الْقَوْمِ اَرْذَلُهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْخُمُوْرُ، وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ اَوْ خَسْفًا اَوْ مَسْخًا۔

(وفي روايةٍ) اَوْ قَذْفًا وَاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ۔

الحديث [1]

سختی اور بداخلاقی اور نافرمانی کریگا ۸ اور مسجدوں میں بازار کے شور کی طرح شور مچایا جائیگا اس پر روک تھام نہ ہوگی۔ ۹ اور لوگوں کا نمائندہ اور سربراہ ان میں سب سے گھٹیا کم علم بے عقل اور بے دین رذیل کمین شخص ہوگا ۱۰ آدمی کا اعزاز واکرام اس کی شرارت سے بچنے کے لئے کیا جائیگا ۱۱ لوگوں میں شراب کی کثرت ہوگی ۱۲ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔ ۱۳ ناچنے گانے والی رنڈیوں کے ناچ کا شوق ہوگا ۱۴ گانے اور بجانے کی چیزیں عام ہوجائیں گی اور اسی کا شوق ہوگا۔ ۱۵ اس امت کے آخر کے لوگ گذرے ہوئے لوگوں پر لعن طعن کریں گے جب یہ سب آثار ظاہر ہونگے تو اُسوقت سُرخ آندھی زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے، پتھروں کی بارش کا انتظار کرو اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس تسلسل کے ساتھ آنے والی ہیں کہ جسطرح ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے تسلسل سے موتی نکل جاتے ہیں۔

پندرہ۱۵ علاماتِ بلاء میں سے ہر ایک کی وضاحت

اس حدیث پاک کے اندر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پندرہ قسم کی برائیاں ایسی ہیں جن کے مسلمانوں کے اندر داخل ہونے کے بعد امت پر بلاء اور مصیبتیں تسلسل کے ساتھ آنا شروع ہوجائیں گی۔ ان میں سے ہر ایک برائی کو الگ الگ طور پر واضح کیا جارہا ہے تاکہ ان کو دیکھ کر ہم اپنی زندگی کی خامیوں کو دور کردیں۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/۴۴۔

بُرائی ۱: مالِ غنیمت میں خیانت اِذَا کَانَ المغنمُ دُولاً۔

مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے کسی کے لئے قطعاً یہ جائز نہیں ہوتا ہے کہ اس میں سے اپنے واسطے کوئی چیز الگ سے لے لے، یہ خیانت ہے۔ ان پندرہ بُرائیوں میں سے سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کی خیانت کو اسلئے بیان فرمایا کہ آپ کے زمانہ میں جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادتوں سے افضل ترین عبادت تھی۔ سلطنتِ اسلامی کی ہر جہار جانب اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اسلامی جنگیں ہورہی تھیں، اور ہر طرف سے مالِ غنیمت بھی حاصل ہورہا تھا اس لئے اس کی اہمیت کے لئے سب سے پہلے مالِ غنیمت کی خیانت کی بُرائی کا ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ مسلمانوں میں ہر ہر فرد اس کا امین بن جائے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کی وعید

بخاری شریف میں مالِ غنیمت میں خیانت کی وعید کا ایک واقعہ تین مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے موقع پر قبیلہ بنی ضبیب کے ایک شخص حضرت رفاعہ بن زیدؓ نے ایک غلام بطور ھدیہ پیش فرمایا۔ اور وہ غلام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری کے کجاوہ اور سامانِ سفر وغیرہ کو ٹھیک کرتا تھا۔ بخاری شریف ۱/ ۴۳۲ حدیث ۲۹۷۷ میں اس غلام کا نام کرکرہ بتلایا گیا ہے۔ اور بخاری شریف ۲/ ۶۰۸ حدیث ۴۰۷۷ اور ۲/ ۹۹۲، حدیث ۶۵۴۱ میں اس غلام کا نام مِدعم بتلایا گیا ہے۔ اور پورا مفصل واقعہ ۲/ ۹۹۲ میں ہے، جب خیبر سے فارغ ہوکر مدینۃ المنورہ کے لئے واپسی ہوئی۔ راستہ میں وادی القریٰ نامی مقام پر قیام کیا گیا، وہاں پر یہ غلام آپؐ کا کجاوہ ٹھیک کررہا تھا اچانک ایک غیبی تیر آکر لگا، جس سے وہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ تو اس کے لئے لوگوں کی زبان سے یہ جملہ نکلا ھنیئًا لہ الجنۃ۔ اس کے لئے جنت مبارک ہو۔ تو اس پر آپؐ نے فرمایا: کَلَّا وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارًا۔ الحدیث

ہرگز ایسا نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک خیبر کے دن مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے قبل غنیمت میں سے جو چادر اس نے خفیہ طور پر اُٹھالی تھی وہ چادر جہنم کی آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے، کتنی عبرت کی بات ہے کہ صرف ایک چادر کی وجہ سے پیغمبر کے خادم غلام کو بھی جہنم میں جانا پڑیگا۔ جب صحابہ نے یہ سُنا تو کسی نے چپل لاکر واپس کی اور کسی نے جوتے کا تسمہ لاکر واپس کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ [1]

بُرائی ۲ امانت میں خیانت - والامانۃ مغنمًا

دوسری بُرائی امانت کو اپنے لئے مالِ غنیمت اور لوٹ کا مال سمجھ لینا۔ جب امانت میں خیانت کا سلسلہ شروع ہوجائیگا تو امّت کی خیر نہیں ۔ امّت طرح طرح کی بلاء و مصیبت میں مبتلا ہوجائیگی۔ بخاری شریف کی ایک روایت (جو اللہ کے رسُول سے سچی محبت) کے تحت نقل کی جاچکی ہے کہ امانت میں خیانت کرنا منافق کی چار علامتوں میں سے ایک ہے۔

چار علامتیں یہ ہیں۔

۱۔ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ۔ — جب لوگوں سے بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۲۔ وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ۔ — جب اسکے پاس اَمانت رکھی جائے توخیانت کرے۔

۳۔ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ۔ — جب کسی قوم سے عہد و پیمان کرے تو غداری اور عہد شکنی کرے۔

۴۔ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ [2] — جب کسی سے جھگڑا کرے تو گالی بکنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یامرکم ان تؤدّوا الامانات اِلَیٰ اَھْلِھَا [3] بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم کرتا ہے کہ تم حقداروں کی اَمانتیں ان کو پہنچا دو۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۳۲ حدیث ۲۹۷۷ - ۲/۶۰۸ حدیث ۴۲۷۷ - ۲/۹۹۲ حدیث ۶۴۵۱۔

[2] بخاری شریف ۱/۱۰ حدیث ۳۴ - ۱/۳۳۲ حدیث ۲۳۹۵ ترمذی ۲/۹۱ [3] سورۂ نساء آیت ۵۸۔

رفعِ اَمانت کی حَدیث

بخاری، مسلم، ترمذی میں حضرت حذیفۃ الیمانؓ سے اَمانت کے بارے میں روایت مروی ہے۔ ہم اختصار کے طور پر صرف اسکے ترجمہ کا خلاصہ ذکر کر دیتے ہیں۔ شاید کسی کو فائدہ ہو۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اَمانت کے بارے میں دُو حدیثیں بتائی ہیں ان میں سے ایک حدیث کا پس منظر ہم نے اپنی نگاہوں سے دیکھ لیا ہے اور دوسرے کا انتظار ہے۔

۱۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَمانت لوگوں کے دِلوں کی جڑ اور گہرائی میں اُتر چکی ہے۔ مزید برآں اُن لوگوں کے سامنے قرآن نازل ہو رہا تھا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حَدیث پاک سُننے کا شرف بھی حاصل ہو رہا تھا۔ اسلئے کسی کے دل میں خیانت کا خیال بھی نہیں گزرتا تھا، اور معاملہ اور لین دین کرتے وقت کسی کو کبھی یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ٹال مٹول کریگا۔ لوگ بے خطر ہو کر نہایت اطمینان سے اور اعتماد کے ساتھ لین دَین کرتے تھے۔

۲۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد ایک دَور ایسا آئیگا کہ جسمیں امانت لوگوں کے اندر سے آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو جائے گی۔ اس کی شکل آپؐ نے اسطرح بتلائی کہ آدمی تھوڑی دیر کیلئے سوئے گا تو اُس کے دل سے امانت اسطرح اُٹھالی جائے گی کہ اسکا ایک نشان چھیکے رنگ کی طرح رہ جائیگا۔ پھر دوبارہ ایک نیند لیگا تو امانت دِل سے بالکل ختم ہو جائے گی۔ اور اس کے دل میں جلنے کی وجہ سے جو آبلہ پڑتا ہے۔ اسی طرح اُبھرا ہوا چھالہ سا پڑ جائیگا۔ دیکھنے میں لگے گا کہ اسمیں کچھ گوشت ہڈی وغیرہ ہے۔ حالانکہ پانی کے علاوہ اسمیں کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اور ظاہری حالت سے لوگ دھوکہ کھا کر لین دین کریں گے۔ پھر پریشان کرتا رہیگا اور خیانت کا سلسلہ ایسا عام ہو جائیگا کہ ہزاروں لاکھوں میں سے کسی نے اگر کچھ امانت کا معاملہ کیا ہے تو دُور دُور تک اس کی شہرت ہو جائیگی کہ فلاں قبیلہ میں ایک شخص ایسا اچھا ہوشیار ہے عقلمند ہے۔ حالانکہ یہ کوئی تعریف کی چیز نہیں۔ اسلئے

کہ اس نے جسکا حق ہے اس کو لوٹا دیا ہے جو اس پر لازم تھا اسمیں تعریف کی کیا بات، مگر لوگوں کی حالت اس قدر بدتر ہونے کی وجہ سے قابلِ تعریف بن جائیگا۔ جب ایسا دور آجائیگا تو امت کی خیر نہیں [۱]۔

سچا امانتدار

بخاری شریف کی ایک حدیث شریف ہے جو بخاری میں سات مقامات میں موجود ہے۔ اور ہم نے اس حدیث شریف کو عربی عبارت کیساتھ (اللہ اور رسولؐ سے سچی محبت) کے عنوان کا جو مضمون ہے اسمیں نقل کر دیا ہے۔ یہاں بھی مختصراً ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

ایک شخص نے سمندر پار ہو کر دوسرے کنارے میں جو مالدار لوگ رہتے تھے انمیں سے کسی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا مالک نے کہا کہ گواہ لاؤ اس نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ ہے۔ پھر مالک نے کہا کہ کوئی ضامن لاؤ تو اس نے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان اللہ ہی ضامن ہے۔ اسلئے کہ یہاں میرا کوئی ایسا جان کار نہیں ہے تو مالک نے ایک ہزار دینار دیدیئے اس شخص نے اپنے گھر پہونچکر ان پیسوں سے اپنی ضرورت پوری کی اسکے بعد پھر وہ ایک ہزار دینار فراہم کر کے ادائیگی کیلئے روانہ ہوا۔ مگر سمندر پار ہونے کیلئے کوئی کشتی سواری وغیرہ نہیں ملی تو مجبور ہو کر ایک لکڑی میں سوراخ کر کے اسمیں ایک ہزار دینار اور ایک پرچی سمندر کے نام لکھ دی اور یہ کہکر سمندر میں ڈالدی کہ اب میرے قرض کا تو ہی ذمہ دار ہے۔ دوسری طرف مالک بھی آیا ہوا تھا اس کو بھی سواری نہ ملی۔ اچانک دیکھا کہ ایک لکڑی بہتی ہوئی آرہی ہے اُس نے اسکو اٹھا کر ایندھن کے کام کیلئے گھر لے آیا جب اُسے چیرا تو ایک ہزار اشرفی اور ایک پرچی [۲] ملی تو اُس سے اُسے بڑی عبرت ہوئی۔

---

[۱] بخاری ۲/ ۹۶۱ حدیث ۶۲۴۸ - ۲/ ۱۰۴۹ حدیث ۶۸۰۷ - ۲/ ۱۰۸۰ حدیث ۶۹۸۵ - مسلم کتاب الایمان ۱/ ۸۲ حدیث ۱۴۳ ترمذی ۲/ ۴۱ -

[۲] بخاری ۱/ ۲۰۳ حدیث ۱۴۷۷ - ۱/ ۳۰۶ حدیث ۲۲۳۶ طویل۔

بھائیوں امانتدار کی نیت جب صحیح ہو تو خدا کی مدد اسطرح آتی ہے کہ سمندر اور خشک لکڑی بھی اس کے تابع ہو جاتی ہے۔

امانت کمالِ ایمان کی شرط ہے

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جسمیں امانت نہیں اسکا ایمان کامل نہیں۔ اور جس شخص کا عہد و پیمان ہے۔ اور عہد شکنی کرتا ہے وہ بد دین ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱؎ عَنْ انسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ مَاخَطَبَنَا النَّبِی صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ۔ الحدیث	حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں آپؐ نے ہمیشہ ہر خطبہ میں یہ فرمایا کہ جسمیں امانت نہیں اسمیں ایمان کامل نہیں اور جسمیں عہد و پیمان نہیں اسکا دین نہیں۔

چھ کام سے جنت کی ذمہ داری

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے میری چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لی تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۱؎ جب بات کرو تو سچ بولو جھوٹ نہ بولو۔ ۲؎ جب وعدہ کرو تو اسکو پورا کرو اور وعدہ خلافی نہ کرو ۳؎ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو حسن انداز سے اسکو ادا کرو خیانت مت کرو ۴؎ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ ان کو ناجائز مقامات میں استعمال مت کرو ۵؎ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھا کرو بدنگاہی سے بچاؤ ۶؎ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو کسی پر اپنی زبان یا ہاتھ سے ظلم مت کرو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اسمیں آپؐ نے امانت کی بھی اہمیت سے تاکید فرمائی ہے حدیث یہ ہے۔

۲؎ عن عُبادۃ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اضمنُوْا لِی سِتًّا مِّنْ انفسکم اَضْمِن لَکُمُ الجنَّۃَ اصدقوا	حضرت عبادہ بن صامتؓ آپؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم میرے لئے چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۱؎ جب

۱؎ مسند امام احمد بن حنبلؒ ۳/ ۱۳۵ ۔

بِاِذَا حَدَّثْتُمْ وَ اَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ وَاَدُّوْا اِذَا اُئْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ
الحدیث [1]

بات کرو تو سچ بولو [2] جب وعدہ کرو تو پورا کرو [3] امانت تمہارے پاس رکھی جائے تو ادا کرو [4] اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو [5] اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کرو [6] اپنے ہاتھوں کو ظلم سے روکے رکھا کرو۔

بُرائی [12] زکوٰۃ کو تاوان سمجھنا۔ والزَّکٰوۃ مغرمًا:

صاحبِ نصاب کی دولت کو چالیس حصّوں میں تقسیم کرکے ایک حصّہ اللہ کے فقراء اور مساکین کو دینا لازم ہے، صاحب نصاب درحقیقت اس حِصّہ کا مالک ہی نہیں بلکہ اسکا صرف منتظم ہوتا ہے کہ جس فقیر اور جس مستحق کو چاہے اپنے اختیار سے دے سکتا ہے۔ اور اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ صاحبِ نصاب کو خود یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم اپنے مال کے چالیسویں حصہ کے مالک ہی نہیں ہیں جب یہ نظریہ دلنشیں ہو جائیگا تو پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کبھی بھی طبیعت پر گراں نہیں گذرے گی۔ بخوشی ادا کرنے لگیں گے،، اور کبھی فقراء پر اپنا احسان بھی نہیں سمجھیگا: لہٰذا جب ایسا زمانہ آجائیگا کہ جس میں لوگ اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالکر ادا کرنیکو اپنے اُوپر تاوان سمجھنے لگیں گے۔ تو امت کی خیر نہیں۔ اور امت پر طرح طرح کی بلاء اور مصیبتیں آپڑیں گی۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

بخاری شریف میں ایک حدیث شریف ہے اسمیں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے قیامت کے دن اس کا مال اس کیلئے خطرناک قسم کا اژدھا بنکر آئیگا اور اس اژدھا کے منہ میں جھاگ ہوگا اور اس کی آنکھوں میں کالے کالے نکتے ہوں گے۔ جو اسکے نہایت زہریلے ہونیکی علامت ہے۔ یہ سانپ اس مالک کے گلے میں لپٹ کر اسکو ڈستا رہیگا۔ اور یہی کہتا ہوا ڈسیگا۔ کہ میں ہی تیرا مال ہوں اور میں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ۵/۳۲۳ - الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۱ ۔

ہی تیرا خزانہ ہوں۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۱؎ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ بِشِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ۔ الحدیث ۱؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جسکو اللہ نے مال عطا فرمایا ہے پھر اس نے اسکی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مال کو اس کیلئے خطرناک اژدھا بنا دیگا جو گنجا ہوگا اسکے منھ میں جھاگ اور دونوں آنکھوں میں کالے کالے نکتے ہوں گے جو سخت زہریلا ہوگا وہ اسکے گلے میں لپٹ جائیگا یہ کہتا ہوا دونوں گلپھڑوں سے ڈستا رہیگا کہ میں ہی تیرا مال ہوں میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔

بخاری شریف ومسلم وترمذی کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جن جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ جانور آخرت میں بہت بڑے وزنی ہو کر مالک کو یہ کہتے ہوئے پیروں سے روندیں گے ہم ہی تیرا مال ہیں اور سینگوں سے مارتے رہیں گے۔

چھ کاموں سے جنّت کی ذمّہ داری

حضرت امام منذری علیہ الرحمہ نے معجم اوسط طبرانی سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے چھ کاموں کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں تو صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کیا کیا کام ہیں تو آپؐ نے فرمایا۔

۱؎ الصَّلٰوۃ نماز کی پابندی کی ذمہ داری لو۔ کہ ہر نماز اپنے وقت میں باجماعت ادا کیا کرو۔

۲؎ الزکوٰۃ اپنے مال کی زکوٰۃ صحیح طریقے سے نکالا کرو اس کو اپنے لئے تاوان نہ سمجھو۔

۱؎ بخاری شریف ۱/۱۸۸ حدیث ۱۳۸۶ - ۲/۶۴۲ حدیث ۴۴۷۳ - ۴۴۷۴ -

۳۔ الامانۃ: امانت کی ادائیگی میں ٹال مٹول مت کرو۔ اسمیں خیانت کا ارادہ بھی نہ کرو۔
۴۔ الفرج اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ اسکو ناجائز جگہ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جو جائز راستہ بتلایا ہے اسی کو اختیار کرو۔
۵۔ البطن: اپنے پیٹ کی حفاظت کرو کبھی تمہارے پیٹ میں حرام غذا نہ جانے پائے جب انسان حلال ہی کی فکر کریگا تو حرام کمائی اور حرام مال کا کبھی ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جب حلال ہی حاصل کرتا ہے تو کبھی جھوٹ نہیں بولیگا اور نہ ہی کبھی خیانت کریگا۔
۶۔ اللسان: اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ زبان کی حفاظت کا مطلب یہ کہ نہ کبھی جھوٹ بولے اور نہ زبان سے کسی کو گالی دے اور نہ ہی کسی کی غیبت کرے۔ اور نہ ہی چغلی کھائے۔ لہٰذا اگر زبان کی حفاظت ہو جائے تو ہر فتنہ سے محفوظ رہیگا۔

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے زکوٰۃ کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۵۔ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لِمَنْ حولہ من اُمَّتِہٖ اُکْفُلُوا لِیْ بِسِتٍّ اَکْفُلُ لَکُمْ بِالْجَنَّۃِ۔ وقلت مَاھُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَالْاَمَانَۃُ وَ الفرجُ وَالبطنُ وَ اللِّسَانُ۔

الحدیث[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے اپنی اُمت میں سے جو آپؐ کے پاس موجود تھے اُن کے سامنے ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تو میں نے کہا وہ کیا کیا ہیں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا ۱۔ نماز قائم کرو ۲۔ زکوٰۃ ادا کرو ۳۔ امانت ادا کرو ۴۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو ۵۔ اپنے پیٹ کی حفاظت کرو ۶۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

---

[۱] الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۱۔

برائی ۴۲ بیوی کی اطاعت

وَاَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ

آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کریگا، جب آدمی اپنا معاملہ عورت کو سونپیگا تو معاشرہ سے فلاح اور بہبودی سب ختم ہوجائیگی۔ عورتوں کو جب گھر میں شوہر کے اوپر اختیار حاصل ہوجائیگا۔ تو یہ اختیار صرف گھر تک محدود نہیں رہیگا بلکہ گھر سے حکومت تک پہونچے گا۔ جب شوہر پر اختیار حاصل ہوچکا ہے تو وہ اب خاندان اور محلہ کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر کرے گی۔ پھر پورے شہر کے اختیارات کی فکر میں ہوگی۔ پھر صوبہ اور حکومت کا نظام واختیارات کی فکر کریگی۔ فارس کا بادشاہ کسریٰ کی موت کے بعد جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو سلطنت پر بٹھادیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح یاب نہیں ہوسکتی جسنے اپنا معاملہ عورت کو سونپ رکھا ہے۔

۲۷ عَنْ اَبِی بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً۔ الحدیث [1]

حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے آپ سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس قوم نے اپنا معاملہ عورت کو سونپ دیا ہے وہ فلاح یاب نہیں ہوسکتی۔

برائی ۵ ماں کی نافرمانی : وَعَقَّ اُمَّهٗ

جب آدمی اپنی ماں کی نافرمانی کریگا تو امت کی خیر نہیں۔ بلاء اور مصیبتیں آپڑیں گی۔ ماں کی فرماں برداری اولاد پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت بہز بن حکیمؒ نے اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا کی روایت نقل فرمائی کہ انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہ میں

---

[1] ترمذی شریف ۲/ ۵۲۔

کس کے ساتھ خیر خواہی اور رواداری کروں تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ پھر پوچھا تو بھی یہی جواب دیا۔ اور پھر پوچھا تو یہی جواب دیا۔ چوتھی دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے باپ کے ساتھ روا داری کرنا ہے۔ باپ کے مقابلہ میں ماں کے بارہمیں تین مرتبہ اسلئے فرمایا ہے کہ ماں نے تین تکلیفیں ایسی اٹھائیں ہیں جن کی باپ کو خبر بھی نہیں ہے۔

۱۔ ۹۔۱۰ مہینے تک حمل کے زمانہ میں طرح طرح کی تکلیفیں ماں نے اٹھائیں پوری پوری رات کبھی اس کروٹ میں اور کبھی اُس کروٹ میں بے چینی سے پورا زمانۂ حمل گذار دیا۔ باپ کو اس تکلیف میں کوئی حصہ نہیں۔

۲۔ ولادت کے وقت جان کنی کی تکلیف ماں نے اُٹھائی۔ باپ کو اس حیات و موت کی تکلیف کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔

۳۔ ولادت کے بعد سال دو سال تک اپنے جسم کا جوہر ماں نے پلایا نیز پیشاب پاخانہ جسکو روزانہ دسیوں دفعہ دھونا ہوتا تھا وہ بھی ماں نے کیا۔ کبھی مسلسل کئی کئی رات بچے کے رونے کی وجہ سے پوری پوری رات شب بیداری کی تکلیف ماں نے اُٹھائی ہے۔

اسلئے آپؐ نے ماں کا حق تین گنا زیادہ بتلایا ہے۔ یہی وہ ماں ہے جسکو اولاد اپنی آنکھوں میں نہیں لاتی۔ ماں کے ساتھ باندیوں جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۴۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ الحدیث [1]

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کروں۔ تو آپؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے دوبارہ پوچھا تو آپؐ نے پھر بھی فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے پھر پوچھا تو آپؐ نے پھر فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ اسکے بعد

[1] ترمذی شریف ۲/۱۱ ـ

پھر پوچھا تو فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر کے بعد دیگر
اپنے قریبی رشتہ داروں کیساتھ رواداری کرنا ہے۔

والدین کی نافرمانی گناہِ کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ ہے

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اکبر الکبائر یعنی سب سے بڑا گناہ کیا کیا چیزیں ہیں بتلا دوں، تو صحابہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ضرور تبلائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑے گناہ کے کام تین چیزیں ہیں۔

۱۔ اللہ کے ساتھ غیر کو شریک کرنا اور اللہ کی عبادت میں کسی دوسرے کو برابر اور ہمسر قرار دینا اس سے اللہ پاک کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔

۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا، اس سے اللہ پاک بہت زیادہ ناراض ہوتا ہے۔

۳۔ جھوٹی گواہی دینا، اسلئے کہ جھوٹی گواہی کے ذریعہ اور جھوٹ بولنے کے ذریعہ انسان ہر برائی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص سے بھی اللہ پاک سخت ناراض ہوتا ہے۔

اس حدیث میں غور کرنیکی ضرورت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی نافرمانی کے گناہ کو اتنا بڑا قرار دیا ہے جتنا بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے ہوتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

۸ عَنْ ابی بکرۃؓ قال کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ۔[1]

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتلا دوں؟ فرمایا بڑے بڑے گناہ تین ہیں ۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا ۳۔ جھوٹی شہادت دینا یا جھوٹی قسم کھانا۔

[1] مسلم شریف ۱/۶۴

بُرائی ۶۱ دوست کے ساتھ بھلائی وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ:

آدمی اپنے دوست کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی اور اچھا برتاؤ کریگا۔

بُرائی ۶۲ باپ کے ساتھ سختی: وَجَفَا اَبَاهُ

اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بُرا سلوک کریگا۔ حالانکہ باپ کے ساتھ اچھا سُلوک کرنا واجب اور لازم ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماں باپ کی خدمت کرنے اور انکے ساتھ رَوا داری اور حسنِ سُلوک کی تاکید اپنی عبادت کی تاکید کے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو بات بات پر غصہ کرنے لگتے ہیں اور ذرا ذرا سی باتوں پر ڈانٹنے اور بُرا بھلا کہنے لگتے ہیں' ان کو حق ہے کہ وہ سب کچھ کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے موقع پر تم کو لفظ اُف بھی زبان سے نکالنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ نہایت نرم انداز سے گفتگو کرنا لازم ہے۔ اور اگر تم نے اُف بھی کہدیا یا تم نے ان کو جھڑک دیا تو سمجھو کر دنیا وآخرت دونوں برباد کرلی ہے۔ اور اللہ نے فرمایا کہ جب تم ان کے پاس جاؤ تو نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ اور اپنے آپ کو بالکل مٹی بنا کر جایا کرو۔ تمہارے چہرہ سے ماں باپ کی عظمت واحترام اور ہاتھ پیر اور اعضاء سے عجز وانکساری اور زبان سے اعلیٰ درجہ کی محبت کے آثار خوب اچھی طرح ظاہر ہو رہے ہوں۔

آیت کریمہ یہ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ	اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم کو صرف اللہ ہی کی عبادت کرنا ہے۔ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تم میں

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ ؎

سے کسی کے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ہی اُن کو جھڑکو اور اُن سے نہایت ادب سے نرم بات کہا کرو اور انکے آگے نیازمندی اور عاجزی کے کندھے جھکا دو۔ اور اللہ سے کہو اے میرے اللہ ان کے ساتھ اسی طرح رحمت کا معاملہ فرما جیسے بچپن میں میرے ساتھ انہوں نے رحمت و شفقت کا معاملہ کیا ہے۔

والدین کے ساتھ شفقت سے اللہ کی رحمت کا سایہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کو اپنی رحمت کا سایہ عطاء فرمائیگا اور بلا حساب وکتاب کے جنت میں داخل کریگا جسمیں تین باتیں موجود ہوں۔ ۱ ضعیف اور کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنا ۲ والدین کے ساتھ احسان اور شفقت کرنا ۳ اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ ہمدردی کرنا۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

۹ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَ الشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْاِحْسَانُ اِلَى الْمَمْلُوْكِ۔ الحديث ؎

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں تین باتیں موجود ہونگی اس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اور اس کو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کرے گا۔ ۱ کمزور کیساتھ نرمی کرنا ۲ اپنے والدین کے ساتھ نرمی اور شفقت کرنا ۳ غلاموں اور خادموں کے ساتھ ہمدردی کرنا۔

ماں باپ کی نافرمانی ایک نہایت خطرناک زہریلا سلسلہ ہے کہ اگر تم نے ماں باپ کی نافرمانی

؎ سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۴۔ ؎ ترمذی شریف ۲/۷۶۔

کی تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ ایک قدم آگے بڑھ کر تمہاری نافرمانی کریگی اور ان کی اولاد ان کی نافرمانی کریگی یہ ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ

ہمارے یہاں مدرسہ شاہی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین میں سے کسی کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک شخص اپنے باپ کو گھر کے اندر سے مارتا ہوا دھکا دیتا ہوا گھر سے باہر لایا۔ اور گھر سے باہر راستہ میں ایک کوڑی پڑی ہوئی تھی وہاں لاکر باپ کو گرا دیا۔ اب تک باپ کی زبان سے کوئی بات نہیں نکل رہی تھی صرف آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب وہاں سے باپ کو کھینچکر آگے لے جانے لگا تو باپ نے کہا کہ بس کر دے بیٹا بس کر میں بھی اپنے باپ کو یہاں تک لایا تھا۔ اللہ پاک ہم مسلمانوں کو اس نافرمانی کی نحوست سے محفوظ فرمائے اور سب کو فرماں برداری اور اطاعت کی دولت نصیب فرمائے! آمین۔

برائی ۸ مساجد میں شور: وَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ

مسجدوں کے اندر لوگ بازار کے شور کی طرح شور وغل کریں گے۔ اور مسجدوں میں لڑائی جھگڑے کرنیوالوں میں روک تھام کرنے والے نہ ہوں گے اور نہ ہی مساجد کا ادب واحترام باقی رہے گا۔ تو سمجھ لو کہ اب امت کی خیر نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ وہ لوگ اپنی دنیا کی ساری باتیں مسجدوں میں بیٹھکر کریں گے کاروبار لین دین ہر طرح سے دنیا کی باتیں اور یا یوں ہی بیٹھے بیٹھے فضول باتیں ہنسی مذاق سب مساجد ہی میں کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

۵۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیَکُوْنُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُہُمْ فِیْ مَسَاجِدِہِمْ لَیْسَ لِلّٰہِ فِیْہِمْ حَاجَۃٌ۔ الحدیث [1]

کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ انکی ساری دنیاوی گفتگو مسجدوں میں ہی ہوا کریں گی۔ ایسے لوگوں کے بارمیں اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔

مساجد کا ادب واحترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور مساجد میں شور وغل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، لوگوں کو کبھی اسطرف دھیان نہیں ہوتا۔ بلا وجہ معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

برائی ۹ گھٹیا آدمی قوم کا رہبر: وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَھُمْ

آپؐ نے فرمایا کہ جب قوم کا سربراہ اور قوم کا لیڈر انمیں کا سب سے گھٹیا اور کمین قسم کا شخص ہوگا، جسمیں نہ علم ہوگا اور نہ ہی عقل ودانش ہوگی تو امت کی خیر نہیں۔ امت ہر طرح کی آفات اور بلاء ومصیبت میں مبتلاء ہوتی رہیگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث شریف مروی ہے۔ اسمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جب امت میں تین قسم کی خوبیاں باقی رہیں گی تو امت کا دنیا میں زندہ رہنا قبروں میں دفن ہونے سے بہتر ہوگا۔

۱ امت کے امراء اور حکام اور سربراہانِ امت میں سب سے افضل اور بہتر لوگ ہوں۔

۲ امت کے مالدار لوگ امت میں سے سخی ہوں۔ اور غریبوں اور کمزوروں پر ہمدردی کرنے والے ہوں۔

۳ امت کے آپسی معاملات آپس کے مشوروں سے طے ہوتے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبتک امت میں یہ تین خوبیاں موجود ہوں گی تو امت کبھی ذلیل ورسوا نہیں ہوسکتی اور نہ ہی امت پر

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ۱/۱۲۸ —

ناگہانی آفات و مصیبت آئے گی۔

اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ تینوں خوبیاں نہیں رہیں گی بلکہ اس کے خلاف تین قسم کی خرابیاں ہوں گی تو امت کی خیر نہیں۔ بلکہ ان کا دُنیا میں زندہ رہنے سے زمین کے نیچے قبروں میں دفن ہوجانا زیادہ بہتر ہوگا۔

۱۔ جب امت کے اُمراء اور سربراہان، امت کے سب سے شریر ترین لوگ ہوں۔

۲۔ امت کے مالدار انہیں سے بخیل اور کنجوس قسم کے لوگ ہوں۔

۳۔ امت کا معاملہ عورتوں کو سونپ دیا جائیگا۔ اور اُنہیں کی رائے سے طے ہونے لگے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب یہ تین خرابیاں امت میں عام ہوجائیں گی تو امت کی خیر نہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو ——————

۱۱۔ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاؤُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا۔ وَاِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاؤُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔ الحدیث[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے سربراہان اور حکام تم میں بہتر لوگ ہوں گے اور تمہارے مالدار تم میں سخی لوگ ہوں گے اور تمہارے معاملات آپس کے مشورہ سے طے ہوں تو تمہارا روئے زمین پر زندہ رہنا زمین کے نیچے دفن ہونے سے بہتر ہوگا۔ اور جب تمہارے سربراہان تم میں سے گھٹیا اور کمین لوگ ہوں گے اور تمہارے مالدار تم میں سے بخیل لوگ ہوں گے اور تمہارے معاملات عورتوں کو سونپ دیئے جائیں تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تمہارا زمین کے نیچے دفن ہوجانا زیادہ بہتر ہوگا۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۲۔

برائی نمبر ۱۰ فتنہ کے خوف سے آدمی کا اعزاز

اُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ:

نمبر دس برائی یہ ہے کہ ایسا زمانہ آئیگا جس زمانے میں لوگ کسی آدمی کا اعزاز واکرام صرف اسلئے کریں گے تاکہ اُس کے شر سے بچیں، اگر آج اسکا اعزاز نہ کیا گیا تو کل پتہ نہیں کدھر سے شرارت کا سلسلہ شروع کردیگا۔ اسلئے نہیں کہ لوگوں کے دِلوں کے اندر اس شخص کی عظمت واحترام ہے۔

حضرت ابوشریح عدویؓ اور عمرو بن سعید کے مُناظرہ کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں یزید کے زمانے کا عجیب وغریب اور افسوس ناک واقعہ موجود ہے کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا اور عبداللہ ابنِ حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیا تو یزید نے عمرو بن سعید کی سرکردگی میں مدینۃُ المنورہ پر لشکرکشی کی ہزاروں صحابہؓ اور تابعینؒ کو تہِ تیغ کرکے شہید کردیا۔ اور روایات میں آتا ہے کہ اس لشکر نے مدینہ کی عورتوں پر ایسے مظالم کئے کہ جو عورتیں بغیر شوہر کے کنواری یا بیوہ تھیں ایسی ایک ہزار عورتوں کو حاملہ بنادیا۔ اور اس طرح مدینہ کو تباہ کرنیکے بعد عمرو بن سعید نے اس لشکر کو لیکر مکۃُ المکرمہ کا رُخ کیا۔ اور اس وقت مکۃ المکرمہ کے گورنر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ تھے۔ یہ لشکر عبداللہ بن زبیرؓ پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ ہونے لگا تو ایک صحابی جو بہت بڑے جلیل القدر اور قدیم الاسلام حضرت ابوشریح عدویؓ نے عمرو بن سعید سے کہا کہ اے امیر میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ فتح مکہ کے دوسرے دن صبح کو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی حُرمت کے بارے میں ایک بات ارشاد فرمائی تھی جس کو میرے ان کانوں نے سنا۔ اور اس وقت میری آنکھوں نے حضورؐ کو دیکھا اور میرے دِل نے یاد کر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرم مقدس کو

جب سے دُنیا پیدا کی ہے اسی وقت سے محترم بنایا ہے، اور آئندہ قیامت تک کیلئے اسکی حرمت اسی طرح باقی رہے گی، اور اللہ نے اپنے نبی کے لئے صرف ایک دو گھنٹہ کیلئے حلال کیا تھا۔ اب اگر تم سے کوئی شخص یہ کہے کہ جیسے اللہ نے اپنے نبیؐ کیلئے حلال کیا تھا تو ہمارے لئے بھی رخصت اور حلال ہوگا تو اس سے یہ کہدینا کہ اللہ نے اپنے نبی کیلئے ایک ساعت کے واسطے حلال کیا تھا تیرے لئے حلال نہیں ہے تو اس پر عمرو بن سعید نے کہا اَنَا اَعْلَمُ مِنْکَ بِذٰلِکَ۔ کہ یہ مسئلہ میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں تو اس پر حضرت ابو شریح عدویؓ نے اس کے شر سے بچنے کیلئے خاموشی اختیار فرمائی گفتگو میں اور کوئی مزاحمت نہیں فرمائی۔

اور عمرو بن سعید نے اپنی ضد میں مکۃ المکرمہ پہنچکر بیت اللہ پر منجنیق قائم کیا اور غلافِ کعبہ کو اتار کر رکھدیا اسی اثناء میں اسکو اطلاع ملی کہ یزید ہلاک ہوگیا ہے تو ناکام و نامراد ہو کر واپس ہوگیا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ اور مروان کا سوال وجواب اور یزید کا پُر فتن دَور کا واقعہ

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور مروان ابن الحکم کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک حدیث سنائی تھی وہ حدیث شریف مروان کے خلاف پڑ رہی تھی اسلئے اسکو بڑا ناگوار گذرا۔ جس سے وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بحث کرنے لگا۔ حدیث شریف یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے الصادق المصدوق جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت قریش کے کچھ نوجوان کم عمر لڑکوں کے ہاتھوں میں پڑ جائے گی۔ جس کی وجہ سے امت پر طرح طرح کی مصیبتیں آنے لگیں گی تو مروان نے بطور سوال کے کہا کہ کیا وہ نوجوان لڑکے ہوں گے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے بطور جواب کے

---

[1] ترمذی ۱/۱۶۷، نسائی شریف ۲/۲۴ القتال فی الحرم۔ الکوکب الدری۔

فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو ان سب کے نام لیکر بتلا سکتا ہوں مگر یہ زمانہ ان جوانوں کی حکومت کا ہے اگر نام لیکر بتلا دیا جائے تو شر اور فتنہ برپا کیا جائیگا۔ [۱]

اور ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کی حدیثیں سن رکھی ہیں۔ ایمیں سے ایک قسم میں نے لوگوں کے درمیان بیان کر دی ہے۔ اور دوسری قسم کے بیان کرنے میں اپنی گردن اور حلقوم کا خطرہ ہے۔ اور اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آج کل کے دور میں ان دو باتوں کو بیان کرنے سے ذبح کر دیا جاؤنگا [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ دوسری قسم کی حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو بنو امیہ کے کم عمر جوانوں کی سلطنت کی خرابیوں سے متعلق ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سن ۶۰ھ ساٹھ ہجری کے ابتداء سے بنو امیہ کا فتنہ شروع ہو جائیگا۔

چنانچہ ۶۰ھ میں یزید ابن معاویہ کی حکومت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی حکومت کی ابتداء سے لیکر انتہا تک صحابہؓ اور تابعین پر جو ظلم ہوا ہے قیامت تک اسکی کوئی نظیر نہیں ہے۔ از اول تا آخر اس کی حکومت صحابہؓ اور نیک لوگوں کے لئے موت اور مصیبت بنی رہی ہے۔ [۳]

امام سعید بن جبیرؒ اور ظالم حجاج بن یوسف کے سوال وجواب کا واقعہ

حجاج ابن یوسف کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے۔ اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتا تھا اسوجہ سے لوگ اس سے بیزار تھے اور امام سعید ابن جبیرؒ نے بھی ابن الاشعث کے ساتھ ملکر حجاج کا مقابلہ کیا تھا لیکن حجاج عبدالملک ابن المروان کی طرف سے حاکم تھا اس لئے

---

[۱] بخاری ۱/۵۰۹ حدیث ۳۳۷۷-۳۳۷۸ بخاری ۲/۱۰۴۶ حدیث ۶۸۱۸۔

[۲] بخاری ۱/۲۳ حدیث ۱۲۰۔ [۳] فتح الباری مصری ۱/۲۶۱ دیوبند ۱/۲۸۸ حدیث ۱۲۰۔

اس کے مقابلے میں یہ حضرات ناکام ہوگئے اور سعید ابن جبیرؒ کبار تابعین اور علمائے محدثین میں سے تھے۔ حجاج ابن یوسف کو ان سے عداوت تھی۔ حضرت سعید ابن جبیرؒ مکہ مکرمہ جاکر چھپ گئے لیکن حکومت کے مخبروں نے ان کا پتہ بتلادیا چنانچہ گرفتار کر کے لایا گیا اس کے بعد حجاج ابن یوسف نے سعید ابن جبیرؒ سے سوالات شروع کر دیئے اور سعید ابن جبیرؒ ہر سوال کا جواب بڑے اطمینان کے ساتھ دیتے رہے۔ مختلف سوالات میں سے حجاج نے یہ بھی کہا تھا اب میں تجھ کو زندگی کے بدلے کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ دیکھ لیگا تو سعید ابن جبیرؒ نے سکون سے جواب دیا کہ اگر میں جانتا کہ زندگی اور موت کا اختیار تیرے قبضہ میں ہے تو میں تجھ کو معبود بنا لیتا۔ اور حجاج نے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ حضرت علیؓ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟ کیونکہ حجاج حضرت علیؓ کو برا کہتا تھا تو سعید ابن جبیرؒ نے فرمایا کہ اگر میں جنت یا جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں پھر حجاج نے پوچھا کہ میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا۔ تو امام سعید ابن جبیرؒ نے فرمایا کہ میں غیب کی باتوں سے واقف نہیں ہوں۔ جب حجاج نے ان کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا تو انہوں نے کہا کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ جب امام سعید ابن جبیرؒ نے قبلہ رخ ہو کر "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ" الآیہ مکمل پڑھی یعنی میں نے اپنا منہ اُس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اس طرف متوجہ ہوا۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ جب حجاج نے یہ دیکھا تو یہ شرارت کی ان کا منہ قبلہ رُخ سے پھیر کر کے نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دیا تھا تو سعیدؒ نے فرمایا کہ مجبوری میں جدھر بھی رُخ کر کے نماز پڑھی جائے صحیح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرف ہے اور نماز کے بعد امام سعیدؒ نے فرمایا حجاج میں تجھ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں اس کلمہ کی گواہی دے رہا ہوں اسکو محفوظ رکھنا میں تجھ سے قیامت میں جب ملونگا تو اس کو لیلونگا۔ پھر ان کو شہید کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ "۔ [1]

---

[1] البدایہ والنہایہ ۹/۹۸ مستفاد حکایات صحابہ ۱/۸۵ تا ۱/۸۶ ۔

ترمذی شریف کے اندر ہشام ابن حسان سے مروی ہے کہ جن لوگوں کو حجاج نے جبرًا بے قصور قتل کیا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کو پہنچ چکی تھی [۱]

اور علماء نے لکھا ہے کہ امام سعید ابن جبیرؒ اتنے بڑے عالم اور محدّث تھے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کے قتل سے جو اسلام میں نقصان پہنچا ہے، تنہا سعید ابن جبیرؒ کے قتل سے اس سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اللہ اکبر کبیرًا۔

بُرائی ۱۱ شراب پینا عام ہونا

وعزبت الخمور

نمبر ۱۱ بُرائی یہ ہے کہ امّت میں شراب عام ہوجائے گی۔ اور شراب کا عیب جیسا ہونا چاہیئے۔ ماحول میں ایسا باقی نہیں رہیگا۔ باپ بیٹے کے سامنے اور بیٹا باپ کے سامنے شراب پیئے گا تو کوئی غیرت نہ ہوگی اور شراب کی قباحت اور بُرائی کے بارہمیں امام منذریؒ نے اپنی کتاب الترغیب والترھیب میں ستاون حدیثیں نقل فرمائی ہیں اُن میں سے ایک حدیث شریف ہم یہاں نقل کردیتے ہیں جو ترمذی شریف کے اندر بھی موجود ہے۔

شرابؔ کے بارے میں دس قسم کے لوگوں پر لعنتؔ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے بارہمیں دس قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے

۱۔ شراب بنانے والے ملازم پر لعنت کی گئی ہے۔

۲۔ وہ شخص جو اپنے لئے شراب بنوانے والا ہے اس پر لعنت کی گئی ہے۔

۳۔ شراب پینے والے پر لعنت ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۴۶

۴ شراب اِدھر سے اُدھر لیجانے والے پر لعنت ہے۔
۵ جس کے واسطے اِدھر سے اُدھر لے جایا جائے اس پر لعنت۔
۶ شراب پلانے والے پر لعنت۔
۷ شراب بیچنے والے پر لعنت۔
۸ شراب کی قیمت کھانے والے پر لعنت۔
۹ شراب خریدنے والے پر لعنت۔
۱۰ جس کے لئے خریدی جائے اُس پر لعنت۔

تو شراب کی وجہ سے اسطرح دس قسم کے لوگوں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۲ عَنْ انس بن مَالِكٌ قَالَ لعنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلی اللّٰه عَلیهِ وَسَلمِ فِی الخمرِ عشرۃ عَاصِرِهَا وَمُعتصرهَا وشَارِبهَا وحَامِلها والمحمُولة الیهِ وسَاقِیهَا وبَائِعهَا وا کِل ثمنها والمشتری لهَا وَ المشترا ة له۔ [1]

حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ شراب بنانے والے پر، شراب بنوانے والے پر، پینے والے پر، شراب منتقل کرنیوالے پر، جس کے لئے منتقل کیجائے اس پر، شراب پلانے والے پر، شراب بیچنے والے پر، شراب خریدنے والے پر، جس کے لئے خریدی جائے اس پر۔

آخرت میں شرابی کا عذاب

آخرت میں شرابی کا حشر یہ ہوگا کہ جہنم کے اندر زانیہ عورتوں کو جو عذاب دیا جائیگا ان میں سے

---

[1] ترمذی شریف ۱/۲۴۲۔ الترغیب للمنذری ۳/ ۱۷۴۔

ایک عذاب یہ بھی ہوگا کہ ان کی شرمگاہوں سے گندا خون اور پیپ اس طریقہ سے کثرت کے ساتھ بہنے لگے گا کہ اسکے بہنے کی وجہ سے باقاعدہ ایک نہر بن جائے گی تو شرابی کو اس طرح زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں سے بہتا ہوا خون اور پیپ کی نہر سے پلایا جائیگا اور یہی شرابیوں کے کھانے پینے کی غذا ہوگی۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ نہایت عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے:۔

١٦١ وفی عقوبۃِ شَارِبِ الخمرِ انّہٗ مَنْ مَاتَ مُصِرًّا عَلٰی شربِہَا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ نھرٍ فِی النّارِ یجرِی مِنْ فروجِ المومسَاتِ یُؤذِی ریحہ اھل النّارِ وَالمُومِسَاتُ ھنّ الزّانِیاتُ یجرِی مِنْ فروجِھنّ قیحٌ وَصَدِیْدٌ ثم سقی منہ لمن مَاتَ مُصِرًّا علٰی شربِ الخمرِ نَسْاَلُ اللّٰہَ العَفْوَ وَ العَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرۃ اٰمِیْنْ۔ [۱]

اور شرابی کی سزا میں یہ بھی ہے کہ جو شخص شراب پینے پر مُصر رہتا ہے۔ اور اسی پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی اس نہر سے پلائیگا جو زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی گندگی سے جاری ہوتی ہے اس کی بدبوُ سے خود اہلِ جہنم سخت ایذاء میں مبتلا ہوں گے۔ اور مُومسَات زانیہ عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کی شرمگاہوں سے گندہ خون اور پیپ جاری ہوجائے گا اسمیں سے ان لوگوں کو پلایا جائیگا جو شراب پینے پر مرچکے ہیں۔ اللہ سے ہم عفو و درگذری کا سوال کرتے ہیں اپنے دین اور دُنیا اور آخرت کے معاملے میں۔ آمین۔

ایک دوسری حَدیث شریف اسی قسم کی اور پیش کیجاتی ہے۔

١٦٢ روی عنِ النبی صَلّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلّم انّہ قَالَ: مَنْ مَاتَ سَکْرانَ یبعث یَوْم القیامۃِ سَکْرانَ۔ فی وَسطِ النّارِ جَبَلٌ یقال لہٗ سَکْرانُ فیہ عینٌ تجرِی دمًا وقیحًا وَ صدیدًا لایکونُ طعامہٗ وشرابہٗ الّا منہ۔ [۲]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے آپ کا ارشاد ہے کہ جو نشہ کیحالت میں مرتا ہے اس کو قیامت کے دن نشہ میں اُٹھایا جائیگا جہنم کے بیچ ایک پہاڑ ہے جسکا نام سکران ہے اسمیں خون اور پیپ اور پِس کی ایک نہر ہے اسمیں سے اسکے کھانے اور پینے کا انتظام ہوگا۔

---

۱ ـ الترغیب الترہیب للیافعی ۱۵۰ ؍ ۲ ـ الترغیب الترہیب للیافعی ۱۷۲

بُرائی ۱۲ مَرد کا ریشم پہننا۔ وَلُبِسَ الْحَرِیْرُ:

مَردوں کیلئے ریشم پہننا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ[۱۲] نمبر کی بُرائی یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئیگا جس زمانہ میں مَرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے تو ایسے زمانہ میں امّت کی کوئی خیر نہ ہوگی بلکہ امّت پر تسلسل کے ساتھ بَلا ء اور مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہوجائیگا۔

حضرت علیؓ پر حضورؐ کا غصہ[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں ریشم کے کپڑے کی حُرمت کا حکم شروع ہوا تھا اسوقت فوری طور پر مجھے معلوم نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ریشم کا جوڑا عنایت فرمایا آپؐ نے اس لئے عنایت فرمایا کہ عورتوں میں جاکر تقسیم کردوں یا اس کو بیچکر قیمت سے فائدہ اٹھاؤں مگر میں نے یہ مقصد نہیں سمجھا۔ اور حرمت کا حکم بھی معلوم نہ تھا۔ اس لئے میں ریشم کے اس جوڑے کو پہنکر حاضر ہوا جب آپ نے مجھے اس جوڑے میں دیکھا تو بہت سخت غصہ کی حالت میں تیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں سخت گھبراہٹ میں نکلا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ریشم کے کپڑے کی مُمانعت ہوگئی ہے اسلئے حضورؐ ناراض ہو رہے ہیں۔ میں نے فوراً جاکر اس کو اپنے بدن سے اتار کر عورتوں میں تقسیم کردیا۔ اسکے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو خندہ پیشانی کی حالت میں دیکھا۔

---

[۱] مستفاد بخاری ۱/۳۵۶ حدیث ۲۵۴۱ بخاری ۲/۸۰۸ حدیث ۵۱۵۰ - ۲/۸۶۸ حدیث ۵۶۱۱

بُرائی ۱۳ ناچنے گانے والی رنڈیوں کو رکھنا
واتخذت القیان

ایسا دور آئیگا جسمیں لوگ ناچنے اور گانے والی رنڈیوں کو اپنے پاس رکھنے کا شوق رکھیں گے اور ان سے ناچ اور گانا سنیں گے۔ اور اگر اپنے پاس ایسی رنڈیاں نہیں ہیں تو باہر سے کرایہ پر لاکر ان کا ناچ دیکھیں گے اور گانا سنیں گے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ نمبر کی بُرائی یہی بیان فرمائی ہے۔ جب امّت پر ایسا دور آئیگا تو امت کی خیر نہیں، حیا، شرم سب اٹھ جائے گی۔

آجکل کے زمانے میں زیادہ مثال دیکر سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ گھر گھر ٹیلی ویژن کی لائن کھینچی جارہی ہے۔ بچے ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد سے پوری زندگی رنڈیوں کے ناچ نامحرموں کے گانے دیکھنے اور سُننے میں پرورش پارہے ہیں۔ کسی بھی بچہ کے دل میں ان چیزوں کی بُرائی پیدا نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ بچے ان چیزوں کو اپنے گھر کی چیز سمجھتے ہیں اگر کوئی ان کی بُرائی بیان کرتا ہے تو نئے عمر کے بچے حیرت کیساتھ دیکھنے لگتے ہیں کہ یہ کیا بیان کررہا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر انسانی زندگی ہی نہیں ہے۔

حدیث پاک کے اندر شراب کو اُمّ الخبائث کہا گیا ہے کہ شراب پینے کے بعد آدمی ہر خبیث چیز میں مبتلا ہوسکتا ہے [۱] ۔۔ اگر شراب اُمّ الخبائث ہے تو ٹی۔ وی۔ ٹیلی ویژن۔ وی سی۔ آر۔ اُمّ الفواحش ہیں۔ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس سے حیا، شرم ختم ہوجاتی ہے۔ اور ہر قسم کی بے حیائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا کہ تم فواحش کے قریب تک نہ جاؤ۔

---

[۱] مکاشفۃ القلوب / ۲۸۴۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ الآیۃ[1] تم فحش پروگراموں کے قریب تک مت جاؤ چاہے وہ ظاہر ہو یا خفیہ۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الآیۃ[2]) اے محمدؐ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری اور باطنی تمام فواحش کو حرام کر دیا ہے۔ نیز قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠[3]

بہت ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم بری سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ چیز بری ہے انجام کے اعتبار سے کسی چیز کی اچھائی اور اور برائی کا علم اللہ کو ہے تم کو نہیں ہے۔

برائی ۱۴ بینڈ باجہ کا شوق ہونا
وَاتُّخِذَتِ الْمَعَازِفُ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نمبر کی برائی یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ جسمیں لوگ گانے اور بجانے اور کھیل، کود کی چیزیں اور آلاتِ لہو و لعب کو پسند کریں گے، ڈھول کی آواز ہارمونیم کی آواز اور بینڈ باجا کی آواز اور سارنگی کی آواز سننے کا لوگوں کو شوق ہوگا تو سمجھ لو کہ امت کی خیر نہیں بلکہ تسلسل کے ساتھ بلاء اور مصیبتیں اور پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا کسی طرح سے خدا کا عذاب آسکتا ہے۔ جنکا ذکر حدیث کے آخر میں آرہا ہے۔ شروع اسلام میں لڑکیوں کے گانے اور دف وغیرہ بجانیکی گنجائش تھی حدیث کی کتابوں میں دف بجانے کا ذکر بھی آیا ہے لیکن یہ سب کے سب صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر سے پہلے کی بات تھی۔ بعد میں ان سب چیزوں کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا ہے۔ اور وہ تمام امور منسوخ ہو چکے ہیں۔

---

[1] سورۃ انعام آیت ۱۵۱ [2] سورۃ اعراف آیت ۳۳ [3] سورۃ البقرہ آیت ۲۱۶ ۔

لہٰذا کوئی اگر شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کو جائز کہے تو وہ غلط ہے۔ جیسا کہ شراب پہلے حلال تھی بعد میں حرام ہوگئی۔ اور گدھے کا گوشت کھانا پہلے حلال تھا بعد میں حرام ہوگیا اسی طرح دُف بجانا بھی پہلے جائز تھا اور بعد میں اس سے بھی منع کر دیا گیا [1]

بُرائی ۱۵۔ پچھلے بزرگوں کو بُرا کہنا: وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا۔

اس امت کے بعد کے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے یعنی علم و عقل کے اعتبار سے کمزور لوگ پچھلے اچھے لوگوں کی بُرائی کریں گے، تو یہ سمجھ لینا کہ امت کی خیر نہیں۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا طبقہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو بہت بُرا بھلا کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہمیں ایسے اماموں کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ کو ہم براہِ راست سمجھیں گے۔ چنانچہ نتیجہ اور انجام یہ ہو رہا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس کو جو سمجھ میں آتا ہے اُس کو عوام کے سامنے پیش کر دیتا ہے جس سے عوام خالی الذہن لوگ اپنی عبادات کے متعلق خلجان اور تردد میں پڑنا شروع ہو گئی ہے۔ ایسے لوگ ہمارے ہندوستان میں غیر مقلدین کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے عامۃ المسلمین کو بچنے کی ضرورت ہے۔ تمام ائمہ مجتہدین اپنی اپنی جگہ برحق ہیں جسطرح انہوں نے قرآن و حدیث کو سمجھا ہے بعد کے بڑے بڑے علماء بھی اسکا عشرِ عشیر بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں،، اسی طرح شیعہ اور رافضی لوگ حضرات صحابہؓ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ خاص طور پر خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو نہایت دریدہ دہنی سے گالیاں دیتے ہیں۔ جب ایسا دور آجائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ زَلْزَلَةً أَوْ خَسْفًا أَوْ قَذْفًا ،،

---

[1] مستفاد عمدۃ القاری مطبع دار الفکر ۱۲/۵۰ حدیث ۴۰۰۱ بخاری حدیث ۳۸۵۷۔

ایسے زمانے میں تم اللہ کے مختلف قسم کے عذابوں کا انتظار کرو۔ جو کبھی سُرخ ہواؤں کی شکل میں آئیں گے جس سے انسان وَبائی مرض میں مبتلا ہوں گے۔ اور کھیتی باڑی جل کر سُوکھ جائیگی یا زلزلہ کی شکل میں عذاب آئیگا جس سے علاقہ کا علاقہ تباہ اور برباد ہو جائیگا۔ یا زمین کے دھنس جانے کے ذریعہ عذاب آئیگا جس سے علاقہ کا علاقہ زمین میں دھنس کر لاپتہ ہو جائیگا یا آسمانوں سے اولے اور پتھر برسنے کی شکل میں عذاب آئیگا۔ جس سے انسانوں میں بے چینی پیدا ہوگی اور انکی کھیتیاں برباد ہو جائیں گی۔

• وآیات تتابع کنظام بال قطع سلکہ فتتابع •۔ اور کچھ حوادثات اور نشانیاں اسطرح پے درپے تسلسل کیساتھ آنا شروع ہو جائیں گی جیساکہ تسبیح کے دھاگے کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ سارے دانے نکل جاتے ہیں۔

امام ابو عبداللہ نعیم ابن حمّاد مروزی نے فتنوں و حوادثات سے متعلق حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے اسمیں انہوں نے حضرت قبیصہ ابن ذویبؓ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو بہت عبرت کی ہے جو یہاں ترجمہ کے ساتھ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۵۔ عن قبیصۃ بن ذویبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیؤفکن من ھذہ الامۃ قوم قردۃ وقوم خنازیر ولیصبحن فیقال خسف بدار بنی فلان و دار بنی فلان وبینما الرجلان یمشیان یخسف باحدھما قالوا یا رسول اللہ وبما ذلک قال: بشرب الخمور ولباس الحریر والضرب بالمعازف والزمارۃ۔ الحدیث [1]

حضرت قبیصہ ابن ذویبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں سے کچھ لوگ بندر بن جائیں گے اور کچھ خنزیر بن جائیں گے اور کچھ لوگ صبح کو اس حالت میں اُٹھیں گے کہ کہا جائیگا کہ فلاں فلاں قبیلہ کی آبادی نیچے کو دھنس گئی ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ دو آدمی آپس میں چلیں گے اچانک دونوں میں سے ایک کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا تو صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ایسا کیوں تو آپؐ نے فرمایا شراب پینے کی وجہ سے اور ریشم کے کپڑے پہننے کیوجہ سے

[1] کتاب الفتن / ۳۴۱ / ۳۷۲۔

اور بینڈ باجہ اور ہارمونیم وغیرہ کے بجانے کی وجہ سے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے ذکر کردہ پندرہ قسم کی برائیوں کو کس قدر تاکید کے ساتھ گن گن کر کے ذکر فرمایا ہے تاکہ امت ان برائیوں سے اپنے آپ کی حفاظت کرے۔ اور خدا کے عذاب سے بچ جائے۔

آج ہمارے لئے عبرت کا مقام ہے کہ ان برائیوں میں سے کتنی برائیاں ہمارے معاشرے میں داخل ہو چکی ہیں، ہر شخص ان سے بخوبی واقف ہے۔

اللّٰھم احفظنا من عذاب الدّنیا وعذاب الآخرۃ۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ
شب دوشنبہ

(۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ سے شرم کیجئے

متقی کون ہے؟

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ الآية [1]

اے ایمان والو اللہ سے ایسا ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور تم ہرگز نہ مرنا مگر کامل مسلمان بن کر مرو۔

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اپنے آپ کی حفاظت کرے، اور حرام اور ممنوع چیزوں کی طرف قدم اٹھاتے ہی خدا کا خوف وخشیت غالب آجائے اور شرم سے سر جھک جائے۔ یہی حقیقی تقویٰ ہے۔

اور متقی وہی شخص ہے جو خدا کے خوف سے ممنوع چیزوں سے بچا رہے۔ اور حرام کام کرنے سے خدا سے شرمائے۔ جس میں حیاء وشرم غالب ہو وہی درحقیقت کامل مسلمان ہے۔

عابد سے متقی افضل

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو آدمیوں کا ذکر ہوا ان میں سے ایک کے بارے میں کہا گیا کہ بہت زیادہ عبادت گذار ہے۔ اور اللہ کی عبادت میں دن رات خوب محنت ومشقت میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسرے کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ وہ اتنی عبادت تو نہیں کرتا مگر حرام اور ناجائز امور سے بہت دور رہتا ہے۔ اور تقویٰ وپرہیز بہت کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ عبادت سے تقویٰ وپرہیزگاری افضل ہے۔

---

[1] سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۰۲۔

۱۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْدَلُ بِالرِّعَةِ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی کی عبادت اور اجتہاد کا ذکر ہوا، اور دوسرے آدمی کی ورع اور پرہیزگاری کا ذکر ہوا، تو آپؐ نے فرمایا کہ عبادت ورع و تقویٰ کے برابر نہیں ہو سکتی۔

الحدیث ۱

اللہ سے شرم کرنے کا مطلب

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قُلْنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا لَنَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰى وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ سے کما حقہٗ طور پر شرم کرو۔ تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول: الحمد للہ بیشک ہم اللہ سے شرماتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: یہ مطلب نہیں لیکن اللہ سے کما حقہٗ طریقہ پر شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سر کی حفاظت کرو اور سر کے متعلقات کی حفاظت کرو۔ اور تم اپنے پیٹ کی حفاظت کرو، اور پیٹ کے متعلقات کی حفاظت کرو۔ اور موت کو یاد کرو۔ اور موت کے بعد سڑ جانے اور گل جانے کو یاد کرو۔ اور جس نے آخرت کی کامیابی کا ارادہ کیا اس نے دُنیا کی زینت کو ترک کر دیا، تو جس نے ایسا کیا (ان ہدایات پر عمل کیا) اس نے درحقیقت اللہ سے پورے طور پر حیاء اور شرم کی ہے۔

الحدیث ۲

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

۱ ترمذی شریف ۲/۶۸ ۲ ترمذی شریف ۲/۷۲۔

کہ جیسے اللہ سے شرمانا چاہئے ویسے شرم کرنے کے لئے چھ کام کرنا ضروری ہیں۔
۱۔ سر کی حفاظت ۲۔ سر کے متعلقات کی حفاظت ۳۔ پیٹ کی حفاظت ۴۔ پیٹ کے متعلقات کی حفاظت ۵۔ موت اور قبر کے حالات کو یاد کرنا ۶۔ آخرت کی یاد میں دُنیا کی زینت کو ترک کرنا۔

ان سب کی وضاحت علی الترتیب ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سر کی حفاظت ہی اللہ سے شرمانا ہے

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے جیسے شرمانا چاہئے ویسے شرمانے کا مطلب سر کی حفاظت کو بتلایا ہے۔ آپؐ نے ایک مختصر لفظ میں بہت سارے احکام کو ایک ساتھ بتلادیا ہے کہ انسان کے سر کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک حیرت انگیز مشین فٹ کر رکھی ہے۔ اس مشین کی رفتار بجلی، راکٹ، ٹیلیفون کی رفتار سے بھی کہیں زیادہ تیز ہے۔ اور وہ انسانی دماغ ہے۔ آج کی دُنیا جدید آلات اور مشینری اور ٹیکنالوجی وغیرہ میں نہایت تیز رفتاری سے سفر کر رہی ہے، ہوائی جہاز، ٹیلیفون، فیکس اور کمپیوٹر وغیرہ وغیرہ، یہ سب اسی انسانی دماغ کے تابع اور اسی کی پیداوار ہیں۔ انسانیت اور انسانی صلاحیت کا سارا مدار اسی پر ہے۔ اگر اس میں ذرا سا فتور آجائے تو سارا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ پاگل اور مجنون کو دیکھو، صرف دماغی فتور کی بنا پر جانوروں سے بھی دُور پہنچ جاتا ہے کہ جانور کو اتنا تو ہوش رہتا ہے کہ کون دوست ہے اور کون دشمن ہے، اور کونسی چیز کھانی چاہئے اور کونسی نہیں کھانی چاہئے۔ مگر انسانی دماغ جو ہوائی جہاز اور کمپیوٹر جیسی چیز تیار کر رہا تھا، اسمیں تھوڑا سا فتور آنے کے بعد جانوروں کے برابر بھی ہوش وحواس باقی نہیں رہتا۔

یہ دماغ اللہ تعالیٰ کی ایک بے مثال نعمت ہے۔ اس سے انسان اچھی بات بھی سوچتا ہے اور بُری بات بھی سوچتا ہے، اور جائز وناجائز اور حلال وحرام کے درمیان

الغرض گرسنہ کا مدار اسی پر ہے۔ اور اسی سے کوئی انسان حلال چیزوں میں اپنی کامیابی اور حرام میں ناکامی سمجھتا ہے۔ اور اسی سے دوسرا انسان حرام چیزوں میں اپنا نفع اور فائدہ سمجھ کر حرام کا ارتکاب کرلیتا ہے۔ حلال میں اپنا فائدہ اور نفع نہیں سمجھتا ہے۔ اور اس کو اختیار نہیں کرتا۔ اور اسی دماغ سے انسان ایمان و کفر کو سمجھتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے کوئی انسان اپنے ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور ایمان کے تمام تقاضوں پر عمل کرتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے کوئی انسان کفر اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور ایمان کو مضبوط کرنا اور اس کے تقاضوں پر چلنا اور حلال کو اختیار کرنا اور حرام سے اجتناب کرنا ہی درحقیقت اللہ سے شرمانا ہے۔ اور کفر میں اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا اور حرام اور ناجائز افعال کا ارتکاب کرنا ہی درحقیقت اللہ کے ساتھ بے شرمی اختیار کرنا ہے۔

اس موقع پر امام جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے نہایت عبرت کے چند اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔

؎ آدمیت لحم و شحم و پوست نیست ❊ آدمیت جز رضائے دوست نیست

انسانیت گوشت ہڈی چربی کھال کا نام نہیں ہے۔ بلکہ انسانیت خدا کی رضا کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔

؎ آدمی را آدمیت لازم است ❊ عود را گر بو نہ باشد ہیزم است

عود کی لکڑی سے جب خوشبو اڑ جاتی ہے تو وہ بجائے طاقوں اور بالاخانوں میں رکھنے کے ایندھن کے لائق ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس میں خوشبو لازم ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر انسانیت کے لئے ایمان کا نور لازم ہے۔ اگر وہ نور نہ ہو تو جہنم کا ایندھن بننے کے لائق ہے۔

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جملہ میں پوری شریعت بتلادی۔ کہ اللہ سے شرمانے کے لئے اپنے سر کی حفاظت کرو، سب کام صحیح ہو جائیگا۔

۲۔ سر کے متعلقات کی حفاظت

سر کے متعلقات میں آنکھ، کان، زبان، ناک، چہرہ شامل ہیں۔ یہ پانچوں اللہ کی نعمت ہیں۔ کہ اگر ان میں کسی ایک میں قدرتی طور پر فتور آ جائے تو پوری دُنیا کے سارے ماہرین اور دُنیا کے تمام سائنسداں اپنی اپنی عقل اور دماغ کا استعمال کرتے رہیں تو ایک نابینا میں بینائی نہیں لا سکتے۔ اور ایک گونگے میں گویائی نہیں لا سکتے۔ ایک بہرے کو صحیح نہیں کر سکتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔ کہ دُنیا کے تمام عقلمند اور ماہرین اور سائنسداں اکٹھے ہو کر ایک مکھی جو نہایت ہی ادنیٰ اور حقیر اور معمولی سا جانور ہے بنا کر دکھا دے ممکن نہیں۔ نیز جو لوگ بُت پرستی کرتے ہیں ان کی عقل کہاں گئی کہ ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں، جو اپنے اُوپر سے ایک معمولی سی مکھی بھی اُڑانے پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے یہ ایک مثال پیش کی ہے۔ ایسی ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ [1]	اے انسانو! ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ اس کو اچھی طرح کان لگا کر سُن کر سمجھو۔ بیشک اللہ کے علاوہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، پرستش کرتے ہو، وہ ایک معمولی سی مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اگرچہ سب جمع ہو کر کوشش کریں تو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اگر اُن سے مکھی کوئی چیز چھین لے (چڑھاوے وغیرہ) تو ان سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

---

[1] سورۃ حج آیت ۷۳

آنکھ کی حفاظت کے ذریعہ اللہ سے شرمانا

آنکھ اللہ کی ایک انمول نعمت ہے۔ اگر دُنیا کے سارے دانشور اور ماہرین ملکر ایک ادنیٰ مخلوق کی آنکھ تیار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اور اگر کسی کی آنکھ میں قدرتی طور پر روشنی نہیں ہے تو سب ملکر اپنی اپنی فن کاری کا مظاہرہ کرنے لگیں تو روشنی نہیں لا سکتے۔ اسی پر چلنے پھرتے، دیکھنے سمجھنے کا سارا مدار ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نعمتِ عظمیٰ کے ذریعہ سے اللہ سے جیسے شرمانا چاہئے شرماؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا کے تمام فاحشات اور فحش پروگراموں کا مدار اس عظیم ترین نعمت کو غلط استعمال کرنے پر ہے۔ اسی آنکھ کے ذریعہ سے فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ اور اسی آنکھ سے سینما دیکھا جاتا ہے۔ اسی نعمت کے ذریعہ سے رنڈیوں کا ناچ دیکھا جاتا ہے۔ اسی نعمت کے ذریعہ سے تمام ناجائز اور حرام پروگراموں کو زینت بخشی جاتی ہے۔ اسی آنکھ کے ذریعے نامحرموں پر ناجائز نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ یہ سب فاحشات اللہ سے بےشرمی اور بےحیائی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فواحش اور بےشرمی سے متعلق چار مقامات میں ارشاد فرمایا۔

۱ ایک جگہ فرمایا کہ تم ان فواحش کے قریب تک نہ جاؤ۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ الآیۃ[1]	اور تم ظاہری اور باطنی ہر قسم کی بُرائی اور فحش پروگراموں کے قریب تک مت جاؤ۔

۲ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور خفیہ ہر قسم کے فواحش کو حرام کر دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ۔ الآیۃ[2]	اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی ہر قسم کے فواحش اور گناہِ کبیرہ اور زنا کو حرام کر دیا ہے۔

---

[1] سورۃ انعام آیت ۱۵۱ [2] سورۃ اعراف آیت ۳۳۔

۳۔ تیسری جگہ ایمان والوں اور نیک لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ گناہِ کبیرہ اور لغویات پروگراموں سے دُور رہتے ہیں اور جب غصہ آئے تو معاف کردیتے ہیں وہی صحیح معنی میں اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ	وہ لوگ جو کبیرہ گناہ اور فواحش سے گریز کرتے ہیں اور جب
وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ الآیۃ [1]	غصہ آجائے تو درگذر کر دیتے ہیں۔

۴۔ چوتھی جگہ نیک لوگوں کو جو آخرت میں بہترین بدلہ دیا جائیگا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گناہِ کبیرہ اور فحش اور بے حیاء پروگراموں سے گریز کرتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر صرف دل میں جو خیالات آتے ہیں اس سے ہر انسان عاجز ہے، ان کے دل میں بھی وہ خیالات آجاتے ہیں، اور آکر ختم ہوجاتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور کس کے دِل میں کہاں تک اور کتنا خیال آتا ہے، اور کس کے دل میں خیال آکر جم جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اسی طرح معاملہ بھی کیا جائیگا۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ	وہ لوگ جو کبیرہ گناہ اور فحش اور بے حیائی کی باتوں سے گریز
الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ	کرتے ہیں۔ ہاں البتہ بے اختیاری خیالات مستثنیٰ ہیں۔ یقیناً تیرے
الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ۔ الآیۃ [2]	رب کی مغفرت بہت وسیع ہے اور وہ تمہارے دلوں کی باتوں کو
	خوب جانتا ہے۔

ان تمام باتوں کے لیے جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جملہ میں ارشاد فرمایا کہ تم اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

تین قسم کی آنکھیں جہنم سے محفوظ ہونگی

جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں اور انکی آنکھوں پر جہنم حرام ہے۔

---

[1] سورۃ شوریٰ۔ آیت ۳۷ [2] سورۃ النجم۔ آیت ۳۲۔

۱ وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں شب بیداری کرتا ہے۔ ۲ وہ شخص کہ خوفِ خدا سے جس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں ۳ وہ شخص جس نے اپنی آنکھوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے محفوظ رکھا۔

۲ عن مُعَاوِیَۃَ بْنِ حَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ثَلَاثَۃٌ لَا تَریٰ اَعْیُنُہُم النَّارَ عَیْنٌ حَرَسَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَعَیْنٌ کَفَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ۔ الحدیث [1]

حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی آنکھیں جہنم نہیں دیکھیں گی۔ ۱ وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں شب بیداری کرے۔ ۲ وہ شخص جس کی آنکھوں سے خوفِ خدا کی وجہ سے آنسو جاری ہوجائیں ۳ وہ شخص جس کی آنکھیں ناجائز اور حرام چیزوں سے رُکی رہتی ہیں۔

کان کی حفاظت کے ذریعہ سے اللہ سے شرمانا

کان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نہایت قیمتی نعمت ہے۔ ذرا سی تکلیف بھی اس میں ہوجائے تو رات بھر نیند نہیں آتی۔ دن میں چین نہیں ملتا۔ اضطرابی کیفیت ہوتی ہے، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں روپیہ غرضیکہ جس کے پاس جیسی جیسی حیثیت ہو اسلئے خرچ کرڈالتے ہیں کہ اس نعمت میں جو معمولی سی خرابی آئی ہے وہ دُور ہوجائے ــــ بہرے سے پوچھو کہ اس نعمت کی کیا قدر ہے ــ تو آپ نے فرمایا کہ اس نعمت میں اللہ سے شرماؤ۔ اس کے ذریعہ سے ناچ گانا مت سُنو۔ کسی کی غیبت مت سُنو۔ کسی کی بُرائی مت سُنو۔ یہی کان آپس میں اختلاف اور بغض وعناد حسد اور قطع تعلق کا سبب بنتا ہے۔ اور یہی اتحاد کا سبب بھی بنتا ہے۔

حدیث میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپس میں قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے کٹے کٹے نہ رہو ۔ ایک دوسرے سے بغض وعناد نہ رکھو ــ اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۴۱۶ حدیث ۱۰۰۳ ، الترغیب الترہیب للمنذری ۴/۱۱ حدیث ۱۰

۱۷ عَنْ انسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقَاطَعُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ الحدیث ۔۱

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ تم آپس میں قطع تعلق مت کرو، اور ایک دوسرے سے بے رخی مت اختیار کرو اور ایک دوسرے سے بغض وعداوت رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد مت کرو، اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے بندے بنے رہو۔

زبان کی حفاظت میں اللہ سے شرمانا

زبان اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی بے بدل نعمت ہے کہ تمام انسانی زندگی کا پورا مدار زبان پر ہے۔ کہ معاملات کا تعلق زبان سے ہے۔ گفتگو کا مدار زبان پر ہے۔ لین دین کا مدار زبان پر ہے۔ نظامِ حکومت کا مدار زبان پر ہے۔ آپس میں تعلقات کا مدار زبان پر ہے۔ خدا کی عبادت کا مدار زبان پر ہے۔ قرآن کی تلاوت زبان سے ہوتی ہے۔ خدا کا ذکر زبان سے ہوتا ہے۔ قال اللہ اور قال الرسول زبان سے ہوتا ہے۔ اگر زبان سے قوتِ گویائی ختم ہوجائیگی تو یہ سارا نظام درہم برہم ہوجائیگا۔ یہ کتنی بے مثال نعمت ہے، گونگے سے معلوم کرو۔

پھر اسی زبان سے انسان گالی بکتا ہے، غیبت کرتا ہے، تہمت لگاتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ خیانت کی باتیں کرتا ہے۔ افتراق وانتشار کی باتیں کرتا ہے۔ شر اور فتنہ پھیلاتا ہے۔ جھوٹی خبریں اڑاتا ہے۔ تو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں ان تمام برائیوں سے بچنے کا حکم فرمایا کہ اپنی زبان کے حق میں اللہ سے شرماؤ، اور ان تمام خرافات اور برائیوں سے اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

اور اس زبان سے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ آپس میں خیر خواہی کی بات کرو۔

---

۱ ترمذی شریف ۲/ ۱۵۔

ناک کے حق میں اللہ سے شرمانا

ناک اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر ایک منٹ کیلئے بھی بند ہوجائے تو انسان موت تک پہونچ جائیگا۔ اس ناک سے اگر خوشبو سونگھیگا تو پورے بدن میں نشاط پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اگر بدبو سونگھے گا تو بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر بدبو سونگھنے کا عادی بن جانا اللہ سے بے شرمی ہے۔ اور خوشبو اور اچھی چیزوں سے صحت بنانا اللہ سے شرمانا ہے۔

چہرہ کے حق میں اللہ سے شرمانا

انسان کا چہرہ اللہ کی طرف سے ایک عجیب و غریب اور حسین وخوبصورت نعمت ہے۔ انسان دوسرے انسان کے چہرہ کی وجہ سے فریفتہ اور پاگل ہوجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حسن داڑھی نہ ہونے میں رکھا ہے، اور مردوں کا حسن داڑھی کے ساتھ رکھا ہے۔ اور چہرہ کے حق میں اللہ سے بے شرمی کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو بڑھنے نہ دے یا بالکل منڈادے۔ اور داڑھی رکھنا اللہ سے شرمانا ہے۔ یہی آپ نے فرمایا کہ داڑھی کٹوا کر یا منڈوا کر اللہ کے سامنے بے حیائی مت کرو۔

۳۔ پیٹ کی حفاظت میں اللہ سے شرمانا

پیٹ کی حفاظت کرکے اللہ سے شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پیٹ میں کبھی حرام غذا نہ جانے پائے۔ جو کچھ بھی جائے حلال ہی جایا کرے۔ جب انسان حلال کھانے کی فکر کریگا تو اس کی تمام کمائی حلال ہی ہوگی۔ اور حرام کمانے کا ارادہ بھی نہیں کرسکتا۔ انسان خیانت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، کمزوروں کو دباتا ہے، کسی کا حق وعدہ پر ادا نہیں کرتا ہے۔ یتیموں اور کمزوروں کا مال کھاتا ہے۔ یہ سب حرام کھانے کے لئے کرتا ہے۔ قرآن کریم میں حرام کھانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ - الآية [1]
وہ لوگ اپنے پیٹ میں صرف آگ بھرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا - الآية [2]
بیشک جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

---

[1] سورۂ بقرہ - آیت ۱۷۴ - [2] سورۂ نساء آیت ۱۰ -

تو اللہ سے پیٹ کے حق میں شرمانے کا مطلب یہی ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا ارادہ نہ کیا جائے اور حلال کی فکر کی جائے اور اسی کی دُھن میں رہے۔ اور جب حلال ہی کا ارادہ ہوگا تو مذکورہ برائیوں میں سے کسی بھی برائی کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ اور سارا معاملہ اور سارا معاشرہ شریعت کے مطابق صحیح اور درست ہوجائیگا۔

اسی کو جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں فرمایا کہ اپنے پیٹ کی حفاظت کے ذریعہ سے اللہ سے شرماؤ۔

۴ پیٹ کے متعلّقات کے حق میں اللہ سے شرمانا

پیٹ کے متعلقات میں دونوں رانوں کے درمیان کی شرمگاہ ہے۔ اس کے حق میں اللہ سے شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس مقام کو اللہ کے حکم کے مطابق جائز اور حلال طریقہ سے استعمال کیا جائے۔ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو قسم کی شہوت عطا فرمائی ہے۔

۱ شہوتِ بطن۔ یعنی پیٹ کی شہوت اور خواہش۔

۲ شہوتِ فرج۔ یعنی شرمگاہ کی شہوت اور خواہش۔

ان دونوں خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے انسان حلال اور جائز راستہ کو چھوڑ کر حرام کا راستہ بھی اختیار کرلیتا ہے۔ جس طرح پیٹ کے لیے لڑائی جھگڑا، ظلم وزیادتی سب کرلیتا ہے اسی طرح شرمگاہ کی خواہش اور عورت کے لیے لڑائی جھگڑے اور خوں ریزی کرلیتا ہے۔ اس لیے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرمگاہ کو غلط جگہ استعمال کرنا اللہ سے بے شرمی ہے، اور جائز جگہ استعمال کرنا اللہ سے شرمانا ہے۔ لہٰذا شرمگاہ کے حق میں اللہ سے شرماؤ۔

دو چیزوں کی ذمّہ داری سے جنت کی گارنٹی

ایک حدیث شریف میں جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون میرے لیے دو باتوں

کی ذمہ داری لیگا اور میں اسکے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔ دونوں جبڑوں کے درمیان کا حصہ یعنی زبان کی حفاظت کی ذمہ داری ۔ دونوں رانوں کے درمیان کا حصہ یعنی شرمگاہ کی کی حفاظت کی ذمہ داری، جو شخص ان دونوں کی حفاظت کی ذمہ داری لیگا میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَوَكَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَتَوَكَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ ۔ الحدیث [1]

حضرت سہل بن سعدؓ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے لئے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی زبان اور اپنی دونوں رانوں کے درمیان شرمگاہ کی حفاظت کی ذمہ داری لیگا تو میں اسکے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔

شرمگاہ کی ذمہ داری سے جنت کی گارنٹی

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔

۱۔ الصّلوٰۃ نماز کی پابندی کی ذمہ داری لے لو تو میں جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

۲۔ الزکوٰۃ تم بغیر کمی زیادتی کے زکوٰۃ ادا کرنے کی ذمہ داری لے لو تو میں جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں

۳۔ الامانۃ تم امانت کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

۴۔ الفرج تم شرمگاہ کی حفاظت کی ذمہ داری لے لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

۵۔ البطن تم پیٹ کیلئے حلال غذا کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں

۶۔ اللّسان تم اپنی زبان کی حفاظت کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔

---

[1] ترمذی شریف ۲/ ۶۶ ۔

اس حدیث شریف میں آپ نے شرمگاہ کی حفاظت کی ذمہ داری سے جنت کی ذمہ داری لی ہے۔
حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اکفلوا لی بست اکفل لکم بالجنۃ قلت ماھی یارسول اللہ؟ قال الصلوۃ والزکوۃ والامانۃ والفرج والبطن واللسان۔ الحدیث[ا]	حضرت ابوہریرہؓ آپ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے چھ باتوں کی ذمہ داری لے لو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ وہ کیا چیزیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ۱ نماز کی پابندی ۲ زکوٰۃ کی ادائیگی ۳ امانت کی ادائیگی۔ ۴ شرمگاہ کی حفاظت ۵ پیٹ کی حفاظت ۶ زبان کی حفاظت۔

۵ موت اور قبر کی پرانی ہڈیوں کی یاد سے اللہ سے شرمانا

اس نمبر کو واضح کرنے کیلئے اولاً قرآن کریم کی تین قسم کی آیتوں کو پیش کردینا انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ فائدہ کا باعث بنے گا۔

دو چیزیں ہمارے سامنے ایسی ہیں جن سے انسان بہت دور بھاگنا چاہتا ہے اور وہ ان سے کبھی بھاگ نہیں سکتا۔ وہ چیزیں انسان کو لازمی طور پر پکڑ لیں گی

۱ موت | انسان ہمیشہ اس سے بھاگتا ہے اگر مضبوط قلعہ اور سرنگ میں جاکر بند ہوجائے تو موت کا شیر وہاں جاکر بھی ایک حملہ میں گردن توڑ دیگا اور اچانک پکڑ کر لیجائیگا ہر ایک کو ہر حال میں موت کے حوالہ ہونا ہے۔

۲ قبر | قبر میں کیڑے اور سانپ بچھو کا اندھیرا گڑھا ہر ایک کو اسکے حوالہ ہونا ہے!! اللہ اکبر کبیرا۔

[ا] الترغیب والترہیب للمنذری ۴/۳ -

یہی خوبصورت بدن یہی حسین چہرہ جس پر کسی قسم کی آنچ بھی نہیں آسکتی تھی اندھیرے گڈھے میں جاکر کیڑوں کی خوراک بنے گا۔ اللہ کے سوا کوئی حفاظت پر قادر نہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں کرسکتا کہ اس میں کیڑے نہ لگیں اور ایسا بھی نہیں کرسکتا کہ سڑ نہ جائے۔ اور ایسا بھی نہیں کرسکتا کہ اس میں جاکر خیریت معلوم کرے۔ اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ ایسا وقت کس کیلئے کب آجائے گا؟

ہر معاملہ اچانک اور بے خبری میں ہوتا ہے: اب اس بارے میں تین قسم کی آیتیں پیش کرتا ہوں۔

۱ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس موت سے تم بھاگنا چاہتے ہو وہ موت ضرور تم کو پکڑ لیگی۔ تم بچ نہیں سکتے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ-الآیۃ [1]

اے نبیؐ آپ کہدیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو بیشک وہ تم کو آکر پکڑنے والی ہے اور پھر تم کو اس قادر و قدرت کے پاس پیش کیا جائے گا جو کھلے اور چھپے اور حاضر وغائب کو جانتا ہے۔

۲ دوسری جگہ فرمایا کہ موت سے بچکر کہیں بھی پہونچ جاؤ حتیٰ کہ مضبوط قلعہ اور مضبوط سُرنگ میں پہونچکر ہر طرف سے بند کرلو تو تم کو وہاں سے گرفتار کرلیگی۔ ایک منٹ بھی اِدھر سے اُدھر تاخیر نہیں ہوگی۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ-الآیۃ [2]

تم کہیں بھی پہونچ جاؤ موت تمہیں وہیں سے پکڑ لیگی اگرچہ تم مضبوط قلعہ اور سُرنگ میں جاکر محفوظ ہوجاؤ بچنے کے نہیں۔

---

[1] سورۂ جمعہ آیت ۸۔ [2] سورۂ نساء آیت ۷۸۔

۳ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر اس کے بعد ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضر ہونا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ [۱]	ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور پھر ہمارے پاس حاضر ہونا ہے۔

سورۂ انبیاء کی ایک آیت میں اسکو اسطرح بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں سختی نرمی، اور تندرستی، بیماری، تنگی، فراخی، مصیبت و عیش ہر طرح کی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور کون سختی میں شکوہ شکایت اور مایوسی میں مبتلا ہوتا ہے اور نعمتوں میں ناشکری کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے؟ پھر ہم سب کو موت دیکر اپنے یہاں پیش کریں گے پھر کسی کا عذر قبول نہ ہوگا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ الآية [۲]	ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم کو خیر و شر میں آزماتے ہیں اور تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے

سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں اسکو اسطرح بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ حساب و کتاب میں سب کو اعمال کا بدلہ دیگا لیکن لوگوں میں سب سے زیادہ کامیاب وہ ہوں گے جن کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ الآية [۳]	ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور یقیناً قیامت کے دن تم سب کا بدلہ پورا پورا دیا جائیگا پھر جسکو جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل کیا جائیگا وہی کامیاب ہوگا اور دنیا کی زندگی تو دھوکہ دہی کا سامان ہے۔

---

[۱] سورۂ عنکبوت آیت ۵۷، [۲] سورۃ الانبیاء ۳۵ [۳] سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵

ان باتوں کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں فرما دیا کہ موت کو یاد کر کے اللہ سے تعلق بناؤ۔ اور آپ نے بار بار ارشاد فرمایا کہ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ تم لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو کثرت کے ساتھ یاد کیا کرو۔

قبر کیا کہتی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث شریف مروی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلی پر تشریف لے گئے تو مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ خوب زور زور سے ہنس رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو ایسے ہنسنے کا ارادہ بھی نہ کرتے لہٰذا تم موت کو کثرت سے یاد کرتے رہا کرو اسلئے کہ قبر ہر شخص سے بات کرتی ہے اور ان الفاظ سے پکارتی رہتی ہے۔

اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، اَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ اَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ۔[1]	میں اجنبیت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں،

جب بندہ مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر مبارکباد پیش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ روئے زمین میں میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے تم میرے نزدیک سب سے محبوب آدمی ہو تو پھر قبر اس کے لئے تا حد نظر وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ لہٰذا قبر اس کے واسطے قیامت تک عیش و عشرت کا گھر بنی رہتی ہے۔ جب کافر یا فاسق کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ نہ تیرے لئے مبارکباد ہے اور نہ راحت۔ روئے زمین میں میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے تو نہایت مبغوض اور بدترین شخص تھا۔ آج تجھے پتہ چل جائیگا کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں یہ کہکر قبر اسے دبائیگی کہ ادھر کی پسلی ادھر کو اور ادھر کی پسلی ادھر کو نکل جائیگی۔ اور اللہ تعالیٰ پھر اس پر ایسے زہریلے ستر سانپ مسلط کر دیگا کہ اگر انمیں سے

---

[1] ترمذی ۲/۷۲

ایک بھی رُوئے زمین میں سانس لیگا تو روئے زمین میں کوئی چیز بھی اُگنے اور پیدا ہونیکی صلاحیت باقی نہ رہیگی! اور یہ سانپ قیامت تک اُسے ڈستے رہیں گے. نیز آپؐ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے کوئی گڑھا ہے [۱]

قبر کو یاد کرنے والا سب سے بڑا زاہد ہے

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ عابد وزاہد کون ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ جس شخص میں پانچ باتیں موجود ہوں وہ سب سے بڑا زاہد ہے۔

۱ قبر کو نہ بھولتا ہو اور قبر میں سڑ گل کر ہڈیاں پُرانی ہو جانے کو بھی نہ بھولتا ہو۔
۲ دُنیا کی زینت کو آخرت کیلئے چھوڑ دیتا ہو۔
۳ آخرت میں باقی رہنے والی چیزوں کو دنیا کی فانی چیزوں پر ترجیح دیتا ہو۔
۴ دنیا کی زندگی میں اپنے کو کل تک زندہ رہنے والا شمار نہ کرتا ہو۔ اور کل کے دن کو اپنی زندگی میں شمار نہ کرتا ہو۔
۵ اپنے آپ کو اہل قبور اور مُردوں میں شمار کرتا ہو۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَزْهَدُ النَّاسِ؟ قَالَ مَنْ لَمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلٰى وَتَرَكَ	حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کے پاس آکر سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جو قبر اور اسمیں سڑنے، گلنے کو نہیں بھولتا ہے اور دُنیا کی زینت کی فضیلت کو چھوڑ دیتا ہے اور دنیا

[۱] ترمذی شریف ۲/۷۲ –

فصل زینۃ الدنیا و اٰثر ما یبقی علی ما یفنی ولم یعد غداً فی ایامہ وعد نفسہ من الموتیٰ۔ الحدیث [1]

کی فنا ہونے والی چیزوں پر آخرت میں باقی رہنے والی چیزوں کو ترجیح دیتا ہو اور اپنی زندگی میں کل کو شمار نہ کرتا ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرتا ہو۔

جس سرزمین میں مرنا مقدّر ہو کسی بہانہ سے وہاں پہنچنا

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کیلئے خاص علاقہ میں موت مقدر فرماتا ہے تو وہ بندہ چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو وہاں سے کسی بہانے وہاں پہونچ جاتا ہے اور اس کے دل میں وہاں کی محبت اور رغبت ڈالدی جاتی ہے اگر وہاں خاص اہم کام بھی نہ ہو تو پھر بھی وہاں پہونچنے کیلئے بے چین ہو جاتا ہے اور کسی بھی طریقے سے وہاں پہونچ جاتا ہے اور وہاں پہونچکر مرتا ہے۔

دو چیز آدمی را کشش زور و زور ؛ یکے آب و دانہ یکے خاک گور

دو چیزیں انسان کو بہت زور سے اپنی طرف کھینچتی ہیں ۱ آب و دانہ اور رزق جو اللہ نے اس کیلئے مقدر کر رکھا ہے ۲ قبر کی مٹی جہاں مقدر کی گئی ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۹ عَنْ مطر بن عکامس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم اذا قضی اللہ لعبد اَنْ یموت بارضٍ جَعَلَ لہٗ اِلَیْھَا حَاجَۃً۔ الحدیث [2]

حضرت مطر بن عکامس رض سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کیلئے کسی خاص سرزمین میں موت مقدر کرتا ہے تو اس کیلئے وہاں پر کسی ضرورت کا بہانہ بنا دیتا ہے (جس سے وہ وہاں پہونچ جاتا ہے)

---

[1] الترغیب والترہیب ۴/ ۷۵ [2] مسند امام احمد بن حنبل ۵/ ۲۲۷ ترمذی شریف ۲/ ۳۶

میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ایک رہ جاتی ہے اور دو واپس آجاتی ہیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کے ساتھ اس کی قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز اسکے ساتھ رہ جاتی ہے:

۱۔ اہل وعیال، عزیز واقارب، دوست واحباب، یہ قبرستان تک جاتے ہیں مگر میت کو قبر میں تنہا چھوڑ کر گھر واپس آجاتے ہیں۔

۲۔ اسکا مال یعنی چارپائی کفن کے علاوہ کپڑا وغیرہ یہ بھی واپس آجاتا ہے۔

۳۔ اسکا عمل، نیک عمل ہو یا بد عمل وہ اس کے ساتھ ہی رہیگا۔ جیسا اسکا عمل ہوگا ویسے ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائیگا تو معلوم ہوا کہ انسان کی اپنی خاص چیز اس کا عمل ہے۔ اسلئے انسان کو ہمیشہ اپنا عمل درست رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن انس بن مالکؓ یقول قال رسول اللہ علیہ وسلم یتبع المیت ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقی معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ۔ الحدیث [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میت کیساتھ تین چیزیں جاتی ہیں تو انمیں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اسکے ساتھ باقی رہ جاتی ہے اسکے ساتھ اسکے اہل و عیال عزیز واقارب ۲۔ اسکا مال ۳۔ اسکے عمل جاتے ہیں پھر اسکے عزیز واقارب اور اسکا مال واپس ہوجاتے ہیں اور اسکا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۲/۹۶۴ حدیث ۶۲۶۵، مسلم شریف ۲/۴۰۷ حدیث ۵ ترمذی شریف ۲/۶۳۔

۶ یادِ آخرت کے ذریعہ سے اللہ سے شرمانا

مذکورہ حدیث شریف جیسیں اللہ تعالیٰ سے شرم کرنیکا حکم کیا گیا ہے اسیں چھٹا حکم یہ فرمایا ہے کہ یادِ آخرت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے شرماؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کو بھول جانا اور دنیا کی زینت میں مست ہوجانا اللہ تعالیٰ سے بے شرمی ہے۔ جس کا دل آخرت کے ساتھ لگا ہوگا۔ دنیا کی عیش وعشرت میں اس کو لطف نہیں آئے گا:

حضرت امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک کپڑے سے اپنی ناک صاف کرنے لگے اس اثنار میں ان کو پچھلا زمانہ یاد آگیا اور کہنے لگے ارے، ارے اے ابوہریرہؓ تجھے شرم نہیں آتی وہ زمانہ یاد کر جبکہ تو بھوک کے مارے حجرۂ عائشہؓ اور منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان غشی کھا کر گر جایا کرتا تھا۔ اور کوئی ناواقف شخص آکر جنون یا مرگی کی بیماری سمجھکر تیری گردن پر پیر رکھدیا کرتا تھا۔ اور آج تو کپڑے سے ناک صاف کرنے لگا[۱] چنانچہ چھوڑدیا جو آخرت کی کامیابی چاہتا ہے وہ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کردیتا ہے۔

اس امت کی صلاح وفلاح

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے شروع کے لوگوں میں جو فلاح اور کامیابی آئی ہے۔

وہ دو چیزوں کی وجہ سے آئی ہے۔

۱ دنیا سے بے رغبتی اور بے فکری۔

۲ ہر بات میں اللہ تبارک وتعالیٰ پر کامل یقین اور بھروسہ اور اس امت کے بعد کے لوگوں میں دو چیزوں کی وجہ سے ہلاکت آئے گی۔

۱ مال ودولت میں بخل وکنجوسی۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۶۲

۲ جتنا مقدر میں نہیں اس سے زیادہ امیدیں باندھنا۔
حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۱ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاحُ اَوَّلِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بِالزَّھَادَۃِ وَالْیَقِیْنِ وَھَلَاکُ اٰخِرِھَا بِالْبُخْلِ وَالْاَمَلِ الحدیث[۱]	حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اس امت کے پہلے لوگوں کی فلاح وکامیابی زہد اور یقین سے ہوئی ہے اور امت کے آخری لوگوں کی ہلاکت بخل اور بے جا امیدوں سے ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد سے جسم اور قلب کو راحت ملتی ہے۔

۱۲ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا تُرِیْحُ الْقَلْبَ وَالْجَسَدَ الحدیث[۲]	حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کو راحت پہونچاتی ہے۔

سب سے بڑا عقلمند کون؟ اور بے عقل کمزور کون ہے؟

ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دُنیا میں دو ہی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں ۱ عقلمند ہوشیار آدمی ۲ بے عقل نادان ناسمجھ۔
تو عقلمند ہوشیار کون ہے؟ اور عقل سے عاجز و کمزور کون ہے۔؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لفظوں میں جواب بھی دیدیا اور پوری شریعت بھی ساتھ بتلادی۔

عقلمند شخص

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ عقلمند اور دانشور وہ شخص ہے جو روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے۔ اور

---

۱ الترغیب للمنذری ۴/۶۷ ۲ الترغیب ۴/ ۷۵

روزانہ جائزہ لیتا ہے کہ صبح سے شام تک کتنی نیکیاں ہوئیں اور کتنی برائیاں ہوئیں اور اسی طرح شام سے صبح تک کیا عمل رہا ہے؟

اگر گناہ نہیں ہوا اور نیکیاں ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور اگر برائی اور گناہ کا کام ہوا ہے تو اُسے افسوس اور فکر کی وجہ سے رات کو نیند نہیں آتی اور رات بھر خدا تعالیٰ کے دربار میں نادم اور شرمندہ ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے! جس طرح کوئی تاجر صبح سے شام تک خرید و فروخت کر کے شام کو حساب لگاتا ہے کہ کیا نفع ہوا اور کیا نقصان ہوا۔ اگر نفع ہوا ہے تو خوب خوش ہوتا ہے اور اگر نقصان ہوا ہے تو اُسے رات بھر نیند نہیں آتی سوچتا رہتا ہے کہ یہ نقصان کہاں سے ہوا کس طرح ہوا اور آئندہ کے لئے چوکس اور ہوشیار ہو جاتا ہے کہ کہیں نقصان ہونے نہ پائے تو اسی طرح یہ شخص بھی اگر گناہ ہوا ہے تو فکر کرتا ہے کہ یہ گناہ مجھ سے کیسے ہوا ہے؟

اور آئندہ کے لئے توبہ کر لیتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

اور پھر مابعد الموت کے لئے تیاری کرتا ہے اور سفر آخرت کیلئے توشہ جمع کرتا ہے۔ تو جو شخص اپنا نصب العین یہی بنا لیتا ہے اُس پر ہمیشہ آخرت کی فکر غالب رہتی ہے۔ اور کبھی گناہ کا ارادہ نہیں کر سکتا:۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص سب سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتا ہے اور یہی صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہے۔

عقل سے عاجز اور کمزور شخص

آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ بے عقل اور بے وقوف اور ناتواں اور کمزور وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے آپ کو خواہشات نفسانی کے تابع کر دیا ہے۔ اور نفسانی خواہش اُسے کبھی نیکی کے قریب جانے نہیں دیتی۔ نفس جو بھی چاہتا ہے وہی کر بیٹھتا ہے اور نفسانی خواہش اور گمراہی اس کے نظام زندگی کی انجن ہے۔

کہ نفس جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، شراب پینا، جھوٹ بولنا، خیانت کرنا، حرام کھانا، فحش فلمیں دیکھنا، سینما دیکھنا یہ سب برائیاں کرنا اس کو آسان معلوم ہوتا ہے اور نماز پڑھنا روزہ رکھنا، نیکی، بھلائی کرنا اُسے مشکل معلوم ہوتا ہے چنانچہ کوئی اچھا کام وہ نہیں کرتا اور بالقصد ساری برائیاں کرتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر یہ امید باندھتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو معاف کرکے جنت نصیب کریگا، ہر گنہگار کو معاف کرکے جنت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ کو بالقصد نافرمانی کرنا بھی ہرگز گوارا نہیں ہے۔

اسلئے ایسوں کو جہنم میں ڈالدیں گے۔ ہاں البتہ سزا بھگتنے کے بعد جنت نصیب ہوگی تو ہوگی! آپؐ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ ناتواں کمزور، بیوقوف اور عقل سے پیدل ایسا آدمی ہوتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ سے بے شرمی اختیار کرتا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۲۱ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَ تَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ۔ الحدیث [۱]

حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو قیامت کے حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرتا ہے۔ اور مابعد الموت کیلئے تیاری اور عمل کرتا ہے اور سب سے زیادہ بے عقل کمزور وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے تابع کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر تمنا رکھتا ہے۔

دوسروں کی دنیا کیلئے اپنا دین برباد کرنے والا

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بدترین شخص وہی ثابت ہوگا جو دوسروں کی دنیا کے خاطر خود اپنا دین برباد کردیتا ہے آجکل حکام اور افسروں کے

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۷۲۔

یہاں دیکھو کتنے لوگ ان کو رشوت دلانے کیلئے پھرتے رہتے ہیں اور کتنے لوگ دوسروں کی مخبری کرتے پھرتے ہیں اور کتنے لوگ دوسروں کی دنیاوی ترقی اور ان کی ناک اونچی کرنے کیلئے ایڈوئنائز کرتے پھرتے ہیں۔ اور کسی کیلئے ناحق لڑتے پھرتے ہیں۔ اور کسی کی برائی کرتے ہیں اور کسی کی بلاوجہ تعریفیں کرتے پھرتے ہیں۔ اپنا دین اور اپنی دیانت اپنی آخرت برباد کرتے ہیں اور آخرت کے حساب وکتاب کا خیال نہیں کرتے۔ یہ عنداللہ سب سے بدترین لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے شرمی اختیار کئے ہوتے ہیں۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۴۰ عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بدترین شخص وہ ثابت ہوگا جس نے دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد اور خراب کر دی ہے۔

اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرو

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے عبداللہ دنیا میں اسطرح رہو گویا کہ تم ایک اجنبی مسافر ہو یا راستہ چلتا ہوا اور اجنبی علاقہ سے گذرتا ہوا ایک بے سہارا مسافر ہو۔ اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔ جب صبح ہو جائے تو شام کی خبر نہیں۔ اور جب شام ہو جائے تو صبح کی خبر نہیں۔ اور بیماری سے قبل صحت کی حالت میں کچھ کرلو۔ اور موت سے قبل زندگی میں کچھ کرلو۔

اسلئے کہ کل کو تمہارا نام ونشان بھی باقی نہیں رہیگا کہ تم کون تھے۔ تم بھی کوئی انسان تھے

[۱] سنن ابن ماجہ شریف /۲۸۵ ، مشکوٰۃ شریف ۲ / ۴۳۵

اگر یہی ذِکر ہے تو صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ سے شرمانا ثابت ہوگا۔
حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۵ عن ابن عمرؓ قال اخذ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعضِ جسدی، قال کُن فی الدُّنیا کانّک غریبٌ اَوْ عابرُ سبیلٍ وعُدّ نفسکَ مِنْ اَھلِ القُبورِ۔ الحدیث [۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر فرمایا کہ دُنیا میں اجنبی مُسافر کی طرح رہو یا راستہ چلتا ہوا مسافر کی طرح رہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔

دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مؤمنین کیلئے جیل خانہ ہے اور کافروں کے واسطے عیش وآرام کی جنت ہے۔

مؤمنین کیلئے قید خانہ اسلئے کہ دُنیا میں مؤمنین کو ہر طرح کی بلا، اور مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ مگر آخرت میں عیش وعشرت کی بے مثال نعمتیں مؤمن کیلئے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اور کافروں کو چوں کہ آخرت میں کچھ نہیں ملنا ہے۔ اور جو کچھ بھی ملنا ہے وہ دُنیا ہی میں ملیگا اسلئے دنیا کو ان کے لئے جنت کہا گیا ہے۔ لہٰذا مؤمنین کو اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیئے جہاں اُن کیلئے حیرت انگیز نعمتیں تیار ہو رہی ہیں۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایسی ایسی نعمتیں وہاں تیار ہو رہی ہیں کہ ایسی نعمت کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے سُنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل ودماغ میں انکا تصور ہو سکتا ہے [۲] یہ نعمتیں انہیں لوگوں کیلئے ہیں جو فکرِ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں؟

۱۶ عن ابی ھریرۃ قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدُّنیا سِجنُ المؤمنِ وجنّۃُ الکافرِ [۳]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف ۲/۵۹ [۲] ترمذی شریف ۲/۸۱ [۳] ترمذی شریف ۲/۵۸

بے حیائی و عُریانیت اور اس کا انجام

پردہ کا حکم

وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ ۔ الآیہ [1]

آپ مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنے ستر تھامے رکھیں (ستر اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں) اور اپنے بدن کی زیبائش کو ظاہر نہ کریں، ہاں البتہ بدن کا وہ حصہ جس کو ظاہر کئے بغیر کوئی مفر نہیں۔ اور اپنی اوڑھنی (برقعہ کو سر و گریبان پر سے نیچے تک) ڈال لیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیتِ کریمہ کے اندر مؤمن عورتوں کو اپنی نگاہیں اور اپنی شرمگاہیں اور اپنے ستروں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اور مواقعِ زینت کو نہایت اہتمام سے چھپانے کا حکم فرمایا ہے۔ اور مواقعِ زینت سے زیورات کے استعمال کے مواقع اور مقامات مراد ہیں جیسے ہاتھ، پنڈلی، بازو، گردن، سر، سینہ، کان۔ یہ سب وہ مقامات ہیں جن میں عورتیں زینت کے واسطے زیورات استعمال کرتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مقامات کو نہایت اہتمام سے چھپانے کا حکم فرمایا ہے۔ اور "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" سے مراد ہتھیلی، چہرے، قدمین ہیں۔ لیکن یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عورت کے پورے بدن میں سب سے زیادہ مرکزِ زینت صرف چہرہ ہے، تو کیا چہرہ غیر محرم مردوں کے سامنے کھولنا جائز ہوگا۔؟ یہ ہرگز جائز نہیں ہے [2] بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک گھر میں

---

[1] سورۂ نور ۳۱ [2] مستفاد معارف القرآن سورۂ نور آیت ۳۱ - ۶/۳۹۴ ترجمہ شیخ الہند / ۴۷۱

رہنے والے لوگوں سے ان چیزوں کا چھپانا مشکل ہے۔ مثلاً ایک گھر میں دیور، سسر، بھو اور ان کے لڑکے بھی ساتھ میں رہتے ہیں۔ یہ سب کے سب نامحرم ہیں۔ ان سے بھی پورے بدن کو چھپانا لازم ہے۔ مگر فتنہ کا خطرہ نہ ہونے کی صورت میں گھر کے ایسے لوگوں سے چہرہ، ہتھیلی اور قدمین کا چھپانا لازم نہیں ہے۔ لیکن اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو ان سے بھی چھپانا لازم ہے۔ اور گھر بھی الگ کر لینا چاہئے۔ اور نامحرم مردوں میں چہرہ کھول کر چلنے میں نگاہ کا فتنہ ہر وقت اور ہر قدم پر رہتا ہے۔

بے پردہ عورتوں پر سخت ترین وعید

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ جب معراج شریف میں تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر جنت وجہنم کی سیر فرمائی تھی۔ کس قسم کے لوگ جنت کی ناز ونعمت سے سرفرازی حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی دیکھا، اور کس قسم کے لوگ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہیں ان کو بھی دیکھا ہے۔ اور آپؐ فرماتے ہیں کہ جہنم کے عذاب میں جس قسم کے لوگوں کو مبتلا ہوتے دیکھا ہے دنیا کے اندر آپؐ کے زمانہ میں ان تمام اقسام کے لوگ موجود تھے۔ مگر آپؐ فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو میں نے جہنم کے عذاب میں مبتلا دیکھا ہے مگر اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں بلکہ وہ آئندہ چلکر پیدا ہونگے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قسموں کی علامت اور نشان بتلا دیا ہے۔

۱۔ ظالم سپاہی وہ ظالم جنکے ہاتھوں میں جانوروں کی پونچھ کی طرح ڈنڈے ہونگے اور ان ڈنڈوں سے کمزور اور غریب نہتوں کو ماریں گے۔ اب اس پہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ کون ہیں جو رکشہ والے، ٹھیلہ والے، کسان اور مزدوروں کی پٹائی کریں گے۔ اور بڑے لوگوں کے ساتھ یہ ظلم نہیں کرسکیں گے۔ پچھلے زمانہ کے نوابوں میں یہ سلسلہ تھا کہ ان کے دروازوں کے سامنے سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوکر نہیں جا سکتا تھا، ڈنڈوں سے اس کی پٹائی ہوتی تھی، اور بعد کے زمانہ میں پولس والے ایسے ہی ڈنڈا لیکر غریبوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین

۲۱ بے پردہ عورتیں

آپؐ نے فرمایا کہ بعد کے زمانے میں ایسی عورتیں پیدا ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ اس کے تین مطالب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ لباس پہنکر ننگی ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ لباس بالکل ناقص ہو، کہ کپڑا پہننے کے باوجود بازو کھلے ہوئے ہوں، اور نیچے سے پنڈلیاں کھلی ہوئی ہوں، جیسا کہ آجکل لڑکیوں کے اسکول کے لباس ہیں۔ نہایت بے غیرت اور شرم کی بات ہے کہ ایسا ناقص لباس اپنی پیاری لڑکیوں کو پہنا کر لوگ فخر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ساڑی بلاؤز پہن لیتی ہیں جس سے بازو کھلے ہوئے رہتے ہیں۔ گردن، سینہ پیٹھ، پیٹ، بازو یہ سب کھلے رہتے ہیں۔ غرضیکہ بدن کا اکثر حصہ کھلا رہتا ہے۔ کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ ایسی ننگی حالت میں غیروں کے سامنے بھی آجاتی ہیں۔

۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کپڑا اتنا باریک اور ہلکا پہنا جائے کہ اندر سے بدن نظر آجائے، تو بظاہر لباس پہنے ہوئے ہے مگر حقیقت میں ننگی ہے۔

۳۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ لباس اتنا ٹائٹ اور تنگ بنایا جائے کہ اسکے پہننے کے بعد اس کے اوپر سے بدن کی پوری بناوٹ نظر آنے لگے۔ یہ بھی لباس پہننے کے باوجود ننگے ہونے کے درجہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلم عورتوں کی ان تینوں قسم کے لباس سے حفاظت فرمائے۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ننگا لباس پہنکر اور مزید مٹک مٹک کر چلیں گی جس سے غیر محرم مردان عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ ایسی ایک عورت کی وجہ سے دسیوں بیسوں، سینکڑوں مرد معصیت اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

نیز آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسی عورتیں ننگے سر راستوں اور سڑکوں پر اس طرح چلیں گی کہ ان کے سر عمدہ ترین اونٹنیوں کے کوہان کی طرح ہلتے رہیں گے۔ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی عورتیں جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکیں۔ اور جنت کی بو تو جنت سے پانچسو سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔ اور ایسی عورتوں کو جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

۱ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُھُنَّ کَاَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ لَایَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ وَلَایَجِدْنَ رِیْحَھَا وَاِنَّ رِیْحَھَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ کَذَا وَکَذَا ۔ [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جہنم میں سے دو قسم کے لوگ ہیں جن کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ ۱ وہ لوگ جنکے ہاتھوں میں بیل کی پونچھ کی طرح ڈنڈے ہونگے جن سے لوگوں کو ماریں گے ۲ وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود بھی ننگی ہوں گی، اور مٹک مٹک کر چل کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنیوالی ہوں گی۔ ان کے سر عمدہ قسم کے اونٹوں کے کوہان کی طرح ہلتے ہوں گے وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی، اور نہ ہی ان کو جنت کی خوشبو ملے گی۔ جبکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

حیاء و شرم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حیاء اور شرم کو ایمان کے ستہتر اجزاء میں سے ایسا اہم جزء قرار دیا ہے کہ کسی مؤمن کا ایمان کامل ہونے کے لئے حیاء کو شرط قرار دیا ہے کہ بغیر حیاء کے ایمان کبھی کامل نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے فرمایا: اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ الحدیث [2]

بے پردگی کے شرمناک واقعات

آج پوری دنیا میں مسلمانوں پر آفات اور مصیبتیں کیوں آرہی ہیں؟ اگر اس کی وجہ یہ بتلائی جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ معصیت، برائیوں، بے پردگی اور اجنبیوں سے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں علمی دلائل کے ساتھ کوئی بات پیش نہیں کی جارہی ہے۔ بلکہ اس کتاب کے لکھنے کے دوران اس ایک ہفتہ میں احقر کے سامنے [illegible] جو واقعات پیش آچکے ہیں ان میں سے صرف چار

---

[1] مسلم شریف کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵ حدیث ۲۱۲۸، مشکوٰۃ ۲/ ۳۰۶ [2] بخاری شریف ۱/ ۶ حدیث ۹ مسلم شریف ۱/ ۴۷۔

واقعات درج کردیتے ہیں. شاید ان واقعات سے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے عبرت حاصل ہوجائے۔

واقعہ ۱: بیوی نے غیر مرد سے نکاح کرلیا

ایک شخص کی بیوی جس سے پانچ بچے ہوچکے ہیں، دوسرا مرد جس کے سات بچے ہیں، وہ مرد اور اس عورت کے شوہر کے درمیان کسی خاص معاملہ میں مراسم رہے جس کی وجہ سے وہ مرد عورت کے شوہر سے ملاقات کے لئے گھر میں آتا رہا، اور عورت نے اس مرد کے سامنے آنا شروع کردیا۔ چائے ناشتہ عورت نے از خود لاکر پیش کرنا شروع کردیا۔ اس ابتدائی مراحل میں شوہر نے اپنی بیوی پر پردہ کی کوئی پابندی نہیں لگائی۔ چنانچہ بے حجابانہ طور پر ایک ساتھ بیٹھ کر باتوں کا سلسلہ بھی شروع کردیا، رفتہ رفتہ چند دن میں اس عورت اور اس مرد کے درمیان تعلقات پیدا ہوگئے۔ اور شوہر کی پرچون کی دوکان ہے. شوہر اپنی پرچون کی دوکان پر بیٹھنے چلا جاتا ہے۔ اور اس درمیان میں بیوی اس مرد کے ساتھ جاتی رہی۔ اب دو تین مہینے کے اندر نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ عورت شوہر کے علی الرغم اس مرد کے ساتھ چلی جاتی ہے اور رات کے دس گیارہ بجے گھر آتی ہے۔ اب جب شوہر نے بیوی پر کچھ پابندی لگانی چاہی تو بیوی نے نکاح کی رسید نکال کر دکھائی کہ میرا اس مرد کے ساتھ نکاح ہوچکا ہے۔ آپ کو درمیان میں بولنے کا حق نہیں، اگر آپ بولیں گے تو پہلے اپنی جان کی فکر کیجیے۔ آج بتاریخ ۲۷ شوال سنہ ۱۴۲۰ھ کو شوہر نے اس مسئلہ کو لیکر مدرسہ شاہی کے دارالافتاء میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ سے متعلق آج کا لکھا ہوا فتوی دارالافتاء کے رجسٹر میں ہے۔

کسی کی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کا طلاق سے پہلے نکاح کرنا شرعاً حرام اور نکاح باطل ہے۔ اور اس کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اب اس واقعہ میں دیکھ لیجئے کہ کس قدر جرأتمندی کے ساتھ بیوی غیر مرد کے ساتھ نکاح کا دعوی کررہی ہے۔ یہاں تک نوبت صرف بے پردگی کی وجہ سے آئی ہے۔

واقعہ ۲ بھابی بہنوئی کے ساتھ فرار

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ابھی تین چار دن پہلے احقر کے پاس تین آدمی آئے سخت پریشان تھے ان تینوں میں سے ایک نے احقر سے گفتگو شروع کی وہ کہتے ہیں کہ میری بھابھی کا تعلق میرے حقیقی بہنوئی کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اور میری بہن کے پاس بہنوئی سے نو بچے ہیں اور میری بھابھی کے پاس میرے بھائی سے پانچ بچے ہیں۔ اور میرا بھائی دن میں سنبھل چلا جاتا ہے شام کو واپس آتا ہے تو بھابھی کو پورے دن میرے بہنوئی کے ساتھ رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور ابھی حال میں میرے بہنوئی میری بھابھی کو لیکر کئی روز کیلئے غائب ہو گئے۔ اب جب واپس آئے تو میرے بہنوئی سے اس سلسلے میں بات چیت کرنے پر اُس نے یہ دھمکی دی کہ آپ کی بہن کو طلاق دے دونگا اور جب بھابھی سے بات چیت کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ کسی کو اس معاملہ میں بولنے کا حق نہیں یہ ہمارے آپس کے تعلقات کی بات ہے اور بھابھی کی ماں نے بھی بھابھی کو سمجھایا مگر کسی کی بات اسکے دماغ میں نہیں اُتر رہی ہے تو خاکسار نے اُس سے پوچھا یہاں تک تعلقات کی نوبت کیسے آئی؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپس کی رشتہ داری کی بات ہے کہ شروع شروع میں بہنوئی ہمارے گھر آتا رہا اور بھابھی چائے ناشتہ پیش کرتی تھی اور درمیان میں سب کے سامنے کچھ بات چیت بھی ہو جاتی تھی جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے اور کبھی ہمارے گھر کی عورتیں بہن کی وجہ سے بہنوئی کے گھر بھی جایا کرتی تھیں اور عورتوں کے ساتھ میں کبھی کبھی بھابھی بھی چلی جایا کرتی تھیں پھر آہستہ آہستہ آمد و رفت زیادہ ہونے لگی اور ہم لوگوں کا اسطرف خیال نہیں گیا کہ ان دونوں میں اندرونی تعلق پیدا ہوتا جا رہا ہے اور جب دونوں ایک ساتھ گھر سے فرار ہو گئے تب ہم کو ناجائز تعلقات کا پتہ چلا۔ اور اب تو واپس آنے کے بعد دونوں برملا ساتھ رہتے ہیں میرے بھائی یا کسی اور کو اس معاملہ میں بولنے کی جرأت نہیں ہے۔

اب احقر مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے سوال کرتا ہے کہ ایسے واقعات کیوں پیش آرہے ہیں؟ میرے خیال میں سب لوگ اسکا یہ جواب دیں گے کہ یہ صرف نامحرم مردوں سے بے پردگی اور اختلاط کا نتیجہ ہے اور یہ میراث مسلمانوں کو اکثر ٹی وی، ٹیلی ویژن سے مل رہی ہے۔ کہ جب وہاں عورت و مرد کا اختلاط بلا کسی رکاوٹ کے ہورہا ہے بلکہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے اس کی ترغیب دی جارہی ہے۔ اور گھر کے سب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں اور اس میں جو نہایت بے حیا حرکتیں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کو ماں بیٹی، باپ بیٹی، بھائی بہن، بہنوئی بھائی سب بلا تفریق ایک ساتھ دیکھ رہے ہیں اور اس وقت کسی کا سر شرم سے نیچے کو نہیں جھکتا ہے۔ تو ٹیلی ویژن سے باہر آپس میں وہی حرکتیں خود کرنے میں کیا شرم آئے گی؟

واقعہ ۳ حقیقی سالی کو بھی بیوی بنالیا

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص ابھی عید الفطر کے بعد اپنے سالے کا ایک واقعہ لیکر یہاں تشریف لائے تھے۔ اور پھر ڈیڑھ دو دن کے بعد اُن کا سانڈھو بھی آیا واقعہ یہ ہے کہ ان کے حقیقی سالے نے اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی حقیقی بہن سالی کو بھی بیوی بنا کر رکھ لیا ہے۔ اور دونوں بہنوں سے بچوں کی ولادت کا سلسلہ بھی ہے تو کیا اس طرح کھلے عام زناکاری کے ہوتے ہوئے ہم لوگ اپنی اپنی بیوی کو عید، بقرعید اور بیماری کے مواقع پر سالے سے ملاقات کو جانے کی اجازت دیدیں یا نہیں؟ اور ہم سب ڈھونڈنے سالے کو سمجھاتے سمجھاتے عاجز ہوگئے۔ بھائیو! یہ صرف سالی اور بہنوئی کے درمیان بلا رکاوٹ بے حیائی اور اختلاط کا ثمرہ ہے۔

(نوٹ) یہ تینوں واقعات ہمارے سامنے صرف ہفتہ عشرہ کے درمیان میں پیش ہوئے ہیں اور سال بھر میں سینکڑوں کی تعداد میں پیش ہوتے رہتے ہیں۔ اب پورے ملک میں اور پوری دُنیا میں سال میں اسطرح کے کتنے بے شمار واقعات پیش آتے ہوں گے۔ اگر کوئی اسکا سروے کریگا تو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ملیں گے تو آخر شرمناک واقعات کیوں پیش آرہے ہیں۔ کیا یہ بے پردگی اور عریانیت اور غیر محرموں سے بلا رکاوٹ اختلاط کا نتیجہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

دیّوث کون ہے؟

جناب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے گھر کی عورتوں کے بے پردہ رہنے پر کوئی نکیر نہیں کرتے، اور بے غیرتی کے ساتھ اُن کو اسی حال میں چھوڑے رکھتے ہیں۔ وہ دیّوث ہیں۔ جب آقائے نامدارؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ دیّوث کسے کہتے ہیں؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ دیّوث اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کو اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی پرواہ ہے کہ اس کے گھر کی عورتوں کے پاس کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے؟ اور کون آکر اُن سے ہنسی مذاق کر رہا اور بلا تکلف گھلے ملے رہ رہا ہے؟ اور یہ بھی فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو جنّت نصیب نہیں ہو گی ۱ مردوں میں یہی دیّوث ۲ وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ۳ شراب کا عادی۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱ عن عمار بن یاسرؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدًا۔ الدّیوث من الرجال

حضرت عمار بن یاسرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں ہرگز داخل نہ ہونگے ۱ مردوں میں سے دیوث۔

والرجلة من النساء ومدمن الخمر فقالوا يا رسول الله اما مدمن الخمر فقد عرفناه فما الديوث من الرجال قال الذی لایبالی من دخل علی اھلہ۔ الحدیث [1]

۲ عورتوں میں سے جو مردوں کیساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں ۳ شراب کا عادی۔ تو صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ بیشک مُدمن الخمر یعنی شراب کے عادی کو ہم نے سمجھ لیا مگر یہ دیّوث کون ہے؟ تو جواب دیا کہ دیوث وہ شخص ہے جسکو یہ پرواہ نہ ہو کہ اسکے گھر کی عورتوں میں کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے۔

واقعہ ۲۱ غیر مسلم کے ساتھ لڑکی فرار

ابھی اسی صفحہ کے لکھنے کے موقع پر ایک نوجوان جو نہایت اچھا آدمی ہے۔ ہم لوگوں کے یہاں ہمیشہ آنا جانا رہتا ہے۔ ان کا ایک گھرانہ میں رشتہ طے ہوگیا، ابھی اسی فروری ۲۰۰۰ء کے اواخر میں شادی ہونی تھی۔ دونوں طرف سے تیاریاں بھی تقریبًا ہوچکی ہیں۔ اور لڑکی کے بارہمیں اطلاع یہ تھی کہ نہایت نیک صالحہ ہے اور دینی مضامین کا مطالعہ بھی رکھتی ہے مگر لڑکی والوں کے پڑوس میں ایک غیر مسلم کا گھر ہے اور اس غیر مسلم کے مرد و عورت سب ان کے یہاں آتے جاتے ہیں اور یہ لوگ بھی غیر مسلم کے یہاں آتے جاتے ہیں اور اس غیر مسلم کا جوان لڑکا بھی بلا تکلف لڑکی والوں کے گھر آتا رہتا ہے۔ اور لڑکی کے ماں باپ نے اپنی لڑکی پہ اس نوجوان سے پردہ کی کوئی پابندی نہیں رکھی۔ چنانچہ اس لڑکی کا اس غیر مسلم نوجوان سے ناجائز تعلق ہوگیا اور دونوں ایک ساتھ فرار ہوگئے۔ اس وقت غائب ہیں اور ماں باپ دونوں یہ کہکر رو رہے ہیں کہ ہماری لڑکی بد نصیب ہے۔ اور ان کی صرف ایک ہی لڑکی ہے لیکن اب بھی ماں باپ کا دھیان اسطرف نہیں جارہا ہے کہ یہ حرکت کیوں پیش آئی؟ کیا یہ غیر محرم اور اجنبی مردوں سے پردہ پر پابند نہ کرنیکا نتیجہ نہیں ہے؟ کیا یہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] شعب الایمان للبیہقی ۷/۴۱۲ حدیث ۱۰۸۰۰)

کے ارشاد کے مطابق دیوثت کا نتیجہ نہیں ہے. اتنا بڑا واقعہ پیش آچکا اب بھی ماں باپ کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ لڑکی کی بدنصیبی ہے مگر اسکا دھیان نہیں کہ اس بدنصیبی کا سبب کیا بنا؟ بے چارہ وہ نوجوان جسکے ساتھ رشتہ طے ہوا ہے وہ احقر کے پاس آکر سابقہ روایت کے خلاف نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوکر خاموش بیٹھا رہا۔ احقر نے خود اس سے پوچھا کہ بھائی شادی کی تاریخ کس دن کیلئے طے ہوئی تو نہایت شرمندہ اور نادم ہوکر یہ واقعہ سنایا۔ بھائیو! اگر بے پردگی پر پابندی نہیں ہے تو چاہے کتنی ہی دیندار خواتین ہوں معصیت اور فتنہ سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔

بے حیا اور بدکار عورتوں اور مردوں کا عذاب

عورت و مرد کے ساتھ غلط کاری و بدکاری کی ابتدا عریانیت اور بے حیائی سے ہوتی ہے۔ یہ بدکاری کا پہلا سبب ہے جب عورت و مرد کے درمیان بے حیائی کے ساتھ اختلاط کا سلسلہ شروع ہو جائے تو معصیت سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنگاہی سے دیکھنے کو بھی زنا کہا ہے اور برے ارادے سے پکڑنے کو بھی زنا کہا ہے، اور اس ارادے سے چلنے کو بھی زنا کہا ہے اور بدکاری کا مشورہ اور زبان سے گفتگو کو بھی زنا کہا ہے [1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بھی وحی کے درجہ میں ہے۔ آپؐ نے ایک دفعہ اپنا خواب بیان فرمایا، اور خواب بہت لمبا ہے جو بخاری میں سوا صفحہ میں موجود ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے چار قسم کے لوگوں کو جہنم کے اندر چار قسم کے عذاب میں مبتلا ہوتے دیکھا ہے اور دو قسم کے لوگوں کو جنت کی عیش و عشرت میں دیکھا۔ اور جن چار کو مختلف عذابوں میں مبتلا دیکھا ہے وہ یہ ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۲۰/۱)

۱۔ فرض نماز چھوڑنے والے کا عذاب

فرض نماز کو غفلت اور لاپرواہی سے قضا کردیتا ہے اور خاص طور پر نماز فجر کے وقت پڑا سوتا رہتا ہے اُسکا عذاب حضورؐ نے یہ دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ اسکے سر کے سامنے کھڑا ہو کر پتھر مار کر سر کچل دیتا ہے جس سے اُسکا سر چُورا چُورا ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھک کر دُور گرتا ہے. وہاں سے وہ فرشتہ جب تک دوبارہ پتھر لاتا ہے تب تک اسکا سر جُڑ جاتا ہے. پھر مار کر کچل دیتا ہے. مستقل یہ سلسلہ جاری رہا. یہ بے نمازی اور نمازوں میں لاپرواہی کرنے والوں کا حشر ہے۔

۲۔ جھوٹی خبریں اُڑانیوالے کا عذاب

جھوٹی خبریں اُڑانے والا اسکا حشر یہ دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ لوہے کے ہنسیاں اور آنکڑہ ہاتھ میں لیکر اسکے گلپھڑے میں رکھکر چیرتا ہوا گدی تک لیجاتا ہے اور ناک وکان کو بھی اسی طرح چیرتا ہے ایک دفعہ چیرنے کے بعد پھر جُڑ جاتا ہے اور یہ فرشتہ دوبارہ چیر دیتا ہے. تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا. اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسطرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [۱]

(بے شک جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے عنقریب ہم اُن کو جہنم میں ڈالیں گے جب جب انکی کھالیں جل جائیں گی تو ہم دُوسری کھالیں بدلدیں گے تاکہ عذاب کا مزہ چکھیں بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔)

۳۔ زانی مرد و عورت

بے حیا مرد اور عورتوں کا حشر جو بے حیائی کے نتیجہ میں بدکاری کے بھی مرتکب ہو جاتے ہیں انکے ایک ایک عضو کو زانی کہا گیا ہے آپؐ نے انکا حشر یہ دیکھا کہ بہت بڑا تنور ہے اسمیں ننگے مرد اور عورتیں ہیں جو ہانڈیاں اُبلنے کی طرح تنور میں اُبل رہے ہیں. اور اُبلتے ہوئے ان کے شور وغل کی آوازیں نہایت

---

[۱] سورۂ نساء ۵۶)

خطرناک طریقہ سے سُنائی دیدی تھیں یہ بے حیاء اور بے پَردہ عورتوں کا حشر ہے جو بے حیائی اور بے پَردگی کے نتیجہ میں زنا اور بدکاری میں مبتلا ہوگئیں ہیں نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۱۱ سُود خوار کا انجام

سُود خوار کا حشر: آپؐ نے سود خوار کا حشر یہ دیکھا کہ خون اور پیپ کی ایک نہر ہے اسمیں وہ تیر رہا ہے جب کنارے پر پہنچتا ہے تو فرشتہ اسکے منہ میں پتھر ٹھونستا ہے پھر خون کی ندی میں تیرتا ہے پھر کنارے پر آتا ہے تو اُسکے منہ میں پتھر ٹھونسا جاتا ہے مسلسل یہ سلسلہ جاری ہے تو جناب رسُول اللہؐ نے ان چار قسم کے لوگوں کا خطرناک عذاب اُمّت کو سُنادیا ہے۔ لہٰذا میں اپنی ماؤں اور بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ شرعی لباس کا اہتمام کریں اور شرعی پَردہ کا اہتمام کریں اس کی وجہ سے معصیت سے پوری طرح حفاظت ہوتی ہے اور اپنی پیاری بیٹیوں کو ناقص لباس نہ پہنایئے۔ اگر اسکولوں میں پڑھنے کیلئے بھیجنا ہے تو پورے پَردے کے ساتھ بھیجا کریں!!!
فکر کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی ایک غیر مَرد ہمارے سامنے ہماری ماں بیٹی پر نگاہ جما کر دیکھنے لگے گا تو ہم اس سے لڑنے مرنے کیلئے تیار ہوجائیں گے تو ہم کو یہ کیسے گوارہ ہوسکتا ہے کہ بناؤ سنگار کرا کر اور ننگا لباس پہنا کر ہم اپنی بہن بیٹیوں کو سڑکوں پر چھوڑ دیتے ہیں جس سے سینکڑوں غیر محرم مرد ہماری بہن بیٹیوں کو نگاہ جما جما کر دیکھتے ہیں کیا اسمیں ہم کو غیرت نہیں آنی چاہیئے۔ جب ایک شخص کا دیکھنا ہم کو گوارہ نہیں ہے تو سینکڑوں کا نگاہ جما جما کر دیکھنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے۔ اور یہیں سے بُرائی کی ابتداء ہوتی ہے جسکا انجام جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کے تنور میں اُبلنے کو بتایا ہے اسلیئے ہر مسلمان اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرے کہ پورا لباس اور بُرقعہ کے بغیر ہرگز باہر نکلنے نہ دے۔
دو قسم کے لوگ جنکو آپؐ نے جنت کے عیش وعشرت میں دیکھا ہے اُن میں سے۔
۱ عام مؤمنین ہیں جو بُرائیوں سے بچکر نیکیوں کے نتیجہ میں جنت کے باغات میں نوجوان۔

لڑکوں کی شکل میں عیش و عشرت میں کھیل رہے ہیں اور ٹہل رہے ہیں۔

۲ ایک عظیم ترین باغ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت عمدہ شکل میں دیکھا ہے۔ آپ کے اِردگرد ہر طرف سے ایسے لوگ نظر آرہے تھے جو اسلام کی فطرت پر دُنیا سے گزر چکے ہیں [۱]

ٹیلیویژن اور ننگی فلمیں دیکھنا

فلموں کی حیا سوز کرشمہ سازیوں کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا ہے بلکہ اب تو بالغوں کے لئے خاص طور پر فلمیں بنائی جارہی ہیں جنمیں خواتین کے جسم پر جو لباس بے لباسی باقی تھی اُسے بھی نوچکر پھینکا جارہا ہے اور حیوانیت و شہوانیت کا بھوت اپنے بامِ عروج تک پہونچ کر بلو فلم (ننگی فلم) کی شکل میں قہقہہ لگا رہا ہے ان فلموں میں بنتِ حوّا کو مادرزاد ننگا کر کے زنا کاری کے مناظر پیش کئے جاتے ہیں یہ فلمیں ابھی چُپکے چُپکے سینما ہالوں اور کالجوں اور یونیورسٹی کے ہوسٹلوں میں اور ہوٹلوں میں منظم طریقوں پر دکھائی جارہی ہیں۔ وی سی آر۔ وی سی پی کے ذریعہ گھروں میں یہ پہونچ کر ٹی وی اسکرین کی زینت بن رہی ہیں۔ اور اس لعنت میں ایک بڑی تعداد نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی گرفتار ہے جس کے گندے نتائج لکھنے سے قلم شرما رہا ہے۔ ننگے رہنے اور ننگی تصویریں دیکھنے کے بارمیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں [۲]

---

[۱] بخاری کی حدیث کا خلاصہ بخاری ۲/۱۰۴۳ حدیث ۶۷۷۲ بخاری ۲/۱۰۰۰ حدیث ۵۸۵۸ بخاری ۱/۱۵۳ حدیث ۱۱۳۲ بخاری ۱/۱۸۵ حدیث ۱۳۷۰ بخاری ۱/۲۵۹ حدیث ۲۱۲۰ بخاری ۱/۴۴۳ حدیث ۳۲۴۴۔

[۲] بےحیائی کا سرچشمہ ٹی وی صفحہ ۲۵

۴ عن المسور بن مخرمة قال حملت حجرا ثقيلا فبينا انا امشي سقط عني ثوبي فلم استطع اخذه فرآني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خذ عليك ثوبك ولا تمشوا عراة۔

الحدیث [1]

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں (ایک دن اپنی کسی ضرورت کے تحت) میں نے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اسے لیکر چلا تو راستہ میں میرا کپڑا (یعنی تہبند) میرے بدن سے گر گیا جس کی وجہ سے میرا ستر کھل گیا مگر میں بوجھ کی وجہ سے فوری طور پر اپنے کپڑے کو نہ اٹھا سکا اور اسی دوران حضورؐ نے مجھے ننگا دیکھکر فرمایا فوراً اپنا کپڑا اٹھاؤ ننگے نہ چلا کرو۔

۵ عن علي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له يا علي لا تبرز فخذك ولا تنظر الى فخذ حي ولا ميت۔

الحدیث [2]

حضرت علیؓ حضورؐ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی اپنی رانیں نہ کھولا کرو اور نہ کسی زندہ و مردے کی رانوں کی طرف دیکھو۔

اور اب تو بالغ لڑکیاں اور جوان عورتیں اپنی ران کھولکر ننگی چلنے کو فخر محسوس کرتی ہیں حالانکہ شریعت مطہرہ کس قدر محتاط ہے کہ میاں بیوی کو بھی باخبر کرتی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کو چاہئے کہ ستر کا خیال رکھے بالکل گدھے کی طرح ننگے بدن نہ ہو جائے۔

۶ وعن ابن عباسؓ مرفوعا اذا جامع احدكم زوجته او جاريته فلا ينظر الى فرجها فان ذلك يورث العمى [3]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی سے جماع کرے تو اسکی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ اس سے بینائی ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آداب زندگی شرم و حیاء کا درس دیتے ہوئے

---

[1] مسلم شریف [illegible] [2] ابوداؤد شریف باب فی ستر المیت عند غسلہ [illegible]
[3] معارف القرآن [illegible]

فرمایا لَمْ اَرَمِنْهُ وَلَمْ يَرَمِنِّي ذٰلِكَ الْمَوْضَعَ ۔ مشکوٰۃ میں ابن ماجہ سے اس طرح کی روایت نقل کی گئی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَانَظَرْتُ اَوْ مَارَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ [1]	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ کی جگہ کبھی نہیں دیکھی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میری پردہ کی جگہ دیکھی ۔

آجکل ہم اپنی بہو و بیٹیوں کو ران بازو اور سر گردن سینہ سب برہنہ کرکے سڑکوں پر چھوڑ دیتے ہیں ہم کو شرم نہیں آتی کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے ۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگرچہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا ستر دیکھ سکتے ہیں لیکن آدابِ زندگی اور شرم و حیاء کا انتہائی درجہ یہی ہے کہ شوہر اور بیوی بھی آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ [2]	حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم برہنہ ہونے سے بچو اگرچہ تنہائی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہوتے ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے ہاں البتہ بیت الخلاء کے وقت اور اپنی بیوی سے مجامعت کے وقت اور تمہاری وہ نگہبانی کرتے اور تمہارے اعمال لکھتے ہیں تم ان سے شرماتے رہو اور انکی عزت اور تعظیم کرتے رہو ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت مثلاً مجامعت یا رفعِ حاجت وغیرہ کے علاوہ ستر کھولنا جائز نہیں ہے ۔

تمام مذکورہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ایک شریف آدمی خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے

---

[1] ابن ماجہ شریف ۱۳۹   [2] ترمذی شریف ۲/۱۰۷)

کہ وی، سی آر اور ٹی وی کے پردہ پر سینما ہالوں میں پیش ہونے والی ننگی فلموں اور برہنہ خواتین کو دیکھنا اور انکے ہر نشیب و فراز کو جم کر دیکھنا کتنی بے غیرتی اور بے شرمی کی بات ہے۔

ناپاک منصوبے

یہود کے ناپاک منصوبوں میں یہ منصوبہ اور سازش بھی داخل ہے کہ غیر یہودی انسانی معاشروں اور قوموں میں اخلاق کی دھجیاں اُڑا دی جائیں چنانچہ ان کے پروٹوکول میں لکھا ہے "ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کر دیں تاکہ ہم بسہولت اُن پر غلبہ حاصل کر سکیں" فرائڈ، ہم میں سے ہے۔ اور وہ دن دہاڑے کھلے عام جنسی تعلقات کے نمونے پیش کرتا ہے تاکہ نوجوانوں کی نظروں میں کوئی چیز مقدس باقی نہ رہے اور انکا مقصدِ اصلی ہی جنسی جذبات اور خواہشات کا پورا کرنا بن جائے۔ اور جب وہ اس کو اپنا مقصودِ اصلی بنالیں گے تو پھر ان کی اخلاقی حالت ختم اور تہس نہس ہو جائے گی لہ

اُن کی نظروں میں اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ نشر و اشاعت، ریڈیو ٹیلی ویژن اور سینما اور تھیٹر اور یومیہ کے نشریاتی پروگراموں اور اس خائن ایجینٹ اور کرائے کے صحافی سے کام لیا جائے جو اُن کے منصوبہ میں انکا ہاتھ بٹائے۔ یہودی اپنی مکاری اور عیاری سے اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے اور تمام قوموں کو ثقافت کھیل کود اور فنون کے نام پر بے حیائی، بے راہ روی اور اخلاقی باختگی کے مراکز کے ذریعہ تباہ و برباد کر دیا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہود اپنے پروٹوکول میں کیا کیا منصوبے بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگوں کی عقلوں کو مسخ کرنے اور اخلاق کو بگاڑنے کیلئے دن و رات کوشاں ہیں یہ چاہتے ہیں کہ نوجوان مرد اور عورتیں زنا کاری، الحاد، بے دینی، بے حیائی، آزادی، شہوت پرستی، گندی فلموں اور رات کو برپا ہونے والی گندی محفلوں میں مست ہو کر اپنی عقل سلیم اور غور و فکر کی تمام صلاحیتیں

لہ الاسلام اور تربیتِ اولاد ۲/ ۲۷۱

کھو بیٹھیں۔

اُن کے ناپاک منصوبوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہم عورت کو قابو میں کرلیں اور اس کو اپنے دام میں لے لیں۔ لہٰذا جس روز بھی وہ اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھادیگی اس روز ہم حرام کاری کا بیج بونے میں کامیاب ہوجائیں گے اور دین پرستوں کا لشکر پارہ پارہ ہوجائیگا۔

مستعمرین کے ایک بڑے پوپ کا کہنا ہے کہ شراب کا جام اور مغنیہ اور فاحشہ عورت امتِ محمدیہ کو تہ وبالا کرنیکا اتنا بڑا کام کرسکتے ہیں جو کام ایک ہزار توپیں نہیں کرسکتیں اسلئے اس قوم کو مادّہ اور شہوت کی دُنیا میں غرق کردو۔

اور پوپ زویمر نے قدس میں پادریوں کی ایک مجلس میں کہا کہ تم نے مُسلمانوں کے ملک میں ایسے لوگ پیدا کردیئے ہیں جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے اور واقعی مُسلمانوں کی ایک نئی پود ویسی ہی بن گئی جیسا استعمار نے چاہا کہ نہ اُنہیں مقدّسات کا کوئی خیال ہے نہ توجہ اور وہ راحت پسند اور سُست بن گئے اور انکا مطمحِ نظر دنیا کی لذّت و شہوت ہی بن کر رہ گئی اگر وہ پڑھتے ہیں تو شہوت رانی کیلئے اور اگر مال جمع کرتے ہیں تو عیاشی کیلئے اور اگر کسی بلند منصب پر پہونچ بھی جائیں گے تب بھی لذّت و شہوت کیلئے ہر چیز قربان کردیں گے [1]

ان سازشوں اور منصوبوں سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ یہودیت اور ماسونیت (وفی میسن تنظیم) نصرانیت واستعمار سب ملکر یہ چاہتے ہیں کہ شراب اور فحش ڈراموں رسالوں اور ریڈیو ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور اخلاق سوز قصّے کہانیوں کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کو تباہ وبرباد کردیا جائیگا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے اس گندے اور قبیح مقصود و مطلوب اور خبیث غرض تک پہونچنے میں کامیاب ہوگئے ہیں اور ہم اُن کی آرزوں پر لبیک کہتے جارہے ہیں۔

---

[1] الاسلام اور تربیت اولاد ۱/۵۴۴)

حیا وغیرت پر حملہ

ٹی، وی، وی سی آر اور فلم یہ تینوں ہلاکت خیز اشیاء انسان کے سامنے ایسے نمونے پیش کر رہی ہیں جن سے دیکھنے والا شخص غیر شعوری طور پر لازماً متاثر ہوتا ہے رفتہ رفتہ اس کے اخلاق و کردار میں تبدیلی آجاتی ہے اور چونکہ ان تینوں کا اکثرتی استعمال آج کے دور میں محض لہو ولعب فواحش ومنکرات اور بے دینی کیلئے ہوتا ہے اس لئے انہوں نے انسانی معاشرہ پر بہت بڑے پیمانے پر انتہائی تباہ کن اثرات ڈالے ہیں ذیل میں ہم چند اثرات بد کو بیان کرتے ہیں۔

ان مہلک تفریحات کا جو پہلا اثر انسان پر پڑا ہے وہ بے حیائی اور بے غیرتی کا وہ شدید رجحان ہے جس نے انسانی معاشرہ کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے صدیوں سے آزمائے ہوئے مسلّمہ اعلیٰ انسانی اقدار کا جنازہ نکل گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کے تحفظ اور انسانی معاشرہ کے قیام وبقاء کے لئے انسانوں میں دو جذبے ایسے رکھے ہیں کہ اگر وہ جذبات ودیعت نہ کئے جاتے تو انسانیت کبھی کی مٹ چکی ہوتی میری مراد یہاں حیاء اور غیرت سے یہ ہے کہ یہ جذبات مرد وعورت دونوں میں پائے جاتے ہیں، مگر عورتوں میں صفتِ حیاء کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور اسے عورت کی نسوانیت کی دلیل اور انسانیت کا زیور سمجھا جاتا ہے اسی طرح غیرت مردانگی کی علامت اور مرد کا شیوہ سمجھی جاتی ہے۔ اور اسمیں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ اگر یہ جذبات دب جائیں یا مضمحل پڑ جائیں یا ختم ہو جائیں تو انسانیت کی بقاء .... پڑ جائے گی جیسا کہ مغربی ممالک میں اسکا انجام سامنے آچکا ہے خلاصہ یہ کہ حیاء اور غیرت ہی وہ جذبات ہیں کہ صرف انہیں کی وجہ سے بدکاری اور فحاشی کا دروازہ بند رہتا ہے اگر کسی معاشرہ میں خدا نہ خواستہ یہ جذبات فنا ہو جائیں تو بدکاری عریانی اور فحاشی کے وہ مناظر سامنے آئیں گے کہ الامان والحفیظ جسکا بہت کچھ اندازہ آج کی مغربی دنیا کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا ہونے والے حرامی بچے انسان کی فطری اٹھان سے یکسر محروم ہو گئے

ہیں۔ محبت ایثار و قربانی اور اعتماد جیسے ناگزیر لطیف احساسات کا ان میں کوئی وجود نہیں جیسا کہ
ان کے جذبات کے بغیر سکون و اطمینان کی انمول دولت انسانی معاشرہ کبھی بھی نہیں پا سکتا۔
ان تینوں ناجائز اور ہلاکت خیز تفریحات کا پہلا حملہ انسان کی حیاء و غیرت پر ہو رہا ہے [1]

گانے اور باجے کی حرمت

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا۔

لیکونن من امتی اقوامٌ یستحلون الحِرَ والحریرَ والخمرَ والمعازف۔ الحدیث [2]

میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو زنا ریشم شراب اور گانے باجوں کو اپنے لئے حلال کرلیں گے۔

مذکورہ حدیث کے آخری حصہ میں انہیں باغیانِ دین کا تذکرہ ہے کہ ان کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا اور ان کو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کردیا جائے گا۔

[3] عن عمران بن حصین اَنَّ رسولَ اللہِ صلَّی اللہُ علیہ وسلَّم قال فی ھٰذہ الاُمّۃِ خَسفٌ ومَسخٌ وقذفٌ فقال رجلٌ مِنَ المسلمین یارسولَ اللہ ومتٰی ذٰلک [illegible] اظھرت القینات والمعازف [illegible] الخمور۔ الحدیث [3]

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت پر زمین کو دھنسا دینے اور صورتوں کو بگاڑ دینے اور آسمانوں سے اولے اور پتھر برسانے کے ذریعہ سے آسمانی عذاب نازل کیا جائیگا تو مسلمانوں میں سے ایک صحابیؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ یہ عذاب کس وقت اور کب نازل ہوگا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب زناکاریاں اور گانے اور بجانے کی چیزیں کثرت کے ساتھ ظہور میں آنے لگیں گی اور کثرت کیساتھ لوگ شراب پینے لگیں گے۔

[4] عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ

---

[1] بے حیائی کا زہر خشمہ ٹی وی / ۲۳ [2] بخاری شریف ۲/۸۳۷، حدیث ۵۲۷۳ [3] ترمذی شریف ۲/۴۵ ۔

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَمْحَقَ الْمَزَامِیْرَ وَالْکَفَارَاتِ یَعْنِی الْبَرَابِطَ وَالْمَعَازِفَ وَالْاَوْثَانَ الَّتِیْ کَانَتْ تُعْبَدُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ۔ الحدیث [1]

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سارے عالم کیلئے رحمت اور ہادی بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو حکم کیا ہے کہ میں بانسری اور میوزک اور گفارات یعنی سارنگی اور گانے اور بجانے کی چیزیں اور وہ بت اور مورتیاں جن کی زمانہ جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی سب کو مٹا ڈالوں۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے آپ کو زمانۂ جاہلیت کی تمام رسومات اور برائیوں کو ختم کر دینے کا حکم فرمایا ہے اور خاص طور پر میوزک اور گانے کی چیزوں کو مٹانے کا حکم فرمایا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ان چیزوں کو زندہ کر رہے ہیں بجائے ختم کرنے کے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

گانے بجانے کی چیزوں کو خریدنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ [2]

اور بعض وہ لوگ ہیں جو کھیل تماشہ کی چیزوں کو خریدتے ہیں۔ تاکہ بے سمجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کر دیں اور ان چیزوں کو لوگوں کیلئے ہنسی مذاق کا سامان ٹھہرائیں۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

آیت مذکورہ میں لہو الحدیث سے مراد جمہور صحابہ اور تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک تمام وہ چیزیں ہیں جو انسان کو اللہ کی عبادت سے اور یاد سے غافل کر دیں ایسی میوزک اور مزامیر گانے اور بجانے کی چیزیں اور موجودہ دور میں سینما ٹیلی ویژن اور وی سی آر وغیرہ سبھی داخل ہیں [3]

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ۵/۲۵۷ [2] سورۂ لقمان آیت ۶ [3] معارف القرآن ۷/۲۰

حضرت ابومالک اشعریؓ نے روایت کی ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے کچھ لوگ شراب کو اسکا نام بدل کر پئیں گے اور ان کے سامنے معازف اور مزامیر کے ساتھ عورتوں کا گانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دیگا اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سُور بنا دیگا۔ ابھی ترکستان کے مسلسل زلزلہ کا عذاب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ پوری آبادی کی آبادی تباہ و برباد ہوگئیں ہیں۔

خطرناک اثرات

ٹی وی، وی سی آر کے ذریعہ بڑے خطرناک اثرات و نتائج مرتب ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب اسکی بنیاد ہی نفس پرستی شہوت پرستی پر قائم ہے۔ مُسلم خواتین کی بے حجابی انتہا کو پہونچ چکی ہے قلوبِ انسانی تمام گندے پروگراموں کی وجہ سے زنگ آلود ہو رہے ہیں ایسے وقت کے آمد کی اطلاع مخبرِ صادق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے ہی دیدی تھی، کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ ہر گھر سے ناچ گانے کی آواز آئے گی جسکا مقصد یہ تھا کہ امت کا جو طبقہ ایسے زمانہ کو پائے وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرے۔ لیکن اس قدر واضح اور کھلی ہوئی تنبیہ کے باوجود ٹی وی، وی سی آر اور اُسکے فحش، ایمان سوز پروگرام [illegible] کو مُسلمانوں نے اپنے اپنے گھروں کی زینت بنالیا ہے۔

آہ افسوس! جو گھرانے ٹی وی آنے سے پہلے نمازی تھے آج وہ ٹی وی کے حیاسوز پروگراموں میں مشغول ہو کر نمازیں چھوڑ رہے ہیں اور چھوٹے سے لیکر بڑے تک پورا کا پورا گھرانا غیر مہذب غیر اسلامی شرم و حیا کے منافی بدنظری بدکاری کو [illegible] دینے والے پروگراموں میں بڑے شوق سے شریک ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم نونہالوں کے دِل میں خُدا اور رسُول کی محبت کی جگہ ہیرو اور ہیروئن کی محبت بھری ہوئی ہے۔ ان کی عاقبت برباد ہو رہی ہے اس کی کوئی فکر نہیں رات بھر فحش پروگراموں میں گزار دیتے ہیں۔ آئندہ کیلئے ہمیں [illegible] کرلینا چاہیئے کہ اپنی معصوم نسل کو فلم کے بدترین مالیخولیا کا شکار ہونے سے بچائیں گے۔

بے حیائی کا سرچشمہ ٹی وی صہ ۱۴

عذابِ الٰہی کا اندیشہ

جب سینمائی وی وی سی آر کے اخلاق سوز پروگراموں کے بارے میں معلوم ہوگیا کہ یہ ہمارے ایمان واسلام کے لئے راہزن ہیں اور زہر ہیں۔ تو تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ شیطان کے اس طاقت ور ایجنٹ کو اپنے گھروں سے نکالکر باہر کریں۔ اوران کے پروگراموں میں شرکت کرنیوالوں کو ان کے قبائح پر مطلع کریں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقابِ خداوندی میں گرفتار ہوکر تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے۔

۱۔ عن ابی بکرؓ قال انی سمعتُ رَسُوْلَ اللہِ صلے اللہُ علیہ وسلم یقول مَامِنْ قومٍ یعمل فیہم بالمعَاصِی ثم یقدرون علیٰ اَنْ یغیروا ثم لایغیرون الایوشک ان یعمھم اللہ بالعقاب۔ الحدیث [۱]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہ و معاصی کا ارتکاب ہونے لگے اور اس قوم کے لوگ انکی اصلاح کی قدرت رکھتے ہوں لیکن اسکے باوجود اصلاح کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسے عذاب میں مبتلا کردے جو اچھے برے سب کو پکڑ لیگا۔

لہٰذا مُسلم معاشرہ میں جب بھی کوئی برائی سر اُٹھائے تو ہر مُسلمان پر ضروری ہے کہ اُس کو مٹانے کی فکر کرے ورنہ قدرت کے باوجود برائیوں کی بیخ کنی کی جدّو جہد اور سعی نہ کرنا ایک ایسی غفلت وتقصیر ہے جس پر خُدا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور دوسری حدیث کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے بھی پریشانیوں اور مُصیبتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسلئے آیئے اس ذمہ داری کی انجام دہی کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں اور تمام امتِ مُسلمہ کو ہلاکت اور غضبِ خداوندی سے بچائیں۔ [۲]

---

[۱] ابوداؤد شریف بابُ الامرِ والنّہی ۲ / ۵۹۶ ۔

[۲] بے حیائی کا سرچشمہ ٹی وی / ۴۲ ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر عورتوں کو جہنم کے عذاب میں کیوں دیکھا؟

جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب معراج شریف جانا ہوا تو وہاں جنت وجہنم کا بھی سیر کرنا ہوا تو دیکھا کہ جہنم کے عذاب میں جو لوگ مبتلا ہیں اُن میں اکثر عورتیں ہیں۔ اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں دو خامیاں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے جہنم میں جانا ہوگا۔

۱ لعنت کا جملہ کثرت سے زبان پر جاری ہوجانا

جہنم میں جانیکا ایک سبب یہ ہے کہ عورتیں بہت معمولی معمولی باتوں پر زبان سے لعنت کا جملہ نکالا کرتی ہیں۔ مثلاً دودھ پیتا بچہ سے بھی اگر کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہوجائے تو اس سے بھی کہدیتی ہے کہ تو مرتا کیوں نہیں۔ اور جملہ لعنت کا حال یہ ہے کہ زبان سے نکلنے کے بعد وہ کبھی بے کار نہیں جاتا بلکہ ضرور اپنا اثر دکھلا دیتا ہے۔ جس پر لعنت کیجاتی ہے۔ اگر وہ واقعی مستحق لعنت ہے تو اُس پر پڑ جائے گی اور اگر وہ مستحق نہیں ہے تو جس نے لعنت کی ہے اسی پر آکر گرتی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

۱ عَنْ اَبِی ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِكَ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپؐ سے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی پر فسق وفجور کا الزام نہ لگائے اور نہ ہی کفر کی لعنت کرے ورنہ اگر وہ اسکا مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت لوٹ کر اسی پر پڑے گی۔

---

[۱] بخاری شریف ۲/۸۹۳ حدیث ۵۸۱۰ مسند امام احمد بن حنبل ۵/۱۸۱۔

۱۲ اپنے شوہر کی ناشکری کرنا

اکثر جہنم میں جانیکا دوسرا سبب یہ ہے کہ ذرا سی بات اگر اپنے مزاج کے خلاف ہوجائے یا کوئی مطالبہ اس کی مرضی کے مطابق پورا نہ کرے تو پچھلے تمام احسانات پر ایک جملہ سے پانی پھیر دیتی ہے کہ اس مرد نے کبھی میرا حق ادا نہیں کیا، اس مرد نے تو ہمیشہ مجھے ذلیل ہی کیا ہے میں نے تو کبھی ایسی کوئی بھلائی نہیں دیکھی بس میں ہی ہوں جو اس کے پاس باندی بن کر رہ رہی ہوں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب ایسے جملے ہیں جو شوہر کی زندگی بھر کے احسانات کو فراموش کردینے والے ہیں۔ یہ اللہ کو کسی طرح پسند نہیں ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲ عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُرِیتُ النَّارَ فَاِذَا اَکثَرُ اَھلِھَا النِّسَاءُ یَکفُرنَ العَشِیرَ وَیَکفُرنَ الاِحسَانَ وَلَو اَحسَنتَ اِلٰی اِحدٰھُنَّ الدَّھرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنکَ شَیئاً قَالَتْ مَا رَاَیتُ مِنکَ خَیراً قَطُّ۔ الحدیث [1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے جہنم دکھایا گیا تو دیکھا کہ اسمیں اکثر ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے شوہروں کی ناشکری کی تھی اور ان کے احسانات کو فراموش کردیا تھا اور اگر تم انمیں سے کسی پر ہمیشہ احسان کرتے ہوگے پھر تم سے کوئی بات خلافِ مزاج دیکھ لے تو کہدیگی کہ میں تو کبھی بھی تم سے کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی۔

عورتوں میں آپؐ کا وعظ

ایک دفعہ آپؐ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز سے فراغت کے بعد عورتوں میں وعظ کیلئے تشریف لے گئے، اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اسلئے شوکت اسلام کے مظاہرہ کی غرض سے ہر قسم کی عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حائضہ اور نفساء عورتوں کو بھی لے جایا کرتے تھے جن کے لئے نماز میں شرکت جائز نہیں ہے۔ اور عورتوں کیلئے بالکل الگ انتظام ہوتا تھا۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عورتوں کا نظم تھا وہاں تشریف لیجا کر ایک وعظ

---

[1] بخاری شریف ۱/۹ حدیث ۲۹۔ ۱/۱۴۳ حدیث ۱۰۴۲ ـ ۲/۷۸۲ حدیث ۵۰۰۲۔

فرمایا اسکا خلاصہ یہ ہے۔
اے عورتوں وخواتین کی جماعت میں نے تم میں سے اکثروں کو جہنم کے عذاب میں دیکھا ہے، اور جہنم سے حفاظت کا ذریعہ یہی ہے کہ تم کثرت سے صدقہ خیرات کرو اور استغفار کرو اسلئے کہ استغفار اور صدقہ، تمہارے اور جہنم کے درمیان دیوار کی طرح حائل بن جائیں گے۔
جب آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو ایک نہایت سمجھدار اور ہوشیار قسم کی عورت نے کھڑے ہو کر آپؐ سے سوال کرنا شروع کر دیا (مسلم شریف کی روایت میں امرأۃٌ جزلۃٌ کا لفظ آیا ہے اس کا معنیٰ عقلمند اور ہوشیار کے ہیں. اس نے کہا یا رسُولؐ اللہ کیا بات ہے۔ کہ ہم میں سے اکثر جہنم میں ہوں گی؟
تو اس پر آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ دو خرابیوں کی وجہ سے جو تمہارے اندر پائی جاتی ہیں۔
۱۔ تم کثرت کے ساتھ بات بات پر لعنت کرتی ہو۔ اگر چھوٹے معصوم بچّے سے بھی کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہو جائے تو کہدیتی ہو کہ تو مرتا کیوں نہیں؟ ایسی اَولاد کی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ۔
۲۔ تم اپنے شوہروں کے احسان فراموشی کرتی ہو۔ اگر مرضی کے مطابق بات پوری نہ کرے یا کوئی مطالبہ پورا نہ کرے تو کہدیتی ہو کہ اس شوہر سے کبھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی۔ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ اسلئے ماؤں اور بہنوں اس کی کوشش کرو کہ یہ دونوں باتیں اپنے اندر سے دُور ہو جائیں۔
پھر آپؐ نے فرمایا کہ منجانب اللہ تمہارے اندر دو نقص ہیں۔
۱۔ تمہارے اندر عقل کی کمی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مَرد کی شہادت کے برابر ہے۔ یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔
۲۔ دین کی کمی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مہینے میں چند روز ایسے گذارتی ہیں کہ ان ایام میں نہ روزہ رکھ سکتی ہیں اور نہ ہی نماز پڑھ سکتی ہیں۔ نماز و روزہ سے محروم ہو جانا دین کی ہی کمی ہے۔

نیز آپؐ نے فرمایا کہ عقل و دین کی کمی کے باوجود تمہارے اندر ایک مہارت ایسی ہے جو کسی میں نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شوہر کتنا ہوشیار اور سمجھدار کیوں نہ ہو مگر تم ایک جملہ میں اسکی عقل اُڑا کر رکھدیتی ہو جس سے وہ ہوش و حواس سب کھو بیٹھتا ہے۔ آپؐ کی اس تقریر کے بعد عورتوں میں سے کسی نے اپنے گلے کا ہار، کسی نے ہاتھ کا کنگن، کسی نے پازیب، کسی نے کان کے بندے غرضیکہ جس کے پاس جو تھا نکال نکالکر دینا شروع کر دیا اور حضرت بلالؓ ایک تھیلے میں بھرنے لگے۔ اس حدیث شریف سے دینی کام کیلئے چندہ کرنا بھی حضورؐ سے ثابت ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳ عن ابی سعید الخدریؓ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اضحی او فطر الی المصلی فمر علی النساء فقال یامعشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار فقلن وبم یارسول اللہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر مارأیت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن قلن ومانقصان دیننا وعقلنا یارسول اللہ قال الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل قلن بلی قال فذلک من نقصان عقلھا الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی قال فذلک من نقصان دینھا۔ الحدیث[1]

حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ آپؐ عید الاضحٰی یا عید الفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو فرمایا اے عورتوں کی جماعت تم کثرت سے صدقہ کرو اسلئے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنم میں دیکھا ہے تو عورتوں نے کہا۔ یارسول خدا ایسا کیوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم کثرت سے لعنت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ دین اور عقل کی کمی کے باوجود عقلمند ہوشیار آدمی کی کھوپڑی کو اُڑا کر رکھدینے والا تم میں سے کسی کے مقابلہ میں کسی کو نہیں دیکھا تو عورتوں نے کہا کہ ہماری عقل و دین کی کمی کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں ہے؟ یہ انکی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اور کیا یہ ماہواری کی حالت میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ تو عورتوں نے کہا ہاں جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی انکے دین کی کمی ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۴ حدیث ۳۰۲ مسلم شریف ۱/۶۰۔

(۲۳)

اللہ جسے چاہتا ہے علم کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ الآیۃ[1]

جس کسی کو اللہ چاہتا ہے سمجھ و دانائی عطا کرتا ہے۔ اور جس کو سمجھ و دانائی حاصل ہوگئی اُسے ساری بھلائی حاصل ہوگئی، اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو فقیہ فی الدین بنا دیتا ہے۔ اور علومِ دینیہ کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ الحدیث[2]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

مشاہیر اُمت کی تین قسمیں

حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ مشاہیر اُمت میں تین قسم کے افراد گذرے

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۶۹ [2] ترمذی شریف ۲/۹۳۔

ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ حقائق شرعیہ میں ان کا ذہن طول وعرض میں چلتا ہے۔ جیسے امام رازیؒ کہ ہر مسئلے میں پھیلتے زیادہ ہیں۔ اور ترتیب وتفصیل وتہذیب مواد میں زیادہ [illegible] ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جن کا ذہن علو کی طرف زیادہ چلتا ہے جیسے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کہ حقائق میں اس قدر بلند پرواز ہیں کہ اصحاب ذوق کو بھی ان کے مدرک تک پہنچنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جنکا ذہن عمق کی طرف زیادہ دوڑتا ہے جیسے امام ابوحنیفہؒ کہ مسئلہ کی تہ اور اصلیت کا سُراغ لگالیتے ہیں اور ایسی اصل قائم فرمادیتے ہیں کہ سینکڑوں تفریعات اس سے ممکن ہوجاتی ہیں۔ ؎

عالم کی فضیلت عابد پر ہزار درجہ زیادہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرات انبیاءؑ کے بعد انسانوں میں سب سے اعلیٰ مقام اور اعلیٰ درجہ میں علماء کرام کو رکھا ہے۔ حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات علماء کرام کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان کی نیابت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دُنیا میں کسی کو مال ودولت کا وارث نہیں بناتے ہیں۔ انبیاء کی دولت مال ہے ہی نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی دولت علم ہے اپنی وفات کے وقت دولتِ علم ہی کو میراث کے طور پر چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اور جو عالم جتنا زیادہ علم حاصل کریگا اس کو انبیاء کی دولت کا حصہ میراث میں اُتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ۔ ؎ بیشک علماء حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارثین ہیں۔

اس حدیثِ پاک پر غور کرو تو معلوم ہوجائیگا کہ نوع انسانی میں انبیاءؑ کے بعد اللہ کے نزدیک سب سے افضل انسان کون ہوسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا کہ علماء ہی ہوسکتے ہیں

؎ حکایاتِ اولیاء (ارواحِ ثلاثہ) ۲۵۴۔ ؎ ترمذی شریف ۲/۹۷، ابن ماجہ شریف ۲۰/

لہٰذا حضرات علماء کرام کو یہ نعمت حاصل ہونے کے بعد غرور اور فخر میں نہیں رہنا چاہئے۔ بلکہ جتنا ہو سکے اللہ کا شکر ادا کریں، اس لئے کہ اگر اللہ چاہتا تو یہ دولت مجھے نہ دیکر کسی اور کو دیدیتا۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عالم اور فقیہ شیطان کے اُوپر ہزار عابدوں کے مقابلہ میں بھاری ہے، کہ ہزارہا عابدوں کو شیطان گمراہ کرسکتا ہے مگر ایک عالم اور فقیہ کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ الحدیث[۱]	حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عالم فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی ایک آیت کا سیکھنا سَو رکعت نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔ اور شریعت کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھنے سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

۱۳ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَلَاَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِہٖ اَوْ لَمْ یُعْمَلْ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ۔ الحدیث[۲]	حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر تمہارا قرآن کریم میں سے ایک آیت کا سیکھ لینا سَو رکعت نفل نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور بیشک علم دین کا ایک مسئلہ سیکھ لینا تمہارے لئے ہزار رکعت نفل نماز پڑھنے سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

[۱] ترمذی شریف ۲/ ۹۷ – [۲] ابن ماجہ شریف /۲۰ –

طالبِ علم اور طالبِ دین کی تین قسمیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ وہ علم اور ہدایت بارش کے درجہ میں ہے۔ اور جن لوگوں کے سامنے علم اور ہدایت کی باتیں پیش کی جاتی ہیں وہ زمین کے درجہ میں ہیں۔

اور زمین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ زمین جو نہایت زرخیز ہوتی ہے، جب اسمیں بارش برستی ہے تو بارش کے پانی کو اچھی طرح جذب کر لیتی ہے اور پھر اس میں سے پھلدار درخت، عمدہ ترین کھیتی اور خوب ہریالی اُگ آتی ہے۔ اور اس زمین سے اُگنے والی تمام پیداوار سے انسان، جاندار، چوپائے، درندے، پرندے ہر مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔

۲۔ وہ زمین جو بہت سخت ہے اور نشیب میں ہے۔ جب بارش برستی ہے تو اس میں خوب پانی جمع ہو جاتا ہے، جیسا کہ تالاب، جھیل وغیرہ۔ اس زمین نے اپنے اندر پانی کو تو جمع کر لیا ہے مگر اس میں کوئی چیز اُگتی نہیں ہے۔ البتہ اس کے پانی سے انسان، جانور اور ہر جاندار فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس زمین نے بارش کے پانی کو جوں کا توں محفوظ کر رکھا ہے۔ اور اس میں کوئی تصرف نہیں کیا ہے۔

۳۔ وہ زمین جو چٹیل میدان ہے اور بہت سخت ہے۔ اس زمین میں پانی کسی طرح نہیں رُکتا ہے، اور نہ ہی اس میں جذب کرنے کی صلاحیت ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو سارا پانی بہہ کر چلا جاتا ہے، نہ اس پانی سے خود وہ زمین فائدہ اٹھا سکتی ہے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن انسانوں کے سامنے ہدایت اور علم کی باتیں پیش کی جاتی ہیں ان کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ انسان جو نہایت ذہین اور ہر بات ذہن نشین کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور ہر بات

کو توجہ کے ساتھ سُنتا ہے، اور ورع و تقویٰ بھی ہے اس لئے ان باتوں کے مطابق خود عمل بھی کرتا ہے، اور فقیہ اور مفتی ہے۔ اس لئے ان باتوں کی گہرائی میں پہنچکر دلائل اور درایت کو پیش نظر رکھ کر دوسرے انسانوں کے سامنے مسائل پیش کرتے ہیں تو ایسے انسان کی مثال یوں سمجھو جیسے پہلی قسم کی زرخیز زمین ہے کہ جس طرح اس زمین نے بارش کے پانی سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور اپنے اندر کی پیداوار کے ذریعہ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچایا ہے، ایسے ہی اس انسان کا حال ہے کہ نبی کی ہدایت اور علم کو قبول کر کے خود بھی فائدہ اٹھایا اور اسکے مطالب کو اچھی طرح سمجھ کر دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔

۲۔ دوسرا وہ انسان ہے جو نبی کی ہدایت اور علم کی باتیں یعنی قرآن و حدیث کو سُن کر بعینہ یاد کر کے محفوظ کرلیتا ہے مگر اس کی گہرائی میں پہنچ کر روایت و درایت پر غور کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، البتہ دوسروں کو جوں کا توں بتلا دیتا ہے جیسا کہ غیر مفتی اور غیر فقیہ محدث کا حال ہے کہ اس نے یاد تو کرلیا ہے مگر اس کی گہرائی میں پہنچکر اصل مطلب نکالنے پر قادر نہیں ہے۔ پھر بھی دوسرے لوگوں کو بعینہ وہی حدیث بتلا دیتا ہے، اور جو لوگ اس سے حدیث حاصل کرتے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود بھی عمل کرتے ہیں اور گہرائی میں پہنچکر اس کا اصل مطلب دوسروں کو بھی بتلانے پر قادر ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اصل مطلب خود سمجھنے پر قادر نہیں ہیں، بس جیسا سُنا ہے ویسا ہی یاد ہے۔ بہر حال ایسے محدث سے جوں کی توں حدیثیں دوسروں کو مل جاتی ہیں۔

لہٰذا اس کی مثال دوسری قسم کی زمین کی سی سمجھو کہ جس طرح اس زمین میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے اسی طرح اس محدث کے پاس حدیث و مسائل جمع ہو جاتے ہیں، اور جس طرح اس زمین کے پانی سے ہر قسم کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کوئی پینے کے لئے، کوئی وضو غسل کے لئے لے جا سکتا ہے، کوئی اپنی کھیتی کی پیداوار کے لئے لیجا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح اس محدث کا حال ہے کہ اس سے ہر قسم کے لوگ حدیثیں حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اور بعض فقیہ اس محدث سے حدیث حاصل کرکے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، تو اس فقیہ کی مثال اسی شخص کی سی ہے جو تالاب سے پانی لیکر زرخیز زمین کی سیرابی کرتا ہے۔

۳ وہ انسان جو نبی کی ہدایت اور علم کی باتیں اس کان سے سنکر اس کان سے نکال دیتا ہے، نہ اسے کچھ یاد رہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی صحیح بات پر عمل کر سکتا ہے۔

اسکی مثال تیسری قسم کی اس چٹیل اور کھنڈر زمین کی سی ہے جسمیں بارش کا ایک قطرہ پانی نہیں رکتا ہے۔ اور نہ اسمیں جذب کرنیکی صلاحیت ہے۔

پرتو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ؛ تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد ست[۱]

ترجمۃ: جو شخص فطرت میں بدطینت اور بری عادت کا ہے وہ نیکوں کی عادت کبھی اختیار نہیں کر سکتا اور نااہل کو علم سکھانا اور تربیت دینا ایسا ہے جیسے کہ کسی گنبد پر اس ارادے سے اخروٹ پھینکا جائے کہ وہ وہاں رک جائے تو وہ کبھی وہاں نہیں رک سکتا ایسے ہی نااہل کبھی تربیت قبول نہیں کریگا۔

مذکورہ حدیث شریف سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ طالب علم اور طالب دین کی تین قسمیں ہیں، اسلئے طالبان علم دین سے گذارش ہے کہ پہلے قسم کے طالب علم بن جاؤ اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم دوسری قسم کے طالب علم تو ضرور بن جاؤ، مگر تیسری قسم کے انسان مت بنو۔ ائمہ مجتہدین کو دیکھو اور ابو حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ اور احمدؒ کو دیکھو۔ اور ابو یوسفؒ و محمدؒ کو دیکھو اور حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ کو دیکھو اور فضیل بن عیاضؒ اور ثوریؒ اور ابن مبارکؒ کو دیکھو اور جنیدؒ و شبلیؒ کو دیکھو شاہ ولی اللہ اور نانوتویؒ اور گنگوہیؒ کو دیکھو۔ شیخ الہندؒ اور سہارنپوریؒ اور تھانویؒ اور مدنیؒ کو دیکھو اور شیخ زکریاؒ اور کفایت اللہؒ کو دیکھو اور تم بھی انہیں کی طرح ابراہیمؑ و محمدؐ کے خوابوں کی حسین تعبیر بن جاؤ۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] گلستان سعدیؒ / ۲۳

۱۲ عَنْ اَبِی مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم قال مثل مابعثنی اللّٰہ بہٖ من الھدیٰ والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضًا فکان منھا نقیّۃ قبلت الماء فانبتت الکلأ و العشب الکثیر وکانت منھا اُجادِبُ امسکت الماء فنفع اللّٰہ بہا النّاس فشربوا وسقوا وزرعوا واُصابَ مِنھا طائفۃ اُخریٰ اِنّماھی قیعان لاتمسك مَاءً ولاتنبت کلأً فذٰلك مَثَلُ مَنْ فَقِہَ فی دِیْنِ اللّٰہ ونفعہ بمابعثنی اللّٰہ بہٖ فعَلِمَ وعَلَّمَ ومَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بذٰلِكَ رأْسًا وَلَمْ یقْبَلْ ھُدَی اللّٰہ الّذِی اُرسلتُ بہٖ وکَانَ مِنہاطائفۃ قبلت الماء قاعٌ یعلو الماء و[illegible]ف المستوی مِنَ الأ[illegible] - الحدیث [1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آپؐ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو علم اور ہدایت دیکر اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اسکی مثال اس تیز بارش کی سی ہے جو زمین پر برستی ہے (پھر زمین تین قسموں پر ہے) ۱ وہ صاف اور زرخیز زمین جو بارش کا پانی قبول کرکے خوب گھاس اور ہریالی اُگاتی ہے۔ ۲ وہ سخت اور نشیبی زمین جو پانی کو روک لیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے کہ لوگ اس سے پیتے ہیں اور پلاتے ہیں اور زمین اور کھیت کی سیرابی کرتے ہیں۔ ۳ وہ کھنڈر اور چٹیل زمین جو پانی کو روکنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ ہی اس میں کچھ گھاس وغیرہ اُگتی ہے۔ تو یہ اس شخص کی سی مثال ہے جو اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرتا ہے اور اللہ اس کو اس علم وہدایت سے نفع دیتا ہے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، پس خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا ہے۔ اور اس شخص کی مثال جو علم وہدایت کے لئے سر نہیں اُٹھاتا ہے، اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا ہے جسکے لیے میں مبعوث ہوا ہوں کھنڈر کی سی ہے اور وہ سخت زمین جو نشیب میں ہونیکی وجہ سے پانی کو روک لیتی ہے مگر کچھ اُگاتی نہیں، اس شخص کی سی مثال ہے جو بے سمجھے یاد کرلیتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۱۸ حدیث ۸۰ —
مسلم شریف ۲/۲۴۷ کتاب الفضائل۔ حدیث ۱۵ —

اہلِ علم اور دین داروں کی مشقت

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جتنا مقرب اور دیندار بناتا ہے اس کو دُنیا میں اتنی ہی جسمانی اور ذہنی دونوں طرح کی بلاء، اور مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے۔ ایک دفعہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سخت بخار اور سر کا درد ہوا، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ جب آپؐ کی چادر مبارک کے اُوپر ہاتھ رکھا تو سخت حرارت محسوس ہوئی تو فرمایا یا رسُول اللہ آپکو کتنا سخت بخار ہے۔ تو آپنے فرمایا کہ ہمکو اللہ تعالیٰ بلاء، اور مصیبت میں بھی مبتلا کرتا ہے اور اجر و ثواب بھی ڈبل عطا فرماتا ہے تو ابو سعید خدریؓ نے پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ بلاء، اور مصیبت کن لوگوں پر آتی ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

؎ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَىٰ حَسَبِ دِيْنِهٖ الحديث ؎[1]

کہ سب سے زیادہ بلاء، اور مصیبت انبیاء علیہم السّلام پر آتی ہے، پھر اسکے بعد علماء پر اور پھر اسکے بعد صالح اور نیک لوگوں پر آتی ہے، پھر اُن سے نیچے پھر اُن سے نیچے کے لوگوں پر۔ بس آدمی کو اس کے دین کی مضبوطی کے اعتبار سے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

رسُوخ فی العلم اور عالم باعمل کی چار علامتیں

تفسیر لُباب التَّاوِيل فِي مَعَانِي التَّنزِيل جو تفسیر خازن کے نام سے مشہور ہے اس میں نقل فرمایا ہے کہ کسی عالم کے صحیح معنی میں عالم ہونے کے لئے اور علم دین کے اندر رسُوخ اور مضبوطی حاصل کرنے کے لئے چار باتوں کا پایا جانا لازم ہے۔ انکے بغیر ایسا عالم نہیں بن سکتا، جو قرآن وحدیث کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکے۔ اور جن علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے الراسخون فی العلم کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ وہی ہیں جن میں چار علامتیں اور نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

---

[1] الترغیب ۴/۱۴۱، ترمذی شریف ۲/ ۶۵۔

١ـ التَّقْوٰى فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ـ	اللہ اور اس کے درمیان میں تقویٰ کا معاملہ ہونا کہ ہر معاملہ میں ورع و تقویٰ اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرنا اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کا خوف غالب رہنا ـ
٢ـ وَالتَّوَاضُعُ فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ ـ	اپنے اور لوگوں کے درمیان تواضع اور عاجزی و انکساری کا معاملہ کرنا
٣ـ وَالزُّهْدُ فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الدُّنْيَا ـ	اپنے اور دُنیا کی دولت کے درمیان زہد کا راستہ اختیار کرنا یعنی دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی اختیار کرنا اور خدا تعالیٰ کا نیازمند بن جانا ـ
٤ـ وَالْمُجَاهَدَةُ فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّفْسِ[له] ـ	اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کا معاملہ کرنا جو نفس چاہے اس کی مخالفت کرنا اور نفس کے خلاف مرضی مولیٰ کے مطابق عمل کرنا ـ

لہٰذا اگر کسی عالم میں تقویٰ وطہارت نہیں ہے یا تواضع عاجزی وانکساری نہیں ہے بلکہ غرور اور فخر ہے یا خدا کی نیازمندی نہیں ہے اور مخلوق کی خوشامد اور نیازمندی ہے یا اپنے نفس کے خلاف خُدا کی مرضی پر عمل کرنے کا عادی نہیں ہے بلکہ نفس کا غلام ہے تو ایسا شخص کبھی راسخ فی العلم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ایسا عالم قرآن و حدیث کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے تو پھر ایسا شخص دین و شریعت کا ترجمان کیسے بن سکتا ہے یہ ناممکن بات ہے ـ

اور جس عالم میں یہ تمام صفات موجود ہوں وہ راسخ فی العلم ہوگا قرآن و حدیث کو صحیح طور پر سمجھ بھی سکتا ہے اور ایسا عالم درحقیقت دین و شریعت کا صحیح ترجمان بن سکتا ہے ـ

دینی مسائل میں فقہاء عابدین سے رجوع کرنا

امام ابوبکر ہیثمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

له لباب التاویل فی معانی التنزیل معروف بتفسیر الخازن ۱/۲۱۸

نقل فرمائی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی معاملہ میں الجھ جاؤ اور قرآن وحدیث کی ظاہری نصوص سے تمہیں اسکا حل نہ ملے تو ایسی صورت میں اپنی رائے اور اجتہاد سے عمل کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے بلکہ علماء راسخین کے سامنے ایسے معاملہ کو پیش کر کے حل تلاش کرنا لازم ہے اور اس حدیث میں راسخ فی العلم کیلئے دو اہم شرطیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ جس عالم کے سامنے ایسا معاملہ پیش کیا جائے اُسکا فقیہ ہونا لازم ہے اسلئے کہ غیر فقیہ قرآن و حدیث کی گہرائی میں پہونچ کر اصل معنی کو متعین کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس عالم کا فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ عابد اور عالم باعمل ہونا بھی لازم ہے اسلئے کہ عالم باعمل کے اندر خدا کا خوف غالب ہوتا ہے اور خوفِ خدا کی وجہ سے کبھی کوئی مسئلہ غلط نہیں بتا سکتا۔

۳۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ نَزَلَ بِنَا اَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ بَيَانُ اَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ شَاوِرُوْا فِيْهِ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَا تَمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ۔ الحدیث [۱]

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر ہمارے سامنے ایسا معاملہ پیش آجائے جس کے جائز یا ناجائز اور امر یا نہی کے متعلق شریعت میں کسی حکم کا ذکر نہیں ہے تو ہمارے لئے اسمیں کیا حکم ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بارمیں ایسے علماء سے مشورہ لے لو جو فقیہ بھی ہوں اور عابد اور متقی بھی اور اسمیں اپنی رائے مت چلایا کرو۔

طلبِ علم کے لئے سفر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کے حصول کیلئے دور دراز کا سفر کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے مرادف ہے جسطرح جہاد کا ثواب ملتا ہے اسی طرح طلب علم کے سفر کا بھی ثواب ملتا ہے۔

۴۔ عن انس ... قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔ الحدیث [۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے سفر کو نکلتا ہے وہ لوٹ کر واپس آنے تک مجاہد فی سبیل کی طرح اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا:

---

[۱] مجمع الزوائد ۱/۱۷۸ [۲] ترمذی شریف ۲/۹۳۔

طلب علم کیلئے پیغمبر کا سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے مگر جب ان کو معلوم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا کہ آپ سے بھی زیادہ علم رکھنے والا میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین میں رہتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو اپنے ساتھ لیکر اس بندہ سے علم دین حاصل کرنے کیلئے دن و رات سفر فرمایا ہے وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور ان کے پاس پہونچکر ان کی ہر شرط منظور فرماکر ان کے ساتھ رہنے کی درخواست فرمائی لہٰذا طالب علم کو اُستاد کی ہر جائز شرط اور جائز بات قبول کرکے اُستاد سے علم حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا سفر

حضرت امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب معجم کبیر میں اور امام عبدالرزاقؒ نے اپنی کتاب المصنف میں حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات سے متعلق لمبی لمبی روایتیں نقل فرمائی ہیں ان روایات کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ صوبہ اصفہان کے شہر رامہرمز کے علاقہ میں ایک آبادی تھی جس کا نام جیئ تھا میں اصلاً وہاں کا .... رہنے والا ہوں میرے والد مجوسی آتش پرست تھے اور بلکہ آتش کدہ کے ناظم اور منتظم بھی تھے اور ان کو مجھ سے بہت زیادہ محبت تھی اور مجھے آتش کدہ میں لیجایا کرتے تھے۔ اور میرے والد کی بہت [illegible] زیادہ تھی تو ایک دفعہ میں والد صاحب کے کھیت میں جا رہا تھا تو راستے میں نصاریٰ کی ایک عبادت گاہ پڑتی تھی تو ان کی آوازیں مجھے اچھی لگیں تو میں وہاں چلا گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ وہاں نماز پڑھ رہے ہیں مجھے اُن کی عبادت بہت پسند آئی اور والد صاحب جو کرتے تھے اُس سے نفرت ہوگئی چنانچہ میں وہاں رُک گیا جب میرے والد صاحب کو اسکا علم ہوا کہ میں نصاریٰ کی عبادت گاہوں میں جاکر پادریوں کی عبادت سے متاثر ہوں تو مجھے والد صاحب نے گھر میں بیڑی لگاکر بند کردیا میں نے کنیسہ کے پادریوں سے کہا تھا کہ اس

لے بخاری شریف [illegible] یہ حدیث بخاری میں بارہ جگہ مذکور ہے۔

طرح کی عبادت کا مرکز کہاں ہے انہوں نے کہا کہ ملک شام میں ہے تو میں نے ان سے یہ درخواست کی تھی کہ جب وہاں سے کوئی تجارتی قافلہ آئیگا تو مجھے بتلا دینا چنانچہ جب وہاں سے تجارتی قافلہ آیا اور اس قافلے کی روانگی کا وقت آیا تو میں کسی طرح بیڑی سے نکل کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اُس قافلے کیساتھ ملک شام کے لئے روانہ ہوا۔ اور جب یہ قافلہ ملکِ شام پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں دینِ عیسوی کا عالم اور عابد کون ہے؟ تو لوگوں نے مجھے ایک کنیسہ کے پادری کو بتایا میں اس پادری کے پاس رہنے لگا تو دیکھا کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں تھا لوگوں سے صدقہ اور خیرات لیا کرتا تھا اور وہ اس کو نہ اپنے اوپر خرچ کرتا اور نہ فقراء و مساکین پر بلکہ اس کو ایک گھڑے میں جمع کر لیتا تھا جب گھڑا بھر جاتا تو اس کو ایک جگہ دفن کر دیتا تھا اس سے مجھے بہت کڑھن ہوتی تھی۔ اس کی ان حرکتوں کی بنا پر میرے دل میں اس سے سخت بغض رہا یہی سلسلہ چلتا رہا جب اس کا انتقال ہوا تو تمام نصاریٰ اس کے دفن کیلئے جمع ہوگئے تو میں نے کہا کہ یہ تو نہایت بُرا آدمی تھا کہ تمہیں صدقہ کا حکم کرتا تھا اور خود صدقہ جمع کرتا تھا لوگوں نے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اس کا دفینہ میں تم کو بتلا دیتا ہوں چنانچہ میں نے اسکا دفینہ بتا دیا اور سونے چاندی کے دفینے کے گھڑے نکالے گئے تو لوگوں نے بجائے دفن کرنے کے سولی پر چڑھا کر اُسے سنگسار کر دیا۔

اُس کے بعد اس کی جگہ پر ایک دوسرا آدمی مقرر کیا گیا وہ نہایت اچھا اور عابد و زاہد آدمی تھا اسکی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے میں اس سے بڑا متاثر ہوا اور اس سے دلی محبت پیدا ہوگئی۔ پھر ایک زمانہ کے بعد جب اس کی موت آئی تو میں رونے لگا تو میں نے روتے ہوئے اس سے کہا کہ میں ایک زمانہ سے آپ کے ساتھ رہا اور آپ سے استفادہ کیا اب آپ کے بعد میں کہاں جاؤں تو اس عابد نے کہا کہ اب یہاں کوئی صحیح طور پر دینِ عیسوی پر عبادت کرنے والا نہیں رہا۔ ہاں البتہ شہر موصل میں ایک شخص ہے اس کو میرا اسلام کہنا اور اسی کے پاس جا کر عبادت کرنا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی موت کے بعد میں موصل پہنچا۔

اور موصل والے عابد کے پاس رہنے لگا، وہ بھی بہت اچھا آدمی تھا، پھر ایک زمانہ کے بعد اس کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے اس سے بھی روتے ہوئے کہا کہ آپ کے بعد میں کہاں جاؤں، تو اس عابد نے مجھ سے کہا کہ بیٹے اب یہاں تو کوئی ایسا عابد نہیں رہا جو صحیح طور پر عیسیٰ ؑ کے دین پر عمل کرتا ہو۔

ہاں البتہ ملک روم میں مقام عموریہ میں ایک شخص بہت اچھا ہے اور صحیح طور پر اللہ کی عبادت کرنے والا ہے، تم میرے بعد وہاں پہنچ جانا۔ تو میں ان کی موت کے بعد عموریہ پہنچکر اس عابد کے پاس رہنے لگا۔ اور اس کے پاس بھی ایک زمانہ رہا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں اسکے سامنے بھی رونے لگا کہ آپ کے بعد میں کہاں جاؤں گا، تو اس عابد نے کہا کہ اب روئے زمین پر کوئی ایسا آدمی نہیں رہا جو حضرت عیسیٰ ؑ کے دین پر صحیح معنی میں عمل کرتا ہو۔ ہاں البتہ یہ نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت ہے۔ آپ عرب میں تہامہ اور حجاز کے علاقہ میں ظاہر ہوں گے لہٰذا اب تمہارا کام یہ ہے کہ حجاز سے آنے جانے والے لوگوں سے معلومات کرتے رہو تو حضرت سلمان ؓ فرماتے ہیں کہ اب میں اسی وطن میں رہا اور میں نے کچھ جانور گائے بکریاں وغیرہ پال رکھی تھیں۔ ... بنو کلب کے ایک تجارتی قافلہ کا ادھر سے گذر ہوا میں نے ان سے پوچھا کیا عرب میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہوا تو ان لوگوں نے کہا۔ جی ہاں! ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے، جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو میں نے ان قافلہ والوں سے کہا کہ میرے پاس یہ گائے بکریاں ہیں یہ سب تم کو دے دوں گا بشرطیکہ مجھے تم وہاں پہنچا دو۔ چنانچہ وہ لوگ مجھے ساتھ لے چلے جب مقام وادی القریٰ میں پہنچے تو ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ حرکت کی کہ وہاں کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا، تو میں اسکے پاس رہنے لگا، کچھ دنوں کے بعد اس یہودی نے اپنے ایک رشتہ دار جو مدینۃ المنورہ کے قبیلہ بنو قریظہ سے متعلق تھا اسکے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا، تو مدینہ کا منظر جب میں نے دیکھا تو مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ وہی شہر ہے جس میں نبیٔ آخر الزماں کی جائے ہجرت ہے، جو صفت مجھے مقام عموریہ کے عابد نے بتلائی تھی پھر کچھ

دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ ہجرت کرکے تشریف لائے تو میرے مالک کا ایک چچازاد بھائی حضورؐ کے پاس سے آکر حالات بیان کر رہا تھا۔ میں سُنکر نہایت خوش ہوا، اور کہنے والے سے پوچھا بس پوچھنا ہی تھا کہ میرے مالک نے غصہ میں میرے ایک زوردار چپت لگایا اور کہا کہ تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے۔ تو میں نے کہا کہ میں ذرا کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں، اور کوئی بات نہیں۔ جب کام سے چھٹی ہوئی تو میں خفیہ طور پر حضورؐ کی خدمت میں مقام قبا پہنچ گیا۔ اور عموریہ کے عابد نے کہا تھا کہ آپؐ کی علامت یہ ہوگی کہ زکوٰۃ صدقہ نہیں کھائیں گے، البتہ ہدیہ تحفہ قبول کریں گے اور کھائیں گے، اور آپؐ کی پشت پر ختم نبوت کی مہر ہوگی۔ چنانچہ میں نے آپؐ کی خدمت میں کچھ کھانے کی چیز یہ کہکر پیش کی کہ یہ صدقہ ہے۔ تو آپؐ نے اس کو لیکر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو کھالو، خود نہیں تناول فرمایا۔

اس کے بعد میں نے کچھ اور چیزیں یہ کہہ کر پیش کیں کہ یہ ہدیہ ہے۔ تو آپؐ نے اس میں سے خود بھی تناول فرمایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ یہ دو علامتیں تو اسی وقت میں نے دیکھیں، اور تیسری علامت اس طرح دیکھنی ہوئی کہ جنت البقیع میں ایک نصاری کا جنازہ پہنچا، وہاں آپؐ تشریف فرما تھے تو میں نے آپؐ کو سلام کرکے آپ کی پشت کی جانب سے جاکر گریبان کی جانب سے دیکھا کہ وہی ختم نبوت کی مہر آپؐ کی پشت پر ہے جو میرے استاد نے عموریہ میں بتائی تھی، تو میں نے فوراً بوسہ دیا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا پورا واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے بدلِ کتابت کا معاملہ کرو، تو فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو کھجور کے پیڑ اور چالیس اوقیہ پر بدلِ کتابت کا معاملہ کرلیا، تو آپؐ نے صحابہ کے درمیان میرے ساتھ تعاون کا اعلان کردیا، تو یکے بعد دیگرے حضرات صحابہ کھڑے ہو ہو کر اعلان کرتے رہے کہ میں اتنے کھجور کے پیڑ دونگا میں اتنے دونگا، بالآخر تین سو کھجور کے پیڑوں کا انتظام ہوگیا، اور چالیس اوقیہ کا انتظام بھی ہوگیا۔ چنانچہ یہ سب ادا کرکے اللہ نے مجھے غلامیت سے آزاد کرادیا، اور میری اصل مراد نبی آخر الزمان کی صحبت وہ اللہ نے مجھے عنایت فرمائی۔[۱]

---

[۱] معجم کبیر للطبرانی ۶/۲۲۲ تا ۶/۲۳۱ حدیث ۶۰۶۵ اور ۶۰۶۳، مصنف عبد الرزاق ۸/۴۱۸ حدیث ۱۵۷۷۴۔

جس وقت حضرت سلمان فارسیؓ اسلام قبول فرمارہے تھے اس وقت ان کی عمر ڈھائی سو سال ہوگئی تھی، اور بعض روایات میں پونے تین سو سال کا بھی ذکر ہے، اور بعض میں ساڑھے تین سو سال ان کی عمر بتلائی گئی ہے[1] ان کی زندگی کا اکثر حصہ صرف صحیح دین اور علمِ دین کی جستجو کے لئے اِدھر اُدھر اسفار میں گذرا۔ اسی علمِ نبوت کے لئے غلامیت قبول فرمائی، دولت قربان کردی۔ وطن اور عزیز واقارب سب قربان کردیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی ہے[2]

حضرت جابرؓ کا ایک حدیث کیلئے ایک ماہ کا سفر

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن انیسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ایک حدیث شریف بیان فرماتے ہیں، اور اس وقت حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا قیام ملک شام میں تھا اور میرا قیام مدینہ میں۔ مجھے یہ فکر پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اس حدیث کو براہِ راست عبداللہ بن انیسؓ سے سننے سے پہلے میری موت آجائے، یا ان کی موت آجائے۔ اسلئے میں نے ایک عمدہ ترین اونٹ خرید کر ملک شام کا سفر کیا۔ اور پورے ایک ماہ سفر کرکے شام پہنچا اور عبداللہ بن انیسؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور دربان سے کہا جاکر کہہ دو کہ جابرؓ دروازہ پر کھڑا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن انیسؓ فوراً باہر تشریف لائے اور معانقہ فرمایا۔ تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایک حدیث کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ اس کو براہِ راست حضورؐ سے بیان کرتے ہیں، اسے میں آپ کی زبان سے سننے کے لئے سفر کرکے آیا ہوں۔ تو فوراً حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے وہ حدیث پڑھ کر سنائی۔

---

[1] اسد الغابہ ۲/۲۶۸ [2] فتح الباری ۱/۲۰۹ تحت حدیث ۷۸۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَحْشُرُ اللّٰہُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عُرَاۃً۔ الحدیث [۱]

حضرت عبداللہ ابن انیسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ننگے پن کی حالت میں میدانِ محشر میں اٹھائیں گے۔

چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب اس حدیث کو سُن لیا تو فوراً واپس ہو گئے اب وہاں اور کوئی کام نہیں
نیز حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مسئلہ قصاص سے متعلق ایک حدیث پاک براہِ راست حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے سننے کیلئے میں نے مصر کا سفر کیا ہے۔
اور میں نے پورا ایک مہینہ کا سفر کر کے مصر پہنچکر ان سے ملاقات کی۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا ایک حدیث کیلئے ایک ماہ کا سفر

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے صرف ایک حدیث شریف حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے براہِ راست سننے کیلئے مدینۃ المنورہ سے مصر کا سفر فرمایا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مصر پہنچنے کی اطلاع پہنچی تو امیر مصر سلمہ ابن مخالد انصاریؓ نے انکا استقبال فرمایا چنانچہ مصر جاکر کے حضرت عقبہ ابن عامرؓ کی زبان سے وہ حدیث شریف سنی جس کے بارے میں ان کو اطلاع ملی تھی اور وہ حدیث مسئلہ عیب پوشی سے متعلق تھی۔

قَالَ عُقْبَۃُ بْنُ عَامِرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَتَرَ مُؤْمِنًا فِی الدُّنْیَا عَلٰی عَوْرَۃٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ [۲]

حضرت عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص دُنیا میں کسی مؤمن کے عیب کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیگا۔

حضرت عبیداللہ بن عدیؓ کا ایک حدیث کے لئے عراق کا سفر

حضرت عبیداللہ ابن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک ایسی حدیث کے بارے میں معلوم ہوا جو حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بیان کرتے ہیں مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے حضرت علیؓ کی وفات ہو جائے اور میں اس سے محروم ہو جاؤں اس لئے

---

[۱] فتح الباری ۱/۲۰۹ تحت حدیث ۷۸، [۲] عمدۃ القاری ۲/۱۰۳۔

میں نے مدینہ سے کوفہ کا سفر کیا جو تقریباً ایک ماہ کی مسافت ہے، چنانچہ میں نے وہاں پہنچکر حضرت علیؓ سے براہِ راست وہ حدیث حاصل کی [۱]

ایک حدیث کیلئے مدینہ منورہ سے حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس ملکِ شام کا سفر

قیس ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک ایک آدمی پہنچا وہ کہنے لگا کہ میں مدینۃ المنورہ سے صرف اسلئے آیا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بیان کرتے ہیں اس کو میں براہِ راست آپ سے سننے کیلئے آیا ہوں اسکے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے نہیں آیا ہوں۔ تو حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے تو حضورؐ کی حدیث سُن لیجئے کہ میں نے حضورؐ سے جو حدیث سنی ہے اسمیں طالب علم اور علماء کی چھ فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کو میں بلفظہٖ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

۹ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَہَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہتے ہوئے سُنا کہ (۱) جو شخص طلب علم کیلئے راستہ طے کرکے سفر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے (۲) یقیناً ملائکہ رحمت طالب علم سے خوش ہوکر ان کیلئے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں (۳) اور عالم دین کیلئے آسمان وزمین کی ساری مخلوق مغفرت کی دعاء کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی پانی میں مغفرت کی دعاء کرتی ہیں اور (۴) یقیناً عالم دین کی فضیلت عابد پر اس قدر زیادہ ہے کہ جس قدر چودھویں رات کی چاندنی کی روشنی ستاروں کی روشنی پر

---

[۱] فتح الباری ۱/۲۱۰ تحت حدیث ۷۸ باب ۱۹ ۔

وان العُلماء ورثۃُ الانبیاء وانّ الانبیاء لم یُورّثوا دِینارًا ولا دِرہمًا وانّما ورّثوا العِلم فمَن اَخذہٗ اَخذَ بحظٍّ وافرٍ۔ الحدیث [1]

غالب ہوتی ہے اور یقیناً علماء حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور یقیناً حضرات انبیاء علیہم السلام دراہم و دنانیر اور روپیہ پیسوں کا وارث نہیں بناتے ہیں۔ اور بیشک حضرات انبیاء علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کرلیا ہے تو اس نے بہت بڑی خیر کا حصّہ حاصل کرلیا ہے۔

حصُولِ علم کیلئے مشقتیں

کسی انسان میں جو اعلیٰ درجہ کا کمال آتا ہے وہ صرف علمِ دین ہی کے ذریعہ سے آسکتا ہے اور اس کے لئے اسی درجہ کی محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مشہور مقولہ ہے۔

العِلمُ لا یُعطِیکَ بَعضَہٗ حَتّٰی تُعطِیَہٗ کُلَّکَ۔

علم تجھے اپنا ایک جُز بھی اس وقت تک نہیں دیگا جب تک تم اپنا کل علم کیلئے قربان نہ کردوگے:

حضرت امام بُرہان الاسلام زرنوجی علیہ الرحمہ تعلیم المتعلم میں حصُولِ علم کیلئے مشقت اُٹھانے کے بارہمیں چند شعر ایسے نقل فرماتے ہیں جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:۔

تمنّیتَ ان تمسی فقیہًا مناظِرًا ÷ بِغَیرِ عِناءٍ وَالجنون فنون [2]

اگر تمہاری خواہش ہے کہ تم بغیر تکلیف و مشقت اُٹھائے ہوئے بہت بڑے فقیہ اور عالِم بن جاؤ تو یہ ایک پاگل پن اور جنون ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا!

ولیسَ اکتسابُ المالِ دونَ مشقّۃٍ ÷ تحمّلہا فالعِلم کیف یکون

اور مال و دولت کا حصول مشقت برداشت کئے بغیر نہیں ہوسکتا تو پھر علم جو اس سے بدرجہا بلند و بالا ہے اسکا حصُول بغیر مشقّت کے کیسے ہوسکتا ہے۔

بقَدرِ الکدِّ تکتَسِبُ المعالِی ÷ وَمَن طلبَ العُلیٰ سَھرَ اللّیالِی

---

[1] ترمذی شریف کتاب العلم ۲/۹۔ مشکوٰۃ شریف ۱/۳۴ [2] تعلیم المتعلم ۲/۷۲ تا ۲/۷۴۔

انسان اپنی کوشش و محنت کے بقدر بلند مقامات حاصل کرسکتا ہے اور جو شخص بلند مقامات پر فائز ہونا چاہتا ہے تو اسکا اولین فریضہ یہی ہوگا کہ راتوں کی نیند کو قربان کردے۔

تروم العِزّ ثمّ تنام لیلًا ⁂ یغوصُ البحر من طلب اللّآلِی

تم عزت و ترقی کی خواہش کرتے ہو اور پھر تمام رات چین کی نیند سوتے ہو۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ جس کو موتیوں کی طلب ہوتی ہے اسے بحرِ سمندر میں غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔

عُلوّ الکعب بالھمَمِ العَوالِی ⁂ وعزّ المرءِ فی سَھَرِ اللّیالِی

بلند عزائم اور بلند ارادوں کے ذریعہ سے ہی انسان مقام اور شان و شوکت کی بلندی کو پہونچ سکتا ہے اور راتوں کو جاگنا ہی انسان کی عزّت و شرف کا باعث بن سکتا ہے۔

ومَنْ رام العُلا مِنْ غیر کَدٍّ ⁂ اَضاعَ العُمر فی طلبِ المحالِ

اور جو شخص بغیر مشقت و محنت کے بلند مقام حاصل کرنیکی فکر کرتا ہے تو وہ ایک محال کام کی تلاش میں اپنی عمرِ عزیز کو ضائع کرتا ہے؛ کیوں کہ بغیر مشقت و محنت کے دُنیا میں کوئی انسان کامیاب نہیں ہوسکتا!

طالبِ علم کیلئے پانچ باتوں کی نصیحت

امام بُرہان الاِسلام زرنوجی علیہ الرحمہ نے چند اشعار میں طالب علم کو پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی ہے۔ جو ہر اسلامی درسگاہ کے ہر طالب علم کیلئے لازم ہیں:

۱ الوَرَع

ورع و تقویٰ اختیار کرنا، لہٰذا اگر کسی طالب علم کے اندر ورع و تقویٰ نہیں ہے تو وہ صحیح معنیٰ میں طالبِ علم اور طالبِ دین نہیں ہے۔ اور طالب علم کا سب سے بڑا تقویٰ یہی ہے کہ پانچوں وقت نمازوں کی پابندی کے بعد کتابوں کی یاد اور مطالعہ میں دن و رات ایک کر رکھا ہو۔ اور محنت و مشقت کا عادی بن جائے اور حرام اور ممنوع امور کی طرف کبھی قدم نہ اٹھائے۔

۲ اجتنابُ النوم

کثرت نوم سے پرہیز اور احتراز کرنا اور جو طالبِ علم زیادہ

سونے کا عادی بن جائے اسمیں غفلت اور سستی آجاتی ہے اور سست اور غافل طالب علم نہایت بزدل ہوتا ہے۔ اور محنت و مشقت سے کوسوں دور رہتا ہے۔ وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۳ ترکُ الشّبع: پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ اسلئے کہ اگر شکم سیر ہو کر کھایا جائے گا، سر میں کمزوری اور دماغ بھاری، سستی، غفلت اور نیند غرضیکہ تمام تر کمزوریوں کا شکار ہو جائیگا، اور کسی بھی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ پر غور کرنے اور سمجھنے کیلئے اُسکا دماغ تیار نہیں ہوگا: جب بھی کسی اہم مسئلہ پر غور کرنے کا نمبر آئیگا تو اسکا دماغ جواب دے جائیگا اور سست ہو کر بلا اختیار اس پر نیند غالب آجائے گی۔ آخر کار نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ وہ نہایت ناکام اور ناکارہ طالب علم ہو جائیگا کُرتہ یا پجامہ ٹوپی کے ساتھ مدرسہ کے ماحول میں نام کا طالب علم ہوگا۔ اور حقیقت میں انتہائی درجہ کا جاہل ہوگا:

اور عوام مسلمان بھی اس کی ظاہری صورت و شکل دیکھکر دھوکہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کے مُضر اثرات درسگاہ سے گھر تک اور مدارس سے خاندان تک اور علماء سے عوام تک ہر جگہ پھیل جائیں گے: اسلئے جسکو حقیقی معنی میں صحیح طالب علم بننے کا ارادہ ہو وہ ہرگز شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا کرے خاص طور پر پڑھائی کے زمانہ میں ہمیشہ یہ عادت بنالے کہ طبیعت چاہنے کے باوجود کچھ کمی چھوڑ دیا کرے۔ ہاں البتہ کبھی تعطیل کے زمانہ میں ایک آدھ دفعہ اچھا کھانا پیٹ بھر کر کھالے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر تعلیم کے زمانہ میں ایسا ہرگز نہ کرے۔

۴ الدّوام علی الدّرس: درس کی شرکت میں پابندی کرنا۔ اسلئے کہ اگر درس کی پابندی نہ رہے۔ اور اسباق چھوٹ جانے لگے تو اس کی تلافی پھر زندگی بھر کبھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ کبھی سبق کے دوران اللہ تعالیٰ اُستاد کے دل میں ایسی باتیں بھی ڈالدیتا ہے جو کسی کتاب میں نہیں ملتیں۔

لہٰذا اگر کوئی ذہین طالب علم یہ سوچ کر کسی سبق میں ناغہ کرلیتا ہے کہ شروحات دیکھکر زورِ مطالعہ سے تلافی کرلیں گے تو یہ اس کی بھول ہے۔ نیز جو طالب علم غیر حاضری اور ناغہ کرنیکا عادی ہوجاتا ہے وہ کیتنا ہی ذہین ہو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور آہستہ آہستہ بالکل کورا ہوجاتا ہے اسلئے درس میں شرکت کی پابندی طالب علم کیلئے اوّلین فریضہ ہے۔

اگر خدا نخواستہ اتفاق سے کبھی کسی خاص عذر کی بنا پر کوئی سبق چھوٹ جائے تو یہ سمجھ لے کر بہت بڑا ناقابل تلافی نقصان ہوگیا ہے۔ عرصہ تک اسکا احساس باقی رہنا چاہیئے تاکہ آئندہ ایسی نوبت نہ آنے پائے۔

۵۔ اغتنام ایّام الحداثۃ

جوانی اور طاقت کے زمانہ کو حصولِ علم کیلئے غنیمت سمجھنا اسلئے کہ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں جو محنت اور مشقت انسان برداشت کرلیتا ہے وہ بڑھاپا اور کمزوری کے زمانہ میں نہیں کرسکتا۔ اور جوانی اور طاقت کا زمانہ ایسا ہے ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جانیکے بعد دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا: اسلئے استعداد بنانے اور اپنے اندر صلاحیت پیدا کرنے کیلئے جتنی محنت و مشقت ممکن ہوسکتی ہے جوانی میں کرے۔

حضرت امام برہان الاسلام زرنوجی علیہ الرحمہ نے مذکورہ پانچوں نصیحتوں کو تین اشعار میں نقل فرمایا ہے جو ترجمہ کے ساتھ یہاں نقل کر دیئے ہیں۔

یَا طَالِبَ الْعِلْمِ بَاشِرِ الْوَرَعَا ۔۔۔ وَجَنِّبِ النَّوْمَ وَاتْرُكِ الشِّبَعَا

اے علم کے طلب گار ورع و تقویٰ اختیار کرا ور کثرت سے سونے سے گریز کرو اور شکم سیر کھانے کو چھوڑ دو۔

دَاوِمْ عَلَى الدَّرْسِ لَاتُفَارِقْهُ ۔۔۔ فَالْعِلْمُ بِالدَّرْسِ قَامَ وَارْتَفَعَا

سبق میں حاضری کی پابندی کرو اور کبھی ناغہ نہ کرو۔ اسلئے کہ علم میں سبق کی پابندی ہی کے ذریعہ سے سربلندی اور سرفرازی حاصل ہوتی ہے۔

وَاَيَّامَ الْحَدَاثَةِ فَاغْتَنِمْهَا ۔۔۔ اَلَا اِنَّ الْحَدَاثَةَ لَا تَدُوْمُ[۱]

---

[۱] تعلیم المتعلم /۷۵، ۷۶

اور نوجوان طالب علم کو اپنے جوانی کے اوقات کو غنیمت سمجھنا چاہیئے خبردار ہو جاؤ یقیناً جوانی کا زمانہ ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔

حصولِ علم کی سات شرائط

النیة و الانصات والاستماع والفھم و الحفظ والعمل والنشر[1]

حصول علم میں سات باتیں نہایت ضروری اور لازم ہیں۔ انہیں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو علم کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اور یہ سات باتیں حضرت امام فضیل بن عیاض، حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت امام محمد بن النضر الحارثیؒ، اور حضرت امام سفیان ثوریؒ کی طرف سے ملے جلے طور پر بیان کی جاتی ہیں اور یہ چاروں ایسے علماء راسخین میں سے ہیں جو اپنے اپنے زمانہ کے جبل العلم تھے اور وہ سات باتیں یہ ہیں۔

۱۔ النِّیة:- سب سے پہلی بات نیت کا صحیح ہونا کہ علم حاصل کرکے اس کے مطابق عمل کرکے اللہ کی مرضی اور خوشنودی حاصل کریں گے۔ اور نیت میں یہ فساد نہ ہو کہ علم حاصل کرکے قوم کا لیڈر بن جائیگا یا بڑے بڑے علماء کا مقابلہ کریگا یا عوام پر اپنا دبدبہ بٹھائیگا یا مالدار گھرانے سے شادی کریگا وغیرہ وغیرہ اس قسم کا فساد نیت میں نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ الانصَات: سبق کے وقت نہایت اطمینان وسکون سے خاموش ہوکر اُستاد کی باتوں کی طرف دھیان دینا تاکہ اُستاد پرسکون ماحول میں اپنی بات اطمینان کیساتھ پیش کرسکے۔ اگر طلبہ آپس میں دورانِ سبق کھسر پھسر کرنے لگیں اور چپکے چپکے باتیں کرنے لگیں تو اُستاد کا ذہن اُلجھ جائیگا اور دل میں تکدر پیدا ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اُستاد اپنی بات صحیح طریقہ سے پیش نہیں کرسکیگا اور یہ سخت بے ادبی اور گستاخی ہے اور آدابِ درس

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ /۱۰۷

کے خلاف ہے۔ اسلئے نہایت سکوت اور سکون سے بیٹھنا لازم ہے۔ اور پوری توجہ اُستاد پر رکھنا لازم ہے ورنہ کوئی بات صحیح طور ذہن نشین نہیں ہوسکتی۔

۳ الاستماع : نہایت غور و توجہ سے کان لگا کر سبق سُننا کہ اُستاد کی زبان سے جو بھی بات نکلے اس کو اچھی طرح سُن لے اور ایک ایک بات کو نہایت غور سے سُن کر ذہن نشین کرے۔

انصات اور استماع کے فرق میں دو دلچسپ واقعے

انصات اور استماع کا فرق بیان کرتے ہوئے

حضرت اقدس فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ دو واقعہ بڑی دلچسپی سے بیان فرماتے تھے۔

واقعہ ۱: ایک شخص حدیث پاک پڑھ کر آیا تھا اور اُنہیں لوگ محدث بھی کہا کرتے تھے۔ آدمی اچھا نیک تھا اور سبق بھی سُن لیتا تھا مگر غور سے توجہ نہیں دیتا تھا اور دورانِ درس یہ حدیث آئی «لا یسقی احدکم ماءہ زرع غیرہ» اسکا ظاہری معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا پانی دوسرے کے کھیت میں نہ ڈالے۔ اور اسکا اصل مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے کی ایسی باندی خریدے جو باندی مالک کے جماع کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے تو ولادت سے پہلے حمل کی حالت میں اس سے خریدنے والا ہمبستری نہ کرے۔ اوّل معنی حاصل ہونے کیلئے استماع کافی ہے اور دوسرا معنی حاصل ہونے کیلئے صرف استماع کافی نہیں ہے انصات ضروری ہے تو ان محدث صاحب کو استماع تو حاصل تھا مگر انصات نہیں تھا۔ لہٰذا اوّل معنی کو حدیث پاک کا اصل مطلب سمجھ بیٹھے چنانچہ ان کے کنویں کے قریب کسی شخص کا کھیت تھا وہ شخص جب ان کے کنویں سے پانی لیکر کھیت [illegible] ڈالنا چاہتا تو اس سے لڑنے مرنے کیلئے تیار ہوجاتے اور کہتے تھے کہ حدیث میں ممانعت [illegible] ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا پانی دوسرے کے کھیت میں نہ ڈالے تو بتانے والے نے بتایا کہ اسکا یہ مطلب نہیں ہے

بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ غیر کی حاملہ باندی سے اسوقت تک جماع اور وطی نہ کرے جب تک ولادت نہ ہوجائے کہ یہ دوسرے کی کھیتی ہے اسمیں اپنا پانی نہ ڈالو تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے میں تو اب تک وہی مطلب سمجھتا رہا۔

واقعہ ۲: ایسا ہی ایک اور محدّث کا حال تھا کہ وہ جب بھی استنجا کرتے تو فراغت کے بعد آکر وتر کی نماز پڑھتے دن میں رات میں کتنی کتنی دفعہ ایسا ہوتا تو کسی نے پوچھا کہ بھائی یہ کیا طریقہ ہے تو کہنے لگے حدیث میں آیا ہے۔ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ۔ جو استنجاء کرے اس کو چاہیئے کہ وتر کی نماز پڑھے تو کہنے والے نے کہا کہ بھائی یہ ظاہری اور لفظی معنی تو ہے مگر اصل معنی یہ نہیں ہیں۔ بلکہ اصل معنی یہ ہے کہ جو استنجاء کرے تو طاق عدد ڈھیلا استعمال کرے تو بھائیوں اس محدّث کو استماع تو حاصل تھا مگر وہ انصات سے بے بہرہ تھا انصات حاصل نہیں تھا۔ اسلئے ہمیشہ دھوکہ اور غلطی کا شکار رہا۔

۱۳ الفہم: اُستاد کی ہر بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے اگر کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے تو اس کو ایسے ہی اَدھوری نہ چھوڑے بلکہ سمجھ کر ہی آگے چلنے کی کوشش کرے۔ نیز متون و شروحات کے مطالعہ سے ذہن کھلتا ہے اور جو سبق آئندہ پڑھنا ہے اس پر پہلے سے ایک نظر ڈالنا ضروری ہے اس لئے اس پر ایک نظر ڈال کر جایا کرے اور جو بات اپنے مطالعہ کے وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی اس کو خاص طور پر نوٹ کرے اور سبق کے وقت خصوصی توجہ دیکر سمجھ لے کوئی شبہ باقی نہ رہنے دے اگر کسی بات میں الجھاؤ ہوجائے یا کوئی شبہ باقی رہ جائے تو نہایت ادب احترام اور عاجزی وانکساری سے پوچھ کر شبہ دور کرلینا چاہیئے۔ اور دوران درس استاد کی زبان سے ایسی ضروری باتیں نکلتی رہتی ہیں۔ جو کبھی کتاب میں نہیں ملتیں اسلئے ہمیشہ سبق میں کاغذ و قلم ساتھ رکھنے کا اہتمام کرے اور کوشش کرے کہ استاد کی ہر بات نوٹ کرلیا کرے۔ کیونکہ استاد جو باتیں کرتے ہیں وہ سب کسی ایک کتاب میں اکٹھی نہیں مل سکتیں اسلئے نوٹ بک طالب علم کیلئے بہت بڑا علمی سرمایہ ہے۔

۵۔ الحفظ: یادداشت۔ سبق یاد کرنے کے ساتھ ساتھ غیر درسی مختلف فنون اور مختلف موضوع کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے جو بھی خاص مضمون نظر سے گذر جائے اُسے نوٹ کرلیا کرے یاد رکھنے کیلئے مشق کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جس مضمون یا جس حدیث یا جس مسئلہ کو یاد کرنا ہے اس کو مسلسل ۲ دو تین ۳ بار دیکھکر آنکھ بند کرے اور دماغ میں بیٹھانے کی کوشش کرے اگر کوئی بات ذہن سے نکل جائے تو اولاً دماغ پر خوب زور دیا جائے پھر بھی مستحضر نہیں ہوتا ہے تو ایک دفعہ کتاب سے صرف اسی بات کو دیکھکر کتاب سے نگاہ ہٹالے پھر دماغ میں مذاکرہ کرے اسطرح آہستہ آہستہ یاد کرنا شروع کردیا جاوے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا جائے۔ پھر انشاء اللہ ایک وقت ایسا آجائیگا کہ صرف ایک نظر میں ایک حدیث شریف یا ایک مسئلہ یاد ہو جائے گا۔

۶۔ العمل: جو بات یاد ہو جائے اس پر عمل کی مشق کرنا۔ طالب علمی کے زمانہ سے ہر حدیث اور ہر مسئلہ پر عمل کرنیکا عادی بن جائے تو آہستہ آہستہ پوری شریعت کا حامل ہونیکے ساتھ ساتھ عامل شریعت متبع سنت بھی بن جائیگا۔

اگر عمل کے معاملہ میں طالب علمی دور میں غفلت برتی جائے تو بعد میں شریعت کے مطابق زندگی بنانا نہایت مشکل پڑجائیگا بلکہ بسا اوقات عالم ہونیکے باوجود بدعمل بن جاتا ہے۔ چاہے لوگوں کے سامنے لمبی لمبی تقریریں بھی کرتا ہو مگر توفیق نہ ہونے کی وجہ سے عمل سے بالکل کورا ہوگا: اور ایسے عالم کے وعظ و تقریر سے اگرچہ لوگ واہ واہ کریں گے مگر کسی کو کوئی دینی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے اور عالم باعمل بنادے۔

۷۔ النشر: علم حاصل ہونے کے بعد اس کو پھیلانا۔ اور علم پھیلانے کے بہت سے راستے ہیں انمیں سے تین راستے نہایت اہم ہیں ۱۔ درس و تدریس کے ذریعہ ۲۔ وعظ و تقریر کے ذریعہ ۳۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ یہ تینوں طریقے علماء کیلئے ہیں۔ اگر علم حاصل کرنیکے بعد اس سے دوسروں کو فائدہ نہ پہونچایا جائے تو ایسے علم کا کوئی

حاصل نہیں۔ اور عوام کے علم پھیلانے کا طریقہ یہ ہے کہ اشاعتِ علم میں اپنا مال خرچ کرے غریب طلبہ کو خرچہ دیکر پڑھائے۔ غریب علماء کا مالی تعاون کرے۔ دینی کتابیں شائع کرکے یا خرید کر کے اہل علم اور علماء میں عام کر دے۔ مدارسِ دینیہ کی عمارتوں کی تعمیر کر دے۔ حدیث و قرآن، فقہ و تفسیر کی کتابوں کو خرید کر مدرسہ میں علماء اور طلبہ کو دے دے وغیرہ وغیرہ۔

وحاصل العبادة قال عبد الله ابن المبارك اول العلم النية ثم الاستماع ثم الفهم ثم الحفظ ثم العمل ثم النشر واضاف فضيل بن عياض الانصات وبهذا قال السفيان الثوري ومحمد ابن النضر الحارثي۔ [۱]

عبادت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ حصولِ علم کیلئے سب سے پہلے نیت کو صحیح رکھنا اور پھر غور سے سبق سُننا اور پھر اچھی طرح سمجھنا اور پھر خوب یاد کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا اور اسکو لوگوں میں پھیلانا لازم ہے۔ اور امام فضیل بن عیاضؒ نے بوقتِ سبق خاموش رہنے کو بھی لازم بتلایا ہے، اور اسی کو امام سفیان ثوریؒ اور محمد بن النضرؒ نے بیان فرمایا ہے۔

اپنے کو بڑا عالم سمجھنے سے بچو

جن لوگوں کو اللہ نے علم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے ان کو ہمیشہ کسرِ نفسی اختیار کرنی چاہیئے اور اللہ نے جو علم کی نعمت عطا فرمائی ہے اسکا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو منٹوں میں اسکو سلب کر سکتا ہے اور کبھی اپنے بارے میں یہ تصور نہیں کرنا چاہیئے کہ میں ہی سب سے بڑا

---

[۱] جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۱۰۷۔ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے پندنامہ میں دو شعر میں چھ چیزوں کو حصولِ علم کیلئے لازم قرار دیا ہے۔ اشعار یہ ہیں۔

؎ علم را ہرگز نیابی تا نداری شش خصال ؛ حرص کوتاہ، فہم کامل جمع خاطر کل حال

نہیں علم اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک تمہارے اندر چھ باتیں نہ آجائیں۔ ۱ دولت کی حرص نہ ہونا ۲ کامل سمجھ کا ہونا ۳ ذہن کا ہر طرف سے یکسو ہونا۔

؎ خدمتِ استاد باید ہم سبق خوانی مدام ؛ لفظ را تحقیق خوانی تا شوی مرد کمال

استاد کی خدمت کرنا ۵ پابندی سے سبق پڑھنا ۶ ہر لفظ اور ہر مضمون کو تحقیق کے ساتھ پڑھنا۔ تاکہ تم کامل انسان بن جاؤ۔

عالم ہوں اور یہ خیال بھی نہ کرنا چاہیئے کہ میں مدرس ہوں واعظ ہوں، خطیب ہوں محدث ہوں، مصنف ہوں مفتی ہوں متقی ہوں بلکہ ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور تمام علماء مجھ سے علم وفضل میں بڑے ہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ، ہر اہل علم کے اوپر کوئی نہ کوئی بڑا عالم ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر تھے اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے رسول تھے اور اور انکا تذکرہ اسی شان کیساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان فرمایا ہے جب انہوں نے بنی اسرائیل میں موثر انداز سے ایک وعظ فرمایا لوگوں پر اسکا بڑا اثر پڑا۔ تو مجمع میں سے ایک نے پوچھا اے اللہ کے رسول اسوقت دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے اور پوچھا کہ آپ سے بھی کوئی بڑا عالم ہے؟ تو حضرت موسیٰؑ نے یہ سوچ کر کہ اللہ اپنے پیغمبر اور رسول کو سب سے زیادہ علم عطا کرتا ہے اسلئے فرمایا کہ سب سے بڑا عالم میں ہوں اور اس مسئلہ کو اللہ پر محول نہیں فرمایا اسلئے اللہ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ پیغمبر ہونیکے باوجود اللہ نے فوراً متنبہ فرمایا اے موسیٰ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ تم ہی سب سے بڑے عالم ہو بلکہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے جو تم سے بڑا عالم ہے۔ بھائیو! بہت زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو بھی عتاب کیساتھ فوراً متنبہ فرمایا اور ظاہر بات ہے کہ دنیا کے اندر جو علماء پیدا ہوئے ہیں وہ علم وفضل میں اپنی جگہ چاہے کتنے ہی بڑے ہوں مگر پیغمبر سے بڑے نہیں ہو سکتے جب اللہ کو پیغمبر کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ علم کو اللہ کی طرف نہ کر کے اپنی طرف منسوب کریں تو علماء کی کیا حیثیت ہے؟ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ عن ابی بن کعبؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قام موسیٰ خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل ای الناس اعلم فقال انا اعلم فعتب اللہ عز وجل علیہ اذ لم یرد	حضرت ابی بن کعبؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوگئے تو سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو فرمایا کہ میں ہی سب سے بڑا عالم ہوں تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس بات پر عتاب نازل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

العلم الیہ فقال اِنَّ عبدًا مِنْ عِبَادِی بمجمع البحرین ھو اعلم منک۔ الحدیث [1]

کیطرف محول کیوں نہیں فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک میرا ایک بندہ جو مجمع البحرین میں رہتا ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی تواضع

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے بارہمیں فرمایا کرتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملا دیتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ اس پر حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اسقدر شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے؟ کیا انمیں سے ظاہر ہوئے؟ آخر سب کو خاک میں ملا دیا اور اپنا کہنا کر دکھایا۔ (حکایاتِ اولیٰ ارواحِ ثلثہ ص۲۵۸)

کامل عالم اور محدث کیسے بن سکتے ہیں؟

کامل عالم اور محدث بننے کیلئے سولہ قسم کی خصوصیات ہوتی ہیں جو اوجز المسالک کے مقدمہ سے سہل انداز میں نقل کی جاتی ہیں:

پہلی خصوصیت میں چار چیزیں یاد کرنا

۱۔ اَخبار الرسُول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واخبار کو لکھنا یاد کرنا۔

۲۔ اَخبار الصّحابۃِ۔ آثارِ صحابہؓ کو لکھنا یاد کرنا۔

۳۔ اخبار التابعین۔ تابعین کے آثار واقوال کو لکھنا یاد کرنا

۴۔ اَحوال الرجالِ والرُّواۃ۔ رُوات ومحدثین کے حالات کو یاد کرنا۔

دوسری خصوصیت میں چار باتیں یاد کرنا

۱۔ اَسْماء الرِّجال۔ محدثین اور راویوں کا نام یاد کرنا۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۲۳ حدیث ۱۲۲، ۱/۴۸۲ حدیث ۳۴۰۱ - ۲/۶۸۷ حدیث ۴۷۲۶
۲/۶۹۰ حدیث ۴۷۲۷۔

۲	کُنَاھُمْ	محدثین کی کنیت یاد رکھنا۔
۳	اَمْکِنَتَھُمْ	محدثین کی جائے سکونت یاد رکھنا۔
۴	اَزْمِنَتَھُمْ	محدثین کے زمانے یاد رکھنا۔

تیسری خصوصیت میں چار باتیں یاد رکھنا

۱	التحمید مع الخطب	خطبوں میں حمد وثناء کا اہتمام کرنا۔
۲	الدُّعَاءِ مَعَ التَّوسُّل	توسّل کے سَاتھ دعَاء کرنا۔
۳	البسملة مع السُّورة	بسم اللہ کے سَاتھ سورۃ پڑھنا۔
۴	التکبیر مَعَ الصَّلَوَات	نمازوں میں تکبیر کا اہتمام کرنا۔

چوتھی خصوصیت میں چار باتیں یاد رکھنا

۱	نقل المسندات	مسند ومتصل السَّند روایات نقل کرنے اور یاد کرنیکا اہتمام کرنا۔
۲	وَالمُرْسَلَات	مرسَل روایات یاد کرنے کا اہتمام کرنا۔
۳	وَالموقوفَات	موقوف روایات یاد کرنے کا بھی اہتمام کرنا۔
۴	والمقطوعَات	مقطوع روایات یاد کرنے کا بھی اہتمام کرنا۔

پانچویں خصوصیت میں چار باتیں یاد کرنا

۱	یکتب العلم فی صِغرہٖ	اپنے بچپن میں علم حاصل کرنے اور لکھنے کا اہتمام کرنا۔
۲	وادراکـہ	اپنے بالغ ہونے کے زمانہ میں 〃 〃
۳	وشبابه	اپنی جوانی کے زمانہ میں 〃 〃
۴	وکھُولته	اپنی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں 〃 〃

(مقدمہ اوجز: ص۸۲)

چھٹی خصوصیت میں چار باتوں پر عمل کرنا

۱۔ عند فراغہ — علم حاصل کرو فارغ اوقات میں۔

۲۔ عند شغلہ — علم حاصل کرتے رہو مشغولیت میں۔

۳۔ عند فقرہ — 〃 〃 فقر وفاقہ میں۔

۴۔ عند غناہ — 〃 〃 فراوانی میں۔

ساتویں خصوصیت میں چار باتوں پر عمل کرنا

۱۔ بالجبال — پہاڑوں کا سفر

۲۔ والبحار — سمندروں کا سفر

۳۔ والبلدان — شہروں اور گاؤں کا سفر

۴۔ والبراری — خشکیوں اور جنگلوں کا سفر

(مقدمہ اوجز المسالک ص۵)

آٹھویں خصوصیت میں چار باتوں پر عمل کرنا

۱۔ علی الاحجار — پتھروں پر لکھنا۔ اسکا انتظار نہ کیا جائے کہ کاغذ جب ملیگا تب لکھیں گے۔

۲۔ والاخزاف — ٹھیکروں پر۔

۳۔ والجلود — جلدوں اور چمڑوں پر۔

۴۔ والاکتاف — شانے کی ہڈیوں پر۔

اسکے بعد جب کاغذ میسر ہو جائے تب کاغذوں پر منتقل کر لیا جائے۔ اسی طرح کسی بھی چیز پر لکھ لیا جائے اور بعد میں کاغذوں پر چڑھا لیا جائے۔

نویں خصوصیت میں چار کام کرنا

۱۔ عمن ھو فوقہٗ	علم اپنے بڑوں سے حاصل کیا جائے۔
۲۔ وعمن ھو مثلہٗ	اپنے برابر والوں سے حاصل کیا جائے۔
۳۔ وعمن ھو دونہٗ	اپنے چھوٹوں سے بھی حاصل کیا جائے۔
۴۔ وعن کتاب ابیہ یتیقن انّہٗ بخطّ ابیہٖ دُوْنَ غیرہٖ۔	اور اپنے باپ کی تحریر کا یقین ہو جو کہ باپ ہی کے ہاتھ کی لکھی ہوتی ہے اس سے بھی حاصل کیا جائے۔

دسویں خصوصیت میں چار کام کرنا

۱۔ لوجہِ اللہ طلبًا لمرضاتہٖ	اللہ کیواسطے اس کی مرضیات کیلئے علم حاصل کیا جائے۔
۲۔ والعمل بما وافق کتاب اللہ منہا	اسمیں سے جو کتاب و سنت کے موافق ہو اس پر عمل کرنا۔
۳۔ ونشرھا بین طالبیہا ومحبیہا	اسکے طلبگاروں اور محبّین کے درمیان اس کی اشاعت اور پھیلانا۔
۴۔ والتّالیف فی اِحْیَاءِ ذکرہٖ بَعْــدَہٗ۔	اس کی تالیف و تصنیف کا اہتمام کرنا تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر زندہ رہے۔

(مقدمۃ اَوجز المسالک/۸۲)

گیارہویں خصوصیت میں چار باتیں بندہ کی طرف سے لازم ہیں

ثمّ لاتتم لہٗ ھٰذِہِ الاشیاء الّا باَربَع ھی مِنْ کسب العَبْدِ۔

اُوپر جو دس خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہ چار ایسی خصوصیات کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتیں جن کا تعلق بندہ کے کسب و عمل سے ہے۔

۹۔ معرفة الکتابة — کتابت اور لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
۱۰۔ واللغة — علمِ لغت سے واقفیت۔
۱۱۔ والصرف — علمِ صرف سے واقفیت۔
۱۲۔ والنحو — علمِ نحو سے واقفیت۔

بارہویں خصوصیت میں چار باتیں اللہ کی طرف سے بخشش

جب بندہ چار چیزوں میں محنت کریگا تو اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے یہ چار چیزیں عنایت کرتا ہے:

۱۔ القدرة — منجانب اللہ حصول علم پر قدرت حاصل ہونا
۲۔ والصحة — صحت وعافیت نصیب ہونا۔
۳۔ الحرص — حصول علم کا شوق وحرص۔
۴۔ والحفظ — یادداشت میں خدا کی مدد۔

(مقدمہ اوجز/۸۲)

تیرہویں خصوصیت میں چار چیزوں کی سہولت

مذکورہ چیزیں حاصل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں چار چیزوں کو اس کیلئے آسان کردیتا ہے۔

۱۔ الاهل — جب آدمی علمی کمال حاصل کرلیتا ہے تو شادی آسان ہوجاتی ہے۔
۲۔ المال — مال ورزق بھی منجانب اللہ آسان ہوجاتا ہے۔
۳۔ الولد — اولاد کا سلسلہ بھی آسان کردیتا ہے۔
۴۔ والوطن — وطن اور سکونت بھی آسان ہوجاتی ہے جہاں چاہے وہاں رہنا آسان ہوجاتا ہے اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔

چودھویں خصوصیت میں چار پریشانیوں کا سامنا کرنا

جب یہ سب باتیں حاصل ہوجائیں تو چار قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا ہوگا۔

۱۔ اُبتلی بشماتۃ الاعداء — دشمنوں کی گالیوں اور برائیوں میں مبتلا کیا جائیگا۔

۲۔ وملامۃ الاصدقاء — دوستوں کی ملامت میں۔

۳۔ وطعن الجہلاء — جاہلوں کی طعن وتشنیع میں۔

۴۔ وحسد العلماء — علماء کے حسد میں۔

(مقدمہ اوجز ص۸۲)

پندرہویں خصوصیت میں چار باتوں سے دُنیا میں اعزاز

جب مذکورہ چاروں پریشانیاں برداشت کرلیگا تو دُنیا میں ان چار چیزوں کا اعزاز ملیگا۔

۱۔ بعزّ القناعۃ — قناعت کی عزت سے سرفراز کیا جائیگا۔

۲۔ وبھیبۃ النفس — لوگوں کے دلوں میں اسکی ہیبت اور رعب ڈالدیا جائے گا۔

۳۔ وبلذۃ العلم — علم کی لذت سے سرفراز کیا جائے گا۔

۴۔ وبحیاۃ الابد — ہمیشہ کی زندگی عطا ہوگی کہ مرنے کے بعد بھی نام زندہ رہیگا۔

سولہویں خصوصیت میں چار باتوں سے آخرت میں اعزاز

جب مذکورہ بالا چیزیں حاصل ہوجائیں گی تو منجانب اللہ آخرت میں چار چیزوں کا اعزاز ملیگا۔

۱۔ بالشفاعۃ لمن اراد من اخوانہ۔ — اپنے مؤمن بھائیوں میں سے جسکو چاہے اس کیلئے شفاعت کا اعزاز

۲۔ وبظل العرش یوم لاظل الا ظلہ۔ — قیامت کے دن جبکہ اللہ کے عرش کے علاوہ کسی شیٔ کا سایہ نہ ہوگا، عرش کے سایہ کا اعزاز۔

۳۔ ویسقی من اراد من حوض نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ — جس کو چاہے گا اپنے نبی پاکؐ کے حوض سے پلانے کا اعزاز۔

۴۔ وبجاورۃ النبیین فی اعلیٰ علیین فی الجنۃ۔ — جنت کے اندر اعلیٰ علیین میں حضرات انبیاءؑ کیساتھ رہنے کا اعزاز

(مقدمہ اوجز المسالک ۸۲)

عِلم کی آفت اور جُہلاء کی کثرت

علم اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے یہ نور اللہ تعالےٰ ہر کسی کو عطا نہیں کرتا۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنَ اِلٰہٖ ❁ وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِی

اسلئے کہ علمِ دین اللہ کا ایک نُور ہے اور نورِ الٰہی معصیت میں مبتلاء ہونے والوں کو نہیں ملتا۔ جب لوگوں میں معصیت اور نافرمانی کا سلسلہ بڑھتا جائیگا اور اہلِ علم اور علماء کی عزت و اکرام جواُن کے ساتھ ہونا چاہیئے اسکا لوگوں میں پاس ولحاظ بھی نہ رہیگا تو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھالیں گے اور علماء کے اُٹھ جانے کی وجہ سے علمِ دین بھی اٹھتا چلا جائیگا اور لوگ اپنے دین کا معاملہ اہلِ علم سے حل کرانے کے بجائے ایسے لوگوں کے پاس اپنا معاملہ پیش کرنا شروع کر دیں گے جو علم سے کورے ہوں گے اور ان کو علوم دینیہ اور مسائل شرعیہ سے دُور کا بھی تعلق نہ ہوگا اور اپنے آپ کو دین و شریعت کا راہنما ظاہر کریں گے۔ اور اسوقت جو دین اسلام کے صحیح حاملین اور علماء ہوں گے ان کو دباکر اپنا سر اُونچا کرنے لگیں گے اور لوگ علماء کو چھوڑ کر ان ہی لوگوں کے پاس اپنا معاملہ پیش کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ خود تو گمراہ ہیں ہی دوسرے لوگوں کو بھی گمراہی میں مبتلا کر ڈالیں گے تو یہ حرکتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہِ عظیم ہیں یہ معصیت لوگوں میں عام ہوجائے گی تو ایسے لوگوں کے خاندان اور قبیلہ میں اللہ تعالیٰ پھر ایسے علماء پیدا نہیں کریں گے جو دین اسلام کے صحیح حامل بن سکیں۔

آج دنیا کا جائزہ لیکر دیکھیئے کہ جس خاندان اور قبیلہ کے لوگوں نے علماءِ دین کی توہین کی ہے انہیں نسلوں اور صدیوں تک کوئی عالم پیدا نہیں ہوتا ہے یہ اسی نحوست کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۱ عن عَبْدِ اللّٰہِ بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّے اللّٰہ علیہ وسلم انّ اللّٰہ لایقبض العِلم انتزاعًا ینتزعہٗ ولٰکن

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ علم دین کو لوگوں کے قلوب سے سَلب کرکے چھینے گا نہیں بلکہ اہلِ علم اور علماء کو اٹھانے

يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يترك عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔ الحدیث [۱]

کے ذریعہ سے اٹھالیگا۔ حتی کہ یہاں تک نوبت آئے گی کہ دُنیا میں ایک عالم کو بھی نہیں چھوڑیگا لوگ جاہلوں اور اَن پڑھوں کو اپنا دینی راہنما بنالیں گے ان سے دین کے متعلق مسائل معلوم کریں گے تو وہ لوگ بغیر علم کے اٹکل سے فتویٰ دیا کریں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر ڈالیں گے۔

عِلم سے علمِ دین ہی مُراد ہے

جب بھی عِلم بولا جائیگا تو اس سے علم دین مُراد ہوگا۔ اسی طرح جب بھی عالم بولا جائیگا تو اس سے عالم دین ہی مُراد ہوگا اگر کوئی یہ کہے کہ عِلم کے معنی سیکھنے کے ہیں اور سیکھے ہوئے لوگوں کو عالم کہتے ہیں۔ لہٰذا جدید ٹکنالوجی اور گریجویٹ حاصل کرنے والے کو بھی عالم کہا جا سکتا ہے تو یہ اس کی فہم کی غلطی ہے۔ ایسوں کو ماہرین تو کہا جا سکتا ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں اُن کو عالم نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ عالم صرف دین کے علوم کے ماہرین کو کہا جاتا ہے اور انہیں سے دینی معلومات فراہم کرنیکا حکم ہے۔ لہٰذا اگر کوئی علماء کو چھوڑ کر ماہرین کے پاس دین حاصل کرنے کیلئے پہونچ جائے اور وہ بھی اپنی ہمہ دانی کا اظہار کرنے کیلئے دینی مسائل میں دخل دینے لگے تو دونوں گمراہ ہوں گے۔ اسلئے محمد ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ شریعت کا علم تمہارا دین ہے اور جس سے یہ دین حاصل کرنا چاہتے ہو پہلے اس کو دیکھ لو کہ وہ کون ہے جس سے تم دین حاصل کرنا چاہتے ہو ہر کس و ناکس سے حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

۱۲ عن محمد بن سيرين قال ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم۔ [۲]

حضرت امام محمد ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ علم تمہارا دین ہے۔ تم پہلے دیکھ لیا کرو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں بہت وضاحت کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ

---

[۱] بخاری شریف ۱/۲۰ حدیث ۱۰۰، ۲/۱۰۸۶ حدیث ۷۱۰۷ ترمذی شریف ۲/۹۳، ۲/۹۴ — [۲] مقدمہ مسلم شریف ص۱۱)

جب بھی علم بولا جائے تو اس سے صرف دینی علم مراد ہوتا ہے جس میں تفسیر، حدیث اور فقہ شامل ہوتے ہیں!

وَالمرادُ بالعِلمِ العِلمُ الشرعِيُّ الَّذِي يفيدُ معرفةَ مَا يجبُ على المكلّفِ من أمرِ عِبَاداتِهِ ومعَاملاتِهِ والعِلمُ باللهِ وَصفاتِهِ ومَا يجبُ لهُ مِنَ القِيامِ بأمرِهِ وَتنزيهِهِ النقائِص ومَدَارُ ذلكَ على التفسيرِ والحديثِ والفقهِ[1]

اور علم سے شریعت کا وہ علم مراد ہے جو ان عبادات و معاملات کی معرفت کیلئے مفید ثابت ہو جو مکلّف پر واجب ہوتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم اور ان چیزوں کا علم جو حکم خدا کے قیام کیلئے لازم ہے اور اللہ کی ذات کو تمام نقائص سے پاک ثابت کرے اور اسکا مدار تفسیر اور حدیث اور فقہ پر ہے۔

علم میں خیانت کا گناہ

عَنِ ابنِ عبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَنَاصَحُوا فِي العِلْمِ فَإِنَّ خِيَانَةَ أَحَدِكُمْ فِي عِلْمِهِ أَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهِ فِي مَالِهِ وَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ سَائِلُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (الحديث)[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کے بارے میں آپس میں خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ اسلئے کہ بیشک تم میں سے کسی کا اپنے علم میں خیانت کرنا اپنے مال میں خیانت سے زیادہ بدترین گناہ ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے اس بارے میں باز پرس کرے گا۔

علم میں خیانت کی دو صورتیں بہت خطرناک ہیں۔

۱۔ علم ہونے کے باوجود اس کو ضرورت مندوں سے چھپانا۔ لہٰذا خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علم کو امت میں عام کیا جائے۔

۲۔ علم ہوتے ہوئے اسکے خلاف عمل کرنا۔ یعنی عالم بدعمل اللہ کے نزدیک بہت بڑا خائن ہے۔

---

[1] فتح الباری مطبع دار الریان ۱/۱۷۰ مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱/۱۸۸

[2] المعجم الکبیر ۱۱/۲۱۵ حدیث ۱۱۷۰۱

۲۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

قرآن ہم سے کیا کہتا ہے؟

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ الآیۃ [1]

اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے نہایت برکت والی بناکر اُتاری ہے۔ لہٰذا تم اس کتاب کی ہدایات پر چلو اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے ڈرتے رہو اور پرہیز کرتے رہو تاکہ تم پر رحمت نازل ہو۔

قرآن کریم سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سی آسمانی کتابیں نازل فرمائی ہیں، اور وہ کتابیں خاص خاص قوم کے لئے نازل کی گئی تھیں، لیکن قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب عالمگیر معجزہ کے ساتھ پورے عالمِ انسانی کے لئے ہدایت بناکر نازل فرمایا ہے۔ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر جگہ جگہ نہایت حسین تعبیر کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ کہیں تو اللہ نے فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ الآیۃ [2]

اس کتاب کے اندر کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ یہ کتاب ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ۔ الآیۃ [3]

یہ اس واسطے ہے کہ اللہ نے قرآن کریم کو حق اور سچائی کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ الآیۃ [4]

اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قرآن کریم کو سچائی کے ساتھ اُتارا ہے، جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

---

[1] سورۃ انعام ۱۵۵ [2] سورۃ بقرہ ۲ [3] سورۃ بقرہ ۱۷۶ [4] سورۃ آل عمران ۳ ۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ۔ الاٰیۃ [1]

اللہ کی ذات وہی ہے جس نے آپ پر قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ الاٰیۃ [2]

اور ہم نے قرآن کریم کو حق اور سچائی کے ساتھ اُتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اُترا ہے۔

عربی زبان کی ابتداء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام پر عربی زبان کی ابتداء کرنے کی وحی نازل فرمائی ہے۔ اسلئے ثابت ہوا کہ عربی زبان کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے۔

[1] عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُلْهِمَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَدَأَ اللِّسَانُ الْعَرَبِيُّ اِلْهَامًا۔ الحدیث [3]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر عربی زبان کی ابتداء کی وحی نازل کی گئی ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ حٰم سجدہ کی تیسری آیت کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس عربی زبان کا الہام حضرت اسماعیلؑ پر فرمایا تھا۔

[2] عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے تلاوت فرمائی قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ہ قرآن کریم صاف اور شستہ عربی زبان میں ایسے لوگوں کے لئے نازل کیا گیا ہے جو سمجھ اختیار

---

[1] سورۂ آل عمران ۷ [2] سورۂ بنی اسرائیل ۱۰۵ [3] شعب الایمان للبیہقی ۲۳۳/۲ حدیث ۱۶۱۸۔

اُلْهِمَ اِسْمَاعِيلُ هٰذَا اللِّسَانَ اِلْهَامًا۔ الحدیث ؎ | کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زبان کا حضرت اسماعیلؑ پر الہام فرمایا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان بولنے والے حضرت اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔

۳۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ نَطَقَ بِالْعَرَبِيَّةِ (الیٰ قولہ) وَلَدُهٗ اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الحدیث ؎۲ | حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنہوں نے عربی میں گفتگو کی وہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السّلام ہیں۔

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ عربی زبان کی ابتداء کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں۔ اور دوسری قوموں سے اس زبان میں سب سے پہلے گفتگو کرنے والے حضرت اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔

قرآن کریم کے عربی زبان میں ہونیکی وجہ سے اہلِ عرب سے محبّت

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تین چیزوں کی وجہ سے اہلِ عرب سے محبت رکھو

۱۔ میں خود عربی ہوں۔ لہٰذا میرے عربی ہونے کی وجہ سے تم اہلِ عرب سے محبت رکھو۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ جو اہلِ عرب سے محبت رکھتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو اہلِ عرب سے بغض وعناد رکھتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا

؎ سورہ حٰم سجدہ ۳ شعب الایمان ص۲۳۲/۲ حدیث ۱۶۲۰ ؎۲ شعب الایمان ص۲۳۳/۲ حدیث ۱۶۱۷ ۔

۴ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔ الحدیث[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو اہلِ عرب سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو اہلِ عرب سے بغض رکھتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ لہٰذا قرآن کے زبان عربی ہونے کی وجہ سے تم اہلِ عرب سے محبت رکھو ــــــــــــــ

۳ اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔ لہٰذا اہلِ عرب کو جنتیوں سے اپنی زبان کی وجہ سے ایک درجہ قرب حاصل ہے، اسلئے بھی تم اہلِ عرب سے محبت رکھو۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

۵ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ مُقْبِلَۃً وَلِکُلِّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا بَنُوْنَ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابٌ وَّغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلٌ۔ الحدیث[۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دُنیا پشت پھیر کر چلی جارہی ہے، اور آخرت سامنے استقبال کرتی ہوئی آرہی ہے، اور دُنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (دُنیا والے اور آخرت والے) لہٰذا تم آخرت والے بن جاؤ اور دُنیا دار مت بنو۔ اسلئے کہ آج دُنیا میں عمل کا وقت ہے، یہاں کوئی حساب کتاب نہیں، اور کل آخرت میں حساب کتاب کا وقت ہے اور وہاں کوئی عمل کا وقت نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اہلِ عرب کو عربی زبان کی وجہ سے دوسری اقوام کے مقابلہ میں خاص خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اسلام کی سرکاری زبان عطا فرمائی ہے ــــــــــــــ

نیز قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر کتابوں کے مقابلہ میں یہ فضیلت عطا فرمائی ہے

---

[۱] مجمع الزوائد ص ۵۲ ج ۱ [۲] بخاری شریف ص ۹۴۹ ج ۲ تحت ترجمۃ الباب، مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۴ ج ۲۔

کہ اسلامی سرکاری زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمایا۔ اور اسلامی سرکاری زبان سے یہ مراد ہے کہ دُنیا کے اندر عالمِ اسلام میں عربی زبان کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل ہے۔ اور آخرت میں تمام انسانوں کی زبان بھی یہی عربی زبان ہو گی۔ اور پھر اہلِ جنت جب جنت میں جائیں گے تو ان کی زبان بھی یہی عربی ہوگی۔ ہم اس سلسلہ میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں جو ذیل میں ہیں۔

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اہلِ عرب سے تین باتوں کی وجہ سے محبت رکھو: ۱۔ اسلئے کہ میں عربی ہوں ۲۔ اور اسلئے کہ قرآن عربی ہے ۳۔ اور اسلئے کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ۔ الحدیث [۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ سے کسی کو بلندی و شرف عطا کرتا ہے اور کسی کو نیچے گرا دیتا ہے

۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک تمہارے نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے کسی قوم کو عزت اور شرف کا

---

[۱] شعب الایمان ص۲۳۰ ج۲ حدیث ۱۶۱۰ [۲] مجمع الزوائد ص۵۲ ج۱۰۔

اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ۔ الحدیث[1]
بلند مقام عطا فرماتا ہے، اور اس کتاب کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں کو ذلت و رسوائی سے نیچے گرادیتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو ایمان اور ہدایت سے مالا مال فرمایا ہے۔ جن کے دلوں میں حق بات کے ماننے کی صلاحیت ہے، چاہے وہ لوگ حسب ونسب یا مال و دولت کے اعتبار سے دنیا والوں کی نگاہوں میں بلند مقام پر نہ ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کا مقام بہت بلند اور برتر ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کتاب اللہ کے ذریعہ سے گمنام خاندان اور گمنام لوگوں کی اولادوں کو دنیا میں بھی حیرت انگیز عزت اور بلندی نصیب فرماتا ہے۔ کہ بڑے بڑے امراء اور حکام اور عہدہ داران بھی ایسے لوگوں کے پاس گھٹنے ٹیک دیتے ہیں جس کا دنیا کے اندر مشاہدہ ہے۔ کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے دنیا کے اندر یہ شرف وعزت ہے نیز جس کو اللہ نے کتاب اللہ کا علم عطا فرمایا ہے اس کے مرنے کے بعد بھی دنیا کے اندر اس کے نام لیوا موجود ہوتے ہیں۔

اور اس کے برخلاف وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہے وہ حق بات سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن کریم کی بات پیش کی جاتی ہے تو اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبرت کے لئے طرح طرح کی مثالیں بھی پیش فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی نہایت حقیر اور معمولی چیز کی مثال پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت ۲۶ میں مچھر کی مثال پیش کرنے کے بعد فرمایا:

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا۔ الآیۃ[2]
کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی ایسی مثالوں کے ذریعہ سے بہتوں کو گمراہ کردیتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے۔

---

[1] مسلم شریف کتاب المسافرین ص۲۷۲ حدیث ۸۱۷، مقدمہ ابن ماجہ شریف ص۲۰، مشکوٰۃ شریف ص۱۸۳ [2] سورۂ بقرہ آیت ۲۶

اور کہیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ الآیۃ[1]	کہ ہم قرآن کریم میں سے کچھ ایسی چیز اُتارتے ہیں جو مؤمنین کیلئے شفاء اور رحمت ہوتی ہے، اور ظالم گنہگاروں کے لئے گھاٹا اور نقصان کو بڑھاتی ہے۔

آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ حق کے آنے سے باطل بھاگتا ہے اسی طرح قرآن کریم کی آیتیں مؤمنین کے لئے روحانی تازگی ہیں۔ لہٰذا قرآن کی آیتوں اور مثالوں کے ذریعہ سے ایمان والوں اور حق بات قبول کرنیوالوں کی بیماری دُور ہو جاتی ہے، عقائدِ باطلہ، اخلاقِ ذمیمہ اور شکوک و شبہات کو مٹا کر روحانی اور باطنی صحت عطا کرتی ہے، اور بہت سے اللہ کے بندوں کو جسمانی اور بدنی صحت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس نسخۂ شفاء کو استعمال کرنے کے بعد رُوحانی امراض سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خصوصی اور باطنی وظاہری نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں اور ہر اعتبار سے عزّت و شرف کی بلندی کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آپؐ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا اور جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کرکے دُور بھاگے [illegible] ان اُٹھائیگا۔ تو جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا، وَیَضَعُ بِهٖ [illegible]ینَ، کہ اس کتاب کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نیچے گرادیتا ہے۔[2]

قرآن کریم کی فضیلت

۵۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے، اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ عنقریب ایک عظیم ترین فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ تو حضرت علیؓ فرماتے

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۲ [2] مستفاد تفسیر عثمانی /۳۸۵، مرقات ۴/۳۲۸۔

قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وحكم مَا بينكم وهو الفصل ليس بالهزل من تركه من جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم وهو الذي لا يزيغ به الأهواء ولا تلتبس به الألسنة ولا تشبع منه العلماء ولا يخلق عن كثرة الرد ولا تنقضي عجائبه ـ هو الذي لم تنته الجن اذا سمعته حتى قالوا إنا سمعنا قرآنا عجبا يهدي إلى الرشد فآمنا به من قال به صدق ومن عمل به أجر ومن حكم به عدل ومن دعا إليه هدي إلى صراط مستقيم ـ الحديث ۱

ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اس فتنہ سے چھٹکارا اور مفر کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے حفاظت کا ذریعہ قرآن کریم کو مضبوطی کیساتھ پکڑنا ہے۔ اسکے اندر تم سے پہلے اور گذشتہ لوگوں کے حالات کا ذکر ہے۔ اور تمہارے بعد میں قیامت تک آنیوالے امور اور حالات کا ذکر ہے، اور تمہارے آپس کے معاملہ کے فیصلہ کا حکم اسمیں موجود ہے۔ اور قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کی چیز ہے۔ اسمیں کوئی بات مذاق اور لایعنی کی نہیں ہے۔ جو شخص غرور اور فخر کی وجہ سے قرآن کو ترک کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ہلاک اور برباد کرتا ہے، اور اسکی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اور جو شخص قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت ڈھونڈتا ہے اللہ اسکو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور قرآن کریم اللہ کی مضبوط ترین رسی ہے، اور وہ حق تعالیٰ کی یاد دلانے کی چیز ہے، حکمت و دانائی عطا کرنیوالی چیز ہے۔ اور وہی سیدھا راستہ دکھلانیوالا ہے۔ اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اسکے اتباع کے ساتھ خواہشات نفسانی حق سے ہٹا کر دوسری طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اسکی زبان ایسی ہے کہ اسکے ساتھ دوسری زبان مشابہ نہیں ہو سکتی۔ اور اسکے علوم سے علماء کی تشنگی نہیں بجھتی۔ اسکے کثرت استعمال اور بار بار تکرار سے پرانا نہیں ہوتا اور اسکے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ قرآن ایسا کلام ہے کہ جب جنات اس کو سنتے ہیں تو [illegible] کے پاس نہیں پہنچتے ہیں تا آنکہ یہ نہ کہیں کہ ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے۔ جو ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے [illegible] ہیں ایمان لے آئے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جو قرآن کے مطابق بات کرے اس کی تصدیق کی جاتی ہے [illegible] قرآن پر عمل کرے اس کو عمل کا عظیم ترین ثواب دیا جاتا ہے۔ اور جو قرآن کے مطابق فیصلہ کرے تو وہ انصاف کریگا۔ اور جو قرآن کی دعوت دے اس کو مزید ہدایت کی توفیق ہوتی ہے اور سیدھی راہ پر قائم رہتا ہے۔

---

۱ ترمذی شریف ۲/۱۱۸، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۸۶۔

اس حدیث شریف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہدایت کی ساری خوبیاں قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔ جب ہر خوبی قرآنِ کریم میں موجود ہے تو جو شخص اپنی زندگی کیلئے قرآنِ کریم کو اپنا نصب العین بنالیگا اور قرآنِ کریم کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرلے تو کوئی فتنہ اس کو نقصان نہیں دے سکتا، چنانچہ اس حدیث شریف میں قرآنِ کریم کی بیش خوبیاں بیان کی گئی ہیں جن کو ہم نہایت مختصر انداز سے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ

قرآنِ کریم کے اندر پچھلی قوموں اور پچھلی اُمتوں کے اچھے بُرے واقعات اور احوال کا ذکر ہے۔

کہ اسمیں حضرت آدمؑ کے واقعات اور ان کے بیٹے قابیل وہابیل کا واقعہ ادریسؑ کے احوال نوحؑ اور انکی قوم کے واقعات اور حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا واقعہ، لوطؑ اور انکی قوم کا واقعہ، حضرت ہودؑ اور قوم عاد کے واقعات، حضرت صالحؑ اور قوم ثمود کے واقعات، حضرت یونسؑ کا واقعہ، حضرت ایوبؑ کا واقعہ، حضرت اسماعیلؑ کا واقعہ، حضرت اسحاقؑ کا واقعہ، حضرت یعقوبؑ کا واقعہ، حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا واقعہ، یوسف وزلیخا کا واقعہ، حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ، حضرت داؤدؑ وسلیمانؑ کے احوال، حضرت موسیٰؑ وخضرؑ کا واقعہ، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے واقعات، حضرت مریمؑ اور عیسیٰؑ کے واقعات، قارون وہامان شداد اور ظالم بادشاہوں کے واقعات، غرضیکہ ہر قوم کے ہر قسم کے اچھے بُرے بے شمار واقعات قرآنِ کریم میں موجود ہیں جن کو پڑھ کر اور سُنکر عبرت حاصل کرسکتے ہیں۔

کہیں مسلمانوں اور کفار کے واقعات اور اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ الآیۃ[۱] — بیشک اسمیں بصیرت والوں کیلئے بڑی عبرت کی بات ہے۔

اور کہیں حضرت یوسفؑ اور انکے بھائیوں اور انکے اور زلیخا کے واقعات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ[۲] — یقیناً ان کے واقعات اور قصّوں میں عقلمند لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

اور کہیں موسیٰؑ وفرعون کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

---

[۱] سورۃ آل عمران ۱۳، سورۃ النور ۴۴ [۲] سورۂ یوسف ۱۱۱

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی الآیہ[1]   یقیناً اسمیں ڈرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے۔

۲ وخبر مابعدکم اور قرآنِ کریم کے اندر تمہارے بعد آنیوالے واقعات اور قیامت کی علامات قیامت کے احوال کا ذکر ہے، حساب وکتاب، جنت وجہنم کے احوال کا ذکر ہے۔ ان سے عبرت حاصل کرکے اپنے اعمال درست کرنے کی ضرورت ہے۔

۳ وحکم ما بینکم قرآنِ کریم کے اندر تمہارے آپس کے معاملات کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کا حکم موجود ہے۔

پورے قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں انمیں ۵۰۰ آیتیں احکام اور فیصلوں سے متعلق ہیں۔ بعض علماء نے ان پانچسو آیتوں کی الگ سے بھی تفسیر لکھی ہے۔ جیساکہ بادشاہ عالمگیر کے اُستاذ حضرت ملا جیونؒ کی تفسیرات احمدیہ ہے۔ اور ان ۵۰۰ کے علاوہ باقی ۶۱۶۶ آیتوں میں پچھلی اُمتوں کے احوال و واقعات، قیامت، حساب وکتاب، جنت اور جہنم وعدہ اور وعید کی باتیں ہیں جن سے انسان عبرت حاصل کرکے اپنی زندگی کو سنوارے۔

۴ وھو الفصل قرآن کریم حق وباطل کے درمیان فیصلہ اور امتیاز پیدا کرتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ طارق میں اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ الآیہ سے ارشاد فرمایا کہ قرآنِ کریم حق وباطل اور صدق وکذب کے درمیان دوٹوک فیصلہ ہے۔

۵ لیس بالھزل قرآنِ کریم میں مذاق لغو اور لایعنی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کچھ قرآن نے کہا ہے وہ حق وباطل کے درمیان میں امتیاز کا فیصلہ ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ طارق میں وَمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ سے ارشاد فرمایا ہے۔

۶ من ترکہ من جبار قصمہ اللہ جو شخص قرآنِ کریم کو غرور وفخر سے چھوڑ دیتا ہے نہ اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور نہ اسکی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہلاکت وتباہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

---

[1] سورۃ نازعات ۲۶

اور اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیطان کو اس کے اُوپر مسلط کر دیتا ہے پھر وہ اس سے چھٹکارا نہیں پاتا ایسے لوگوں کی عقلیں مسخ ہو جاتی ھیں۔ انہیں نیکی اور بدی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے سُورۂ زُخرف میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ الآیۃ ۵۵

اور جو شخص اللہ کے ذکر اور اُس کی یاد سے آنکھیں چُرائے تو ہم اس پر ایک شیطان مُسلط کر دیتے ہیں پھر وہی شیطان اس کا ساتھی بنا رہتا ہے۔ یعنی وہی اس کا اُستاد ہے وہ جو کہے گا وہی کریگا۔

۷ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِىْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ

اور جو شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری چیز سے ہدایت طلب کریگا اس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے وہ ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کی ایک زندہ مثال دُنیا کے سامنے یہ بھی ہے کہ انسانوں کا ایک بڑا طبقہ بزرگوں کے مزارات پر جاکر مُرادیں مانگتا ہے وہاں پیشانی ٹیکتا ہے، اور بہت سے اَوباشوں نے فرضی مزارات بنالیئے اور اسی کو اپنا روزگار بنا بیٹھے۔ اور یہ طبقہ اپنی گمراہی سے وہاں بھی پھنستا ہے انکا عقیدہ یہ ہے کہ اگر وہاں کچھ دیئے بغیر گذرے تو راستہ میں کچھ واقعات پیش آسکیں گے گاڑی میں خرابی آسکے گی۔ اسلیئے امام بخاریؒ نے «بَابُ صِفَةِ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ» کے نام سے بھی ایک باب قائم فرمایا ہے جسمیں انسان شیطان اور اس کے چیلوں کا بھی ذکر ہے۔ جو بخاری شریف کتاب بدء الخلق ۱/۶۲ ۴ میں موجود ہے۔

۸ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی ایک مضبوط ترین رسّی ہے۔ اللہ اور بندوں کے درمیان ایک مضبوط ترین تعلق اور جوڑ پیدا کرنے کی چیز ہے۔ اور قرآن کریم کے ذریعہ سے ہی انسان اللہ تعالےٰ کی

---

۵۵ سورۂ زخرف ۳۶

مرضی حاصل کرسکتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔ الآیۃ [1]

اللہ کی رسی کو تم سب ملکر ایک ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

۹ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ

وہی حق تعالیٰ کو یاد کرنیکا ذریعہ ہے جو حکمت و دانائی کا اہل بناتا ہے۔ اسمیں اچھی نصیحتیں ہیں یہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ الآیۃ [2]

آپ لوگوں کو اچھی نصیحتوں سے اللہ کی یاد دہانی کراتے رہا کریں۔ اس سے مومنین کو دینی فائدہ پہونچتا رہے گا۔

۱۰ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ

قرآن کریم انسان کو سیدھے راستہ اور اعتدال پر قائم رکھتا ہے اور افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور صراط مستقیم کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال پیش فرمائی کہ ایک لمبا خط کھینچا اس کے دائیں اور بائیں بھی بہت سارے خطوط کھینچے اور فرمایا یہ سب کے سب گمراہی اور شیطان کے راستے ہیں جو انمیں پڑیگا گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا اور جو ان سے بچے گا اور سیدھے راستے پر قائم رہیگا۔ اور جو لمبا خط کھینچا ہے اسکے بارہ میں فرمایا یہ صراط مستقیم ہے اسی پر تمہیں قائم رہنا ہے اور بعض روایات میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے اسی پر حضرات صحابہ کرام خلفاء راشدین، ائمہ مجتہدین ثابت قدمی سے چلے آرہے ہیں اور اسی کی بقاء اور اسی کی تبلیغ کیلئے مدارس اسلامیہ کا قیام ہوا ہے۔ اور ان مدارس کے اندر قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دیجاتی ہے جو صراط مستقیم کے مطابق ہے۔

۱۱ وَهُوَ الَّذِي لَا يَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ

جو شخص قرآن کی تعلیمات پر قائم رہیگا تو چاہے کتنی ہی خواہشات

---

[1] سورۃ آل عمران ۱۰۳ [2] سورۃ ذاریات ۵۵

اُسے سنائیں اور یہی گمراہی کی باتیں اسے راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھا کرنے کی کوشش کریں شیطان اور گمراہ لوگ اسے اپنے راستے پر لیجانے کی کوشش کریں تو قرآن اُسے اُدھر جانے اور ٹیڑھا ہونے نہیں دیگا جب بھی وہ ٹیڑھا چلنا چاہے گا اور لائن سے ہٹنا چاہے گا۔ قرآن اسے سیدھا کر دیگا اور لائن سے نیچے اُترنے نہیں دیگا۔ ہر طرف سے دائیں بائیں کے سارے راستے جام کر دیگا۔ مجبوراً سیدھے راستے پر قائم رہے گا۔

۱۲ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ

دنیا کی کوئی زبان قرآن کی زبان کے مشابہ نہیں ہے۔ اہلِ عرب اگرچہ عربی زبان بولتے ہیں۔ مگر قرآن کے لہجے اور قرآن کے محاورے اور قرآن کی فصاحت وبلاغت اور قرآن کا طرز و سلاست میں سے ان کی زبان کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ اپنی گفتگو میں قرآن کی ایک آیت کے مشابہ بھی کوئی جملہ نہیں نکال سکتے۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو وہ عرب کے بڑے بڑے شعراء اور خطباء، اور اُدباء کا دور تھا انہوں نے بڑی کوشش کی کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی ایک آیت کے مشابہ کوئی جملہ بنا کر پیش کر دیں مگر سب نے اس سے عاجز آکر گھٹنے ٹیک دیئے، اور سمجھ لیا کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے کوئی بھی زبان قرآن کے مشابہ نہیں ہوسکتی۔

۱۳ وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ

اور قرآن کریم کے علوم سے علماء کے پیٹ کبھی نہیں بھرتے۔ قرآن کریم میں جتنا غور کرتے جاؤ۔ اس کے اسرار ورموز بڑھتے جاتے ہیں تو ان کی تشنگی بھی بڑھتی جاتی ہے وہ کبھی آسودہ نہیں ہوتے۔ آج پندرہ سو سال سے علماء قرآن کریم کے اسرار ورموز پر اور اس کے مطالب کی گہرائی پر غور کرتے رہے اور ہزاروں اور لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر قرآن کے علوم اور اس کے اسرار ورموز کے ہزارواں حصہ تک بھی رسائی نہ کرسکے اور نہ ہی رسائی ہوسکتی ہے علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا واقعہ ہے جب وہ اپنی آخری عمر میں مرض الموت میں مبتلا ہوگئے اور دست کی بیماری شروع ہوگئی اور بار بار بیت الخلاء کی ضرورت پڑگئی جس کی وجہ سے

یکسوئی سے کتابیں مطالعہ کرنیکا موقع نہیں مل رہا تھا تو اپنے تلمیذ خاص علّامہ ابن القیمؒ سے کہا کہ جب میں بیت الخلاء کے اندر داخل ہوجاؤں تو تم باہر کھڑے ہوجانا اور زور زور سے پڑھتے رہنا تاکہ میں بیٹھے بیٹھے سُنتا رہوں۔ یہ وہ عالم ہیں جو اپنے زمانہ کے جبل العلم کہلاتے تھے۔ انکی تصنیفات سیکڑوں کی تعداد میں ہیں انہوں نے جو اپنے زمانہ میں فتویٰ لکھا ہے وہ اسوقت شائع ہوکر آگیا ہے ہر جلد کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے فتاویٰ ۳۷ جلدوں میں شائع ہوکر آئے ہیں۔ اب اندازہ لگالو کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے مگر قرآن کے علوم سے ذرّہ برابر کے برابر بھی سیرابی حاصل نہ کرسکے اور تشنہ ہی رہ گئے۔

۱۴ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ

قرآن کریم بار بار دہرانے کی وجہ سے پُرانا نہیں ہوتا بلکہ تازگی بڑھتی جاتی ہے دُنیا کی ہر چیز کثرتِ استعمال سے پُرانی ہوجاتی ہے مگر قرآن کریم بجائے پُرانا ہونے کے اسمیں تازگی آتی رہتی ہے اور ہر مرتبہ میں نئی چیز نظر آتی ہے۔

۱۵ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ

اور قرآنِ کریم کے عجائبات اور اس کے اسرار ورموز کسی طرح ختم نہیں ہوسکتے۔ اور کوئی انسان قرآنِ کریم کے اسرار وحکم کی انتہاء تک نہیں پہونچ سکتا اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ لقمان میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ الآیۃ [۱]

اور اگر روئے زمین میں جتنے درخت ہیں ان سب کو قلم بنادیا جائے اور بحر سمندر کو روشنائی بنادیا جائے اس کے بعد مزید سات سمندر کو روشنائی بنادیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلام مکمل اور تمام نہیں ہوسکتے بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

---

[۱] سورۂ لقمان ۲۷

۱۶۲ هُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَہِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْہُ حَتّٰی قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ -

---

بخاری اور مسلم و ترمذی میں ایک لمبی حدیث شریف ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس عبارت کے ذریعہ ایک پورے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ زمانۂ اسلام سے پہلے شیاطین آسمانوں میں جاکر وہاں کی باتیں لاکر کاہنوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ پھر کاہن لوگ اسمیں کچھ بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ اور کاہن لوگ جو پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے انمیں سے بہت سی باتیں صحیح ہوجایا کرتی تھیں، اسلئے کاہنوں کو پیغمبروں کے درجے میں مان رکھا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا اور قرآنِ کریم کے نزول کا سلسلہ شروع ہوگیا تو شیاطین پر آسمانوں میں جانے پر پابندی لگادی گئی جب شیاطین آسمانوں کے قریب پہونچنے لگتے ہیں تو وہاں کے حفاظتی فرشتے شہابِ ثاقب یعنی آسمانی تیروں اور راکٹوں سے مار کر نیچے گرانا شروع کردیا تو شیاطین اور جنات آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ دنیا میں کوئی نئی بات پیش آئی ہوگی، جس کی وجہ سے ہمارے اوپر آسمانوں میں جانے پر پابندی شروع ہوگئی ہے۔ چنانچہ جناتوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پوری روئے زمین میں گشت لگایا جائے تاکہ ہم کو معلوم ہوجائے وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیش آگئی ہے۔ چنانچہ ہر ملک اور ہر صوبہ میں جناتوں کی ایک ٹولی نے گشت لگانا شروع کردیا اور ادھر حجازِ مقدس میں مکۃ المکرمہ سے جانبِ شمالی مدینے کی طرف ایک مقام ہے جسکا نام عکاظ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں خاص خاص ایام میں وہاں بازار لگا کرتا تھا اور ہر طرف سے عرب قبائل اس بازار میں خرید و فروخت کے لئے جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہؓ کو لیکر دعوتِ اسلام پیش کرنے کی غرض سے عکاظ کے بازار کے لئے روانہ ہوگئے اور اس بازار میں پہونچنے سے کچھ پہلے ایک نخلستان میں

آپ نے قیام فرمایا اور وہاں رات گذاری پھر صبح کو فجر کی نماز میں جہری قرات شروع فرمادی تو جناتوں کی ایک ٹولی کا وہاں سے گذر ہوا۔ وہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآت سُنکر رُک گئی اور کہنے لگی کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے لئے رُکاوٹ بن گئی ہے اور اسی وقت جناتوں کی اس ٹولی نے ایمان قبول کرلیا اور اپنی قوم میں جاکر کہا: اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاۙ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا۔ کہ بیشک ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک اور ہمسر نہیں بتاتے۔ اسی کو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ سُرخی کی عبارت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے [۱]

اختصار کی غرض سے عربی عبارت چھوڑدی گئی اور خلاصہ لکھدیا ہے۔

۱۷ مَنْ قَالَ بِهٖ صُدِّقَ

جو شخص قرآن کے مُطابق بات کریگا اسکو جھٹلایا نہیں جاسکتا بلکہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

۱۸ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ

اور جو شخص قرآن پر عمل کریگا اس کو عظیم ترین اجر و ثواب سے مالا مال کیا جائے گا۔

۱۹ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ

اور جو شخص قرآنِ کریم کے مُطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریگا وہ کبھی بے انصافی نہیں کرسکتا بلکہ حق کے مُطابق عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریگا۔

۲۰ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور جو شخص لوگوں کو قرآن پر ایمان اور اس کے احکام پر عمل کی دعوت دیتا ہے تو خود اُسے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے اور جنکو وہ دعوت دیتا ہے وہ بھی صراط مستقیم پر چلنے لگیں گے [۲]

---

[۱] بخاری شریف ۱/۱۰۶، حدیث ۷۶۲ - ۲/۷۳۲ حدیث ۴۷۲۱ ترمذی شریف ۲/۱۶۹، مسلم شریف ۱/۱۸۴
[۲] مرقات ۳۵۶/ تا ۳۵۹ -

حسین آواز سے قرآن پڑھنے کا حکم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کو جتنا ہوسکے حسین سے حسین تر آواز سے پڑھا کرو جو شخص قرآن کریم کو حسین آواز سے پڑھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے نہایت خوش ہوتا ہے اور مقرب فرشتوں کی صف میں اس کو شامل کردیتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

٩ الماهرُ بالقرآنِ مع السَّفرةِ الكِرَام البررة، وَزَيِّنُوا القرآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔[1]

جو شخص قرآن کریم کا بہترین مشاق ہو اس کو اللہ تعالیٰ مقرب فرشتوں کے ساتھ مقام عطا فرمائیگا اور تم اپنی خوبصورت آوازوں کے ذریعہ سے قرآن کو مزین کرو۔

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کو خوبصورت آواز بنا کر پڑھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جس قدر اجازت دی ہے کسی اور چیز کے بارمیں ایسی اجازت نہیں دی۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

١٠ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَا أَذِنَ اللهُ بِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ۔ الحديث[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضورؐ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو جہری قرآن پڑھنے میں آواز کو خوبصورت بنانے کی جس قدر اجازت دے رکھی ہے کسی اور شئی کیلئے اسطرح اجازت نہیں دی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن سنانے کا واقعہ

تمام صحابہ میں سب سے زیادہ خوبصورت آواز اور خوبصورت لہجے کے ساتھ قرآن پڑھنے والے حضرت ابی ابن کعبؓ تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو حکم فرمایا کہ آپؐ ابی ابن کعبؓ کو قرآن پڑھ کر سنایا کریں اللہ نے یہ حکم اسلئے فرمایا تھا کہ جب حضرت ابی ابن کعبؓ کو قرآن یاد ہو جائیگا اور دوسرے لوگ انہیں سے قرآن سننے لگیں گے تو سب لوگ

---

[1] بخاری شریف ٢/١١٢٥ تحت ترجمۃ الباب [2] بخاری شریف ٢/٧٥١، حدیث ٤٨٣٢ - ٢/١١١٥ حدیث ٧١٨٢، ٢/١١٢٦ حدیث ٧٣٤٣، مسلم شریف ١/٢٦٨ ـ ل

ابی ابن کعبؓ کے لہجے پر قرآن یادکرنے اور پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو اسلام کا سب سے بڑا قاری قرار دیا ہے فرمایا۔ اَقْرَاُهُمْ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍؓ۔ کہ صحابہ میں سب سے زیادہ عمدہ قرآن پڑھنے والے اُبی ابن کعبؓ ہیں۔ جب حضورؐ نے حضرت اُبی ابن کعبؓ سے یہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرمایا کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سناؤں تو اس پر اُبی ابن کعبؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرا نام لیکر بتلایا ہے تو حضورؐ نے فرمایا جی ہاں تمہارا نام لیکر بتلایا ہے تو اسی وقت اُبی ابن کعبؓ زار زار رونے لگے کہ میں کیا ہوں اور میری کیا حیثیت ہے کہ ساتوں آسمان کے اُوپر سے خالق کائنات میرا نام لے رہا ہے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کا نام لیکر اللہ تعالیٰ نے اسلئے فرمایا ہے کہ ان کی آواز اور لہجہ تمام صحابہ میں سب سے خوبصورت اور حسین تھا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۱ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اُبَيٌّ آللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ فَجَعَلَ اُبَيٌّ يَبْكِيْ۔ الحدیث[۱]

حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی ابن کعبؓ سے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس بات کا حکم کیا ہے کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سکھا دوں تو حضرت اُبی ابن کعبؓ نے فرمایا کیا آپؐ سے اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر بتلایا ہے تو حضورؐ نے فرمایا جی ہاں اللہ نے تمہارا نام لیا ہے تو اس پر حضرت اُبی ابن کعبؓ زار زار رونے لگے۔

صحابہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی آواز بھی نہایت خوبصورت تھی ایک دفعہ وہ آخری رات میں تہجد کی نماز میں قرأت فرما رہے تھے تو حضورؐ نے ان کی قرأت نہایت توجہ اور کان لگا کر سُنی اور بعد میں یہ بھی فرما دیا کہ آلِ داؤد کی خوبصورت آواز اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے۔

---

[۱] بخاری شریف ۱/ ۵۲۷ حدیث ۳۶۷۲ - ۲/ ۷۱۷ حدیث ۲۸۷۰، مسلم شریف ۱/ ۲۶۹ -

۱۲ عَنْ اَبِی مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ مُوْسٰی لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ قِرَاءَتَکَ الْبَارِحَۃَ لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔ الحدیث [۱]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے خود حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ اگر تم نے مجھ کو اس حال میں دیکھ لیا ہوتا کہ میں رات میں تمہاری قرآت سُن رہا تھا یقیناً تم کو آلِ داؤد کی خوبصورت آواز اور خوبصورت لہجہ عطا کیا گیا ہے۔

مُسابقۂ قرارت

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مُلک گیر انداز سے ایک پروگرام کا سلسلہ چل پڑا ہے جو مسابقہ قرآت سے موسوم ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ مختلف علاقے کے عمدہ ترین قرار کو ایک اسٹیج پر جمع کیا جاتا ہے اور اسکا مجمع بھی چھوٹا بڑا مختلف انداز سے ہوتا رہتا ہے اسمیں قرار حضرات اپنی اپنی آوازوں کو جس سے جتنا ہو سکے خوبصورت بنا کر قرآت کرتے ہیں تو شریعت کے اندر اس کے جواز کی کہاں تک گنجائش ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہمارے سامنے دو قسم کی حدیثیں آتی ہیں۔

۱ وہ حدیثیں جنمیں ریاکار قاریوں کے عذاب کا ذکر ہے جو اپنے آپ کو عُمدہ سے عُمدہ قاری ثابت کرکے لوگوں کے درمیان شہرت حاصل کرتے ہیں اور نذرانہ حاصل کرتے رہتے ہیں تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جن کو سب سے پہلے حساب کتاب لیکر جہنم میں ڈالا جائیگا وہ تین قسم کے لوگ ہیں۔

۱ بہادری دکھانے والا ریاکار مجاہد جو دشمنوں کے ہاتھوں سے شہید ہو چکا ہے۔

۲ ریاکار سخی۔

۳ ریاکار قاری۔

ان تینوں کو یہ کہتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائیگا کہ تم تینوں نے اپنے اپنے فن میں دُنیا والوں کے سامنے شہرت دکھانے کے لئے یہ نیک کام کئے تھے۔ خدا کی مرضی اور آخرت کی ترقی کے لئے نہیں کئے تھے اس مضمون کی حدیث شریف عربی عبارت کے ساتھ کافی لمبی ہے۔

---

[۱] مسلم شریف ۱/۲۶۸

جس کو دیکھنا ہو ترمذی شریف ۶۳/۲ کا مطالعہ کریں۔

نیز ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جبّ الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو تو صحابہؓ نے پوچھا کہ جبّ الحزن کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے کہ خود جہنم اس سے روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، تو صحابہؓ نے پوچھا اسمیں داخل ہونے والے کس قسم کے لوگ ہوں گے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اپنے اعمال اور قرأت میں ریاکار قاری اسمیں داخل ہوں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحَزَنِ؟ قَالَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ۔ الحديث [1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جبّ الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ جبّ الحزن کیا چیز ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس سے خود جہنم روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے تو پوچھا گیا یا رسول اللہ اسمیں کون سے لوگ داخل ہونگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اسمیں وہ قرّاء داخل ہونگے جو اپنے اعمال اور قرأت میں ریاکاری کرتے ہیں؟

۲ دوسری قسم کی احادیثِ شریفہ وہ ہیں جن سے مسابقۂ قرأت کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ اللہ اور رسول کی طرف سے جو ترغیبی ارشادات ہیں اُن میں شامل ہے کہ ما قبل میں بخاری ومسلم کے حوالے سے کئی روایات پیش کی گئی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی خوبصورت آوازوں کے ذریعہ سے قرآنِ کریم کو مزیّن کرو۔ نیز حضورؐ کا حضرت ابی ابن کعبؓ کو خصوصی توجّہ کے ساتھ قرآن یاد کرانا اس مقصد کیلئے تھا کہ وہ قرآن کو نہایت خوبصورت لہجے سے حسین آوازوں میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے قرآن پڑھنے کو مزامیرِ آلِ داؤد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ۶۳/۲

یہ سب باتیں اسلئے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان لوگوں کی آوازوں میں قرآن سُن کر اپنے اندر شوق پیدا کریں ۔ نیز ایک حدیث میں جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قرآنِ کریم کو دن و رات کما حقہٗ طریقے سے تلاوت کیا کرو۔ اور اس کی تلاوت کو لوگوں میں پھیلاؤ اور تلاوت میں نہایت خوبصورت آواز بناؤ ۔ مگر اس میں تمہیں چند باتوں کا لحاظ بھی رکھنا ہے ۔

۱ خوبصورت آوازوں سے قرآن پڑھتے وقت اس کے معانی اور احکام پر غور کرو اور اسی کے مطابق اپنی زندگی بناؤ۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ قرآن پڑھتے وقت حضرت اُبی ابن کعبؓ اور جنید و شبلیؒ کا منظر کشی کرتے ہوں اور پسِ پردہ اُن قراء کے اعمال بد سے بدتر اور گندے ہوں ۔

۲ دوسری بات حضورؐ نے یہ بھی فرمائی ہے کہ قرآنِ کریم پڑھ کر اس کی اُجرت اور نذرانہ کے پیچھے مت پڑو دُنیا کے اندر قرآن کا اجر مت حاصل کرو بلکہ آخرت میں جو اجرِ عظیم ملنے والا ہے اسکا انتظار کرو۔ لہٰذا اگر قاری حضرات ان دونوں باتوں کا خیال کریں گے تو ان کے لئے دُنیا و آخرت دونوں جہاں میں اعلیٰ کامیابی سے سرفرازی ہوگی ۔

۱۴ عن عُبیدة المُلیکیؓ قَالَ قَالَ رسُولُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم یَا اَھۡلَ القُراٰنِ لَاتَوَسَّدُوا القرآنَ وَاتۡلُوۡہُ حَقَّ تلاوتِہٖ اٰنَاءَ اللَّیۡلِ وَالنَّہَارِ وافشُوہ وتغنّوہ وتَدَبَّرُوۡا مَافِیۡہِ لعلّکم تفلحون، ولا تعجّلُوا ثوابَہٗ فَاِنَّ لہٗ ثوابًا

الحدیث [۱]

حضرت عبیدہ مُلیکیؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے اہلِ قرآن (ایمان والو!) قرآن پر ٹیک مت لگاؤ اور دن و رات میں اسکی تلاوت کا حق ادا کرو اور اس کو خوب پھیلاؤ اور اسکو خوب عمدہ لہجہ میں پڑھا کرو اور اس کے معانی اور احکام پر تدبر اور غور کرو تو تم یقیناً کامیاب رہو گے اور اس کے اجر و بدلہ کی دُنیا میں لینے کی عجلت نہ کرو اسلئے کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا اجر ہے ۔

---

[۱] شعب الایمان للبیہقی ۳۵۰/۲ حدیث ۲۰۰۷ — ۲۰۰۹

اس حدیث شریف میں دو لفظ ایسے آئے ہیں جن سے مسابقہ قرأت کا جواز نکل سکتا ہے۔

۱۔ افشوہ: یعنی قرآن کی تلاوت کو لوگوں کے درمیان خوب پھیلاؤ اس کو عام کر تے جاؤ مسلمانوں کے بچے بچے قرآن کریم پڑھنے لگیں۔

۲۔ وتغنوہ: قرآن کو خوب عمدہ لہجہ اور خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھا کرو تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اسکا شوق پیدا ہو جائے۔

ان دونوں باتوں سے مسابقہ قرأت کا جواز نکلتا ہے لیکن ساتھ میں پہلی قسم کی روایات میں جن باتوں کی وعید آئی ہے اُن سے بچنا بھی لازم ہے ورنہ پھر خیر نہیں۔

لہٰذا قراء حضرات دونوں طرف کی روایات پر غور کر کے اعمال کو خود درست کرلیں اور مسابقہ میں شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعثِ ثواب ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی چند حدیثیں مسلمان پریشان کیوں؟ کے عنوان کے تحت موجود ہیں۔

اللہ اکبر کبیرًا والحمدُ للہ کثیرًا وسُبحان اللہ بُکرۃً وَّ اَصِیلًا

یا ربِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دائمًا ابدًا ❊ علیٰ حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّہِم

المحتاج الفقیر

سید [illegible] قاسمی

(۲۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم مشکوٰۃ شریف
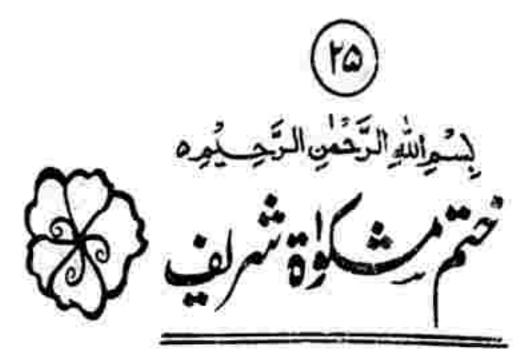
مشکوٰۃ شریف کے ختم پر اس کی آخری دونوں حدیثوں پر بحث ہوتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں کچھ مفید باتیں سامنے آتی ہیں۔ یہاں پر دونوں حدیثوں کی تشریح کردی جائے تو امید ہے کہ عوام و خواص سب کو فائدہ ہوگا۔ اس لئے دونوں کی الگ الگ وضاحت کی جاتی ہے۔

پہلی حدیث شریف: اس امت سے خطاء و نسیان معاف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ (الحديث) [1]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء و نسیان کو درگذر فرمایا ہے۔ اور ان باتوں کو بھی درگذر فرمادیا ہے جن پر امت کو مجبور کیا جائے۔

اس حدیث شریف میں تین لفظ ہیں (۱) خطاء (۲) نسیان (۳) اکراہ اور زور و زبردستی۔ تینوں کے بارے میں شریعت اسلام کے اندر الگ الگ احکامات ہیں۔

(۱) خطاء | شریعت کے احکام دو قسم پر ہیں۔

(۱) وہ امور ممنوعہ جن کا تعلق حرمت سے ہے۔ مثلاً شراب پینا حرام ہے، جوا کھیلنا حرام ہے۔ غیبت کرنا اور تہمت لگانا حرام ہے۔ سود کھانا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔ خطاء کا تعلق انہیں

[1] مشکوٰۃ ۲/۵۸۴، ابن ماجہ شریف / ۱۴۷

چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی سے اتفاقاً ان اُمور میں سے کسی اَمرِ حرام کا ارتکاب ہو جائے اور اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہے، اور بعد میں جب معلوم ہوا کہ یہ تو حرام کا ارتکاب ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے بڑی شرمندگی بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی خطاؤں سے درگذر فرمادیتا ہے۔

دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک خطاؤں کا درگذر ہو جانا، اور وہ از قبیل حقوق اللہ ہے تو بالکلیہ معاف ہو جائیگا — دوسری یہ ہے کہ غلطیوں سے امورِ ممنوعہ کا ارتکاب ہو جانا۔ اور امورِ ممنوعہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی کا حق مارا جائے، تو اس حق کی ادائیگی اپنی جگہ لازم ہے۔ بس صرف گنہگار نہ ہوگا۔ لیکن محض غلطی کی وجہ سے دوسرے کا حق معاف نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ کلّ بنی اٰدم خطّاء وخیر الخطّائین التّوّابون (الحدیث) [1] حرام اور مشتبہات کا بالقصد ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے۔ لیکن اگر اتفاق سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور محرمات کا ارتکاب ہو جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ درگذر فرمادیگا۔ اسی کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ تجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الخطاء سے ارشاد فرمایا ہے۔

۲۔ نِسیَان

دوسری چیز نسیان ہے۔ نسیان کا تعلق اُمورِ مشروعہ سے ہوتا ہے۔ اور امورِ مشروع تین قسموں پر ہیں۔ (۱) عبادات (۲) معاملات (۳) عبادات ومُعاملات کے درمیان بین بین۔

عبادات میں نسیان

اگر عبادات میں نسیان پیدا ہوتا ہے۔ پھر عبادات دو قسموں پر ہیں (۱) ایسی عبادات ہیں کہ ان میں بھول اور نسیان کلی طور پر معاف ہے، جیساکہ [illegible] حالت میں کوئی شخص بھول سے پیٹ بھر کر کھالیتا ہے تو "گھی میں دونوں ہاتھ، اور دونوں ہاتھ میں لڈو"، کہ روزہ بھی ہوگیا ثواب بھی مل گیا اور پیٹ بھی بھر گیا۔ اسی طرح قربانی کے لئے جانور ذبح کیا جارہا ہے اور اتفاق سے بسم اللہ پڑھنا بالکلیہ بھول گیا تو جانور

---

[1] ترمذی شریف ۲/۷۶۔

حلال ہے۔اس کے برخلاف اگر روزہ میں جان بوجھ کر کھالیا جائے تو قضاء وکفارہ دونوں واجب اور روزہ کا ثواب بھی گیا۔اور اسی طرح جان بوجھ کر بوقتِ ذبح بسم اللہ ترک کو ترک کردیا گیا ہے تو جانور بھی حرام اور ذابح گنہگار بھی ہوگا۔اور جان بوجھ کر باپ کا بیٹے کو اور بیٹے کا باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔اسی طرح مالدار اور سیّد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔لیکن اگر بھول اور نسیان میں ان لوگوں کو زکوٰۃ دیدی گئی ہے،اور دینے والے کو بالکل پتہ نہ چلا ہو تو ایسی صورت میں اس کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی۔اور ثواب بھی مل جائیگا۔اور لینے والے نے بھی تحفہ سمجھ کر لے لیا ہے،زکوٰۃ کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی تو اسکے لیے بھی بلا تردد حلال ہے۔

(۲) وہ عبادات ایسی ہیں جن میں بھول اور نسیان سے گنہگار تو نہ ہوگا لیکن عبادت صحیح نہ ہوگی۔ یا اس کی تلافی کے لیے اللہ کی طرف سے جو کفّارہ متعین ہے اس کی ادائیگی کے بعد یہ عبادت صحیح ہوجاتی ہے۔اور ثواب بھی ملتا ہے،جیسا کہ فریضۂ حج کی ادائیگی میں اگر بھول سے مقتضائے حج کے خلاف ممنوعاتِ حج کا ارتکاب کیا جائے تو کفارہ ادا کرنا لازم ہوجاتا ہے۔یہاں بھول کی وجہ سے گنہگار تو نہ ہوگا مگر کفّارہ کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح نماز ہے۔ کہ اگر نماز کے اندر بھول سے کوئی رکنِ صلوٰۃ چھوٹ جائے تو گنہگار تو نہ ہوگا لیکن اعادۂ صلوٰۃ لازم ہوجاتا ہے۔اور اگر کوئی واجب چھوٹ جائے،یا واجبات یا ارکان کا تکرار ہوجائے تو بھول کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا لیکن اس کا کفّارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔اور اس کا کفارہ سجدہ سہو ہے۔ اگر سجدۂ سہو نہ کریگا تو اعادہ لازم ہوگا۔

امورِ مشروعہ میں سے مُعاملات میں نسیان

مُعاملات،لین دین۔اس میں اگر نسیان پیدا ہوجائے۔مثلاً کسی سے قرض لیکر ادا کرنا بھول جائے۔اُدھار مال خرید کر پیسہ ادا کرنا بھول جائے،حلال سمجھ کر ایسا لین دین کیا جو درحقیقت حرام ہے،مگر یہ کام بھول سے ہوا،ان تمام صورتوں میں یہ شخص وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا۔یہی حدیث شریف میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ

عَنْ اُمَّتِی الخطاءَ وَالنِّسیَان۔ لیکن اس نسیان اور بھول کی وجہ سے صاحبِ حق کا حق معاف نہ ہوگا۔ اس کا حق بہرحال ادا کرنا ہے۔ بس تاخیر کا گناہ نہ ہوگا۔

اور حقوق العباد ایسا ہے جو اللہ کے یہاں معاف ہونے والا نہیں ہے۔ اسکے لئے دو ہی شکل ہیں۔ (۱) صاحبِ حق سے معاف کروالے۔ (۲) پورا پورا حق ادا کردے۔ حدیث پاک کے اندر آیا ہے کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے جن کے اوپر دوسروں کا حق ہوتا۔ اس لئے نماز سے پہلے حضورؐ معلوم کرلیا کرتے تھے کہ اس پر کسی کا حق تو نہیں۔ اسی وجہ سے ایک دفعہ ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا، مگر حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے ان کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لی، اسکے بعد آپؐ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

عَنْ اَبِی قَتَادَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِرَجُلٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ فَاِنَّ عَلَیْہِ دَیْنٌ قَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ ھُوَ عَلَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْوَفَاءِ فَقَالَ بالوفاء فصلّٰی علیہِ۔ (الحدیث) [1]

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپؐ اسکی نمازِ جنازہ پڑھ دیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ کیونکہ اسکے ذمہ قرض ہے۔ تو حضرت ابوقتادہؓ نے کہا کہ اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا پورا کروگے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں، میں ادا کردوں گا، تو آپؐ نے ان صحابی کی نمازِ جنازہ پڑھادی۔

وہ احکام مشروعہ جو عبادات اور معاملات کے درمیان بین بین ہیں ان میں نسیان

شریعت کے اندر کچھ احکام ایسے بھی ہیں جو من وجہٍ عبادت ہیں اور من وجہٍ معاملہ، جیسا کہ نکاح، طلاق

[1] نسائی شریف ۱/۲۱۵، ترمذی شریف ۱/۲۰۵۔

عتاق، بدلِ کتابت وغیرہ ۔ یہ چیزیں صحت کے اعتبار سے معاملات کے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔
اور ثواب کے اعتبار سے عبادات کے مشابہ ہیں۔ لہٰذا اگر ان اُمور کے اختیار کرنے میں نیت صحیح
رہے تو عبادات کی طرح ان کا عظیم ترین ثواب ہے ۔ اور اگر نیت صحیح نہ رہے تو ثواب نہیں ملیگا
اور مُعاملات کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان میں بھول ہوجائے تو اس روایت کے مطابق گنہگار
تو نہ ہوگا لیکن ذمّہ داری باقی رہے گی، اور معاف نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی عورت
سے شرعی شرائط کے مطابق بھُول سے نکاح کرلیا ہے یا اپنی بیوی کو بھُول سے طلاق دے دی ہے
یا طلاق دینے کے بعد بھول سے رجعت کرلی ہے ، یا اپنے غلام کو بھول سے آزاد کردیا ہے، تو ان
تمام صُورتوں میں حکمِ شرعی نافذ ہوجائیگا ۔ عورت کے ساتھ نکاح ہوجائیگا ، بیوی پر طلاق پڑجائیگی
بھُول سے جو آزاد کیا ہے تو آزاد ہوجائیگا ۔ اور بَدلِ کتابت بھی صحیح ہوجائیگی ، بعد میں اگر
پچھتاتا ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا ۔ اسی طریقہ سے اَیمان کا مسئلہ بھی ہے، یعنی قسم کا، کہ اگر
کسی شخص نے بھول سے قسم کھالی ہے اور وہ واقعہ کے خلاف ہے، تو گنہگار تو نہ ہوگا مگر اس
قسم کی وجہ سے کسی کا حق مارا گیا ہو تو اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔

۳ اِکراہ اور زور و زبردستی

اِکراہ کا تعلق بھی اُمورِ مشروعہ میں سے تینوں قسموں کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی (۱) عبادات (۲) معاملات
(۳) عبادات اور مُعاملات کے درمیان مشترک ۔ بس جس کے ساتھ اِکراہ کا مُعاملہ کیا گیا ہے
تو وہ بھی گنہگار نہ ہوگا۔ اگر کسی کو کلمۂ کفریہ زبان پر جاری کرنے پر مجبور کیا جائے اور اس کا
دل مطمئن ہے، تو کلمہ کفریہ زبان پر جاری کرنے سے نہ اس کے ایمان میں فرق آئیگا اور نہ ہی وہ
گنہگار ہوگا ۔ لیکن اگر دوسرے کی جان مارنے پر مجبور کیا جائے تو ایسی صورت میں مسئلہ میں
مشکل پیش آتی ہے کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دوسرے کی جان بچائی جائے یا اپنی جان کی
حفاظت کرکے دوسرے کی جان ماری جائے، تو اس میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ ایسے زور و زبردستی
میں دوسرے کی جان مارنے کی اجازت نہیں ۔ اور اگر یہ زور و زبردستی مُعاملات میں کیجائے

اور دوسرے کا حق اس اِکراہ کی وجہ سے مارا جارہا ہے تو اس کی گنجائش ہے کہ وقتی طور پر اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے کا حق مار دیا جائے لیکن بعد میں ادا کرنا لازم ہوگا۔ مثلاً کسی کو دوسرے کا جانور ذبح کرنے پر مجبور کیا گیا ہے یا کسی کے غلہ کو دریا برد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں بعد میں اس حق کا تاوان ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس میں اتنی گنجائش ہے کہ اگر آپ ظالم سے وصول کرسکتے ہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر امورِ شرعیہ میں زور وزبردستی کی گئی ہے، چونکہ یہ معاملات سے زیادہ مشابہ ہیں اس لئے ... نافذ ہوجائیگا۔ مثلاً زبردستی زبان سے طلاق کہلوایا، یا زبردستی نکاح کرایا تو دونوں صحیح ہوجائیں گے۔ مگر یہ شخص گنہگار نہ ...

اور اگر یہ اِکراہ عبادات میں کیا جائے۔ مثلاً ... پوجا کرنے پر اکراہ کیا گیا ہے تو ... نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عبادات کی صحت کا مدار نیتوں پر ہے، اور یہاں نیت پوجا کی نہیں ہے، اسی کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ سے تعبیر فرمایا ہے۔

آخری حدیث[1]

اس حدیث شریف میں دو ٹکڑے ہیں۔ (۱) سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ کا ٹکڑا ... اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ اس ٹکڑے کے ذیل میں تین باتیں عرض کرتی ہیں۔

پہلی بات امت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ امتِ دعوت۔ ۲۔ امتِ اجابت۔ امتِ دعوت اس کو کہا جاتا ہے جس نے ابھی ایمان قبول نہیں کیا ہے، اور اس کے سامنے ایمان کی دعوت پیش نہیں ہوئی ہے ــــ اور امتِ اجابت وہ ہے جس نے ایمان قبول کرلیا ہے۔ اور دعوت کی بھی

---

[1] ترمذی ۲/۱۲۹، ابن ماجہ / ۳۱۷۔ مسند احمد ۵/ ۲-۵

دو قسمیں ہیں۔ (۱) دعوتِ ایمان: یہ دعوت امّتِ دعوت کو پیش کی جاتی ہے، یعنی جنہوں نے ابھی ایمان قبول نہیں کیا ہے ان کو ایمان کی دعوت پیش کرنے کو دعوتِ ایمان کہا جاتا ہے۔

(۲) دعوتِ اصلاح: یہ دعوت امّتِ اجابت کو پیش کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے ایمان کی دولت اختیار کرلی ہے پھر اس کا معاشرہ بگڑ چکا ہے تو اس کو اصلاح کی دعوت دینے کو دعوتِ اصلاح کہا جاتا ہے۔ تبلیغ والے جو دعوت پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت دعوتِ اصلاح ہے۔ لیکن کبھی کبھی نیک اعمال کو بھی ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس طرح کے عنوانات بخاری کے اندر بہت قائم کئے ہیں۔ اور قرآن کریم میں بھی عمل صالح کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ، سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو ضائع نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کا اجر تم کو ضرور ملے گا۔ لہٰذا تبلیغ والوں کا دعوتِ اصلاح کو دعوتِ ایمان سے تعبیر کرنا ناجائز نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ اب یہاں قرآن کریم اور حدیث شریف میں جو امّت کا لفظ آیا ہے اس میں امّتِ اجابت مراد ہے۔ چاہے وہ امتِ محمدیہؐ ہو یا پچھلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتیں ہوں، جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا، مگر ان تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں سے امتِ محمدیہ کو خیر امت کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں لوگوں کو ایمان کی دعوت پیش کیا کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد اُن کی امت میں اس ذمہ داری کا احساس نہیں رہتا تھا اور دعوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا تھا۔ لیکن امتِ محمدیہ کا حال یہ ہے کہ رسول علیہ السلام کی وفات کے بعد ہمیشہ امتِ محمدیہؐ کی ایک اہم جماعت اور علماء اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہیں، اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ یہ نبیوں کا کام ہے۔ جو امتِ محمدیہ انجام دے رہی ہے، اس لئے امتِ محمدیہ کو خیر امت کہا گیا ہے

دوسری بات	جیسا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم خیر الانبیاء ہیں، ایسا ہی آپؐ کی امّت کو خیر امّت کہا گیا ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو خیر الانبیاء اسلئے کہا جاتا ہے

کہ اللہ نے آپ کو پانچ چیزیں ایسی عنایت فرمائی ہیں جو دوسروں کو عطا نہیں ہوئی ہیں۔

۱ تمام قوموں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ہیبت اور رعب ڈال دیا ہے۔ مہینوں کی مسافت تک کے لوگ نام سن کر گھبرا اٹھیں ۔

۲ پوری روئے زمین کو آلۂ طہارت اور سجدہ گاہ بنا دیا ہے کہ پانی نہ ہو تو تیمم کر سکتے ہیں۔ اور نماز کا وقت جہاں پر ہو جائے وہیں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ عبادت گاہ شرط نہیں۔ پچھلی امت کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی، وہ صرف اپنی عبادت گاہوں ہی میں نماز پڑھ سکتی تھی۔

۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مال غنیمت کو حلال فرما دیا، جو دوسری امت کو نصیب نہیں ہوا۔

۴ پچھلے انبیاء کو کسی خاص قوم کے لئے مبعوث کیا جاتا تھا مگر آپ کو پوری کائنات سب کے لئے انسان، جنات سب کے لئے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

۵ آپ کو شفاعت کی سعادت نصیب فرمائی، کسی بھی رسول اور نبی کو دنیا میں یہ گارنٹی نہیں ملی کہ قیامت میں ان سے کوئی سوال نہیں کیا جائیگا، مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الآیۃ سورۂ فتح کی آیت سے گارنٹی کی سعادت دیدی ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُعطیتُ خمسًا لم یُعطهن احدٌ من الانبیاء قبلی نُصرتُ بالرعب مسیرۃَ شهرٍ وجُعلت لی الارضُ مسجدًا وطهورًا وایّما رجلٍ من اُمّتی ادرکته الصلوٰۃ فلیصلّ واُحلّت لی الغنائم وکان النبیّ یُبعث الی قومه خاصّةً وبُعثتُ الی

حضرت جابرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) ایک مہینہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال دیا گیا (۲) اور پوری روئے زمین کو میرے لئے نماز پڑھنے کی جگہ اور طہارت کی چیز بنا دی گئی۔ لہٰذا میری امت میں سے جس آدمی کو جہاں بھی نماز کا وقت مل جائے وہیں نماز پڑھ لے۔ (۳) اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ (۴) پچھلے کسی بھی نبی کو خاص طور پر اسی کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا

النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ (الحدیث) ؎ — اور مجھ کو تمام نوعِ انسانی کے لیے مبعوث کیا گیا (۵) اور مجھے شفاعت کی سعادت نصیب کی گئی۔

اس امّت کو خیرِ امّت کہنے کی اصل وجہ دعوتی ذمّہ داری کا ادا کرنا ہے۔ اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمّہ داری کا ادا کرنا ہے۔ اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ادائیگی کا اصل مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے۔ لہٰذا امّت کی اصل ذمّہ داری اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے دو پہلو ہیں۔

(۱) مثبت پہلو:۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ امّتِ دعوت کے سامنے ایمان کی دعوت پیش کردی جائے تو اگر وہ اس کو بخوشی قبول کرے تو بہت اچھا۔ ورنہ قبولِ اسلام کے بارے میں اُن کے ساتھ کسی قسم کی زور و زبردستی نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے "لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" یہی دعوت کا اصل حکم ہے۔ لیکن اگر اسلام کے خلاف فساد کرنے کے لیے آواز اٹھانے لگیں تو ان کے ساتھ زور و زبردستی کا معاملہ کیا جائیگا۔ جس کا آخری حربہ قتال وجہاد ہے۔

(۲) دوسرا پہلو منفی پہلو ہے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ کسی قوم سے یہ خطرہ ہو کہ یہ قوم اعلاءِ کلمۃ اللہ میں حائل بن سکتی ہے، اور کسی بھی وقت مسلمانوں پر خفیہ حملہ کرسکتی ہے تو شریعت میں ایسی قوم کے بارے میں اقدامی جہاد کا حکم ہے۔ اور جہاد کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مدافعانہ جہاد:۔ کفار مسلمانوں پر حملہ کردیں۔ اور مسلمان اس کے دفاع کرنے میں پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کریں، جیسا کہ غزوۂ اُحد اور خندق میں ہوا تھا۔

(۲) اقدامی جہاد:۔ کہ کسی قوم سے خطرہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت مسلمانوں پر حملہ کرکے فساد برپا کرسکتی ہے، تو سانپ کا سر پہلے ہی کچل دینے کا حکم ہے۔ اس لیے ایسی قوم کے اُوپر پہلے ہی حملہ کرکے اُس کا سر کچل دیا جائے۔ جیسا کہ غزوۂ خیبر، غزوۂ بنی المصطلق، فتح مکہ، غزوۂ حُنین وغیرہ ہے۔

؎ بخاری شریف ۱/۶۲ حدیث ۴۳۳۔

تیسری بات | جہاد کے شرائط: جہاد کے مختلف شرائط ہیں۔ ان میں سے چار شرطیں نہایت اہم ہیں۔

۱ جہاد سے اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص جہاد میں اسلئے جاتا ہے کہ اس کو مالِ غنیمت مل جائیگا۔ یا اس لئے جاتا ہے تاکہ اس کی بہادری اور شجاعت لوگوں میں مشہور ہوجائے۔ یا اس لئے جاتا ہے کہ شرکتِ جہاد میں اس کی شہرت ہوجائے تو ان میں سے صحیح معنی میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی مجاہد فی سبیل اللہ نہیں ہے اور صحیح مجاہد وہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے جہاد کرتا ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی موسٰیؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُل یُقَاتِل للمغنم والرَّجُل یُقَاتِل للذکر، وَالرَّجُل یُقَاتِل لیری مکانہٗ فمن فی سَبِیْلِ اللّٰہ قال مَنْ قَاتَل لتکون کلمۃ اللّٰہ ھی العُلْیا فھو فِی سَبِیْلِ اللّٰہ۔ (الحدیث) [۱]	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: کوئی شخص مالِ غنیمت کیلئے جہاد کرتا ہے، اور کوئی شخص اپنی شہرت کیلئے جہاد کرتا ہے، اور کوئی شخص اپنی بہادری اور شجاعت کو ظاہر کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے، ان میں سے مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے جہاد کرتا ہے وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہر اعتبار سے کامیاب ہے، اگر مارا جائے تو شہید ہوگا۔ اور اگر جیت کر مالِ غنیمت لیکر آتا ہے تو جہاد کا بھی ثواب ملا اور مالِ غنیمت بھی مل گیا۔ اور اگر نہ شہید ہوا ہے اور نہ مالِ غنیمت ملا ہے تو اجر و ثواب لیکر آئیگا۔

---

[۱] بخاری شریف ۱/۳۹۴ حدیث ۲۷۲۶

اسی مضمون کی روایت بخاری شریف میں ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تکفل اللہ لمن جاھد فی سبیلہ لایخرجہ الا الجہاد فی سبیلہ وتصدیق کلماتہ بان یدخلہ الجنۃ او یرجعہ الی مسکنہ الذی خرج مع ما نال من اجر او غنیمۃ۔ (الحدیث) [1]	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لیتا ہے جو اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، وہ صرف اللہ کے راستہ میں جہاد کیلئے اور اللہ کے کلمہ کی تصدیق کیلئے ہی نکلتا ہے۔ اس طرح ذمہ داری لیتا ہے کہ شہید ہوجائیگا تو اُسے جنت میں داخل کریگا، اور اپنے گھر لوٹ آتا ہے تو جہاں سے وہ نکلا ہے یا تو اجر وثواب لیکر آئیگا یا مالِ غنیمت لیکر آئیگا۔

شرط ۲: جس قوم سے جہاد ہورہا ہے اس قوم سے مسلمانوں کا علاقہ الگ الگ اور بالکل جُداگانہ ہو۔ اگر مخلوط علاقہ ہے تو جہاد جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہندوستان جیسے ممالک میں خود اس ملک کے مُسلمانوں کے لئے اس ملک کے غیر مسلموں سے جہاد کے نام سے جنگ جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ جنگ سے خود اپنے کو تباہ وبرباد کرنا ہوگا۔

شرط ۳: تمام مُسلمانوں کا امیر ایک ہو۔ لہٰذا اگر خود مُسلمانوں میں پارٹی بندی ہے، یا تمام مسلمان ایک شخص کو امیر ماننے پر تیار نہیں ہیں تو دیگر شرائط کے باوجود جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔

شرط ۴: جس قوم سے جنگ کرنی ہے اس قوم کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس کم ازکم نصف فوج ہو، اور نصف ہتھیار ہوں، ورنہ جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور شریعت نے اس کا مکلف نہیں بنایا ہے۔ اسلام کے شروع دور میں ایک مسلمان دس کا مقابلہ کرسکتا تھا، پھر پانچ کا حکم ہوا، پھر تین کا پھر آخر میں دو کے مقابلہ کا حکم باقی ہے۔ اسلئے ان شرائط کی رعایت کیے بغیر شریعت میں جہاد کی اجازت نہیں ہے۔ اس کی مفصل بحث اعلاء السنن ۱۲/ میں موجود ہے۔

---

[1] بخاری شریف ۱/۴۴۰ حدیث ۳۰۲۳

حدیث شریف کا دوسرا ٹکڑا

وانتم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ: ان الفاظ کے اندر امتِ محمدیہ کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ امتِ محمدیہ اعزاز واکرام کے اعتبار سے اور خیر کے اعتبار سے ستّر امتوں کے برابر ہے۔ یہاں پر ستّر سے مراد اس کی تعداد نہیں ہے، بلکہ مبالغہ کے لئے ستّر کا لفظ لایا گیا ہے۔ اس امت کی عزت واکرام کی وجہ سے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف ۱/۴۷۰ حدیث ۳۲۲۹ کتاب الانبیاء اور کتاب التفسیر ۲/۶۴۴ حدیث ۴۳۰۲ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک واضح روایت موجود ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کہ آپ نے اپنی امت کے سامنے دین کی دعوت پیش کی تھی یا نہیں؟ تو حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ اے پروردگارِ عالم! ساڑھے نو سو ۹۵۰ سال تک طوفانِ نوح سے پہلے میری نبوت کا دور رہا ہے۔ اور اس ساڑھے نو سو ۹۵۰ سالہ دور میں میری امت میں دسیوں بیسیوں نسلوں کا سلسلہ رہا ہے۔ لیکن میری دعوت پر کسی بھی نسل نے لبیک نہیں کہا، سب نے میرے دین اور ایمان کا انکار کیا ہے۔ آخر کار بددعا کرنی پڑی جس کے نتیجہ میں تو نے میری قوم پر طوفان کا عذاب نازل فرمایا۔ پھر اللہ پاک نوح علیہ السلام کی امت سے پوچھے گا کہ تمہارے پاس دین کی دعوت پہنچی ہے یا نہیں؟ تو نوح علیہ السلام کی قوم میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی جھوٹ بولے گی اور یہ کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی بھی دین کی دعوت لیکر نہیں آیا، اور نہ ہی حشر ونشر اور جنت وجہنم اور حساب وکتاب سے متعلق کوئی نذیر یا بشیر (ڈرانے والا یا بشارت دینے والا) آیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے کہے گا کہ آپ مدعی ہیں اور آپ کی امت مدعا علیہ ہے۔ لہٰذا آپ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش کریں۔ تو حضرت نوح علیہ السلام گواہی میں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو پیش فرمائیں گے۔ تو حضرت نوحؑ کی قوم اس پر جرح کرے گی کہ محمدؐ اور ان کی امت کو ہمارے

بارے میں کیسے معلوم ہے جبکہ وہ لوگ ہم سے ہزاروں سال کے بعد دُنیا میں آئے تھے، تو اس پر امت محمدیہ یہی کہے گی کہ اے اللہ تیرے سچے پیغمبر ہمارے پاس تشریف لائے تھے، اور تیرا کلام پاک ہمارے پاس موجود تھا، تیرے پیغمبر اور تیرا کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تیرے پیغمبر نے ہی ہمکو تبلایا ہے اور تیرے کلام میں بھی موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو ۹۵۰ سال ایمان کی دعوت پیش فرمائی ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ میں فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ [1]
(ایسے ہی ہم نے تم کو ایک عدل و انصاف والی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تمہارے لئے گواہ رہیں۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَجْمَعِيْنَ۔

شبیر احمد عفا اللہ عنہ
مدرسہ شاہی مراد آباد

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳